سُنَنِ نسائی
جلد دوم
تالیف
امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ
ترجمہ وفوائد : فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ
تحقیق وتخریج : حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ
دار العلم ممبئی

مترجم
سنن نسائی
جلد دوم

سلسلہ اشاعت نمبر 136

نام کتاب مترجم سنن نسائی

نام مولف : إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي رحمه الله

نام مترجم : فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

جلد : دوم

طبع دوم : اگست ۲۰۱۳ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

طابع : محمد اکرم مختار

ناشر : دار العلم، ممبئی

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel.: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
fax :(+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

سنن نسائی (مترجم)

جلد دوم

كتاب الأذان — كتاب التطبيق — أحاديث: 627 — 1179

تالیف

إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي رحمه الله

ترجمہ و فوائد

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

دار العلم ممبئی

فہرست مضامین (جلد دوم)

اذان سے متعلق احکام ومسائل

امام نسائی ؒ نے نماز کی اہمیت وفضیلت اور اس کے اوقات بیان کرنے کے متصل بعد اذان کے احکام ومسائل بیان کیے ہیں کیونکہ نماز کا وقت ہونے کے بعد اذان کا حکم ہے تاکہ لوگوں کو نماز کے وقت کا علم ہو جائے اور اس کے بعد نماز کے دیگر مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اکثر و بیشتر مسلمان دیگر مسائل کی طرح اذان کے مسائل میں بھی افراط وتفریط اور بدعات وخرافات کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور مزید لاؤڈ سپیکر اور میڈیا کے ذریعے سے لوگوں میں بدعات وخرافات پھیلائی جا رہی ہیں جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر واذکار اور ادعیہ اذان کا حصہ ہیں' حالانکہ وہ اذان کا حصہ نہیں۔ اسی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے قارئین کی سہولت کے پیش نظر اذان سے متعلق احکام ومسائل قدرے تفصیل سے بیان کیے ہیں اور مروجہ بدعات وخرافات کا ذکر کیا ہے۔

* **اذان کی لغوی تعریف:** لغت میں ''اذان'' اطلاع واعلان کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ﴾ (التوبة۹:۳) ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو اطلاع (عام) ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (الحج ۲۲:۲۷) ''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں۔'' یہ [أَذَنٌ] سے مشتق ہے جس کے معنی ''بغور سننا'' ہیں۔ (فتح الباري:۲/۷۷)

امام ابن الاثیر ؒ فرماتے ہیں: ''جب أَذَّنَ يُؤَذِّنُ تَأْذِينًا سے اذان' اسم مراد لیں گے تو اس کے

معنی نماز کے وقت کی خبر دینا ہوں گے۔'' (النهاية:۱/۳۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ أَذَّنَ يُؤَذِّنُ تَأْذِينًا وَأَذَانًا وَإِيذَانًا سے مصدر ہے۔ ''ایسا بلند اعلان جو کانوں سے سنا جا سکے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ﴾ (یوسف ۱۲:۷۰) ''پھر ایک اعلان کرنے والے نے بلند اعلان کیا: اے قافلے والو! بے شک تم چور ہو۔'' (شرح العمدة از شیخ الإسلام ابن تيمية:۲/۹۵)

* **اذان کی شرعی و اصطلاحی تعریف:** [اَلْإِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ بِأَلْفَاظٍ مَّخْصُوصَةٍ] ''مخصوص الفاظ کے ساتھ نماز کے وقت کی اطلاع دینا (اذان ہے)۔'' (فتح الباري:۲/۷۷، والمغني لابن قدامة: ۱/۴۴۸، و ذخيرة العقبىٰ، شرح سنن النسائي:۷/۱۵۱)

* **اذان کی مشروعیت:** رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں نماز کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کیسے جمع کرتے تھے؟ اس کی صراحت نہیں ملتی، تاہم مدینہ منورہ میں آ کر باجماعت نماز کے لیے اندازے سے آنا اور پھر بعدازاں اکٹھا ہونے کے لیے کسی طریقۂ کار کا مشورہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ میں نماز کے لیے اکٹھا کرنے کا کوئی معروف طریقہ نہیں تھا بلکہ شاید صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تعداد کم ہونے کی وجہ سے ویسے ہی اکٹھے ہو جاتے ہوں گے، پھر اجتماعی عبادت ضروری بھی نہیں تھی جیسا کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر کے صحن میں عبادت کرنا معروف ہے۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آغاز میں اندازے سے نمازوں کے اوقات کا تعین ہوتا رہا، اس غرض کے لیے کوئی خاص طریقہ نہ تھا۔ بالآخر نبیٔ اکرم ﷺ کو اس کی فکر لاحق ہوئی، تب آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر مشورہ کیا۔ کچھ صحابہ نے نرسنگا بجانے کا مشورہ دیا۔ یہ عبادت کے لیے یہودیوں کا شعار تھا۔ کچھ نے بگل بجانے کی تجویز پیش کی۔ یہ عیسائیوں کا شعار تھا۔ آگ روشن کرنے کا بھی مشورہ دیا گیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر بروقت نماز کے لیے پہنچ سکیں لیکن یہ بھی مجوسی شعار تھا۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے طریقۂ عبادت سے مشابہت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تجاویز رد فرما دیں۔ اس موقع پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ نماز کا وقت ہونے پر کسی آدمی کو منادی کے لیے بھیجا جائے تاکہ اس کی اطلاع پر لوگ جمع ہو جائیں۔ ایسے ہی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے منادی کی ذمہ داری بلال رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔

(صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٠٤) ذہن میں رہے یہاں منادی سے مقصود منادی الصَّلَاةَ جَامِعَةً وغیرہ ہے، اذان نہیں جیسا کہ دیگر تصریحات سے واضح ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الباري:٢/٨١، تحت حديث:٦٠٤، وذخيرة العقبیٰ، شرح سنن النسائي:٧/٢٦٢)

پھر ا ہجری میں عبداللہ بن زید بن عبدربہ کو خواب میں مشروع اذان کا طریقہ بتلایا گیا، انھوں نے نبئ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہو کر خواب کی ساری تفصیل ذکر فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس خواب پر مہر تقریر و تصدیق ثبت فرمادی، لہٰذا یہ طریقۂ اطلاع متفقہ طور پر شرعی طریقہ قرار پایا اور مسلمانوں کی پہچان کے لیے ایک اہم شعار کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اگرچہ ابتدائے اذان کی مشروعیت میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ہجرت کے پہلے سال مشروع قرار پائی یا دوسرے سال لیکن راجح بات یہی ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سال خواب میں طریقۂ اذان سکھلا دیا گیا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور جن روایات میں یہ وضاحت ہے کہ اذان ہجرت سے قبل مشروع ہوئی، انھیں ابن حجر رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَالْحَقُّ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ] ”حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں۔“ دیکھیے: (فتح الباري:٢/٧٩، تحت حديث:٦٠٤، وتحفة الأحوذي، الصلاة، باب ماجاء في بدء الأذان:١/٤٨٠)

عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے خواب میں تعلیمِ اذان کے بعد نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کی ذمہ داری سونپی کیونکہ وہ بلند آواز ہونے کے ساتھ ساتھ خوش الحان بھی تھے۔ اس کے بعد دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، رسول اکرم ﷺ نے اس کا التزام کیا اور اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس فرض کو ادا کرتے رہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ نبی ﷺ نے اسے مسلمانوں کے مال و جان کے تحفظ کے لیے شعار قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ ایام قتال میں جب کسی بستی پر چڑھائی کرتے تو باہر ہی پڑاؤ ڈالتے۔ اگر بستی سے اذان کی آواز بلند ہوتی تو حملہ نہ کرتے وگرنہ انھیں غیر مسلم سمجھ کر حملہ کر دیتے۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦١٠) یقیناً اس طریقے سے مسلم اور غیر مسلم بستی کے درمیان تفریق ہو جایا کرتی تھی۔

* جامعیت: الفاظِ اذان میں عمدہ جامعیت ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اذان مختصر مگر جامع

الفاظ پر مشتمل ہے۔ اس میں عقیدے کے مسائل (نہایت عمدگی سے) بیان ہوئے ہیں۔ مؤذن [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہہ کر اللہ عزوجل کے وجود اور کمال کا اعلان کرتا ہے۔ پھر [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کا اظہار کر کے توحید الٰہی کا اقرار اور تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کرتا ہے۔ اس کے بعد رسالتِ محمدی کا اقرار کر کے نبی رحمت ﷺ کو اپنا ہادی اور مرشد ماننے کا اعلان کرتا ہے۔ اس کی گواہی کے بعد اپنے ہم مذہبوں کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے تا کہ ان سب کو ابدی نعمتیں اور لازوال انعامات ربانی حاصل ہو سکیں۔ (فتح الباري:۲/۷۷) اس سے ملتی جلتی عمدہ توجیہ قاضی عیاض ؒ نے بھی کی ہے۔ دیکھیے: (المجموع:۳/۸۱)

* **اذان کی اہمیت وفضیلت:** اسلام میں اذان کی بڑی فضیلت ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت ہے۔ اس پر اجر عظیم اور بخشش کا وعدہ ہے۔ شیطان اس سے سخت اذیت محسوس کرتا ہے' اتنا گھبراتا ہے کہ اذان سنتے ہی پادنا شروع کر دیتا ہے اور میلوں دور بھاگ نکلتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان دم دبا کر بھاگتا اور پادتا جاتا ہے یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں اسے اذان سنائی نہیں دیتی۔ جب اذان ختم ہوتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے' پھر جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو بھاگ اٹھتا ہے حتی کہ جب اقامت ختم ہوتی ہے تو پھر پلٹ آتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:۶۰۸)

شیطان اذان سن کر پادتا کیوں ہے؟ اس کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' تاہم حافظ ابن حجر ؒ نے اس کی بعض توجیہات بھی بیان کی ہیں' مثلاً: ❁ شیطان اذان کی بجائے اس آواز اور حرکت کے ساتھ مشغول رہے تا کہ اذان کی آواز اس کے کانوں میں نہ پڑے۔ ❁ یہ حرکت وہ بطور اہانت وتحقیر کرتا ہے۔ ❁ وہ عمداً ریح خارج نہیں کرتا بلکہ شدت خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے ایسے ہوتا ہے وغیرہ۔ (فتح الباري: ۲/۸۵)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اذان اور صف اول کی کیا فضیلت ہے' پھر قرعہ اندازی کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ پائیں تو اس پر ضرور قرعہ اندازی کریں......'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:۶۱۵' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث: ۴۳۷)

اذان اور کلمات اذان واقامت سے متعلق احکام ومسائل

* **اذان کا حکم:** نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لیے اذان دینا فرض کفایہ ہے۔ یہ قول کہ اذان صرف سنت یا سنت مؤکدہ ہے، یعنی اس معنی میں کہ اجتماعی طور پر شہر یا بستی والے اس کے ترک پر قابل مذمت نہیں اور نہ گناہ گار ہوں گے، مردود اور ناقابل حجت ہے۔ نماز پنجگانہ کی جماعت سفر میں ہو یا حضر میں، اپنے وقت پر ہو یا نیند یا بھولنے کی وجہ سے وقت کے بعد، اذان اور اقامت کہنا ضروری ہے۔

مذکورہ موقف کی تائید درج ذیل چند دلائل سے ہوتی ہے:

① مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چند افراد کی معیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیس دن رہے۔ اس کے بعد جب وطن لوٹنے کی رخصت ملی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند احکام جاری فرمائے۔ ان منجملہ احکام میں سے یہ بھی تھا: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ......] "نماز اسی طرح پڑھتے رہنا جیسے مجھے پڑھتے ہوئے تم نے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے......" (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٣١، و صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٧٤)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان کا حکم دیا ہے۔ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک کہ اس سے کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ ایک حدیث میں [فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا] کے الفاظ بھی ہیں۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٥٨)

② فتح مکہ کے بعد عمرو بن سلمہ کے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ مشرف بہ اسلام ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں۔ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں، فلاں وقت میں پڑھو۔ [فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ......] "چنانچہ جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے۔" (صحيح البخاري، المغازي، حديث:٤٣٠٢)

امام ابن حزم رحمہ اللہ محلی میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: [فَصَحَّ بِهٰذَيْنِ

الْخَبَرَيْنِ وُجُوبُ الْأَذَانِ وَلَابُدَّ، وَأَنَّهُ لَايَكُونُ إِلَّا بَعْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فِي وَقْتِهَا، عُمُومًا لِّكُلِّ صَلَاةٍ، وَ دَخَلَتِ الْإِقَامَةُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ] ''ان دو حدیثوں کی رو سے حتمی طور پر اذان کا وجوب ثابت ہوا۔ یہ وجوب وقت نماز شروع ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ ہر نماز کے لیے یہ عام حکم ہے۔ اس امر میں اقامت بھی داخل ہے۔'' (المحلی لابن حزم: ۱۲۳/۳)

مزید فرماتے ہیں: ابو سلیمان اور ان کے اصحاب بھی اذان و اقامت کے وجوب کے قائل ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق عدم وجوب کے قائلین کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس کے وجوب کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی علاقے پر حملہ آور ہوتے تو اذان سننے کا انتظار کرتے۔ اذان کی آواز آتی تو حملہ مؤخر کر دیتے بصورت دیگر ان کے خون، مال اور انھیں قیدی بنا لینے کو حلال سمجھتے۔ اس طرح یہ گویا کہ تمام صحابہ کا یقینی اجماع ہے اور یہ وہ اجماع ہے جس کی صحت قطعی ہے۔
(المحلی لابن حزم: ۱۲۵/۳)

③ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ لَّا يُؤَذَّنُ وَلَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ الذِّئْبَ يَأْكُلُ الْقَاصِيَةَ] ''جس کسی گاؤں میں تین فرد (بھی) ہوں، وہاں نہ اذان دی جائے اور نہ ان میں نماز با جماعت کا اہتمام ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، بے شک بھیڑیا ہمیشہ دور رہنے والی اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے۔'' (مسند الإمام أحمد: ۱۹۶/۵، والموسوعة الحديثية، مسند الإمام أحمد: ۴۲/۳۶، وسنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۴۷)

اس حدیث میں اذان نہ دینے کی وجہ سے سخت وعید کا ذکر ہے۔ صاحب منتقی الأخبار نے مذکورہ حدیث پر [بَابُ وُجُوبِهِ وَ فَضِيلَتِهِ] کے الفاظ سے عنوان قائم کیا ہے۔ امام شوکانی ؒ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے وجوب اذان و اقامت کا اثبات کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [لِأَنَّ التَّرْكَ الَّذِي هُوَ نَوْعٌ مِّنَ اسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ يَجِبُ تَجَنُّبُهُ] ''کیونکہ ایسا ترک جو تسلط شیطان کی ایک قسم (صورت) ہے، اس سے اجتناب واجب ہے۔'' پھر قائلین وجوب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہی موقف امام عطاء، مالک، احمد بن حنبل اور اصطخری ؒ کا ہے۔ (نیل الأوطار: ۳۶/۲)

④ نبیٔ اکرم ﷺ ایام قتال میں جب کسی بستی پر چڑھائی کرتے تو فوراً حملہ آور نہ ہوتے بلکہ باہر پڑاؤ کر لیتے۔ اگر بستی سے اذان کی صدا بلند ہوتی تو حملہ نہ فرماتے وگرنہ غیر مسلم سمجھ کر حملہ کر دیتے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

⑤ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَ أَنْ يُّوتِرَ الْإِقَامَةَ] ''بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار کہیں۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٠٥' و صحيح مسلم' الصلاة' حديث:٣٧٨) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دینے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الأذان' حديث:٦٢٨)

اس حدیث سے بھی مذکورہ موقف کی تائید ہوتی ہے' نیز مذکورہ تصریح سے علامہ عینی رحمہ اللہ کی تردید ہوتی ہے جنھوں نے فرمایا کہ پتا نہیں یہاں حکم دینے والا کون ہے؟ نبی ﷺ ہیں یا کوئی اور۔ (تحفة الأحوذي:١/٤٩١)

⑥ اذان کے حوالے سے عبداللہ بن زید بن عبدربہ کا خواب سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِن شاء اللہ یہ خواب سچا ہے' تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اسے وہ کلمات سکھاؤ جو تم نے دیکھے ہیں' وہ ان کے ساتھ اذان کہے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة حديث:٤٩٩' وإرواء الغليل:١/٢٦٥) مسند احمد میں امر کی تصریح ہے: [ثُمَّ أَمَرَ بِالتَّأْذِينِ] ''پھر آپ ﷺ نے حکم اذان صادر فرمایا۔'' (مسند الإمام أحمد:٤/٤٣' والموسوعة الحديثية' مسند الإمام أحمد: ٢٦/٤٠٠' وصحيح ابن خزيمة:١/١٩٣)

⑦ خندق کے موقع پر نبی ﷺ کی چار نمازیں رہ گئیں۔ حدیث میں آتا ہے: [فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ......] ''تو نبی ﷺ نے بلال کو حکم دیا اور انھوں نے اذان کہی۔'' (سنن النسائي' الأذان' حديث:٦٦٣)

الغرض راجح موقف یہی ہے کہ اذان فرض کفایہ ہے' یعنی ایک شخص کی اذان سے دیگر افراد سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کسی خطے میں بالفرض کوئی بھی اذان نہیں کہتا تو اہل خطہ مستحق عتاب ہیں۔ اسلامی حکومت ہو تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

یہ مسلمانوں کا ایک ایسا شعار ہے جس کا نبیٔ اکرم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال سے تادمِ حیات

التزام کروایا۔ آپ کی زندگی میں ایک مرتبہ بھی اذان کا ترک کرنا ثابت نہیں' سفر میں نہ حضر میں' سوائے عرفہ کے دن کے کہ اس دن ایک ہی اذان سے ظہر وعصر کی دونمازیں دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں۔ اسی طرح نبی ﷺ نے مزدلفہ کی رات مغرب وعشاء ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھائیں۔ (سنن النسائي' الأذان' حديث:٦٥٦' ٦٥٧)

امام مالک رحمہ اللہ سے ایک قول منقول ہے کہ جن مساجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے' وہاں اذان دینا فرض ہے۔ (بداية المجتهد:١/ ١٩٧)

امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے بھی شہریوں پر اذان واجب قرار دی ہے۔ (البناية:٢/٨٤' وحاشية ابن عابدين:١/٨٤)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفر وحضر میں ہر جماعت کے لیے اذان واقامت واجب ہے کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا ہے اور آپ کا حکم فرضیت کا تقاضا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اور (مدینہ میں) بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ سب وجوب اذان پر دلالت کرتا ہے۔ (الأوسط لابن المنذر:٣/٢٤)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اذان واقامت کے وجوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے: باب إيجاب الأذان والإقامة عند حضور الصلاة...... (مسند أبي عوانة:١/٢٧٦)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [اَلصَّحِيحُ أَنَّ الْأَذَانَ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ' فَلَيْسَ لِأَهْلِ مَدِينَةٍ وَّلَا قَرْيَةٍ أَنْ يَّدَعُوا الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ] "درست یہ ہے کہ اذان فرض کفایہ ہے۔ کسی شہر یا بستی والوں کے لیے اذان واقامت کا ترک جائز نہیں۔" (مجموع الفتاوى:٢٢/٦٤)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ عبادت اسلام کا عظیم ترین شعار اور دین کا مشہور ترین نشان اور علامت ہے کیونکہ جب سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے مشروع قرار دیا ہے' لیل ونہار اور سفر وحضر میں رسول اللہ ﷺ کی وفات تک اس پر ہمیشگی رہی ہے' یہ نہیں سنا گیا کہ کسی وقت یہ ترک ہوئی ہو یا اس کے ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہو۔ (السيل الجرار:١/٢٣٠ بتحقيق صبحي بن حسن)

مزید لکھتے ہیں: [وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ مَا يَنْبَغِي فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْعِبَادَةِ الْعَظِيمَةِ أَنْ يَّتَرَدَّدَ مُتَرَدِّدٌ فِي وُجُوبِهَا فَإِنَّهَا أَشْهَرُ مِنْ نَارٍ عَلٰى عَلَمٍ وَ أَدِلَّـتُهَا هِيَ الشَّمْسُ الْمُنِيرَةُ] ''ماحصل یہ ہے کہ اس جیسی عظیم عبادت کے وجوب میں کسی کو تردد کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ پہاڑ پر جلتی آگ سے زیادہ روشن ہے اور اس کے دلائل روز روشن کی طرح ہیں۔'' (السيل الجرار: ۱/۱۹۲)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے وجوب میں اختلاف ہے لیکن (دلائل کا) ظاہر وجوب ہی ہے۔ (الروضة الندية: ۱/۲۴۴ مع التعليقات الرضية)

محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَقَدْ ثَبَتَ الْأَمْرُ بِهِ فِي غَيْرِ مَاحَدِيثٍ صَحِيحٍ، وَالْوُجُوبُ يَثْبُتُ بِأَقَلَّ مِنْ هٰذَا، فَالْحَقُّ أَنَّ الْأَذَانَ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ] ''کئی حدیثوں میں حکم اذان ثابت ہے، وجوب تو اس سے بھی کم تر سے ثابت ہو جاتا ہے، اس لیے حق یہ ہے کہ اذان فرض کفایہ ہے۔'' (تمام المنة، ص: ۱۴۴) واللّٰه أعلم.

* جانتے بوجھتے قبل از وقت یا دیر سے اذان دینے کا حکم: فرض نمازوں کی اذان ان کے اصل اوقات سے پہلے نہیں دینی چاہیے، خصوصاً فجر اور مغرب کی اذان۔ اس طرح روزے دار کے لیے وقت جواز وقت حرمت قرار پاتا ہے جو کہ حقیقت میں درست نہیں۔ بعض اوقات اذانِ فجر اپنے اصل وقت، یعنی طلوع فجر صادق سے بھی قبل سننے میں آتی ہے۔ شرعاً یہ درست نہیں۔ اسی طرح اذان مغرب بھی غروب آفتاب کے بعد تاخیر سے نہیں دینی چاہیے جبکہ فی زمانہ دائمی اوقات کی تقویمات عام دستیاب ہیں۔ ان مصدقہ اوقات کی تحدید کے بعد احتیاطاً تاخیر درست نہیں، خصوصاً رمضان میں۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اَلْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ] ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا۔'' (صحيح البخاري، المواقيت، حديث: ۵۶۱، و صحيح مسلم، المساجد، حديث: ۶۳۶)

یقیناً جب بروقت اذان ہوگی تو تبھی اس حد تک جلدی ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ، أَوْقَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ، مَالَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلٰى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ] ''میری امت اس وقت تک خیر میں رہے گی یا فرمایا: فطرت پر رہے گی

جب تک کہ مغرب کو مؤخر نہ کرے گی کہ ستارے نکل آئیں۔'' (سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۴۱۸)

ہمارے معاشرے میں عام مساجد میں جو عمداً تاخیر ہوتی ہے' سو ہوتی ہے' شیعہ مکتبِ فکر سے وابستہ عوام وخواص میں اس سے بھی بڑھ کر اس کا اظہار ہوتا ہے۔ مغرب کی اذان اس حد تک دیر سے کہی جاتی ہے کہ ستارے نکل ہی آتے ہیں۔ اس قدر تاخیر بدعت ہے۔ حدیث کی روشنی میں ایسے لوگ فطرت سے دور اور خیر سے محروم قرار پاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ فرمانِ عالی سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ] ''لوگ جب تک جلد افطاری کرتے رہیں گے' خیر میں رہیں گے۔'' (صحیح البخاري' الصوم' حدیث:۱۹۵۷)

امام ابن دقیق العید فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں شیعہ کی تردید ہے کہ وہ ستاروں کے ظاہر ہونے تک افطاری مؤخر کرتے ہیں۔ اور شاید لوگوں کا ہمیشہ جلدی افطاری کرنا ہی وجودِ خیر کا سبب ہے کیونکہ جو تاخیر سے افطاری کرتا ہے' وہ خلاف سنت فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔'' (فتح الباري:۴/ ۱۹۹' حدیث:۱۹۵۷' والعدۃ علی إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام للعلامۃ ابن دقیق العید:۳/ ۲۱۳)

غرض' اس کی تاخیر عام دنوں میں درست ہے نہ خاص' یعنی رمضان المبارک میں' جیسا کہ مذکورہ پہلی حدیث سے واضح ہوتا ہے' اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مسنون اعمال وافعال ہی پر اکتفا کریں' ان شاء اللہ اسی میں امت کے لیے خیر وبرکت ہے اور اپنی قیاس آرائیوں یا احتیاطی تدابیر سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

* **حالت سفر میں اذان کی مشروعیت:** حالت سفر میں بھی اذان واقامت مسنون ومستحب ہے۔ اگر گردونواح میں قریب قریب اذان نہیں ہوتی تو تب اس کی مزید تاکید ہے بلکہ اس وقت یہ وجوب کا درجہ رکھتی ہے۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے' ان کا ارادہ سفر کا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا' ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا] ''جب تم دونوں (سفر پر) نکلو تو (نماز کا وقت ہونے پر) اذان کہو' پھر اقامت کہو' پھر تم دونوں میں سے بڑا امامت کرائے۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۶۳۰)

بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابوجحیفہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ

سفر میں اذان واقامت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، حدیث:۶۳۳، و حدیث أبي قتادة في صحیح مسلم، حدیث:۶۸۰، ۶۸۱) حنین سے واپسی پر بھی رسول اللہ ﷺ نے حالت سفر میں اذان کہلوائی تھی۔ اسے سن کر ابومحذورہ اوران کے ساتھی نقلیں اتارنے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی اذان پسند آ گئی اور انھیں مکے کا مؤذن مقرر کر دیا۔ (سنن النسائي، الأذان، باب الأذان في السفر، حدیث:۶۳۴)

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: [وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، اخْتَارُوا الْأَذَانَ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: تُجْزِئُ الْإِقَامَةُ، إِنَّمَا الْأَذَانُ عَلَى مَنْ يُّرِيدُ أَنْ يَّجْمَعَ النَّاسَ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ] ''اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، انھوں نے سفر میں اذان دینا پسند کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (صرف) اقامت کفایت کر جاتی ہے، اذان تو صرف وہ دے گا جو لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ احمد اور اسحاق کا قول بھی یہی ہے۔'' (جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث:۲۰۵) بہرحال اگر حالت سفر میں دو یا اس سے زیادہ افراد جمع ہوں تو انھیں اذان کا اہتمام کرنا چاہیے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

* **اکیلے شخص کی اذان واقامت کا حکم:** آبادی اور غیر آبادی میں نماز پڑھنے والا اکیلا شخص، حصول فضیلت کی خاطر اذان واقامت کہہ سکتا ہے۔ یہ اس کے حق میں مستحب ہے اگرچہ اس سے قبل اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جا چکی ہو۔ لیکن جب آبادی میں ہو تو اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اس کی اس اذان واقامت سے لوگ شبہے کا شکار نہ ہوں، اس لیے اذان دیتے وقت آواز پست رکھی جائے۔ یہی حکم اقامت کا ہے، نیز لاؤڈ سپیکر قطعاً استعمال نہ کیا جائے۔ یہ اقدام انتشار کا باعث ہوگا۔

امام ابن منذر ؒ فرماتے ہیں: ''جب اکیلا نماز پڑھے تو اذان اور اقامت کہہ لے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اگر بلا اذان صرف اقامت سے نماز پڑھے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اذان واقامت کے بغیر ہی نماز پڑھ لے تو اس پر نماز دوہرانا واجب نہیں۔ میرے نزدیک اکیلے شخص کے لیے اذان واقامت کہنا اس لیے پسندیدہ ہے کہ اس کے متعلق ابوسعید خدری ؓ کی حدیث آتی ہے، نیز اس لیے کہ کوئی

گمان کرنے والا یہ نہ سمجھ لے کہ اذان صرف لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مالک بن حویرث اور ان کے عم زاد کو اذان کا حکم دیا تھا جبکہ ان کے ساتھ کوئی اور جماعت نہ تھی۔ اذان اور اقامت کا حکم صرف انھی دونوں کو تھا۔'' (الأوسط: ۳/۶۰) اس موقف کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: [يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةٍ بِجَبَلٍ يُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ وَيُصَلِّي، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أُنْظُرُوا إِلٰى عَبْدِي هٰذَا، يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ لِلصَّلَاةِ، يَخَافُ مِنِّي، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ] ''تمھارا رب بکریوں کے اس چرواہے پر تعجب کرتا ہے (جیسے بھی اس کی شان کے لائق ہے) جو پہاڑ کی چوٹی پر (اکیلا ہوتے ہوئے) نماز کے لیے اذان کہتا اور نماز پڑھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: دیکھو میرے اس بندے کو جو نماز کے لیے اذان اور اقامت کہتا ہے (اور) مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے اپنے اس بندے کو بخش دیا اور جنت میں داخل کر دیا ہے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۱۲۰۳، وسنن النسائي، الأذان، باب الأذان لمن يصلي وحده، حديث: ۶۶۷، حدیث صحیح ہے، دیکھیے: الإرواء للألباني، حديث: ۲۱۴)

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا كَانَ الرَّجُلُ بِأَرْضٍ قِيٍّ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيَتَوَضَّأْ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْمَاءً فَلْيَتَيَمَّمْ، فَإِنْ أَقَامَ، صَلّٰى مَعَهُ مَلَكَاهُ، وَ إِنْ أَذَّنَ وَ أَقَامَ، صَلّٰى خَلْفَهُ مِنْ جُنُودِ اللّٰهِ مَالَا يُرٰى طَرَفَاهُ] ''جب آدمی چٹیل میدان (بے آباد زمین) میں ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ وضو کرلے، اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر لے۔ پھر اگر (صرف) تکبیر کہتا (اور نماز پڑھتا) ہے تو اس کے ساتھ اس کے دونوں فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان اور اقامت کہتا ہے تو اس کے پیچھے اللہ کے وہ لشکر نماز پڑھتے ہیں جن کے دونوں کنارے دکھائی نہیں دیتے۔'' (المصنف لعبدالرزاق، حديث: ۱۹۵۵، حدیث صحیح ہے، ملاحظہ فرمایئے: صحيح الترغيب، حديث: ۲۴۹)

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی مسجد میں آئے اور دیکھے کہ نماز ہو چکی ہے تو وہ اذان و اقامت سے مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ (المغني: ۱/ ۴۶۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام عطاء رحمہ اللہ سے معلقاً نقل کیا ہے کہ اکیلا آدمی اقامت کہہ سکتا ہے، نیز انھوں

نے اپنی سنن میں ابوعثمان کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ہمارے پاس انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ ہم نماز فجر پڑھ چکے تھے انھوں نے اذان کہی' پھر اقامت کہہ کر اپنے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھائی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح بخاری میں معلق ذکر کیا ہے۔ (صحیح البخاري' الأذان' باب فضل صلاة الجماعة' قبل حديث:٦٤٥)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَصَلَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو يَعْلَى وَالْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْهُ] ''ابن ابی شیبہ' ابویعلیٰ اور بیہقی نے اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موصولاً صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔'' (مختصر صحيح البخاري للألباني' ١/٢٠٩' وتمام المنة' حديث:١٥٥)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے انھی آثار کی بنا پر اکیلے آدمی کے لیے اذان واقامت کے استحباب کا عنوان قائم کیا ہے' فرماتے ہیں: [بَابُ مَنِ اسْتَحَبَّ أَنْ يُؤَذِّنَ وَ يُقِيمَ فِي نَفْسِهِ إِذَا دَخَلَ مَسْجِدًا قَدْ أُقِيمَتْ فِيهِ الصَّلَاةُ]

المختصر: مذکورہ دلائل کی روشنی میں اکیلے آدمی کے لیے اذان واقامت کی مشروعیت واستحباب کا اثبات ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس قسم کے عمل سے پہلے لوگوں کی ذہن سازی اور مسئلے کی وضاحت کی گئی ہو بصورت دیگر فتنے کا خدشہ ہوسکتا ہے' جبکہ بلا اذان واقامت نماز کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں۔ و باللہ التوفیق۔

* قضا نمازوں کے لیے اذان: بھولنے' سو جانے یا کسی ایسی مصروفیت کی صورت میں جس میں انسان بے اختیار ہو' یا کسی معقول شرعی عذر اور مجبوری کی صورت میں ایک یا متعدد نمازیں رہ جائیں تو انھیں ادا کرتے وقت اذان اور اقامت کہنا مسنون ومشروع ہے۔ اگر نمازیں زیادہ ہوں تو آغاز میں ایک اذان اور ہر نماز کے لیے صرف اقامت کفایت کر جاتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے واپس لوٹے تو رات بھر چلتے رہے حتی کہ جب ہمیں نیند آنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام کے لیے اتر گئے اور بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''آج رات ہمارا پہرہ دینا۔'' وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر بلال کی آنکھیں بھی ان پر غالب آ گئیں' یعنی سو گئے اور وہ اپنے اونٹ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاگے نہ بلال اور نہ کوئی اور صحابی' حتی کہ

جب سورج کی شعاعیں پڑیں تو سب سے پہلے جاگنے والے رسول اللہ ﷺ تھے‘ آپ گھبرا گئے اور فرمایا: ”او بلال!“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جو چیز آپ پر غالب آ گئی وہ مجھ پر بھی غلبہ پا گئی۔ پھر (نبی ﷺ اور صحابۂ کرام ﷢) وہاں سے چل دیے (اور کچھ دور جا کر اترے) تب آپ ﷺ نے وضو کیا اور بلال ﷜ کو حکم دیا تو انھوں نے نماز کے لیے اقامت کہی اور آپ نے انھیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”جو شخص نماز بھول جائے تو اسے جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لیا کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“ (صحيح مسلم‘ المساجد‘ باب قضاء الصلاة الفائتة......‘ حديث:٦٨٠‘ وصحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني‘ حديث:٤٦٢)

دوسرے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں وہ جگہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ اس میں یہ بھی صراحت ہے: [فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَ أَقَامَ وَصَلَّى] ”آپ ﷺ نے بلال ﷜ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان اور اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔“ (سنن أبي داود‘ الصلاة‘ حديث: ٤٣٦)

اس حدیث کی روشنی میں واضح ہوا کہ اس قسم کی صورتِ حال میں اذان دی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ایک دو یا زیادہ افراد ہوں اور نماز اپنے شہر یا بستی میں فوت ہوئی ہو تو پھر اذان کہنا ضروری نہیں‘ سابقہ اذان ہی کفایت کر جائے گی۔

صاحب مغنی فرماتے ہیں: [وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ اُسْتُحِبَّ لَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلْأُولَى‘ ثُمَّ يُقِيمَ لِكُلِّ صَلَاةٍ إِقَامَةً......] ”جس کی کچھ نمازیں رہ جائیں تو اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ وہ پہلی نماز کے لیے اذان کہہ لے اور پھر ہر نماز کے لیے الگ الگ اقامت کہے۔“ (المغني: ١/٤٦٢)

ابوسعید خدری ﷜ سے مروی ہے کہ خندق کے دن مشرکوں نے ہمیں نماز ظہر سے مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا‘ یہ واقعہ قتال کے بارے میں نازل ہونے والے احکام سے پہلے کا ہے‘ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کر دیا: ”اور اللہ مومنوں کو قتال کے لیے کافی ہو گیا۔“ رسول اللہ ﷺ نے بلال ﷜ کو حکم دیا‘ انھوں نے ظہر کی اقامت کہی تو آپ ﷺ نے وہ نماز ویسے ہی پڑھائی جیسے اس کے وقت میں پڑھایا کرتے تھے‘ پھر انھوں نے عصر کی اقامت کہی تو آپ نے وہ ویسے ہی پڑھائی جیسے اس

کے وقت میں پڑھایا کرتے تھے پھر انھوں نے مغرب کی اذان کہی اور آپ نے وہ نماز اس کے وقت ہی میں پڑھائی۔(سنن النسائي' الأذان' باب الأذان للفائت من الصلوات' حديث:٦٦٢' و إرواء الغليل:١/ ٢٥٧)بعض روایات میں چار نمازوں کے رہ جانے کا ذکر بھی آتا ہے۔اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہ محاصرہ کئی دن رہا' اس لیے علماء محققین نے اس اختلاف کو تعدد واقعہ پر محمول کیا ہے۔والله أعلم.

* سحری کے وقت اذان: رمضان یا غیر رمضان میں سحری کے وقت' فجر صادق سے قبل' سوئے ہوئے لوگوں کو جگانے اور قیام اللیل کرنے والوں کو واپس پلٹنے یا قرب فجر صادق کی اطلاع دینے کی خاطر' اذان دینا مستحب ہے۔ احناف کے سوا جمہور فقہاء و محدثین عظام' امام مالک' شافعی' احمد اور ابویوسف رحمہ اللہ وغیرہ سحری کے وقت اس اذان کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔(الفقه الإسلامي و أدلته:١/ ٥٤٠)یہی موقف صحیح احادیث کی روشنی میں راجح ہے۔

① عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[إِنَّ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ] ''یقیناً بلال رات کو(سحری کے وقت)اذان دیتا ہے لہٰذا کھاؤ پیؤ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔''(صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦١٧' وصحيح مسلم' الصيام' حديث:١٠٩٢)

② عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: [لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَ لِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ......] ''تم میں سے کسی ایک کو بلال کی اذان اس کی سحری سے نہ روکے' کیونکہ وہ تو اس لیے اذان دیتا ہے تاکہ تمھارے قیام کرنے والوں کو لوٹائے اور سوئے ہوؤں کو جگائے۔''(صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٢١' وصحيح مسلم' الصيام' حديث:١٠٩٣)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مذکورۃ الصدر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی طرح مروی ہے۔دیکھیے:(صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٢٣' وصحيح مسلم' الصيام' حديث:١٠٩٢)

④ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَغُرَّنَّ أَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنَ السُّحُورِ] ''تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کے

متعلق دھوکے میں مبتلا نہ کرے (کہ رک جاؤ اور سحری نہ کھاؤ)۔" (صحيح مسلم، الصيام،
حدیث: ۱۰۹۴)

ان چند صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر سے قبل مذکورہ غرض کے لیے اذان دینا مستحب ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی قبل از فجر اذان کو مستحب قرار دیتے ہیں' نیز ان کے نزدیک دونوں اذانوں کے لیے الگ الگ مؤذن کا ہونا بھی مستحب ہے۔ (شرح العمدة: ۲/۱۱۵)
حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اس کی مشروعیت واستحباب کو پرزور طریقے سے ثابت کیا ہے۔ جن بعض لوگوں نے اسے قیاس واصول کے خلاف قرار دیا ہے' دلائل سے ان کا رد کیا ہے اور صحیح احادیث کی روشنی میں ان کے اس رویے کو رَدِّ سنت سے تعبیر فرمایا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (إعلام الموقعين: ۲/ ۳۲۵) مزید دیکھیے: (سبل السلام بتعليق الألباني: ۱/۳۷۲)
ملحوظہ: بعض لوگ صرف رمضان ہی میں سحری کی اذان کے قائل ہیں' دیگر ایام میں نہیں' ان کے نزدیک [فَكُلُوا وَاشْرَبُوا] اس کا واضح قرینہ ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں۔ رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں بھی یہ اذان مسنون ومستحب ہے' کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تقریباً سارا سال ہی وقتاً فوقتاً روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ یا حکم وترغیب کو بعد والوں سے کہیں زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اتباع رسول کی وہ عملی تصویر تھے' اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے' اس لیے پورا سال ہی انھیں اس اذان کی ضرورت رہتی تھی۔
رمضان المبارک کے علاوہ دیگر جن ایام کے روزوں کی ترغیب وتشویق یا جو اس بارے میں آپ کا عمل منقول ہے' اس کی ذرا سی جھلک درج ذیل تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے:

① رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے۔
② رمضان کے بعد' پورے محرم کے روزوں کو' افضل الصیام قرار دیا گیا ہے۔
③ ہر مہینے میں تین دن کے روزے۔ افضل اور بہتر ہے کہ یہ تین روزے ایام بیض میں رکھے جائیں۔
④ ایام بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵) کے روزے۔
⑤ ہر ہفتے سوموار اور جمعرات کا روزہ۔

⑥ اکثر ماہ شعبان یا تقریباً سارا شعبان ہی رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے۔

⑦ سنن ابوداود میں بسند صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے۔

⑧ عاشوراءِ محرم کا روزہ بلکہ دس محرم کے ساتھ نو محرم کے روزے کی ترغیب۔

⑨ غیر حاجیوں کے لیے یوم عرفہ کے روزے کی ترغیب وتشویق۔

⑩ اسی پر بس نہیں بلکہ آپ علیہ السلام نے صیام داؤدی کو أحبُّ الصیام قرار دیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن نہ رکھے۔ اس صورت میں آدھا سال روزوں ہی میں گزرتا ہے، نیز روزے کی ترغیب وتشویق اور فضیلت بعض عمومی دلائل سے بھی منقول ہے۔ اس کے لیے کتب احادیث میں متعلقہ ابواب دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ظہار، قتل اور قسم وغیرہ میں اسے بطور کفارہ مقرر کیا گیا ہے، بالخصوص ظہار اور قتل کے کفارے میں دو ماہ کے پے در پے روزے مقرر ہیں۔

المختصر مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ صرف کُلُوا وَاشْرَبُوا کا قرینہ ہی مدعیٰ کے اثبات کے لیے کافی نہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روزہ رکھنے کی عادت عام تھی۔ وہ رمضان شریف کے علاوہ بھی روزوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس لیے انھیں قبل از فجر اذان کی ضرورت بھی رہتی تھی۔ وباللہ التوفیق.

✱ **وبا یا کسی ناگہانی آفت میں اذان کی حقیقت:** عوام الناس سے سنا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ کسی وبا، سخت بارش، طوفان، آندھی یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے لوگ مساجد میں یا مکانوں کی چھت پر اذانیں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ نازل شدہ وبائے عام اس اجتماعی یا عمومی اذانوں سے ٹل جاتی ہے۔ اس عمل کا ثبوت سنت صحیحہ سے نہیں ملتا۔ یہ ایجادِ بندہ ہے۔ اذان کا اصل محل وہی ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں متعین ہے، اس لیے اس قسم کی وباؤں یا آفتوں کا بہترین توڑ رجوع الی اللہ اور توبۂ صادقہ ہے کیونکہ اس قسم کی آفتوں کا نزول انسانی بدعنوانیوں اور نافرمانیوں کا نتیجہ ہوتا ہے جس سے نجات کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے توبہ واستغفار اور خلوص نیت سے اعمال صالحہ کی طرف کوشش اور رغبت وسبقت۔ واللہ أعلم.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم ۳۰:۴۱) ''ظاہر ہوا فساد خشکی اور سمندر میں بوجہ اس کے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے بعض ان اعمال کا مزہ چکھائے جو انھوں نے کیے تاکہ وہ واپس پلٹ آئیں۔''

سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (یونس ۱۰:۹۸) ''سو کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو تو اس کے ایمان لانے نے اسے نفع دیا ہو، قوم یونس کے سوا، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب ہٹا دیا اور انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو برملا الفاظ میں توبہ واستغفار کرنے کی دعوت دی: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾ (نوح ۷۱: ۱۰-۱۲) ''تو میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگ لو یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں باغات عطا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔''

المختصر' کتاب وسنت میں اس قسم کی بہت سی ہدایات وارشادات موجود ہیں۔ ضرورت صرف اخلاص وعمل کی ہے۔

مذکورۃ الصدر مسئلے کے متعلق ایک روایت منقول ہے لیکن وہ سنداً ساقط الاعتبار ہے۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں: [إِذَا وَقَعَتْ كَبِيرَةٌ أَوْهَاجَتْ رِيحٌ مُّظْلِمَةٌ، فَعَلَيْكُمْ بِالتَّكْبِيرِ، فَإِنَّهُ يُجَلِّي الْعَجَاجَ الْأَسْوَدَ] ''جب کوئی بڑی آفت اتر آئے یا تاریک آندھی چلے تو تمھیں تکبیر کہنی چاہیے کیونکہ یہ تاریک غبار کو دور کر دیتی ہے۔'' (مسند أبي یعلی، حدیث: ۱۹۲۷، وعمل الیوم واللیلة، حدیث: ۲۸۵)

اس روایت کی بنیاد پر ممکن تھا کہ زیر بحث اذان درست ٹھہرتی لیکن یہ ضعیف تو کجا پرلے درجے کی

من گھڑت روایت ہے۔

یہ روایت تین وجوہ سے نا قابل حجت ہے: ① اس کی سند میں عنبسہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ امام ابو حاتم نے اسے ''متروک الحدیث'' کہا ہے اور فرمایا کہ یہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ ② محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ③ اس کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے جو تدلیس تسویہ کرتا ہے اور اس نے مذکورہ حدیث عن سے بیان کی ہے، لہٰذا مذکورہ علل ووجوہ کی بنا پر یہ روایت من گھڑت، نا قابل التفات اور مردود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (عجالة الراغب المتمني، از سليم عيد هلالي: ۱/ ۳۳۸، والسلسلة الضعيفة: ۵/ ۲۸۳، حديث: ۲۲۵۶، والقول المقبول في تخريج صلاة الرسول، ص: ۳۱۲)

ایک روایت بایں الفاظ بھی آتی ہے: [إِذَا تَغَوَّلَتْ لَكُمُ الْغِيلَانُ فَنَادُوا بِالْأَذَانِ] ''جب جن بھوت مختلف شکلیں اختیار کر کے نمودار ہوں تو تم اذان دے لیا کرو۔'' (مسند أحمد: ۳/ ۳۰۵ وغیرہ)

یہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [رِجَالُهُ ثِقَاتٌ، إِلَّا أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ جَابِرٍ عِنْدَ الْأَكْثَرِ] ''اس کے رجال ثقہ ہیں، مگر اکثر کے نزدیک حسن کا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔'' (عجالة الراغب، في تحقيق و تخريج عمل اليوم والليلة للهلالي: ۲/ ۵۹۳)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، وَإِنَّمَا عِلَّتُهُ الْاِنْقِطَاعُ بَيْنَ الْحَسَنِ وَهُوَ الْبَصْرِيُّ وَ جَابِرٍ، فَإِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ كَمَا قَالَ أَبُو حَاتِمٍ وَالْبَزَّارُ] ''یہ سند ضعیف ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اس حدیث کی صرف ایک علت ہے اور وہ یہ کہ حسن بصری اور جابر رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع ہے کیونکہ انھوں نے جابر سے سنا نہیں جیسا کہ ابو حاتم اور بزار رحمہما اللہ نے فرمایا۔'' (السلسلة الضعيفة: ۳/ ۲۷۷، حديث: ۱۱۴۰) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (عجالة الراغب: ۲/ ۵۹۴)

ائمۂ فن کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہ روایت استنادی حیثیت کی مالک نہیں کیونکہ سنداً نا قابل

حجت ہے۔

الغرض! مصائب وآلام یا سماوی آفات کی وجہ سے مختلف مقامات پر رسمِ اذان درست نہیں اور نہ یہ اس قسم کی آفات ومصائب کا شرعی حل ہے بلکہ درست حل وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا' لہٰذا اس طرح کے خودساختہ رسم ورواج سے کنارہ کشی لازمی ہے۔ وباللّٰہ التوفیق.

* اہل تشیع کی اذان: یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کے تمام مسالک کی اذان میں کوئی فرق نہیں۔ والحمد للّٰہ علی ذلك. سب کی اذان کا طریقہ ایک اور تعدادِ کلمات بھی یکساں ہیں' سوائے شیعہ کے کہ ان کی اذان واقامت اپنی طرز کی ہے۔ کوئی طریقۂ عبادت ایسا ہوگا جس میں وہ دیگر مسلمانوں کے شریک کار ہوں یہاں تک کہ کلمۂ طیبہ بھی مختلف ہے۔ ان کے ہاں اس میں کچھ اضافہ ہے جس کی حیثیت ان کے ہاں واجبی ہے۔ غرض اگر اذان میں اس قسم کے اضافے کیے گئے ہیں تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی مروجہ اذان غیر شرعی اور سراسر خلاف حقیقت ہے۔ اہل سنت کے ہاں اس کی حیثیت ایک بدعی اذان کی ہے۔ فقہ جعفریہ کی معتبر کتب میں بھی فی زمانہ رائج اذان کی کوئی دلیل یا اصل نہیں۔ اہل سنت اور ان کی اذان میں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے ہاں [حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ] کے بعد [حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ] دومرتبہ کہنا ہے۔ باقی پوری اذان وہی ہے جو اہل سنت کی اذان ہے بلکہ فقہ جعفریہ کی رو سے اذان میں [أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ] کا اضافہ کرنا گناہ اور بدعت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' از مبشر احمد ربانی (۱/۱۰۲-۱۰۷) دیکھ لی جائے۔ مندرجہ ذیل اقتباسات انھی کے مجموعۂ فتاویٰ سے دیے جارہے ہیں۔

''شیعہ مکتب فکر کی معتبر کتاب (من لا يحضره الفقيه: ۱/۱۸۸) پر ابن بابویہ قمی نے الفاظ اذان نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: (جس کا ترجمہ یہ ہے): ''یہی اذان صحیح ہے' نہ اس میں زیادتی کی جائے گی اور نہ کمی۔ اور مُفوِّضہ فرقہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' انھوں نے بہت سی روایات گھڑیں اور اذان میں [مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ] کے کلمات دومرتبہ کہنے کے لیے بڑھا دیے اور ان کی بعض روایات میں [أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ] کے بعد [أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ] دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔

ان مفوضہ میں سے بعض نے ان الفاظ کی بجائے یہ الفاظ روایت کیے ہیں: [أَشْهَدُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا] یہ بات یقینی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ کے ولی اور سچے امیر المومنین ہیں اور محمد و آل محمد خیر البریہ ہیں لیکن یہ الفاظ اصل اذان میں نہیں ہیں۔ میں نے یہ الفاظ اس لیے ذکر کیے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے وہ لوگ پہچانے جائیں جو مفوضہ ہونے کی اپنے اوپر تہمت لیے ہوئے ہیں' اس کے باوجود اپنے آپ کو تشیع میں شمار کرتے ہیں۔"

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب المبسوط: (۱/ ۹۹) طبع تہران میں لکھا ہے: [فَأَمَّا قَوْلُ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ آلَ مُحَمَّدٍ خَيْرُالْبَرِيَّةِ عَلَى مَاوَرَدَ فِي شَوَاذِّ الْأَخْبَارِ فَلَيْسَ بِمَعْمُولٍ عَلَيْهِ فِي الْأَذَانِ وَلَوْفَعَلَهُ الْإِنْسَانُ يَأْثَمُ بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَضِيلَةِ الْأَذَانِ وَلَا كَمَالِ فُصُولِهِ] "بہر حال اذان میں أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ آلَ مُحَمَّدٍ خَيْرُالْبَرِيَّةِ کہنا جیسا کہ شاذ روایات میں آیا ہے' ان کے کہنے پر کوئی کاربند نہیں۔ اور اگر کوئی شخص اذان میں یہ کلمات کہے تو وہ گناہ گار ہوگا' علاوہ ازیں یہ کلمات' اذان کی فضیلت اور کمال میں سے نہیں ہیں۔"

بہر حال اذان میں اس قسم کے اضافات کا مرتکب انسان فقہ جعفریہ کی رو سے بھی بدعتی قرار پاتا ہے۔
مزید دیکھیے: (فقه الإمام جعفر الصادق از محمد جواد: ۱/ ۱۶۶' واللمعة الدمشقية: ۱/ ۲۴۰)

یاد رہے! موجودہ اہل تشیع اذان کے کسی ایک طریقے پر متفق نہیں بلکہ ان کے ہاں مختلف علاقوں میں مختلف انداز میں قدرے کمی بیشی کے ساتھ اذان دی جاتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس مروجہ اذان کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔

اب رواج پذیر اذانِ شیعہ ملاحظہ فرمایئے' اگر اس کے ترجمے پر غور کر لیا جائے تو ان کے افکار و نظریات اور دعوت بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

[اَللّٰهُ أَكْبَرُ' اَللّٰهُ أَكْبَرُ' اَللّٰهُ أَكْبَرُ' اَللّٰهُ أَكْبَرُ' أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' أَشْهَدُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ وَقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ' وَ وَصِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ وَخَلِيفَتُهُ بِلَا فَصْلٍ' أَشْهَدُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامَ الْمُتَّقِينَ' وَقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ

عَلِيًّا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلٰى خَيْرِالْعَمَلِ، حَيَّ عَلٰى خَيْرِالْعَمَلِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]

''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ مومنوں کے امیر' متقین کے امام اور مشرکین کے قاتل' سیدنا علی مرتضی اللہ کے ولی اور رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں' (وصیت کردہ' شیعہ کے بقول رسول اللہ ﷺ زندگی ہی میں اپنے بعد ان کی خلافت کی وصیت کر چکے تھے' جبکہ یہ بات حقیقت کے سراسر خلاف ہے) اور نبی ﷺ کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ (خلیفۃ الرسول' رسول اللہ ﷺ کے اولین خلیفہ' جبکہ اہل تشیع کے سوا باقی تمام مسالک اہل سنت کے نزدیک خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ دلائل سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ عام الفاظ میں یوں سمجھیے کہ یہ لوگ خلافت ابوبکر کو ناحق یا غاصبانہ خلافت کہتے ہیں۔) میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین' امام متقین اور قاتل مشرکین سیدنا علی رضی اللہ عنہ مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ آؤ نماز کی طرف' آؤ نماز کی طرف' آؤ فلاح و کامیابی کی طرف' آؤ فلاح و کامیابی کی طرف' آؤ بہترین عمل کی طرف' آؤ بہترین عمل کی طرف' اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''

ترجمہ اور مختصر وضاحت صرف اس لیے کی تاکہ عربی سے نابلد عوام بھی شیعہ کے ان خود ساختہ اضافوں اور ان کے معانی و مقاصد اور شیعی نظریات کا بخوبی اندازہ لگا سکیں۔ **المختصر** أشهد أنّ محمدًا رسول اللّٰه کے **بعد** أشهد أنّ امير المومنين سے لے کر حجة اللّٰه على الخلق اور دو دفعہ حيّ على الفلاح کے **بعد** دو مرتبہ حي على خير العمل اور اختتام میں لا إله إلا اللّٰه کے **بعد** مزید ایک دفعہ اور اس کا اضافہ' یہ سب ایجادِ بندہ اور اختراعات اہل تشیع ہیں۔ مسنون اور متفق علیہ اذانِ محمدی میں یہ اضافات بے اصل اور بدعاتِ شیعہ میں سے ہیں۔

ملحوظہ: سنن بیہقی وغیرہ میں ایک روایت آتی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ آغاز میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حيّ علی خیر العمل کہا کرتے تھے' بعدازاں آپ ﷺ نے اس کے بجائے الصلاۃ خیر من النوم کی تلقین فرمائی۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے نقل کرنے کے بعد خود اس کی تضعیف کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: [وَهٰذِهِ اللَّفْظَةُ لَمْ تَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا عَلَّمَ بِلَالًا وَّ أَبَا مَحْذُورَةَ وَ نَحْنُ نَكْرَهُ الزِّيَادَةَ فِيهِ] ''نبی ﷺ نے جو اذان بلال اور ابومحذورہ کو سکھائی ہے' اس میں آپ ﷺ سے ان الفاظ کی تعلیم کا ثبوت نہیں ملتا' لہٰذا ہم اذان میں اس اضافے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔'' (السنن الکبریٰ للبیهقي: ۱/ ۴۲۵- یہ روایت طبرانی کبیر: ۱/ ۳۵۲ میں بھی آتی ہے۔)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن عمار بن سعد ضعیف راوی ہے۔ (السیل الجرار: ۱/ ۲۴۷ بتحقیق محمد صبحي حسن حلاق)

اذان کے اختتام کے بارے میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اذان کے آخری کلمات اللّٰه أکبر' اللّٰه أکبر' لا إله إلا اللّٰه ہیں۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الأذان' حدیث: ۶۵۰' ۶۵۱' ۶۵۳)

بہر حال ان مذکورہ الفاظ وکلمات کا اضافہ خاص عقائد ونظریات کی غمازی کرتا ہے' اس لیے اس کی نشاندہی ایک ضروری امر تھا۔ وباللّٰہ التوفیق.

✱ ڈاڑھی مونڈ کی اذان: ڈاڑھی منڈوانا کبیرہ گناہ ہے۔ اہل علم نے ایسے فرد کو فاسق قرار دیا ہے جبکہ اذان دینا باعث عزت وشرف عمل ہے' اس لیے اس کے لیے کسی پرہیزگار اور دیندار شخص ہی کا انتخاب ہونا چاہیے۔ اس معاملے میں ترجیح اسے ہی حاصل ہے لیکن چونکہ ڈاڑھی مونڈ بھی مسلمان ہوتا ہے' اس لیے وہ اذان کہہ سکتا ہے۔ یہ جواز مع الکراہت ہے' بہتر ہے کہ ایسے شخص کو اس عظیم منصب پر فائز نہ کیا جائے۔ ہاں کبھی کبھار تالیف قلب کی غرض سے موقع دیا جاسکتا ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَأَمَّا الْفَاسِقُ فَإِنَّهُ أَحَدُنَا بِلَاشَكٍّ، لِأَنَّهُ مُسْلِمٌ فَهُوَ دَاخِلٌ تَحْتَ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلَا خِلَافَ فِي اخْتِيَارِ الْعَدْلِ] ''فاسق بلاشبہ ہم میں سے ہی ایک ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے تحت

داخل ہے کہ "تم میں سے کوئی ایک اذان کہے۔" جبکہ عادل (باصفا متقی پرہیزگار) کے انتخاب اور چناؤ میں تو کوئی اختلاف نہیں۔" (المحلی لابن حزم: ۱۴۱/۳، مسئلہ: ۳۲۳، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاویٰ الدین الخالص: ۲۷۷/۳)

✽ **عورت کی اذان واقامت کا مسئلہ:** اولاً: عورت مسجد میں مؤذن نہیں ہوسکتی جیسے وہ مردوں کی امام نہیں ہوسکتی، البتہ عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے۔ ایسی صورت میں نماز کے لیے ان میں سے کسی ایک کا اذان واقامت کہہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ سب عورتیں ہی ہوں اور اذان پست آواز کے ساتھ کہی جائے جیسا کہ مدرسے، کالج یا یونیورسٹی کے ہوسٹل میں رہائش پذیر طالبات یا کسی کانفرس وغیرہ کی شرکاء خواتین کہ ان میں سے کوئی ایک اذان واقامت کہہ سکتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا ذکر ہے، اس لیے کم ازکم جواز یا استحباب کی حد تک اس کی گنجائش موجود ہے حتی کہ اکیلی عورت بھی پست آواز میں اذان واقامت کہہ سکتی ہے جیسے اکیلا مرد ایسا کرسکتا ہے۔

ثانیاً: عورتوں کے متعلق کسی صحیح مستند دلیل سے اس کی ممانعت بھی منقول نہیں کہ ان کے حق میں اس کی مشروعیت محل نظر ہو۔

ثالثاً: جو حکم مردوں کے لیے ہے وہی عورتوں کے لیے ہے، سوائے ان احکام کے جو دلیل کی روشنی میں مردوں یا عورتوں کے لیے خاص ہیں، جبکہ یہاں ایسا نہیں بلکہ جواز واستحباب کی حد تک عورتوں کے لیے بھی مذکورہ قیود کی روشنی میں اس کی گنجائش ہے لیکن یہ ان کے حق میں ضروری نہیں۔

اس موقف کے دلائل: وہب بن کیسان فرماتے ہیں: [سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ فَغَضِبَ، قَالَ: أَنَا أَنْهٰى عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ] "ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا عورتوں پر اذان ہے؟ تو آپ غصے میں آ گئے اور فرمایا: میں انھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکوں؟" (المصنف لابن أبي شيبة، الأذان والإقامة، باب من قال: عليهن أن يؤذنّ و يقمن: ۲۵۳/۱، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ دیکھیے: تمام المنة، ص: ۱۵۳)

معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے میں عورت اذان واقامت کہہ سکتی ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ معتمر بن سلیمان اپنے باپ سلیمان بن طرخان سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: [كُنَّا

نَسْأَلُ أَنَسًا، هَلْ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَّ إِقَامَةٌ؟ قَالَ: لَا، وَإِنْ فَعَلْنَ فَهُوَ ذِكْرٌ] ''ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا عورتوں پر اذان واقامت (واجب) ہے تو انھوں نے جواب دیا نہیں، لیکن اگر ایسا کرلیا کریں تو وہ ذکر ہے۔'' (المصنف لابن أبي شيبة:۱/۲۵۲) واللّٰه أعلم. ان کا مقصد یہ ہو کہ اذان واقامت ان کے حق میں ضروری نہیں اور نہ وہ شرعاً اس کی مکلف ہیں، لیکن جواز کی حد تک انھیں اجازت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہہ لیا کرتی تھیں۔[عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُؤَذِّنُ وَ تُقِيمُ......] (المستدرك للحاكم:۱/۲۰۳، والسنن الكبرى للبيهقي:۱/۴۰۸)

شیخ البانی رحمہ اللہ وہب بن کیسان کے واسطے سے مروی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ اثر کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:[وَيُؤَيِّدُهُ مَا عِنْدَالْبَيْهَقِيِّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُؤَذِّنُ وَتُقِيمُ، وَ تَؤُمُّ النِّسَاءَ وَ تَقُومُ وَسَطَهُنَّ، وَرَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مُخْتَصَرًا] ''اور اس کی تائید اس اثر سے بھی ہوتی ہے جو بیہقی میں بواسطۂ لیث، عطاء سے مروی ہے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا اذان اور اقامت کہہ لیا کرتی تھیں اور عورتوں کی امامت بھی کرتیں اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوتیں۔'' (السلسلة الضعيفة:۲/۲۷۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذکورہ اثر کو قوی قرار دیا ہے۔ الغرض یہ اثر قابل استدلال ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (تمام المنة، ص:۱۵۳) جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخيص الحبير: ۱/۳۷۸، حدیث:۳۱۳ کے تحت اس پر سکوت فرمایا ہے۔

سنن بیہقی میں عمرو بن ابوسلمہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نے ابن ثوبان سے پوچھا: کیا عورتوں پر اقامت ہے؟ تو انھوں نے مجھے بیان کیا کہ میرے والد محترم نے مجھے بتایا کہ میں نے مکحول سے (اس کے متعلق) پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ اذان واقامت کہہ لیں تو یہ افضل ہے اور اگر صرف تکبیر ہی پر اکتفا کریں تو یہ بھی جائز ہے۔ (آگے مزید) ابن ثوبان نے فرمایا کہ اگر وہ اقامت بھی نہ کہیں (تو یہ بھی جائز ہے) کیونکہ امام زہری نے بواسطۂ عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم بلا اقامت (بھی) نماز پڑھ لیا کرتی تھیں۔ (امام بیہقی فرماتے ہیں:) اگر یہ اثر صحیح ہے تو

بھی ان کے مابین کسی قسم کا اختلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کبھی اذان و اقامت کہہ لیتی ہوں اور کبھی ترک کر دیتی ہوں' اس لیے کہ دونوں صورتوں کا جواز موجود ہے۔ واللہ أعلم. اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا عورت اقامت کہہ سکتی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ (السنن الکبریٰ للبیھقي: ۱/۴۰۸)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن ثوبان کے مذکورہ اثر کو سنداً حسن قرار دیا ہے۔ یہ خود حسن الحدیث اور باقی راویان حدیث ثقات ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: (السلسلة الضعیفة: ۲/۲۶۹' حدیث: ۸۷۹)

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [سَمِعْتُ أَحْمَدَ' سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ' تُؤَذِّنُ وَ تُقِيمُ؟ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَةِ' تُؤَذِّنُ وَ تُقِيمُ؟ قَالَ: أَنَا أَنْهٰى عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ أَنَا أَنْهٰى عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟] ''میں نے امام احمد سے سنا' ان سے پوچھا گیا کہ کیا عورت اذان و اقامت کہہ سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ابن عمر سے پوچھا گیا کہ آیا عورت اذان و اقامت کہہ سکتی ہے تو انھوں نے جواب دیا: کیا میں اللہ عزوجل کے ذکر سے روکوں؟ کیا میں اللہ عزوجل کے ذکر سے منع کروں؟

(مسائل أبي داود: (۲۹) بحواله السلسلة الضعيفة: ۲/۲۷۰)

معلوم ہوا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عورت کے لیے اذان و اقامت کی گنجائش ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورتوں پر اذان و اقامت (ضروری) نہیں۔ اگر وہ اذان اور اقامت کہہ لیں تو اچھا ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اذان صرف اس کے لیے ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت فرض کی ہے جیسا کہ آپ کا یہ فرمان ہے: ''تمھارا کوئی ایک اذان کہے اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔'' جبکہ عورتیں ان میں سے نہیں ہیں جنھیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

جب یہ بات درست ہے (کہ عورتوں پر اذان ضروری نہیں اور نہ وہ وجوبی طور پر اس کی مکلف ہیں) تو یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی طرح اقامت بھی' لہٰذا اپنے اپنے اوقات میں ان دونوں کو بجالانا اچھا عمل ہے۔ بواسطۂ ابن جریج عطاء سے ہمیں روایت ملی ہے کہ عورت اپنے لیے اقامت کہہ سکتی ہے اور امام طاؤس فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اذان اور اقامت کہہ لیا کرتی تھیں۔'' (المحلی لابن حزم: ۳/۱۲۹' مسئلة: ۳۲۰ و: ۴/۲۱۹' ۲۲۰' مسئلة: ۴۹۱)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: [...... وَهَلْ لَيْسَ لَهُنَّ ذٰلِكَ؟ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَحْمَدَ قَالَ: إِنْ فَعَلْنَ فَلاَ بَأْسَ، وَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْنَ فَجَائِزٌ] ''اور کیا ان کے لیے اذان واقامت کہنا مسنون ہے؟ تو اس کے بارے میں امام احمد سے مروی ہے کہ اگر وہ دے لیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر نہ دیں تو بھی جائز ہے۔''

نیز لکھتے ہیں: [وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنْ أَذَّنَّ وَ أَقَمْنَ فَلاَ بَأْسَ...... وَ بِهِ قَالَ إِسْحَاقُ] ''اور شافعی نے فرمایا کہ اگر وہ اذان و اقامت کہہ لیں تو کوئی حرج نہیں...... یہی قول اسحاق رحمہ اللہ کا ہے۔'' (المغني: ۱/ ۴۶۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول بھی عورت اذان واقامت کی مکلّف نہیں، خواہ اکیلی ہو یا کئی ایک ہوں، لیکن کیا سرے سے ان کے لیے اس کا جواز ہی محل نظر ہے؟ یا اس کی کوئی گنجائش موجود ہے؟ اس کے متعلق فرماتے ہیں: [وَلَا بَأْسَ أَنْ تُؤَذِّنَ، نَصَّ عَلَيْهِ، لِمَا رَوَى النَّجَادُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَا أَنْهٰى عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، قَالَ أَصْحَابُنَا: هٰذَا إِذَا لَمْ تَرْفَعْ صَوْتَهَا فَإِنْ رَفَعَتْهُ كُرِهَ، وَ يَنْبَغِي أَنَّهُ إِنْ كَانَ هُنَاكَ مَنْ يَّسْمَعُ صَوْتَهَا مِنَ الرِّجَالِ وَالْأَجَانِبِ أَنْ يُّحَرَّمَ، وَإِلَّا فَلاَ......] ''اس کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں، امام احمد نے اس کی تصریح فرمائی ہے کیونکہ (حنابلہ میں سے) امام نجاد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتا۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ (جواز) اس وقت ہے جب وہ اپنی آواز بلند نہ کرے وگرنہ مکروہ ہوگا۔ اگر وہاں کچھ مرد اور اجنبی لوگ اس کی آواز سنتے ہوں تو اس کا حرام قرار دیا جانا ضروری ہے اور اگر ایسا نہیں تو کوئی حرج نہیں......'' (شرح العمدة لشيخ الإسلام: ۲/ ۱۰۲)

ملحوظہ: پست آواز رکھنے کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں اجنبی مرد قریب ہوں، لیکن اگر اجتماع صرف عورتوں کا ہو اور وہاں مذکورہ خدشہ نہ ہو تو پھر اتنی آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ جس سے اجتماع گاہ میں موجود عورتیں سن سکیں جیسا کہ خواتین کے بعض تبلیغی واصلاحی پروگراموں میں اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔

بہر حال ائمہ میں سے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ عورت کے لیے اذان واقامت کی مشروعیت وجواز

کے قائل ہیں۔

- شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی عورتوں کی اذان واقامت کی مشروعیت کی وضاحت کی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔(تمام المنة' ص: ۱۵۳-۱۵۵)

آئینے کا دوسرا رخ: دوسری رائے یہ ہے کہ اذان واقامت عورتوں کے حق میں مشروع اور جائز نہیں۔ ان کی بنیادی دلیل ایک تو مرفوع حدیث ہے اور دوسری ابن عمر رضی اللہ عنہما کا موقوف اثر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے۔'' (السنن الکبرٰی للبیهقي:۱/۴۰۸' والکامل لابن عدي:۲/۷۹۴) اس حدیث کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں: [هٰكَذَا رَوَاهُ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَيْلِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ] حکم بن عبداللہ ایلی نے اسی طرح روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حکم بن عبداللہ ایلی پر سخت جرح ہے: امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تمام مرویات موضوع (من گھڑت) ہیں۔ ان میں سے جو معروف المتن ہیں' وہ اس سند سے باطل ہیں اور جو حکم کی' بواسطہ قاسم بن محمد اور زہری' میں نے روایات لکھی ہیں' وہ سب کی سب ایسی ہیں کہ ان پر ثقہ راوی متابعت نہیں کرتے' اس کا ضعف اس کی حدیث پر واضح ہوتا ہے۔(الکامل لابن عدي:۲/۴۸۳)

امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تمام احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ امام سعدی اور ابوحاتم نے اسے کذاب کہا ہے جبکہ امام نسائی' دارقطنی اور ایک جماعت نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/۵۷۲) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعيفة' حديث:۸۷۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اگر زیر بحث مسئلے میں اسے بطور استدلال پیش نہ کرتے تو بہتر تھا۔ دیکھیے: (شرح العمدة از شيخ الإسلام:۲/۱۰۱)

اس کی عدم مشروعیت پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مندرجہ ذیل اثر بھی بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ نافع سے منقول ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: [لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَّلَا إِقَامَةٌ] ''عورتوں کے لیے اذان واقامت نہیں ہے۔'' (السنن الکبرٰی للبیهقي:۱/۴۰۸)

ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند میں عبداللہ بن عمر العمری ضعیف راوی ہے۔ بنابریں یہ اثر موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ اسنادی اعتبار سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کے برعکس ان سے اس کا جواز مروی ہے۔ اس کی سند کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے جید قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: (تمام المنة' ص:۱۵۳) وہ اثر یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عورتوں کی اذان واقامت کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ غصے ہوئے اور جواب دیا کہ کیا میں انھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکوں؟ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عورت کی اذان واقامت کی مشروعیت وجواز کے قائل تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (السلسلة الضعيفة: ۲۷۰/۲' حديث: ۸۷۹)

بعض لوگ عورت کی اذان واقامت کی ممانعت پر بطور دلیل ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ کے لیے ایک مؤذن کا تقرر بھی فرمایا جو ان کے لیے اذان کہا کرتا تھا...... (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۵۹۲)

جواب: اولاً: اس حدیث میں عورت کی اذان کی نفی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بصراحت روکا ہے' لہٰذا اس کی اباحت وحرمت کے لیے دیگر دلائل وقرائن کی ضرورت ہے۔ چونکہ اذان کے لیے مردوں ہی کا انتخاب ہوتا ہے' اس لیے حسب معمول نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی مرد ہی کا تقرر فرمایا۔ اس سے عورت کی اذان واقامت کی نفی کشید کرنا محل نظر ہے۔

ثانیاً: مرد کے انتخاب یا تقرر سے عورت کی اذان واقامت کی نفی کرنا ایسے ہے جیسے عورتوں کو مسجد میں نماز باجماعت سے روکنا جبکہ نماز باجماعت کا حکم صرف مردوں کو ہے' عورتوں کے حق میں نماز باجماعت کی مشروعیت کے دلائل وقرائن موجود ہیں۔ یہی صورت حال عورت کی اذان کی ہے کہ صحابہ وتابعین سے' کتاب وسنت کے عمومی دلائل کی روشنی میں' اس کی اجازت واباحت منقول ہے۔

الغرض! اپنی کوشش کی حد تک اس مسئلے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی وضاحت یا اس کی ممانعت ہمیں نہیں ملی' دوسرا یہ کہ عدم مشروعیت کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو اس کی نفی ذکر کی جاتی ہے' اس کی اسنادی حیثیت بھی محل نظر ہے۔ وباللہ التوفيق.

٭ **اذان کا جواب:** اذان کا جواب دینا انتہائی فضیلت کا حامل عمل ہے۔ مختلف احادیث میں اس کا حکم ہے' اس لیے دیگر مصروفیات ترک کر کے توجہ سے اذان سنی جائے اور اس کا جواب بھی دیا جائے۔ اس فضیلت والے عمل میں غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس سے بے اعتنائی برتتے ہوئے دیگر امور کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ یہ مسلمانوں کا ایک عظیم شعار اور اہم عبادت کی طرف دعوت ہے۔ علاوہ ازیں اس قولی جواب کے ساتھ ساتھ عملی جواب' یعنی نماز با جماعت کے لیے بھی کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ] ''جب تم اذان سنو تو وہی کچھ کہو جو مؤذن کہتا ہے۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦١١' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث:٣٨٣) بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کلماتِ اذان کا جواب وہی دینا چاہیے جو مؤذن کہتا ہے' لیکن دوسری حدیث میں مزید یہ وضاحت بھی ہے کہ جب مؤذن حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح پر پہنچے تو اس کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہا جائے۔ یحییٰ فرماتے ہیں: [وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَقَالَ: هٰكَذَا سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ] ''مجھے ہمارے ایک بھائی نے بیان کیا کہ جب وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہے تو (سامع) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔ اور اس نے فرمایا: میں نے تمھارے نبی ﷺ کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦١٢' ٦١٣)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ' فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ' ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ] ''جب مؤذن ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہے اور تم میں سے کوئی ایک بھی (سننے والا) ''اللہ اکبر اللہ اکبر''

کہے' پھر وہ ''اشھدان لا الہ الا اللہ'' کہے اور یہ (سننے والا) بھی ''اشھدان لا الہ الا اللہ'' کہے' پھر وہ ''اشھدان محمدا رسول اللہ'' کہے اور یہ بھی ''اشھدان محمدا رسول اللہ'' کہے' پھر وہ ''حي علی الصلاۃ'' کہے اور یہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہے' پھر وہ ''حي علی الفلاح'' کہے اور یہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہے' پھر وہ ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہے اور یہ بھی ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہے' پھر وہ ''لا الہ الا اللہ'' کہے اور یہ بھی ''لا الہ الا اللہ'' دل سے کہے تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔'' (صحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث:۳۸۵' و سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۵۲۷)

اس حدیث سے اذان کے جواب کی مشروعیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ اس کی کیفیت بھی ثابت ہوئی' یعنی مسنون یہ ہے کہ کلماتِ اذان سن کر مؤذن کی متابعت کرتے ہوئے جواب ساتھ ساتھ ہی دیا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قُلْتُ: وَالصَّرِيحُ فِي ذٰلِكَ مَارَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ حَبِيبَةَ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَقُولُ كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ حَتّٰى يَسْكُتَ] ''میں کہتا ہوں: اس مسئلے میں وہ روایت صریح ہے جو نسائی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ویسے ہی کہتے جیسے مؤذن کہتا' یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا۔'' (فتح الباري:۲/۹۱) یعنی نبی ﷺ مؤذن کا جواب اس کی پیروی میں اسی لمحے دیتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے اذان کا جواب نہیں دیا جا سکا اور ابھی زیادہ وقفہ نہیں ہوا تو بعد میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ (شرح المہذب: ۳/۱۲۷' و فتح الباري:۲/۹۱)

* کیا مؤذن کا جواب دینا واجب ہے؟: اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف' اہل ظاہر اور ابن وہب وغیرہ کا موقف وجوب کا ہے۔ ان کی دلیل مذکورہ روایت ہے جس میں ہے: [فَقُولُوا مِثْلَ مَايَقُولُ الْمُؤَذِّنُ] جبکہ جمہور اور احناف میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ یہ مستحب ہے' واجب نہیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَاسْتُدِلَّ بِهِ عَلٰى وُجُوبِ إِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ' حَكَاهُ الطَّحَاوِيُّ عَنْ قَوْمٍ مِّنَ السَّلَفِ' وَبِهِ قَالَ الْحَنَفِيَّةُ وَأَهْلُ الظَّاهِرِ وَ ابْنُ وَهْبٍ وَّ اسْتَدَلَّ الْجُمْهُورُ بِحَدِيثٍ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ......] ''اس حدیث کے ساتھ مؤذن کی اذان کے وجوبی طور پر جواب دینے کا استدلال کیا گیا ہے۔ یہ موقف امام طحاوی رحمہ اللہ نے سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ حنفیہ' اہل ظاہر اور ابن وہب کا بھی یہی قول ہے' جبکہ جمہور نے مسلم وغیرہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے.....'' (فتح الباري:۲/۹۳) یعنی جمہور علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ اذان

کا جواب دینا واجب نہیں کہ ترک جواب پر انسان گناہ گار اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہرے بلکہ یہ مستحب ہے۔

مسلم کی جس حدیث کی طرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فجر طلوع ہو جاتی تو رسول اللہ ﷺ حملے کا ارادہ فرماتے۔ آپ توجہ فرماتے کہ آیا اذان ہوتی ہے کہ نہیں، اگر آپ اذان سنتے تو رُک جاتے وگرنہ حملہ کر دیتے، (اسی طرح ایک دفعہ) آپ نے ایک آدمی کو اللّٰه أكبر، اللّٰه أكبر کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: ''(یہ) فطرت پر ہے۔'' پھر اس نے أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو آگ سے نکل گیا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔ (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٣٨٢) وجہِ استدلال یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بجائے جواب کے اور کلمات فرمائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت اذان کا جواب نہیں دیا، لہٰذا یہ امر کے لیے قرینۂ صارفہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس استدلال کا تعاقب کیا گیا ہے کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے مثل جواب نہیں دیا۔ ممکن ہے نبیٔ اکرم ﷺ نے جواب دیا ہو اور راوی نے اسے نقل نہ کیا ہو...... (فتح الباري: ٩٣/٢) ابن حجر نے اور بھی احتمالات ذکر کیے ہیں۔ اس کے لیے محولہ مقام دیکھ لیا جائے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان کا جواب دیا ہوتا تو راوی ضرور نقل کرتا، لہٰذا (اس حدیث میں) عدم نقل عدم وجود کی دلیل ہے جبکہ دوسری دلیل اس سے زیادہ واضح اور مدعا پر ٹھوس قرینۂ صارفہ ہے۔

ثعلبہ بن ابو مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ حِينَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه عَلَى الْمِنبَرِ حَتّٰى يَسْكُتَ الْمُؤَذِّنُ، فَإِذَا قَامَ عُمَرُ رضي الله عنه عَلَى الْمِنبَرِ، لَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ خُطْبَتَيْهِ كِلْتَيْهِمَا، ثُمَّ إِذَا نَزَلَ عُمَرُ رضي الله عنه عَنِ الْمِنبَرِ وَ قَضٰى خُطْبَتَيْهِ، تَكَلَّمُوا] ''جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لاتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باتیں کر رہے ہوتے تھے یہاں تک کہ مؤذن خاموش ہو جاتا۔ جب حضرت عمر منبر پر کھڑے ہو جاتے تو کوئی بھی بات نہ کرتا، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں خطبے پورے کر لیتے، پھر جب آپ منبر سے اترتے اور اپنے

دونوں خطبے پورے کر چکے ہوتے' تو پھر وہ باتیں کرتے۔'' (الموطأ للإمام مالك' الجمعة' باب ماجاء في الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب' حديث:۷' نسخة فؤاد' وشرح معاني الآثار:۱/۳۷۰) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔دیکھیے:(السلسلة الضعيفة:۱/۲۰۲)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اذان کے وقت باتیں کرلیا کرتے تھے اور اس پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی انکار نہیں فرمایا۔ مذکورہ اثر کی متابعت ملنے پر شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [نَعَمْ قَدْ وَجَدْتُ لَهُ مُتَابِعًا قَوِيًّا' أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي الْمُصَنَّفِ:۲/۱۲٤ مِنْ طَرِيقِ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ (أَبِي) مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: أَدْرَكْتُ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ' فَكَانَ الْإِمَامُ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلَاةَ فَإِذَا تَكَلَّمَ تَرَكْنَا الْكَلَامَ] ''ہاں میں نے اس کا ایک قوی متابع پایا ہے۔اسے ابن ابی شیبہ نے مصنف:(۲/۱۲۴) میں یزید بن عبداللہ کے واسطے سے ثعلبہ بن ابو مالک قرظی سے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کو پایا ہے' جب امام جمعہ کے دن نکلتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے اور جب وہ کلام کرتا تو ہم گفتگو ترک کر دیتے۔'' (تمام المنة' ص:۳۴۰' شیخ رحمہ اللہ نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے۔) نیز فرماتے ہیں: اس اثر میں اس بات کی دلیل ہے کہ مؤذن کا جواب دینا واجب نہیں کیونکہ عہد عمر میں اثنائے اذان گفتگو ہوتی رہی ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔کافی دفعہ مجھ سے پوچھا گیا کہ جوابِ مؤذن کے وجوب کو پھیرنے والا قرینۂ صارفہ کون سا ہے؟ تو میں نے اسی اثر کی روشنی میں جواب دیا۔'' (تمام المنة' ص:۳۴۰)

الغرض! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرز عمل اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدم نکیر سے معلوم ہوا کہ مؤذن کا جواب دینا واجب نہیں' لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ انسان اسے غیر واجب سمجھتے ہوئے رفتہ رفتہ بالکل ہی غفلت کا شکار ہو جائے اور یہ عظیم سنت بھولی بسری ہو جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا الذِّكْرُ مُسْتَحَبٌّ اِسْتِحْبَابًا مُّؤَكَّدًا' لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِهِ وَ أَقَلُّ أَحْوَالِ الْأَمْرِ الْإِسْتِحْبَابُ......] ''یہ ذکر مستحب ہے اور اس کا استحباب تاکیدی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور امر کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے۔'' (شرح العمدة:۲/۱۲۲)

٭ **مسنون درود اور دعائیں:** سامع کو چاہیے کہ اذان کا جواب دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر مسنون درود شریف اور مسنون دعا پڑھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مؤذن کو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی ویسے ہی کہو' پھر مجھ پر درود پڑھو' اس لیے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں بھیجے گا' پھر میرے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مقام وسیلہ کا سوال کرو' وہ جنت میں ایک منزل ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا' لہٰذا جس نے میرے لیے وسیلے کا سوال کیا تو اس کے لیے میری شفاعت لازمی ہو گی۔'' (صحيح مسلم' الصلاة' حديث:۳۸۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے' قیامت کے دن وہ میری سفارش کا حق دار ٹھہرے گا:

[اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ' وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ' آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ' وَالْفَضِيلَةَ' وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ] ''اے اللہ! اس کامل پکار اور قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد (ﷺ) کو منزل وسیلہ اور فضیلت سے سرفراز فرما اور انھیں اس مقام محمود پر کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' (صحيح البخاري' حديث:۶۱۴)

یہ دعا پڑھنا بھی مسنون ہے: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص مؤذن کی ندا سن کر یہ کلمات پڑھے گا' اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے:

[أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ' وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ' رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا] (صحيح مسلم' الصلاة' حديث:۳۸۶)

٭ **مذکورۃ الصدر دعا میں بعض اضافوں کی حقیقت:** صحیح بخاری کی مذکورہ دعا کے جو کلمات مذکورہ سطور میں لکھے گئے ہیں' وہی معتبر اور مستند ذریعے سے مروی ہیں۔ اس دعا میں اور بھی کچھ اضافے ذکر کیے جاتے ہیں جو تحقیقی طور پر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔

مولانا صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ صلاۃ الرسول میں فرماتے ہیں: مسنون دعائے اذان میں چند الفاظ لوگوں نے بڑھا رکھے ہیں اور وہ الفاظ مروجہ کتب نماز میں بھی موجود ہیں۔ دعائے مسنون کے جملے

[وَالْفَضِيلَةَ] کے بعد [وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ] کی زیادتی کرتے ہیں اور آگے [وَعَدْتَّهُ] کے خالص دودھ میں [وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] کا پانی ملا رکھا ہے اور پھر آخر میں دعائے پاک کے غسلِ مصفیٰ میں [أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ] کی آمیزش کی ہے۔(القول المقبول في شرح و تعليق صلاة الرسول' ص:۳۰۲)

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس متن حدیث میں کچھ اور اضافے بھی بعض کے ہاں منقول ہیں' اس لیے ان پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔

① [إِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيعَادَ] ان الفاظ کے متعلق شیخ رحمہ اللہ کی تحقیق کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے: یہ الفاظ سنن بیہقی میں آتے ہیں لیکن یہ شاذ (ضعیف) ہیں کیونکہ سند میں مذکور راوی علی بن عیاش سے مروی کسی طرق میں ان کا ذکر نہیں ملتا' صرف صحیح بخاری کو امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے راوی کشمیہنی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دیگر تمام رواۃ' جنھوں نے صحیح بخاری کو امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے' نے ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا' اس لیے بوجہِ اختلاف یہ شاذ ہیں' یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں ان کلمات کو قابل التفات نہیں سمجھا کیونکہ ان کی عادت ہے کہ وہ حدیث کے مختلف طرق میں وارد زیادات (اضافوں) کو جمع کرتے ہیں لیکن یہاں ایسے نہیں کیا۔ اس بات کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''افعال العباد'' میں بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ موجود نہیں' جبکہ سند بھی ایک ہے...... بہرحال یہ اضافہ دیگر راویان کتاب کی مخالفت کی وجہ سے شاذ اور ناقابل حجت ہے۔ (الإرواء:۱/۲۶۰'۲۶۱) مزید دیکھیے: (عجالة الراغب المتمني:۱/۱۴۷' حديث:۹۶)

② سنن بیہقی میں اس دعا میں مزید یہ الفاظ بھی مروی ہیں: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ] لیکن بقول شیخ البانی رحمہ اللہ ' یہ کلمات کسی اور کتاب میں مروی نہیں' اس لیے سابقہ اضافے کی طرح یہ اضافہ بھی شاذ اور ضعیف ہے۔

③ شرح معانی الآثار کے ایک نسخے میں سیدنا محمد کا اضافہ بھی ملتا ہے لیکن یہ بھی مدرج اور شاذ ہے۔

④ ابن سنی کے ایک نسخے میں [وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ] کا بھی اضافہ ہے جو کہ مدرج (کسی راوی یا فرد کا

داخل کردہ) ہے حدیث رسول کا حصہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخيص الحبير میں اور علامہ سخاوی نے المقاصد الحسنة میں صراحت کی ہے کہ یہ اضافہ حدیث کے کسی طریق میں موجود نہیں ہے۔ (إرواء الغليل:١/٢٦٠، ٢٦١)

صلاۃ الرسول کے محقق فرماتے ہیں: یہ الفاظ حدیث کے کسی طریق میں بھی نہیں ہیں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: [اَلدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ] کے الفاظ جو عام طور پر مشہور ہیں ان کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث کے کسی طریق میں بھی نظر نہیں آئے۔

ملحوظہ: شیخ البانی رحمہ اللہ کی مذکورہ بات درست ہے کہ ابن سنی کے ایک نسخے میں [اَلدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ] کے الفاظ ہیں جو کہ مدرج ہیں۔ شیخ سلیم عید ہلالی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے، مزید فرماتے ہیں: [وَقَعَ فِي "م" اَلدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ وَهِيَ مُدْرَجَةٌ كَمَا فِي تَخْرِيجِ الْحَدِيثِ] ''نسخہ "م" میں اَلدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ ہے، یہ اضافہ مدرج ہے جیسا کہ تخریج حدیث میں ہے۔'' تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (عُجالة الراغب المتمني في تخريج كتاب "عمل اليوم والليلة" از سليم عيد الهلالي:١/ ١٤٨)

شیخ کی نسخہ "م" سے مراد دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن کا مطبوعہ نسخہ ہے۔ اس کی تحقیق پر ذہبی العصر شیخ عبدالرحمٰن معلمی رحمہ اللہ کی نظر ثانی ہے۔ دیکھیے: (عجالة الراغب المتمني:١/ ٢٦)

⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ [أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ] کے الفاظ رافعی نے المحرر میں ذکر کیے ہیں: ان کا بھی کسی طریق میں ذکر نہیں ملتا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (التلخيص الحبير: ١/ ٣٧٥، مؤسسة قرطبة، و إرواء الغليل:١/ ٢٦١، و القول المقبول، ص:٣٠٣)

✱ **اذان کے بعد بلا ضرورت مسجد سے نکلنا:** اذان سن کر مسجد سے بلا عذر نکل آنا اور نماز کے لیے نہ پلٹنا شرعاً حرام ہے۔ ایسا کرنے والا گناہ گار اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

ابو شعثاء فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مؤذن نے اذان کہی تو ایک آدمی مسجد سے کھڑا ہوا اور چل دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیچھے سے اسے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا، تب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔'' (صحيح مسلم،

المساجد' حديث:٦٥٥) اس کے دیگر طرق میں صراحت ہے کہ یہ عصر کی اذان تھی۔ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٥٣٦)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَسْمَعُ النِّدَاءَ فِي مَسْجِدِي هٰذَا ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ' ثُمَّ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ إِلَّا مُنَافِقٌ] ''جو شخص میری اس مسجد میں اذان سنے' پھر بلا ضرورت باہر نکلے اور واپس نہ آئے تو وہ منافق ہے۔'' یعنی اذان سن کر مسجد سے نکل جانا اور پھر واپس نہ آنا منافقانہ روش ہے۔ (المعجم الأوسط للطبراني:٤/٥٠٢' حديث: ٣٨٥٤) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحيح الترغيب للألباني' حديث:٢٦٢)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: [مَنْ أَدْرَكَهُ الْأَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ' وَهُوَ لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ] ''جو مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے' پھر بلا ضرورت مسجد سے نکل جائے اور واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔'' (سنن ابن ماجه' الأذان' حديث:٧٣٤' شیخ البانی نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ صحيح الترغيب' حديث:٢٦٣)

سعید بن مسیّب کی مرسل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَحَدٌ بَعْدَ النِّدَاءِ إِلَّا مُنَافِقٌ' إِلَّا أَحَدٌ أَخْرَجَتْهُ حَاجَةٌ وَهُوَ يُرِيدُ الرُّجُوعَ] ''اذان کے بعد مسجد سے منافق ہی نکلتا ہے' ہاں مگر وہ شخص جسے کسی ضرورت نے نکالا ہو اور وہ واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہو (تو وہ منافق نہیں)۔'' (المراسيل لأبي داود' حديث:٢٥' یہ حدیث سابقہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ دیکھیے: صحيح الترغيب والترهيب' حديث:٢٦٤)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَمَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَانْدَفَعَ الْأَذَانُ' لَمْ يَحِلَّ لَهُ الْخُرُوجُ مِنَ الْمَسْجِدِ' إِلَّا أَنْ يَّكُونَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ أَوْلِضَرُورَةٍ] ''جو کوئی مسجد میں ہو اور اذان شروع ہو جائے تو اس کے لیے مسجد سے نکلنا حلال نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بے وضو ہو یا کسی ضرورت کی خاطر نکلے۔'' (المحلى لابن حزم:٣/١٤٧' مسئله:٣٢٨)

★ اقامت کا حقدار کون ہے؟: بہتر یہ ہے کہ جس نے اذان دی ہو وہی اقامت کہے' احادیث بلال سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو

دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار کہے۔ (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:٦٠٥' و صحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث:٣٧٨) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہی کے حوالے سے آتا ہے کہ وہ اذان دیتے' پھر ذرا رکتے' جب دیکھتے کہ نبی ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو اقامت کہتے۔ (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٠٦)

سفر میں بھی اس کا اہتمام تھا۔ اس کی دلیل وہ معروف حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کیا اور فجر کی اذان کہنے کے لیے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی۔ المختصر' ہوا یوں کہ جیسے باقی سو گئے ویسے ہی بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند غالب آ گئی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا' پھر انھوں نے ہی تکبیر کہی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٨٠' ٦٨١' وسنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:٤٣٦) غرض اس کی بابت عموماً جو روایات منقول ہیں ان میں مؤذن ہی کے اقامت کہنے کا ذکر ملتا ہے۔

دوسرا نظم و ضبط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو اذان کہتا ہے وہی اقامت کہے۔ ہاں! اگر امام یا مؤذن سے پیشگی اجازت لے لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر کوئی بن پوچھے اقامت کہے گا تو ممکن ہے کہ مؤذن اس حرکت سے خفا ہو اور اس رنجش کا زبان سے اظہار نہ کرے لیکن دل میں کڑھتا رہے جس سے مزید نفرتیں جنم لے سکتی ہیں بلکہ بعض مساجد میں اسی وجہ سے لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جاتی ہے' اس لیے مؤذن کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے دیگر نمازی رفقاء کی خواہش کا خیال رکھے۔

الغرض! مؤذن کے سوا کسی دوسرے شخص کے اقامت کہنے کی ممانعت کسی صحیح حدیث میں مروی نہیں ہے' لہٰذا [مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ] ''جو اذان کہے وہی تکبیر کہے۔'' سے جو دوسرے کے لیے اقامت کی ممانعت کا استدلال کیا جاتا ہے وہ درست نہیں کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (السلسلة الضعيفة' حدیث:٣٥' وضعیف سنن أبي داود (مفصل) للألباني:١٨٤/٩-١٨٨' حدیث:٨٣)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَجَائِزٌ أَنْ يُّقِيمَ غَيْرُ الَّذِي أَذَّنَ' لِأَنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَنْ ذٰلِكَ نَهْيٌ يَّصِحُّ' وَالْأَثَرُ الْمَرْوِيُّ: إِنَّمَا يُقِيمُ مَنْ أَذَّنَ إِنَّمَا جَاءَ مِنْ طَرِيقِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ' وَهُوَ هَالِكٌ] ''اذان دینے والے کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے اقامت کہنا جائز ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح نہی (ممانعت) مروی نہیں۔ اور [إِنَّمَا يُقِيمُ مَنْ أَذَّنَ] والا اثر

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کے طریق سے مروی ہے اور وہ ہلاک ہونے والا (ضعیف) ہے۔(المحلی لابن حزم: ۳/ ۱۴۷)

* **اقامت (تکبیر) کا جواب:** جیسے اذان کا جواب دینا مستحب اور مطلوب ہے' اسی طرح تکبیر کا جواب بھی مستحب ہے۔ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی احادیث کا عموم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَايَقُولُ الْمُؤَذِّنُ] ''جب تم (نماز کے لیے) آواز سنو تو ویسے ہی کہو جیسے مؤذن کہتا ہے۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۶۱۱' و صحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث: ۳۸۳) یہاں لفظ [اَلنِّدَاء] عام ہے جو اذان اور اقامت دونوں کو شامل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [وَاسْتُدِلَّ بِهِ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ إِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ فِي الْإِقَامَةِ......] ''اس حدیث کے ساتھ اقامتِ مؤذن کے جواب کی مشروعیت کا استدلال کیا گیا ہے۔'' (فتح الباري: ۲/ ۹۲)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُتَابِعَهُ فِي أَلْفَاظِ الْإِقَامَةِ' إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ فِي كَلِمَةِ الْإِقَامَةِ: أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا] ''الفاظ تکبیر میں مؤذن کی پیروی کرنا (اقامت کا جواب دینا) مستحب ہے مگر کلمات اقامت قدقامت الصلاۃ، قدقامت الصلاۃ کے وقت أقامها اللّٰہ و أدامها کہے۔'' (شرح المهذب: ۳/ ۱۲۵-۱۲۴)

یہی بات فقہائے حنابلہ وغیرہ نے بھی کہی ہے۔

* **أقَامَهَا اللّٰهُ وَ أدَامَهَا کی تحقیق:** اقامت کا جواب مطلوب ہے لیکن ''قد قامت الصلاۃ'' کے جواب میں أقامها اللّٰه و أدامها کے جو الفاظ امام نووی کی عبارت میں ذکر ہوئے ہیں' وہ صحیح سند سے مروی نہیں ہیں۔

سید سابق رحمہ اللہ نے بھی فقہ السنۃ میں اقامت کا جواب مستحب قرار دیا ہے' نیز وہ أقامها اللّٰه و أدامها کی مشروعیت کے قائل بھی ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں: [قُلْتُ: بَلِ الْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَّقُولَ كَمَا يَقُولُ الْمُقِيمُ: قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ لِعُمُومِ قَوْلِهِ ﷺ: "إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ......" وَتَخْصِيصُهُ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ لَايَجُوزُ'

لِأَنَّهُ حَدِيثٌ وَاهٍ وَقَدْ ضَعَّفَهُ النَّوَوِيُّ وَالْعَسْقَلَانِيُّ وَغَيْرُهُمْ......] ''میں کہتا ہوں: بلکہ مستحب یہ ہے کہ وہ اقامت کہنے والے کی طرح قدقامت الصلاۃ ہی کہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ''جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے'' کا تقاضا عموم کا ہے' لہٰذا قدقامت الصلاۃ کی تخصیص اس جیسی حدیث سے جائز نہیں کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اسے امام نووی اور ابن حجر عسقلانی ﷭ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔'' (تمام المنة، ص:۱۴۹'۱۵۰) تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود' (مفصل) للألباني' حديث:۸۴)

نیز قد قامت الصلاۃ کے جواب میں أقامها الله و أدامها دو مرتبہ کہنے کا ذکر جس حدیث سے ملتا ہے وہ روایت اسنادی اعتبار سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ حافظ ابن حجر ﷫ نے اسے تلخیص میں ضعیف کہا ہے۔ (التلخيص الحبير:۱/ ۳۷۷)

اس کی سند میں محمد بن ثابت العبدی ضعیف ہیں۔ دوسرے ان کے شیخ مجہول ہیں۔ تیسرے شہر بن حوشب ہیں جب یہ بیان کرنے والے اکیلے ہوں تو سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہوتے ہیں۔

شیخ البانی ﷫ فرماتے ہیں: [هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ' مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ هُوَالْعَبْدِيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ...... وَ شَيْخُهُ مَجْهُولٌ لَّمْ يُسَمَّ' وَ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ ضَعِيفٌ لِسُوءِ حِفْظِهِ وَلِذٰلِكَ قَالَ النَّوَوِيُّ وَالْعَسْقَلَانِيُّ' وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ' وَأَشَارَ إِلٰى ذٰلِكَ الْبَيْهَقِيُّ] ''یہ ضعیف سند ہے۔ محمد بن ثابت العبدی ضعیف ہیں اور ان کے شیخ مجہول ہیں۔ ان کا نام بیان نہیں ہوا اور شہر بن حوشب سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں' اسی لیے امام نووی اور ابن حجر عسقلانی ﷭ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور امام بیہقی ﷫ نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔'' مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: (إرواء الغليل:۱/ ۲۵۸' عجالة الراغب المتمني للهلالي' حديث:۱۰۵ والقول المقبول' ص:۲۹۸)

الحاصل! ''قد قامت الصلاۃ'' کے جواب میں ان کلمات کا کہنا مسنون نہیں کیونکہ مذکورہ علتوں کی بنا پر یہ الفاظ قابل حجت نہیں' لہٰذا عمومی حکم (مثل مايقول) کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی بات درست ہے کہ ''قد قامت الصلاۃ'' کے جواب میں یہی کلمات' یعنی ''قد قامت الصلاۃ'' ہی دو مرتبہ کہے جائیں۔ والله أعلم۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: [إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُنَادِيَ يُثَوِّبُ بِالصَّلَاةِ، فَقُولُوا مِثْلَ مَايَقُولُ] ''جب تم اذان دینے والے کو سنو کہ وہ نماز کے لیے اقامت کہہ رہا ہے تو جو وہ کہتا ہے تم بھی وہی کہو۔'' (مسند أحمد: ۳/ ۴۳۸)

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یُثَوِّبُ کے معنی ''اقامت کہنے'' کے ہیں' لہٰذا جیسے اذان کا جواب دیا جاتا ہے' ایسے ہی اقامت کا بھی جواب دینا چاہیے' دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۴/ ۳۸۶)

تثویب والی مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ معروف سیئ الحفظ' ضعیف راوی ہیں' دوسرے زبّان بن فائد ضعیف الحدیث ہیں۔ (تقريب التهذيب' ص: ۳۳۴) تیسرے سہل بن معاذ بن انس ہیں کہ جب ان سے روایت کرنے والے زبّان ہوں تو ان کی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی۔ (تقريب التهذيب' ص: ۴۲۰) لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیحین وغیرہ کے شواہد سے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [لٰكِنَّ الْحَدِيثَ صَحِيحٌ' فَإِنَّ لَهُ شَوَاهِدَ] تفصیل کے لیے دیکھیے: (السلسلة الصحيحة: ۳/ ۳۱۷' حديث: ۱۳۲۸) نیز شیخ رحمہ اللہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [اَلتَّثْوِيبُ الدُّعَاءُ إِلَى الصَّلَاةِ كَمَا فِي الْقَامُوسِ فَهُوَ يَشْمَلُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ] ''تثویب سے مراد نماز کی طرف بلانا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے' لہٰذا یہ (عموم) اذان اور اقامت دونوں کو شامل ہے۔'' (السلسلة الصحيحة: ۳/ ۳۱۷' حديث: ۱۳۲۸)

* **کلمات اذان و اقامت:** عہد نبوی میں اذان دو طریقے سے ہوتی تھی۔ صحیح ترین روایت کے مطابق ایک طریقہ تو وہ ہے جس میں اذان کے پندرہ کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات' جس کی پہلی دلیل حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کی حدیث ہے جس میں کلمات اذان درج ذیل ہیں:

[اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر' اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر' أشهد أن لا إله إلا اللّٰه' أشهد أن لا إله إلا اللّٰه' أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه' أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه' حي على الصلاة' حي على الصلاة' حي على الفلاح' حي على الفلاح' اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر' لا إله إلا اللّٰه]

نبیٔ اکرم ﷺ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں سکھائی گئی اذان کی [إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ] کہہ کر

توثیق وتصدیق فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ یہ اذان بلال کو سکھا دیں کیونکہ وہ خوش الحان اور بلند آواز ہیں، تو انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے پندرہ اور اقامت کے گیارہ کلمات سکھائے۔ اقامت کے کلمات درج ذیل ہیں:

[اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، حي على الصلاة، حي على الفلاح، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه] (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٤٩٩، و جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٨٩، و سنن ابن ماجه، الأذان، حديث:٧٠٦، و مسند الإمام أحمد:٤٣/٤، و صحيح ابن خزيمة:١٨٩/١، والسنن الكبرٰى للبيهقي:٣٩٠/١، ٣٩١، وسنن الدارقطني:٥٣٢/١، طبع دارالمعرفة)

امام دارقطنی رحمہ اللہ عبداللہ بن زید کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: [وَحَدِيثُ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، مُتَّصِلٌ] ''ابن اسحاق عن محمد بن ابراہیم عن محمد بن عبداللہ بن زید عن ابیہ کی حدیث متصل ہے۔'' (سنن الدارقطني:٥٣٣/١)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن زید کی حدیث حسن صحیح ہے۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٨٩)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے منقول اس حدیث کو سنداً ثابت اور صحیح قرار دیا ہے۔ (صحيح ابن خزيمة:١٩٧/١)

امام بیہقی، محمد بن یحییٰ ذہلی کے حوالے سے لکھتے ہیں: [لَيْسَ فِي أَخْبَارِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فِي قِصَّةِ الْأَذَانِ خَبَرٌ أَصَحُّ مِنْ هٰذَا، يَعْنِي حَدِيثَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، لِأَنَّ مُحَمَّدًا سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ، وَ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، وَفِي كِتَابِ الْعِلَلِ لِأَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، يَعْنِي حَدِيثَ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ فَقَالَ هُوَ عِنْدِي حَدِيثٌ صَحِيحٌ] ''عبداللہ بن زید سے قصۂ اذان کی بابت مروی احادیث میں، اس حدیث سے زیادہ صحیح حدیث کوئی نہیں جو بواسطہ محمد بن اسحاق عن محمد

بن ابراہیم تیمی عن محمد بن عبداللہ بن زید' مروی ہے کیونکہ محمد نے اپنے باپ (عبداللہ) سے سنا ہے جبکہ ابن ابی لیلیٰ کا عبداللہ بن زید سے سماع ثابت نہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب العلل میں ہے' فرماتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث' یعنی حدیث محمد بن ابراہیم کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔'' (السنن الکبریٰ للبیھقي:١/٣٩١)

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ وَالْقِصَّةُ بِأَسَانِيدَ مُخْتَلِفَةٍ وَّهٰذَا الْإِسْنَادُ أَصَحُّهَا] ''یہ حدیث اور قصہ مختلف اسانید سے مروی ہے لیکن یہ سند صحیح ترین ہے۔'' (معالم السنن:١/١٣١)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام ابو داود نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔'' (المجموع شرح المهذب:٣/٨٢)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث:٥١٢' و التلخيص الحبير' حديث:٢٩٢' بتحقيق أبو عاصم)

محدثین رحمہم اللہ کے اقوال کی روشنی میں تصحیح حدیث کی نقول ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ عبداللہ بن زید کی حدیث میں اذان و اقامت کا صحیح ترین طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے' بالخصوص اقامت کا کہ اس کے کلمات مفرد ہیں' سوائے الله أكبر اور قدقامت الصلاة کے' کہ یہ کلمات دو دو بار ہیں۔

عبداللہ بن زید' عبداللہ بن عمر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی صحیح احادیث کی روشنی میں کلمات اقامت گیارہ ہیں' جسے عرف عام میں اکہری تکبیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آغاز اور آخر میں اللہ اکبر دو دو مرتبہ ہے جیسا کہ حدیث عبداللہ بن زید میں گزرا ہے' باقی تمام کلمات' سوائے [قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] کے' ایک ایک دفعہ ہی کہے جائیں۔ (مزید دیکھیے: عون المعبود:١/٤٩٢)

ملحوظہ: مذکورۃ الصدر روایت میں اذان کے آغاز میں کلمات تکبیر چار مرتبہ آئے ہیں۔ اسی طرح بواسطہ زہری' سعید بن مسیب' عبداللہ بن زید سے بھی آغاز اذان میں کلمات تکبیر چار ہی منقول ہیں۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٩٩) امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ روایت معلقاً ذکر کی ہے' تاہم مسند احمد میں موصولاً بھی منقول ہے۔ (مسند الإمام أحمد:٤/٤٢' ٤٣) لیکن اس روایت میں بظاہر ضعف

ہے وہ یہ کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں اور تحدیث وسماع کی تصریح بھی موجود نہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں محمد بن اسحاق منفرد نہیں بلکہ یونس بن یزید، معمر بن راشد اور شعیب بن ابی حمزہ اس کی متابعت کرتے ہیں، لہٰذا تدلیس کا احتمال رفع ہو گیا۔
امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَمُتَابَعَةُ هٰؤُلَاءِ لِمُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ تَرْفَعُ اِحْتِمَالَ التَّدْلِيسِ الَّذِي تَحْتَمِلُهُ عَنْعَنَةُ ابْنِ إِسْحَاقَ] ''زہری سے محمد بن اسحاق کی ان رواۃ سے متابعت اس احتمال تدلیس کو رفع کر دیتی ہے جس کا ابن اسحاق کے عنعنہ میں احتمال ہے۔'' (نیل الأوطار: ۴۱/۲)
اس طریق کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَأَمْثَلُ الرِّوَايَاتِ فِيهِ رِوَايَةُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ] ''اس مسئلے میں عمدہ ترین سعید بن مسیّب کی روایت ہے۔'' (المستدرك للحاكم: ۳۳۶/۳)
محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحیح سنن أبي داود، (مفصل) للألباني، حدیث: ۵۱۳)
امام ابوداود رحمہ اللہ نے زہری سے، معمر اور یونس کے واسطے سے شروع اذان میں کلمات تکبیر صرف دو دفعہ نقل کیے ہیں، اسی وجہ سے بعض ائمۂ کرام عبداللہ بن زید کی اذان میں صرف دو دفعہ کلمات تکبیر پر اکتفا کرنے کے بھی قائل ہیں لیکن راجح بات یہ ہے کہ اس (دو دفعہ والے) اضافے سے یہ روایت مرسل ہے۔ حافظ ابن حجر اور امام بیہقی رحمہما اللہ کے حوالے سے اس کے ارسال کو ترجیح دیتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَالْحَدِيثُ...... عَلٰى كُلِّ حَالٍ...... صَحِيحٌ، لٰكِنَّ الْأَصَحَّ تَرْبِيعُ التَّكْبِيرِ فِيهِ، كَمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ الْمُتَقَدِّمَتَيْنِ] ''بہر حال حدیث صحیح ہے، لیکن اس میں تربیع تکبیر (آغاز اذان میں چار دفعہ اللہ اکبر کہنا) صحیح ترین ہے جیسا کہ مذکورہ دونوں روایتوں میں ہے۔'' (صحیح سنن أبي داود، (مفصل) للألباني، حدیث: ۵۱۴)
بالفرض اگر اذان کی ابتدا میں صرف دو دفعہ کلمات تکبیر کی صحت تسلیم کر لی جائے، تب بھی یہ اصول ہے کہ ثقہ کی زیادتی قبول کی جاتی ہے، نیز تربیع تکبیر کے ناقلین بھی تعداد میں زیادہ ہیں۔ دریں صورت دونوں احادیث معمول بہ رہتی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی قاضی عیاض کے حوالے سے عبداللہ بن زید

کی روایت میں ترجیع ہی کو مشہور قرار دیا ہے۔ یہ موقف امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ کا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم مع النووي' الصلاۃ' حدیث:۳۷۹)

دوسری دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: [أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَ أَنْ يُّوتِرَ الْإِقَامَةَ' إِلَّا الْإِقَامَةَ] ''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو (کلماتِ) اذان دو دو بار اور (کلمات) اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم دیا گیا' سوائے قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ کے (کہ یہ کلمات دو دو بار کہنے ہیں)۔''

(صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۶۰۵' وصحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث:۳۷۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث:۶۰۷ پر [اَلْإِقَامَةُ وَاحِدَةٌ، إِلَّا قَوْلَهُ: قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ] کا عنوان قائم کیا ہے' یعنی سوائے قدقامت الصلاۃ کے اقامت اکہری ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [وَهٰذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْإِقَامَةَ مَثْنٰى مَثْنٰى مِثْلَ الْأَذَانِ] ''یہ حدیث اس شخص کے خلاف حجت ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اذان کی طرح کلماتِ اقامت بھی دو دو بار ہیں۔'' (فتح الباري:۲/۸۴)

شوافع کا مشہور قول یہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْإِقَامَةَ إِحْدٰى عَشْرَةَ كَلِمَةً ...... وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: اَلْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً فَيُثَنِّيهَا كُلَّهَا وَهٰذَا الْمَذْهَبُ شَاذٌّ] ''(امام) احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں...... (امام) ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں۔ سبھی کلمات دو دو بار کہے جائیں لیکن یہ مذہب شاذ ہے۔'' (شرح النووي:۴/۱۰۵)

امام خطابی فرماتے ہیں: ''اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہنے کا موقف اکثر علمائے امصار کا ہے۔ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور گرد ونواح کے اسلامی ممالک میں اسی پر عمل ہے۔ یہ قول حسن بصری' مکحول' زہری' مالک' اوزاعی' شافعی' احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کا ہے۔''

(معالم السنن:۱/۱۳۱)

تیسری دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے' وہ فرماتے ہیں: [إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ' وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً' غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ' قَدْقَامَتِ

الصَّلَاةُ......] ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان کے کلمات دو دو بار کہے جاتے تھے اور اقامت (تکبیر) کے ایک ایک بار' سوائے اس کے کہ مؤذن قدقامت الصلاۃ' قدقامت الصلاۃ کہا کرتا تھا' یعنی دو بار۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٥١٠' وسنن النسائي' الأذان' حديث:٦٢٩' ومسند الإمام أحمد:٢/٨٧) اس حدیث سے واضح ہوا کہ عہد رسالت میں بالاستمرار یہی عمل جاری رہا جیسا کہ الفاظ حدیث [كَانَ الْأَذَانُ] سے واضح ہوتا ہے۔ یہ ہیں وہ تین احادیث جن میں اذان کے پندرہ اور اقامت کے گیارہ کلمات کا صحیح سند کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی افراد اقامت کی روایات منقول ہیں جن میں سعد القرظ' ابورافع اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں لیکن اسنادی اعتبار سے یہ روایات ضعیف ہیں۔تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (التبيان في تخريج و تبويب أحاديث بلوغ المرام:٣/١٠١-١٠٣.)

* دوہری اقامت کے متعلق حنفیہ کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ: حنفیہ کے نزدیک کلماتِ اقامت کل سترہ ہیں' اور شہادتین' حیعلتین اور اقامت تینوں دو دو بار اور شروع میں تکبیر چار مرتبہ کہی جائے گی۔گویا اذان کے پندرہ کلمات میں صرف دو مرتبہ قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ کا اضافہ حیعلتین کے بعد کیا جائے گا۔(درس ترمذی' از مولانا تقی عثمانی:١/٤٥٨)

ابومحذورہ کی اذانِ ترجیع والی روایت کے علاوہ' بذاتہ صحیح اور متصل سند سے مروی کسی اور حدیث میں دوہری اقامت کا ثبوت نہیں ملتا۔اس بارے میں جتنی روایات بطور حجت پیش کی جاتی ہیں سنداً ضعیف ہیں۔دلائل کا تقابلی جائزہ لے کر خود فیصلہ فرمائیں کہ کون سی اقامت افضل اور موافق سنت ہے؟ رہی اقامت بلال' تو حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اقامت اکہری ہوتی تھی۔جن روایات میں حضرت بلال سے دوہری اقامت کا ذکر ملتا ہے وہ تمام روایات سنداً ضعیف ہیں' سوائے ایک حدیث کے۔اگرچہ وہ بھی سنداً کمزور ہے جیسا کہ اکثر محدثین کا رجحان ہے' تاہم بعض محققین کے نزدیک بوجۂ متابعت واتصال قابل استدلال بن جاتی ہے۔تفصیل آئندہ بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل: ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں: [أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ ﷺ

مَثْنٰی مَثْنٰی، وَيُقِيمُ مَثْنٰی مَثْنٰی] ”بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے لیے اذان واقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔“ (سنن الدارقطني:۱/۵۳۵، والمعجم الكبير للطبراني:۲۲/۱۰۰، والمعجم الأوسط، حديث:۷۸۲۰)

جواب: اس کی سند میں زیاد بن عبداللہ بن طفیل البکائی متکلم فیہ ہے۔ امام وکیع فرماتے ہیں: [هُوَ أَشْرَفُ مِنْ أَنْ يَّكْذِبَ] ”وہ جھوٹ بولنے سے کہیں بالا ہے۔“ (التاريخ الكبير:۳/۳۶۰) یہ ان کی تضعیف کی طرف اشارہ ہے۔

❁ ابن ابي حاتم، یحیٰی بن معین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: [زِيَادٌ الْبُكَائِيُّ: لَيْسَ حَدِيثُهُ بِشَيْئٍ، وَكَانَ عِنْدِي فِي الْمَغَازِي لَابَأْسَ] ”زیاد بکائی کی حدیث کسی کھاتے کی نہیں لیکن مغازی میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں۔“ (الجرح والتعديل:۳/۵۳۸)

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَا أَرْوِي عَنْ زِيَادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبُكَائِيِّ] ”میں زیاد بن عبداللہ بکائی سے روایت نہیں کرتا۔“ (الضعفاء للعقيلي:۲/۴۳۵)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [كَانَ فَاحِشَ الْغَلَطِ، كَثِيرَ الْوَهْمِ، لَايَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهِ إِذَا انْفَرَدَ] ”وہ غلطیاں کرنے والا کثیر الوہم تھا، جب متفرد ہو تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“ پھر مذکورۃ الصدر روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: [هٰذَا بَاطِلٌ مَا أَذَّنَ بِلَالٌ لِّرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَثْنٰی وَ أَقَامَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَطُّ إِنَّمَا كَانَ أَذَانُهُ مَثْنٰی مَثْنٰی وَ إِقَامَتُهُ فُرَادٰی......] ”یہ روایت باطل ہے کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کبھی بھی اس طرح اذان اور اقامت کے دو دو مرتبہ کلمات نہیں کہے۔ ان کی اذان دو دو کلمات اور اقامت اکہری ہوتی تھی۔“ (كتاب المجروحين:۱/۳۸۴، ۳۸۵)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے زیاد کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: [وَلَا أَعْلَمُ يَرْوِيهِ عَنْ إِدْرِيسَ غَيْرُ زِيَادٍ الْبُكَائِيِّ] ”میرے علم کی حد تک ادریس سے زیاد کے علاوہ کوئی اور یہ روایت بیان نہیں کرتا۔“ (الكامل:۴/۱۳۷)

یہی بات امام طبرانی نے الأوسط: (۷۸۲۰) میں زیر بحث حدیث کے بعد فرمائی ہے۔

❁ امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ اسے غیر قوی اور ایک مرتبہ ضعیف قرار دیا ہے۔ (تهذيب الكمال: ۳۹۰/۶)

❁ ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایات میں اسے أَثْبَتُ النَّاسِ قرار دیا گیا ہے۔ گویا دیگر کی روایات میں اس کی یہ حیثیت نہیں' مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: (ميزان الاعتدال: ۹۱/۲)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [فِي حَدِيثِهِ عَنْ غَيْرِ ابْنِ إِسْحَاقَ لِينٌ] ''اس کی حدیث میں ابن اسحاق کے علاوہ دیگر کی روایات میں ضعف ہے۔'' (تقريب التهذيب' ص: ۳۴۶' رقم: ۲۰۹۶)

❁ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ: (۲۶۹/۱) میں یہ روایت ذکر کی ہے اور مُعدِّلین و جارحین کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اگر کتب رجال کی طرف رجوع کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔

بہرحال ائمۂ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں واضح ہوا کہ جب یہ راوی منفرد ہو تو مردود اور ناقابل حجت ہوگا۔ واللہ أعلم.

الحاصل! یہ حدیث ضعیف ہے اور اس سے دوہری اقامت کا استدلال باطل ہے۔

دوسری دلیل: حماد عن ابراہیم عن الاسود کے طریق سے منقول یہ روایت ہے: [أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَيُثَنِّي الْإِقَامَةَ] ''بلال رضی اللہ عنہ دو دو کلمات کے ساتھ اذان اور اقامت کہا کرتے تھے۔'' (المصنف لعبدالرزاق' حديث: ۱۷۹۰' ۱۷۹۱' ومعاني الآثار للطحاوي: ۱۳۴/۱' وسنن الدارقطني: ۵۳۵/۱)

جواب: اس طریق سے یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں حماد بن ابوسلیمان متکلم فیہ ہے۔

❁ امام ابو حاتم رحمہ اللہ اس کی بابت فرماتے ہیں: [لَا يُحْتَجُّ بِهِ] ''یہ قابل حجت نہیں۔'' (الجرح والتعديل: ۱۴۷/۳)

❁ ابن سعد اور امام دارقطنی رحمہما اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ميزان الاعتدال: ۵۹۹/۱' و المغني في الضعفاء: ۲۸۸/۱)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَدُوقٌ لَّهُ أَوْهَامٌ] ''صدوق ہے لیکن اس کے اوہام بھی ہیں۔'' (تقريب التهذيب' ص: ۲۶۹)

دوسرے اس کی سند میں ابراہیم نخعی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دوسرے مرتبے کے مدلس راوی ہیں۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی تدلیس کی تصریح کی ہے۔ (طبقات المدلسین، ص: ۳۲) لیکن ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک اس طبقے کے لوگ محتمل التدلیس ہیں کیونکہ ان سے قلیل اور نادر طور پر تدلیس ثابت ہے، البتہ یہ حدیث مذکورہ بالا پہلی علت کی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔

- امام زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ: (۱/ ۲۶۹) میں یہ حدیث نقل کی ہے لیکن مذکورہ اصل علت کی طرف اشارہ نہیں فرمایا۔

سنن دارقطنی: (۱/ ۵۳۵) میں یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے جس میں سفیان ثوری، ابومعشر زیاد بن کلیب سے روایت کرتے ہیں لیکن سفیان ثوری کا ابومعشر سے سماع ثابت نہیں ہے جیسا کہ کتب رجال میں ان کے سوانح سے ظاہر ہوتا ہے۔ صاحب الجوہر النقی: (۱/ ۴۲۵) کا اس کی سند کو جید قرار دینا غیر جید ہے۔ اسی واسطے سے یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔ دیکھیے: (۱/ ۴۶۳، حدیث: ۱۷۹۱) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد : ۳۶/ ۳۵۷)

تیسری دلیل: جنادہ بن ابوامیہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ اذان اور اقامت میں دو دو کلمات کہا کرتے تھے۔ (مسند الشاميين للطبراني، حديث: ۱۳۳۴، و التلخيص الحبير: ۱/ ۳۵۶)

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخيص الحبير میں اس کی سند ضعیف قرار دی ہے۔ اس میں عبدالعزیز بن عبیداللہ ہیں۔

- امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [هُوَ عِنْدِي عَجِيبٌ، ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، يُكْتَبُ حَدِيثُهُ، يَرْوِي أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ وَ يَرْوِي أَحَادِيثَ حِسَانًا] ''میرے نزدیک وہ ایک عجیب، ضعیف اور منکر الحدیث راوی ہیں۔ ان کی حدیث لکھی جا سکتی ہے۔ یہ منکر اور حسن دونوں قسم کی روایات بیان کرتے ہیں۔'' (الجرح و التعديل: ۵/ ۳۸۷)
- ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ان کے متعلق امام ابوزرعہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ کمزور اور مضطرب الحدیث ہیں۔ (الجرح و التعديل: ۵/ ۳۸۸)
- امام نسائی رحمہ اللہ نے انھیں غیر ثقہ اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے لَيْسَ بِشَيْءٍ فرمایا ہے۔ (تهذيب

الكمال:۱۱/۵۱۵)

۞ حافظ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ:(۱/۲۶۹) میں یہ روایت ذکر کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، حالانکہ یہ مذکورہ علت کی وجہ سے مردود ہے۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کمزور ہیں۔ ابو حاتم، ابن معین اور علی بن مدینی نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال:۲/۲۳۲) مزید دیکھیے: (الكامل في الضعفاء:۶/۲۹۸، والمغني في الضعفاء:۱/۲۳۲)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی تقریب (ص:۶۱۴) میں انھیں ضعیف کہا ہے۔

چوتھی دلیل اور اس کا ابطال: دوہری اقامت کے لیے بطور حجت سوید بن غفلہ کی روایت بھی پیش کی جاتی ہے، وہ فرماتے ہیں: [سَمِعْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَ يُقِيمُ مَثْنٰى] ''میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان اور اقامت کے دو دو کلمات کہتے ہوئے سنا۔'' (شرح معاني الآثار:۱/۱۳۴)

جواب: افسوس کہ حاملین فقہ حنفی کی یہ دلیل بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں معروف سیّئ الحفظ راوی شریک بن عبداللہ نخعی، کوفی ہیں۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَدُوقٌ يُخْطِئُ كَثِيرًا، تَغَيَّرَ حِفْظُهُ مُنْذُ وُلِّيَ الْقَضَاءَ بِالْكُوفَةِ] ''صدوق کثیر الخطاء ہیں، جب سے کوفہ میں عہدۂ قضا پر فائز ہوئے، ان کا حافظہ خراب ہوگیا۔'' (تقريب التهذيب، ص:۴۳۶) نیز ابن حجر رحمہ اللہ نے انھیں مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تدلیس سے اظہار براءت کرتے تھے۔ (طبقات المدلسين، ص:۳۷)

مذکورہ روایت کی سند میں آں موصوف عمران بن مسلم سے بصیغۂ عن روایت کر رہے ہیں۔

الغرض سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مذکورہ متعدد اسانید سے منقول چاروں روایات ضعیف ہیں، نیز ان سے بخاری و مسلم میں منقول ایتار اقامت (اکہری تکبیر) کی صحیح روایات کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ شاذ و منکر بھی ہیں۔ مسند احمد کے محققین فرماتے ہیں: [هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ عَلٰى ضُعْفِهَا تُخَالِفُ حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ وَ أَنَسٍ فِي أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُفْرِدُ الْإِقَامَةَ] ''یہ احادیث اپنے ضعف کے ساتھ ساتھ ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی صحیح احادیث کے مخالف بھی ہیں کیونکہ ان میں تو یہ

ہے کہ بلال اکہری اقامت کہا کرتے تھے۔“(الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ٣٦/٣٥٧)

اس لیے اصحاب الرائے اور حاملین احادیثِ ضعیفہ ومنکرہ کا ان روایات سے دوہری اقامت کا استدلال باطل ہے۔ عصر حاضر کے بعض حضرات نے بھی ان دلائل ضعیفہ کا سہارا لے کر اپنے موقف کے اثبات کی کوشش کی ہے لیکن افسوس کہ حقائق کی روشنی میں ان کا مدعا ثابت نہ ہوسکا۔ دیکھیے: (درس ترمذي:١/٤٦٠)

پانچویں دلیل: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے عبداللہ بن زید کی روایت ہے۔ اس میں ہے: [كَانَ أَذَانُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَ الْإِقَامَةِ] ”اذان اور اقامت میں رسول اللہ ﷺ کے کلمات دو دو ہوا کرتے تھے۔“(جامع الترمذي' الصلاة' حديث:١٩٤' و صحيح ابن خزيمة' رقم:٣٨٠)

جواب: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کا عبداللہ بن زید سے سماع ثابت نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ] ”عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے عبداللہ بن زید سے سماع نہیں کیا۔“(جامع الترمذي:١/٣٧٦ بشرح أحمد شاكر)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [اِبْنُ أَبِي لَيْلٰى لَايَثْبُتُ سَمَاعُهُ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ] ”ابن ابی لیلیٰ کا عبداللہ بن زید سے سماع ثابت نہیں ہے۔“(سنن الدارقطني:١/٥٣٣)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ' وَلَا مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ صَاحِبِ الْأَذَانِ' فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يُّحْتَجَّ بِخَبَرٍ غَيْرِ ثَابِتٍ عَلٰى أَخْبَارٍ ثَابِتَةٍ] ”ابن ابی لیلیٰ نے معاذ بن جبل اور صاحب اذان عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے نہیں سنا' اس لیے یہ درست نہیں کہ غیر ثابت روایت کو ثابت شدہ احادیث کے مقابلے میں قابل حجت مانا جائے۔“(صحيح ابن خزيمة:١/٢٠٠)

❁ اسی طرح امام ابن خزیمہ نے محمد بن یحییٰ کے حوالے سے بھی نقل فرمایا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ نے ابن زید کو نہیں پایا۔“(صحيح ابن خزيمة:١/١٩٨)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَالْحَدِيثُ مَعَ الْإِخْتِلَافِ فِي إِسْنَادِهٖ مُرْسَلٌ' لِأَنَّ

عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلٰى لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذًا وَّ لَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ] ''اسنادی اختلاف کے ساتھ ساتھ یہ روایت مرسل بھی ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی کی معاذ بن جبل سے ملاقات ہوئی ہے نہ عبداللہ بن زید سے۔'' (السنن الکبرٰی للبیھقي:۱/۴۲۱)

بہر حال عبداللہ بن زید کی یہ روایت منقطع ہے اور زیر بحث مسئلے میں احتجاج و استدلال کی صلاحیت سے عاری ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَقَالَ الْحَاكِمُ وَ الْبَيْهَقِيُّ: اَلرِّوَايَاتُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فِي هٰذَا الْبَابِ كُلُّهَا مُنْقَطِعَةٌ] ''امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اذان و اقامت کے دو دو کلمات کے بارے میں عبداللہ بن زید سے منقول تمام روایات منقطع ہیں۔'' (التلخیص الحبیر:۱/۳۵۵)

چھٹی دلیل: چھٹی دلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ یہ روایت سنن ابی داود میں یزید بن ہارون، عن المسعودی، عن عمرو بن مرہ، عن ابن ابی لیلٰی، عن معاذ بن جبل کے طریق سے مروی ہے۔ (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۵۰۷)

① یہ طویل روایت ہے، اس میں قصہ اذان بھی ہے۔ اس کے آغاز میں اللہ اکبر صرف دو مرتبہ ہے جبکہ دیگر صحیح ترین روایات میں تربیع (اللہ اکبر چار مرتبہ) ہے۔

② یہ روایت منقطع ہے کیونکہ ابن ابی لیلٰی کا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ گزشتہ بحث میں قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

③ اس کی سند میں مسعودی ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے۔ یہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ائمۂ کبار نے انھیں مختلط قرار دیا ہے۔ ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثقہ تھے لیکن آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے۔ (تھذیب التھذیب:۶/۱۶۱) دیگر ائمۂ جرح و تعدیل کے اقوال بھی سابق الذکر مرجع میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

④ ان سے روایت کرنے والے یزید بن ہارون ہیں اور یہ وہ ہیں جنھوں نے مسعودی سے بعد از اختلاط روایات لی ہیں۔ ایسی مرویات محدثین کے ہاں ناقابل حجت ہوتی ہیں جب تک کہ کوئی مستند متابعت یا شواہد نہ ہوں۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر فرماتے ہیں: [كَانَ ثِقَةً فَلَمَّا كَانَ بِآخِرِهِ

اِخْتَلَطَ، سَمِعَ مِنْهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَحَادِيثَ مُخْتَلِطَةً] ''ثقہ تھے لیکن آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے۔عبدالرحمٰن بن مہدی اور یزید بن ہارون نے ان سے بعداز اختلاط سنا ہے۔'' (الكواكب النيرات' ص:۲۸۸)

اس تصریح سے بالیقین معلوم ہوا کہ مذکورہ سند نا قابل حجت ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَدُوقٌ، اِخْتَلَطَ قَبْلَ مَوْتِهِ] ''صدوق ہیں لیکن قبل از موت اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔'' (تقريب التهذيب:۱/۴۸۷)

الحاصل: منفرد ہونے کی صورت میں ان کی اختلاط کے بعد کی روایات ضعیف قرار پاتی ہیں۔

⑤ یہ روایت دیگران اصح روایات کے مخالف ومعارض بھی ہے جن میں اکہری اقامت کا ذکر ہے۔اس لحاظ سے یہ روایت منکر قرار پاتی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کے عدم ثبوت ہی کو راجح قرار دیا ہے' وہ فرماتے ہیں: [وَقَالَ الْأَعْمَشُ، وَالْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ...... وَلَا يَثْبُتُ] (سنن الدارقطني:۱/۲۴۳) یعنی اعمش اور مسعودی کے طرق سے منقول مذکورہ روایت بطور خاص نا قابل حجت ہے۔بہرحال ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے منقول سند ومتن میں شدید اختلاف واقع ہوا ہے۔ہاں' عمرو بن مرہ سے روایت لینے میں شعبہ مسعودی کی متابعت کرتے ہیں جیسا کہ سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۵۰۶ میں ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قُلْتُ : وَ هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ وَ رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ، لٰكِنَّ الْمَسْعُودِيَّ...... كَانَ قَدِ اخْتَلَطَ لٰكِنْ قَدْ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ وَلٰكِنْ خَالَفَهُ فِي إِسْنَادِهِ وَمَتْنِهِ......] ''یہ سند ضعیف ہے۔اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں لیکن مسعودی اختلاط کا شکار ہو گیا تھا' اگرچہ عمرو بن مرہ سے شعبہ ان کی متابعت کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس کی سند اور متن میں مخالفت کی ہے۔'' (صحيح سنن أبي داود (مفصل)' حديث:۵۲۴)

اعمش عن عمرو بن مرہ کے متعلق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جو اپنی سنن میں ذکر فرمایا ہے اور اس طریق کو غیر ثابت کہا ہے' وہ مسند احمد : (۵/۲۳۲) میں ہے۔اس کی سند یوں ہے: أبوبكر بن عياش' عن

الأعمش، عن عمرو بن مرة، عن عبدالرحمن بن أبي ليلى، عن معاذ بن جبل. اس سند کا انقطاع واضح ہے کیونکہ یہاں ابن ابی لیلیٰ براہِ راست معاذ بن جبل سے بیان کر رہے ہیں۔

الغرض! اگرچہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شعبہ کی متابعت اور طحاوی اور ابن ابی شیبہ کی روایت کی وجہ سے، جس کی وضاحت آئندہ سطور میں آ رہی ہے، اس کے کچھ متن کو قابل حجت قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود ابن ابی لیلیٰ اور معاذ بن جبل کے مابین انقطاع برقرار ہے، اس لیے یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسنادی اختلاف اور طرق کی حیثیت جاننے کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (صحیح سنن أبي داود (مفصل): ۲/ ۴۳۰-۴۳۳، والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۳۶/ ۳۵۵، و التلخيص الحبير: ۱/ ۳۵۳)

ساتویں دلیل: مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں: ''طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان کے ساتھ اقامت بھی سکھائی گئی تھی اور وہ بھی اذان کی طرح تشفیع (دوہرے کلمات) پر مشتمل تھی اس سلسلے میں سب سے زیادہ صریح اور صحیح روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے۔'' (درس ترمذی: ۱/ ۴۵۹)

مولانا موصوف نے یہ پوری روایت نقل کی ہے۔ ہم اسی طرح یہ روایت اصل مراجع سے نقل کرتے ہیں: [أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: نَاوَكِيعٌ، قَالَ: نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ عَلٰى جِذْمَةِ حَائِطٍ فَأَذَّنَ مَثْنٰى وَ أَقَامَ مَثْنٰى وَ قَعَدَ قَعْدَةً قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ بِلَالٌ، فَقَامَ، فَأَذَّنَ مَثْنٰى وَ أَقَامَ مَثْنٰى وَ قَعَدَ قَعْدَةً] ''عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بیان فرمایا ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا ایک آدمی دیوار کے اوپر کھڑا ہے اور اس پر دو سبز چادریں ہیں، اس نے اذان اور اقامت دو دو کلمات سے کہی، پھر وہ بیٹھ گیا۔ راوی نے کہا: چنانچہ جب بلال نے یہ سنا تو وہ کھڑے ہوئے اور انھوں

نے بھی اذان اور اقامت دو دو کلمات سے کہی اور پھر بیٹھ گئے۔'' (المصنف لابن أبي شيبة:۱/۲۳۱' وشرح معاني الآثار:۱/۱۳۴' والسنن الكبرٰى للبيهقي:۱/۴۲۰) اس حدیث سے اذان کی طرح دوہری اقامت کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

جواب: یہاں چند باتیں قابل توجہ واصلاح ہیں۔ اولاً: مولانا تقی عثمانی صاحب کا یہ فرمانا محل نظر ہے کہ طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان کے ساتھ اقامت بھی سکھائی گئی تھی اور وہ بھی اذان کی طرح تشفیع پر مشتمل تھی' کیونکہ حقیقت اس طرح ہے کہ عبداللہ بن زید کی متعدد روایات نہیں بلکہ یہ روایت متعدد اسانید وطرق سے مروی ہے۔ ان اسانید ومتون میں اضطراب واختلاف ہے جیسا کہ آغاز میں وضاحت کے ساتھ یہ بات گزر چکی ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ خَلَطُوا فِي أَسَانِيدِهِمُ الَّتِي رَوَوْهَا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فِي تَثْنِيَةِ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ جَمِيعًا] ''انھوں نے عبداللہ بن زید سے اذان اور دوہری اقامت کے متعلق جو اسانید روایت کی ہیں ان میں معاملہ خلط ملط کر دیا ہے۔'' (صحيح ابن خزيمة:۱/۱۹۷)

مولانا صاحب نے اس اسنادی اختلاف کو تعدد روایات پر محمول کیا ہے جبکہ یہ بات قابل اصلاح تھی۔

ثانیاً: ان تمام متعدد روایات میں صرف تشفیع (دوہری) اقامت ہی نہیں بلکہ عبداللہ بن زید کی اصح ترین روایت میں ایتار (اکہری) اقامت منقول ہے جیسا کہ آغاز میں ائمہ کی تصریحات نقل کی گئی ہیں۔ بطور حوالہ درج ذیل کتب کی مراجعت فرمالی جائے تو بہتر ہوگا۔ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۴۹۹' وجامع الترمذي' الصلاة' حديث:۱۸۹' ومسند الإمام أحمد:۴/۴۳' وصحيح ابن خزيمة: ۱/۱۹۰' والسنن الكبرٰى للبيهقي:۱/۳۹۰' وسنن الدارقطني: ۱/۵۳۲' طبع دارالمعرفة)

ثالثاً: طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کے بقول ''متعدد روایات'' سے عبداللہ بن زید سے جو تشفیع (دوہری) اقامت منقول ہے' سوائے اس مذکورہ طریق کے باقی تمام طرق مرسل یا منقطع ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

① بواسطۂ غندر عن شعبة عن عروة بن مرة عن ابن أبي ليلىٰ قال حدثنا أصحابنا. اس طریق میں أصحابنا کا تعین نہیں ہے۔ اصحاب تابعین بھی ہو سکتے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی

اگرچہ یہاں دوسرا احتمال قوی ہے۔

② بواسطہ حصين عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلى عن النبيﷺ. یہ طریق مرسل ومنقطع ہے کیونکہ یہ تابعی ہیں اور براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کررہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: (المصنف لابن أبي شيبة: ۱/۲۳۲)

③ مصنف ابن ابی شیبہ میں بایں سند یہ روایت ہے: [عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ ...يَشْفَعُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ] (المصنف لابن أبي شيبة: ۱/۲۳۴)

اس سند میں دو علتیں ہیں: ① ابن ابی لیلیٰ سے مراد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں۔ یہ سخت سیئ الحفظ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [صَدُوقٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ جِدًّا] ''صدوق ہیں لیکن انتہائی سوءِ حفظ کا شکار تھے۔'' (تقريب التهذيب، ص: ۸۷۱) ② عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور عبداللہ بن زید کے مابین انقطاع ہے۔ دریں حالت یہ روایت مرسل ہے اور راجح موقف کے مطابق بوجہ انقطاع، مرسل روایت ائمہ محدثین کے ہاں ناقابل حجت ہوتی ہے۔

یہ ہیں مصنف ابن ابی شیبہ کی ''متعدد روایات'' جن کا مولانا تقی عثمانی صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ مذکورہ تفصیل سے ان کی اسنادی حیثیت بھی واضح ہوگئی ہے۔

اب ذرا شرح طحاوی کی ''متعدد روایات'' کا بھی مختصراً جائزہ لے لیا جائے تاکہ ان تعدد روایات کی حقیقت بھی بخوبی عیاں ہوجائے۔

یہ حدیث شرح معانی الآثار میں ابن ابی لیلیٰ سے تین طرق سے مروی ہے دیکھیے: (شرح معاني الآثار، باب الإقامة كيف هي؟: ۱/۱۳۳، ۱۳۴)

پہلا طریق: عن الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلى، أن عبدالله ابن زيد...... اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے اور یہ معروف مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسين لابن حجر، ص: ۶۷)

احناف کے ہاں بھی مدلس کی مُعَنْعَن یا مُؤَنَّن (عن یا أَنَّ سے بیان کردہ) روایات ضعیف ہوتی ہیں۔

تدلیس کے ساتھ ساتھ اس میں انقطاع بھی ہے۔محدثین رحمہم اللہ نے اس روایت کو مرسل قرار دیا ہے جیسا کہ اس سے متعلقہ بحث میں گزر چکا ہے کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کا عبداللہ بن زید سے سماع ولقا (ملاقات) ثابت نہیں ہے۔

دوسرا طریق: [يحيى بن يحيى النيسابوري قال: حدثنا وكيع عن الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلى قال أخبرني أصحاب محمد ﷺ أن عبدالله بن زيد الأنصاري......] (یہ طریق مصنف ابن ابی شیبہ:۱/۲۳۱ کے حوالے سے گزرا ہے۔)

اس سند میں بھی اگر چہ اعمش ہیں لیکن عمرو بن مرہ سے شعبہ ان کی متابعت کرتے ہیں جیسا کہ سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۵۰۶ اور المصنف لابن أبي شيبة:۱/۲۳۲ وغیرہ میں ہے' لہٰذا تدلیس کا خدشہ ٹل جاتا ہے۔دوسرا' اس بات کا تعین بھی ہو گیا کہ أصحَابنا سے ابن ابی لیلیٰ کی مراد أصحاب محمد رضی اللہ عنہم ہیں۔اور یہ قطعی بات ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی تقریباً ایک صد بیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ہے۔الغرض اس طرح علت انقطاع وارسال بھی مرتفع ہو جاتی ہے اور ائمۂ فن حدیث و رجال کے ہاں یہ طریق موصول قرار پاتا ہے جیسا کہ اس کی قدرے تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

بہر حال مولانا تقی عثمانی صاحب کی رائے یا عبداللہ بن زید کی حدیث کے حوالے سے ان کی مذکورہ تحقیق مع الاحترام انتہائی مفلوج ہے۔انھیں تشفیع اقامت کے متعلق علی الاطلاق یہ بات عبداللہ بن زید کی طرف منسوب نہیں کرنی چاہیے تھی اور نہ یہ کہنا چاہیے تھا کہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ صریح اور صحیح روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کیونکہ عبداللہ بن زید سے اصح طور پر علی الاطلاق جو روایت منقول ہے اور جس کی اصحیت کا کچھ ذکر ائمۂ کبار کے کلام کی روشنی میں بالاختصار گزر چکا ہے' وہ ایتارِ (اکہری) اقامت کے متعلق ہے نہ کہ تشفیع (دوہری) اقامت کے۔

مولانا موصوف اگر یوں فرماتے کہ ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے منقول متعدد طرق واسانید میں ابن ابی شیبہ وغیرہ کا یہ طریق سب سے زیادہ صریح اور صحیح ہے تو یہ بات درست ہوتی۔بہر حال صرف یہی ایک طریق بوجۂ متابعت اسنادی اعتبار سے درجۂ صحت کو پہنچتا ہے اگر چہ اسے بھی بعض دیگر محققین نے اسنادی اختلاف واضطراب کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔اس کے علاوہ نبیٔ اکرم ﷺ کی کسی صحیح مرفوع

حدیث میں دوہری اقامت کا تذکرہ موجود ہے نہ اصولاً یہ بات درجہ ثبوت وقبول کو پہنچتی ہے۔

❁ علامہ زیلعی ابن دقیق العید کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: [قَالَ: فِي الْإِمَامِ: وَهٰذَا رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ، وَ هُوَ مُتَّصِلٌ عَلٰى مَذْهَبِ الْجَمَاعَةِ فِي عَدَالَةِ الصَّحَابَةِ] ''الامام میں ابن دقیق العید فرماتے ہیں: اس حدیث کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ عدالت صحابہ کے حوالے سے ایک جماعت کے مذہب کی روشنی میں یہ متصل ہے۔'' (نصب الراية: ۱/ ۲٦۷)

❁ علامہ ابن ترکمانی حنفی نے بھی ابن حزم کے حوالے سے اس طریق کی صحت نقل فرمائی ہے اور اسے قابل حجت قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقي: ۱/ ۴۲۱)

❁ محدث العصر شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: [إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ...... وَ قَدْ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ وَ ابْنُ التُّرْكَمَانِيِّ] ''شیخین کی شرط کے مطابق اس کی سند صحیح ہے، اسے ابن حزم، ابن دقیق العید اور ابن ترکمانی نے صحیح قرار دیا ہے۔'' (صحيح سنن أبي داود (مفصل): ۲/ ۴۲٦) مزید تفصیل کے لیے شیخ احمد شاکر کی شرح ترمذی: (۱/ ۳۷۱، حدیث: ۱۹۴) بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔

فن حدیث و رجال کی روشنی میں انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے، اس لیے دیگر اصحاب العلم کا اس مذکورہ طریق کو بھی اختلاف طرق واسانید کے پیش نظر ضعیف قرار دینا محل نظر ہے۔ بنابریں اس حدیث کی روشنی میں اگر کبھی کبھار دوہری اقامت پر بھی عمل کر لیا جائے تو جائز ہے۔ والله أعلم.

تیسرا طریق: یہ سند فہد کے واسطے سے ہے جو امام طحاوی رحمہ اللہ کے استاد ہیں۔ دیکھیے: (شرح معاني الآثار: ۱/ ۱۳۴) یہ طریق فہد کی وجہ سے مخدوش ہے۔ ان کا نام فہد بن سلیمان النحاس ہے۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: [كَتَبْتُ فَوَائِدَهُ وَلَمْ يُقْضَ لَنَا السَّمَاعُ مِنْهُ] ''میں نے ان کے فوائد لکھے ہیں لیکن ان سے سماع مقدر میں نہ تھا۔'' (الجرح و التعديل: ۷/ ۸۹)

امام ابن القطان فاسی فرماتے ہیں: [لَمْ تَثْبُتْ عَدَالَتُهُ حَتّٰى يُحْتَمَلَ لَهُ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ وَ إِنْ كَانَ مَشْهُورًا] ''ان کی عدالت ثابت نہیں ہے حتی کہ ان کے تفردات میں انھیں قابل حجت سمجھا جائے، اگرچہ یہ مشہور ہیں۔'' (بيان الوهم و الإيهام: ۳/ ۵۷۱، رقم: ۱۳۵۸)

اس سند میں علی بن معبد سے روایت کرنے والے فہد منفرد ہیں، گویا بجائے خود یہ طریق بھی مجروح ہے۔
آٹھویں دلیل: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: [عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً] ''نبی اکرم ﷺ نے مجھے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔'' (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۵، و درس ترمذي: ۱/۴۶۰)

جواب: اولاً: تثنیۂ اقامت کے اثبات میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو پیش کرنا ہمارے نزدیک سینہ زوری ہے۔ وہ اس طرح کہ اسی روایت میں دوہری اذان کا بھی ذکر ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دوہری اذان کی مشروعیت کے قائل نہیں۔ غور فرمایئے! حدیث ایک ہی ہے جس میں دوہری اذان اور دوہری اقامت دونوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں مذکور دوہری اذان کے تو امام صاحب سرے سے قائل ہی نہیں جبکہ اسی حدیث سے دوہری اقامت کو اصحاب الرائے اپنے تقلیدی مذہب اور مفاد کی خاطر بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ.

ثانیاً: علامہ طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے اقامت کے باب میں حنفیہ کے موقف کے اثبات کی خاطر کم وبیش تین چار اسانید سے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی دوہری اقامت کی روایت نقل کی ہے، یہ باور کرانے کے لیے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ دوہری اقامت ہی کہا کرتے تھے اور انھیں یہی سکھائی گئی تھی۔ ہمیں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی دوہری اقامت سے قطعاً کوئی انکار ہے نہ فرار لیکن ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی اسانید سے زیر بحث مسئلے میں صرف ان کے تثنیۂ اقامت ہی کا ذکر کیا ہے جبکہ عین انھی اسانید سے منقول ان کی دوہری اذان کا یہاں ذکر نہیں فرمایا۔ ظن غالب یہ ہے کہ انھوں نے بغرض اختصار ایسے کیا ہوگا کیونکہ جب انھوں نے یہی روایت اذان کے باب میں ذکر کی ہے تو وہاں ترجیع کا ذکر موجود ہے۔ دیکھیے: (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۰) لیکن ترجیع کی ان روایات کے بعد اسے سنت سمجھ کر قبول نہیں کیا بلکہ انھوں نے دیگر دلائل سے معارضہ کر کے ترجیع کی نفی کی ہے۔ دیکھیے: (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۲)

ثالثاً: انھی اسانید سے صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں یہ حدیث ترجیع (دوہری اذان) کے ساتھ مفصل طور پر منقول ہے۔

① صحیح مسلم میں اس حدیث کی سند عامر الاحول کے واسطے سے مکحول پر ہل جاتی ہے اور اس میں یہ وضاحت

ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں بھی اذان سکھائی ہے اور وہ ترجیع کے ساتھ ہے۔ (صحيح مسلم، الصلاة، حديث:٣٧٩)

② سنن ابوداود میں اس روایت کی سند ایک واسطے سے عفان، سعید بن عامر اور حجاج سے جا ملتی ہے۔ اس میں ہے: [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً] ”بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔“ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٠٢) یعنی اس میں ترجیع کا ذکر ہے۔ شرح معانی الآثار: (١/١٣٤) میں صرف دوہری اقامت کا ذکر ہے جبکہ ابوداود میں ایک واسطے سے علامہ طحاوی رحمہ اللہ کے شیخ ابوعاصم پر سند مل جاتی ہے، باقی سلسلۂ رجال وہی ہے۔ اس میں ترجیع کا ذکر ہے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٠١)

③ جامع ترمذی میں بھی سند ایک واسطے سے عفان پر جا ملتی ہے اور باقی تمام سلسلۂ رجال وہی ہے جو شرح معانی الآثار میں ہے اور یہاں بھی یہ صراحت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے، یعنی صرف اقامت ہی کا ذکر نہیں، ملاحظہ فرمایئے: (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:١٩٢)

④ سنن نسائی میں بھی دو طریق سے، یعنی ہمام سے دو واسطوں سے اور حجاج سے ایک واسطے سے سند ملتی ہے، باقی وہی سلسلہ ہے جو شرح معانی الآثار میں ہے۔ لیکن یہاں دونوں طریقوں میں ترجیع اور دوہری اقامت کا ذکر ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي، الأذان، حديث:٦٣١-٦٣٤)

⑤ سنن ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ابوعاصم پر سند ملتی ہے۔ یہاں بھی تثنیۂ اقامت سے قبل ترجیع کا ذکر موجود ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، الأذان، حديث:٧٠٨، و صحيح ابن خزيمة، حديث:٣٧٧) مزید دیکھیے: (سنن الدارقطني:١/٥٢٠ عن همام به)

اس سلسلۂ اسناد کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مولانا تقی عثمانی سمیت دیگر حاملین فقہ حنفی اس حقیقت سے باخبر ہوں...... اور یقیناً یہ فضلاء باخبر ہوں گے...... کہ ان کی پیش کردہ مذکورہ حدیث ان کی نہیں بلکہ ہماری دلیل بنتی ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ترجیع کے قائل ہی نہیں جبکہ ہم بحمد اللہ تعالیٰ اس

سنتِ ترجیع اور تثنیہ ٔ اقامت دونوں کے قائل ہیں۔ محدث جلیل امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ اگر اذان دوہری ہو تو اقامت بھی دوہری ہو اور اگر اذان بلا ترجیع ہو تو اقامت بھی اکہری ہونی چاہیے جیسا کہ صحیح احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن خزیمۃ:۱/۱۹۴' وفتح الباري:۲/۸۴) اس طرح نہیں کہ حدیث کا ایک حصہ لے لیا اور دوسرا ترک کر دیا۔

* دعوائے نسخ اور اس کی حقیقت: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض احناف نے (حدیث انس' جس میں اکہری اقامت کا ذکر ہے' کے) نسخ کا دعویٰ کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ آغاز میں ایتارِ اقامت کا حکم تھا' پھر ابومحذورہ کی حدیث سے منسوخ ہو گیا' یعنی ابومحذورہ کی وہ روایت جو اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور اس میں دوہری اقامت کا ذکر ہے۔ اور یہ حدیثِ انس سے متأخر ہے' لہٰذا حدیث انس کی ناسخ ہو گی۔ لیکن ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابومحذورہ ہی کی حدیث کے بعض حسن طرق میں تربیع تکبیر اور ترجیع کا بھی ذکر ہے' لہٰذا انھیں اس ترجیع کا بھی لازمی طور پر قائل ہونا پڑے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث ابومحذورہ کی وجہ سے مدعیانِ نسخ کی تردید فرمائی ہے اور انھوں نے اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ نبی ٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ واپس تشریف لے گئے تھے اور آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت ہی پر برقرار رکھا اور یہی اذان و اقامت سعد القرظ کو سکھائی اور انھوں نے ان (بلال رضی اللہ عنہ) کے بعد اسی طرح اذان دی جیسا کہ سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم میں صراحت ہے۔ (فتح الباري: ۲/۸۴) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (نصب الرایۃ:۱/۲۷۳) نسخ کے قول کو امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ دیکھیے: (نصب الرایۃ:۱/۲۷۳) جہاں تک ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے آغاز میں تکبیر (اللہ اکبر کہنے) کا مسئلہ ہے' آیا چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے یا صرف دو مرتبہ؟ تو اس بارے میں عرض ہے کہ صرف دو مرتبہ کا بھی ذکر ملتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے جبکہ دیگر تمام مفصل طرق اور اسانید سے مروی حدیث میں اللہ اکبر چار مرتبہ ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ مسئلہ ٔ ترجیع اذان میں یہ بحث آئے گی۔ جبکہ ترجیع تو بحمد اللہ مذکورہ تمام طرق میں موجود ہے۔

رابعاً: اگر اکہری اقامت کے نسخ کی بات ہے تو ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے برعکس دعویٰ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دوہری اقامت کا حکم متقدم ہے اور اکہری کا متأخر۔ دلیل کے طور پر عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

کی روایت پیش کرتے ہیں' اس میں صراحت ہے: [قَالَ (ابْنُ أَبِي لَيْلٰى): حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ ...... فَقَامَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ مَثْنٰى وَ أَقَامَ مَثْنٰى] یہ روایت مع تحقیق وتخریج گزر چکی ہے۔ مزید دیکھیے: (المحلی لابن حزم: ۳/۱۵۷)

وہ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا إِسْنَادٌ فِي غَايَةِ الصِّحَّةِ مِنْ إِسْنَادِ الْكُوفِيِّينَ' فَصَحَّ أَنَّ تَثْنِيَةَ الْإِقَامَةِ قَدْ نُسِخَتْ' وَ أَنَّهُ هُوَ كَانَ أَوَّلَ الْأَمْرِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلٰى أَخَذَ عَنْ مِائَةٍ وَّ عِشْرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ أَدْرَكَ بِلَالًا وَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما' فَلَاحَ بُطْلَانُ قَوْلِهِمْ بِيَقِينٍ] ''یہ سند کوفیوں کی سند کی نسبت صحت کے انتہائی درجے پر فائز ہے' تو درست ٹھہرا کہ تثنیۂ اقامت (دوہری اقامت) یقیناً منسوخ ہوگئی' بلاشبہ آغاز میں ایسے ہی تھا۔ اورعبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ایک صد بیس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذ کیا ہے۔ بلال اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی پایا ہے' لہٰذا ان کے قول کا بطلان بالیقین ظاہر ہوگیا۔'' (المحلی لابن حزم: ۳/ ۱۵۸)

فرمایئے! اب کیا خیال ہے؟ ابن حزم رحمہ اللہ تو سرے سے دوہری اقامت کے قائل ہی نہیں بلکہ اس قول کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ الغرض بلانص صریح یا قطعی تاریخی تعیین کے بغیر سرسری دلائل ہی سے نسخ کا دعویٰ یقیناً ناقابل قبول ہوتا ہے۔ اب کیا ابن حزم کے اس دعوائے نسخ کو قبول فرمالیں گے؟

خامساً: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے جیسے دوہری اقامت مروی ہے' اکثر اور اصح طرق میں اسی طرح ہے جیسا کہ قدرے تفصیل سے اس پر بحث ہوچکی ہے' ویسے ہی ان سے اوران کی آل اولاد سے اکہری اقامت بھی منقول ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حسن سند سے نقل فرمایا ہے کہ ابراہیم بن عبدالعزیز بن عبدالملک بن ابومحذورہ فرماتے ہیں: [أَدْرَكْتُ جَدِّي وَ أَبِي وَ أَهْلِي يُقِيمُونَ فَيَقُولُونَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ' اللّٰهُ أَكْبَرُ' أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ' أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ' حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ' قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ' قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ' اَللّٰهُ أَكْبَرُ' اَللّٰهُ أَكْبَرُ' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ''میں نے اپنے باپ دادا اور اہل کو اس طرح اقامت کہتے ہوئے پایا ہے اور پھر اکہری تکبیر ذکر فرمائی۔'' (سنن الدارقطني: ۱/ ۵۱۹)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے بذات خود ابراہیم بن عبدالعزیز کو اکہری اقامت کہتے ہوئے

سنا ہے۔ دیکھیے: (کتاب الأم، حدیث:۱۳۷، و السنن الکبریٰ للبیھقي:۱/۳۹۳، ومعرفة السنن والآثار، حدیث: ۲۵۷۵، ونصب الرایة:۱/۲۷۳)

التاریخ الکبیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: [إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ أَبُوإِسْمَاعِيلَ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَالْمَلِكِ، سَمِعَ أَبَا مَحْذُورَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالإِقَامَةَ مَرَّةً مَرَّةً سَمِعَ مِنْهُ الْحُمَيْدِيُّ وَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ] ''ابراہیم بن عبدالعزیز نے اپنے جدِامجد عبدالملک سے سنا ہے اور عبدالملک نے ابومحذورہ سے یہ سنا ہے کہ بے شک نبیٔ اکرم ﷺ نے انھیں اذان کے دو دو کلمات اور اقامت کا ایک ایک کلمہ سکھایا، ان سے حمیدی اور عبداللہ بن عبدالوہاب نے سنا ہے۔'' (التاریخ الکبیر:۱/۳۰۴)

لیجیے سید المحدثین امام بخاری نے بھی مستند طور پر ثابت کر دیا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ابومحذورہ کو تثنیۂ اذان اور اکہری تکبیر کی بھی تلقین فرمائی تھی، گویا ان سے اکہری تکبیر کا بھی اثبات ہوا، لہٰذا مولانا تقی عثمانی اور دیگر فضلاء کی ابومحذورہ کی پیش کردہ دوہری اقامت کی دلیل کارگر ثابت نہ ہوئی۔ مزید دیکھیے: (سنن الدارقطني:۱/۵۲۳) حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ] ''نبی ﷺ نے ابومحذورہ کو حکم دیا کہ وہ اذان دو دو اور اقامت ایک ایک کلمے کے ساتھ کہیں۔'' صاحب نصب الرایہ نے یہاں سکوت فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: (نصب الرایة: ۱/۲۷۳) یعنی اگر ان کے سامنے کوئی قابل نقد بات ہوتی تو ضرور ذکر فرماتے۔ واللّٰہ أعلم.

سادساً: بالفرض اگر ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی کسی طریق میں صرف دوہری اقامت کا ذکر ہو، اس کے ساتھ دوہری اذان کا ذکر نہ ہو تو بھی اصولی طور پر دیگر ثقات کے اضافے کو مدنظر رکھا جائے گا۔ چونکہ دیگر مفصل روایات میں دوہری اذان کا بھی ذکر ہے، اس لیے ابومحذورہ کی روایت سے مکمل استدلال اسی صورت میں درست ہوسکتا ہے جب ان کی ترجیع والی اذان بھی تسلیم کی جائے۔

نویں دلیل: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [كَانَ ثَوْبَانُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُقِيمُ مَثْنٰى] ''ثوبان رضی اللہ عنہ اذان اور تکبیر دو دو کلمات کے ساتھ کہا کرتے تھے۔'' (شرح معاني الآثار:۱/۱۳۶)

جواب: یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کا ثوبان سے سماع ہے نہ ملاقات۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إبراهيم النَّخعِيُّ لَم يَلْقَ أَحدًا مِّنْ أَصحَابِ النَّبِيِّ ﷺ] ''ابراہیم نخعی کی نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔'' (علل الحديث و معرفة الرجال، ص:۷۵) یہ قول ابن ابی حاتم نے بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: (كتاب المراسيل، رقم:۱۹)

❁ امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: [إِنَّ إِبْرَاهِيمَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ وَهُوَ صَغِيرٌ وَّلَمْ يَسْمَعْ مِنْهَا شَيْئًا] ''ابراہیم جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو چھوٹے بچے تھے اور ان سے کچھ بھی نہیں سنا۔'' (كتاب المراسيل، رقم:۲۲)

❁ امام ابو حاتم ان کے متعلق فرماتے ہیں: [لَمْ يَلْقَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا عَائِشَةَ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهَا شَيْئًا فَإِنَّهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهُوَ صَغِيرٌ، وَ أَدْرَكَ أَنَسًا وَّلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ] ''ابراہیم نخعی کی سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی اور صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی اور ان سے انھیں شرف سماع نصیب نہیں ہوا کیونکہ جب وہ ان کے پاس آئے تھے تو چھوٹے سے بچے تھے۔ ہاں انس رضی اللہ عنہ کو پایا ہے لیکن ان سے سماع نہیں کیا۔'' (كتاب المراسيل، رقم ۲۱)

❁ امام عجلی فرماتے ہیں: [إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَدْرَكَ مِنْهُمْ جَمَاعَةً وَ رَأَى عَائِشَةَ رُؤْيًا] ''ابراہیم بن یزید نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی سے حدیث بیان نہیں کی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت کو انھوں نے پایا ہے اور حضرت عائشہ کو صرف دیکھا ہے۔'' (تاريخ الثقات رقم:۴۵)

❁ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لایا گیا تھا۔ (كتاب المراسيل، رقم:۲۰)

❁ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ رَأَى زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَغَيْرَهُ وَلَمْ يَصِحَّ لَهُ سَمَاعٌ مِّنْ صَحَابِيٍّ] ''انھوں نے زید بن ارقم وغیرہ کو دیکھا ہے لیکن کسی صحابی سے ان کا سماع ثابت نہیں۔'' (ميزان الاعتدال:۱/۷۴، ۷۵)

الجرح والتعديل: (۲/۱۸) میں بھی ان کے حالات موجود ہیں، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (تهذيب التهذيب:۱/۱۵۵)

المختصر مذکورہ اثر ضعیف ہونے کی وجہ سے اس سے دوہری اقامت کا استدلال بھی ضعیف ہوگا۔

دسویں دلیل: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دوہری اقامت کہا کرتے تھے۔ یہ اثر إبراهيم بن إسماعيل بن مجمع عن عبيد مولى سلمة بن الأكوع کے واسطے سے منقول ہے۔ (معاني الآثار:١/١٣٦)

جواب: اولاً: پہلے موقوف اثر کی طرح یہ بھی موقوف ہی ہے اور موقوف مرفوع حدیث کا معارض نہیں بن سکتا۔ ثانیاً: اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل نامی راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

- امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کثیر الوہم قرار دیا ہے۔ (التاريخ الكبير:١/٢٧١)
- امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [يُكْتَبُ حَدِيثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ] ''اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔'' مزید فرماتے ہیں: ''کثیر الوہم اور غیر قوی ہے۔'' (الجرح والتعديل:٢/٨٤)
- امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابونعیم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی حدیث دو پیسوں کے مساوی بھی نہیں ہے۔ (الجرح والتعديل:٢/٨٤)
- امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اسے ضعیف اور ایک دفعہ [لَيْسَ بِشَيْءٍ] ''وہ کچھ بھی نہیں'' کہا ہے۔ (الجرح والتعديل:٢/٨٤، وكتاب المجروحين لابن حبان:١/٩٩)
- امام ابن حبان اس کے بارے میں فرماتے ہیں: [كَانَ يُقَلِّبُ الْأَسَانِيدَ وَ يَرْفَعُ الْمَرَاسِيلَ] ''وہ سندوں کو الٹ پلٹ کر دیتا اور مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا۔'' (كتاب المجروحين: ١/ ٩٩)
- امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (الكامل:١/٢٣٣)
- امام دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ (الضعفاء والمتروكون، رقم:٣٠، مزید دیکھیے: الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي، رقم:٢٨، والضعفاء الكبير للعقيلي:١/٤٣، وميزان الاعتدال:١/١٩)

الحاصل! ائمۂ فن اور محدثین کی مذکورہ تصریحات کی روشنی میں چونکہ یہ راوی ضعیف ہے، اس لیے اس کی نقل کردہ روایت بھی ناقابل حجت ہوگی، لہٰذا اس سے دوہری اقامت کا استدلال باطل ہے۔

گیارہویں دلیل: گیارہوں دلیل مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے، یہ اثر مع

سند یوں ہے:[حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَحْيٰى عَنِ الْهَجَنَّعِ بْنِ قَيْسٍ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَقُولُ: اَلْأَذَانُ مَثْنٰى وَ الْإِقَامَةُ وَ أَتٰى عَلٰى مُؤَذِّنٍ يُقِيمُ مَرَّةً مَرَّةً فَقَالَ: أَلَّا جَعَلْتَهَا مَثْنٰى؟ لَا أُمَّ لِلْآخَرِ] ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اذان اور اقامت کے کلمات دو دو ہیں۔ ایک دفعہ آپ ایک مؤذن کے پاس آئے جو اکہری اقامت کہہ رہا تھا تو اس سے فرمایا: تو نے دوہری تکبیر کیوں نہ کہی تیری ماں نہ رہے۔'' (مصنف ابن أبي شيبة' باب من كان يشفع الإقامة.....'۲/۱۰ طبع جديد' مكتبة الرشد)

ملحوظہ: بعض نسخوں میں مذکورہ سند میں خرابی واقع ہوئی ہے:

① ہشیم عن عبدالرحمٰن کی بجائے ہشیم بن عبدالرحمٰن بن یحیٰی واقع ہوا ہے لیکن اصل میں یہ ہشیم عن عبدالرحمٰن ہے۔

② دوسرے عن الربیع بن قیس اور بعض نسخوں میں هجيع بن قيس ہے' جبکہ درست هجنع بن قيس ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ (التاريخ الكبير:۸/۲۵۶) نیز ابن ابی حاتم نے بھی هجنع ہی تحریر فرمایا ہے۔ (الجرح و التعديل:۹/۱۲۲)

لسان الميزان میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ميزان الاعتدال میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی هجنع ہی لکھا ہے۔ (لسان الميزان:۶/۲۵۲' ميزان الاعتدال:۴/۲۹۳) جبکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے المغني في الضعفاء میں الهجيع (تصغیر کے ساتھ) ہی رہنے دیا ہے۔ (المغني في الضعفاء:۲/۴۷۶)

مكتبة الرشد کی مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ کے محققین فرماتے ہیں: [في (م) "الهجيع" وفي (ط' س): "العجيع" و كلاهما خطأ] ''نسخہ (م) میں هجيع اور نسخہ (ط' س) میں العجيع ہے اور یہ دونوں لفظ غلط ہیں۔'' دیکھیے: (تعليق على المصنف لابن أبي شيبة:۲/۱۰)

جواب: اولاً: اس اثر کی سند میں ہشیم بن بشیر سلمی ابومعاویہ ہیں۔ یہ راوی کثیر التدلیس ہیں۔ علامہ عجلی فرماتے ہیں: [ثِقَةٌ وَّ كَانَ يُدَلِّسُ] ''ثقہ ہیں لیکن تدلیس کیا کرتے تھے۔'' (تاريخ الثقات' رقم:۱۷۴۵)

۞ امام ابن سعد فرماتے ہیں: [كَانَ ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ ثَبْتًا يُدَلِّسُ كَثِيرًا' فَمَا قَالَ فِي

حَدِيثِهِ: أَخْبَرَنَا، فَهُوَ حُجَّةٌ، وَمَالَمْ يَقُلْ فِيهِ: أَخْبَرَنَا، فَلَيْسَ بِشَيْئٍ] ''ابومعاویہ ہشیم بن بشیر ثقہ کثیر الحدیث اور ثبت تھے لیکن بہت زیادہ تدلیس کیا کرتے تھے لہٰذا اپنی جس حدیث میں أخبرنا کہیں تو وہ حجت ہوگی اور جس میں أخبرنا نہ کہا ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔'' (طبقات ابن سعد: ۳۱۳/۷)

❀ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [كَانَ مَذْهَبُهُ جَوَازَ التَّدْلِيسِ بِعَنْ] ''ان کا موقف تھا کہ عن کے ساتھ تدلیس کرنا جائز ہے۔'' (میزان الاعتدال: ۳۰۷/۴)

❀ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: [ثِقَةٌ ثَبْتٌ، كَثِيرُ التَّدْلِيسِ وَالْإِرْسَالِ الْخَفِيِّ] ''ثقہ اور ثبت تھے لیکن کثیر التدلیس تھے اور ارسال خفی بھی بہت کرتے تھے۔'' (تقریب التهذيب: ۱۹۴۳)

طبقات المدلسین (ص: ۵۱) میں فرماتے ہیں: [مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ مَعَ ثِقَتِهِ] ''اپنی ثقاہت کے باوجود تدلیس میں معروف تھے۔''

ثانیاً: اس کی سند میں هجنع بن قيس متکلم فیہ ہے۔ مذکورہ مصادر میں بعض ائمہ نے ان کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الغرض! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ان دو بنیادی علتوں کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے اس لیے اس سے دوہری اقامت کا استدلال درست نہیں، پھر یہ کون سی مرفوع روایت ہے کہ جسے لازماً قابل عمل سمجھا جائے یا تعارض کی صورت میں جمع و تطبیق کی کوشش کی جائے۔ یہ موقوف اثر بالفرض اگر سنداً صحیح بھی ہوتا، تب بھی مرفوع روایات کا معارض نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ ہیں وہ چیدہ بنیادی دلائل جن کی بنیاد پر اہل تقلید دوہری اقامت اور اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مذکورہ تمام دلائل تحقیقی جائزے میں ناقابل اعتبار ہیں جیسا کہ ائمۂ فن حدیث و رجال کی تصریحات کی روشنی میں یہ گزر چکا ہے۔ ان تمام اسانید وطرق اور روایات میں صرف عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا وہ طریق جو مصنف ابن ابی شیبہ اور شرح معانی الآثار میں حدثني أصحاب محمد ﷺ کی تصریح سے منقول ہے، قابل حجت ہے اگرچہ اس کی سند میں اعمش مدلس ہیں لیکن ابوداود کے طریق میں امام شعبہ ان کی متابعت کرتے ہیں۔

اس ایک طریق سے دوہری اقامت کا جواز نکلتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ کی صحیح ترین روایات منقول ہیں جن میں ایتار اقامت (اکہری تکبیر) ہی کا بیان ہے' پھر یہ زیادہ بھی ہیں' نیز ان سے ایتار اقامت کے دوام کا مفہوم بھی مترشح ہوتا ہے۔ خصوصاً عبداللہ بن زید بن عبدربہ والی وہ روایت جو آغاز بحث میں گزری ہے' صریح اور اپنے مدعا میں واضح ترین ہے۔ اس میں بھی اکہری اقامت ہی کا ذکر ہے' لہٰذا اگر کسی موقع پر اکہری اذان کے ساتھ دوہری اقامت کہہ دی جائے تو یہ درست ہے لیکن اکہری اقامت کو منسوخ یا متروک قرار دے کر دوہری اقامت کو مستحب اور افضل قرار دینا یقیناً دلائل کی روشنی میں مردود اور اس کا اثبات مشکل ہے' نیز یہ دعویٰ کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان دیا کرتے اور دوہری اقامت کہا کرتے تھے' بلا دلیل ہے' اس لیے کہ جن طرق واسانید یا روایات میں دوہری اقامت کا ذکر ہے' بجائے خود وہ ضعیف اور غیر معتبر ہیں' لہٰذا علامہ طحاوی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا درست نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور تکبیر کے دو دو کلمات کہا کرتے تھے اور اس سے حدیث انس کے مضمون کی نفی ہوتی ہے۔ (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۴)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَدْ ذَكَرْنَا مَالَا يَخْتَلِفُ فِيهِ اثْنَانِ مِنْ أَهْلِ النَّقْلِ: أَنَّ بِلَالًا رضي الله عنه لَمْ يُؤَذِّنْ قَطُّ لِأَحَدٍ بَعْدَ مَوْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً بِالشَّامِ، وَلَمْ يُتِمَّ أَذَانَهُ فِيهَا......] ''ہم نے وہ کچھ ذکر کر دیا ہے جس میں اہل نقل میں سے کوئی دو بھی اختلاف نہیں کرتے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی ایک کے لیے بھی' کبھی اذان نہیں دی سوائے ایک دفعہ کے اور وہ بھی شام میں' لیکن وہ اس وقت بھی اپنی اذان مکمل نہ کر پائے تھے۔''
(المحلی لابن حزم: ۳/۱۵۲)

معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کا مذکورہ دعویٰ ضعف روایات کی وجہ سے ضعیف ہے' نیز مولانا تقی عثمانی صاحب کا درس ترمذی: (۱/۴۵۸-۴۶۰) میں دوہری اقامت پر زور دینا اور یہ باور کرانا کہ مسلک احناف راجح اور دوہری اقامت ہی مستحب ہے' یہ سب مرجوح و مردود ہے اور ان کے ذکر کردہ دلائل حنفیہ ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں' سوائے ایک دلیل کے' جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہوا۔ اسی طرح مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ کا یہ فرمانا کہ دوہری اقامت کے متعلق بھی بہت زیادہ احادیث آتی ہیں' مذکورہ معروضات کی روشنی

میں درست نہیں۔شاید انھوں نے اس کثرت کے متعلق حسن ظن سے کام لیا ہے ورنہ ان کی اصل حقیقت تو سابقہ اوراق میں واضح کی جا چکی ہے۔دیکھیے :(فتاوی الدین الخالص:۳/۲۳۴)

بہرحال افضل یہ ہے کہ اگر اذان دوہری ہو تو تکبیر بھی دوہری وگرنہ اکہری تکبیر ہی مستحب ہے۔ بلادِ ہند وغیرہ میں احناف کا بالالتزام مروجہ طریقۂ اقامت صحیح اور مستحب تو کجا صریح اور مضبوط دلائل کی روشنی میں مسنون بھی نہیں ٹھہرتا۔واللہ أعلم. وما علینا إلا البلاغ.

* **ترجیع والی اذان و اقامت :** عہد نبوی میں اذان کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ اذان دیتے وقت شہادتین کے کلمات (أشهد أن لا إله إلا الله اور أشهد أن محمدا رسول الله) پہلے پست آواز میں اور پھر دوبارہ بلند آواز سے کہے جاتے تھے۔شہادتین کے اس تکرار کی وجہ سے اسے اذان ترجیع یا دوہری اذان کہا جاتا ہے۔یہ اذان مسنون ہے۔نبیِ اکرم ﷺ نے بذات خود ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان کا یہ طریقہ سکھایا۔اس کے انیس کلمات ہوتے ہیں اور تکبیر کے سترہ۔جبکہ نبیِ اکرم ﷺ کی موجودگی میں ساری عمر بلال رضی اللہ عنہ نے بلا ترجیع اذان دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ترجیع (دوہری اذان) بھی مسنون اور قابل عمل ہے لیکن چونکہ آپ ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے اذان بلال پر عمل ہوتا رہا ہے اس لیے اسے اس حیثیت سے وجہ ترجیح حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم نے اذان بلال کے متعلق جو فرمایا ہے وہ تشفیع اذان (کلمات اذان دو دو دفعہ) اور ایتار اقامت (اکہری اقامت) ہی ہے۔جبکہ یہ حقیقت واضح ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مرویات نبیِ اکرم ﷺ کی آخری عمر کی ہیں اس لیے ان مرویات کے بارے میں نسخ کا گمان یقیناً کمزور ہی ہوگا۔ہاں جس روایت کے متعلق دلیل سے اور قطعیت کے ساتھ نسخ کا ثبوت مل جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا۔

دوہری اذان کا تعلق صرف فجر یا عشاء ہی کے ساتھ نہیں بلکہ پانچوں نمازوں کے لیے اذان ترجیع دی جا سکتی ہے جس طرح کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اسی طریقۂ اذان پر کاربند رہے۔الغرض اذان کا یہ طریقہ منسوخ ہے نہ بالکل متروک بلکہ مسنون ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[وَقَالَ أَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ: إِثْبَاتُ التَّرْجِيعِ وَحَذْفُهُ كِلَاهُمَا سُنَّةٌ] ”احمد اور اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: (اذان میں) ترجیع اور عدم ترجیع دونوں طریقے ہی مسنون

ہیں۔‘‘(المجموع:۳/۱۰۲)

طرفین میں افراط وتفریط ہے‘ جبکہ یہاں حق بین بین ہے۔ نہ سرے سے دوہری اذان کا انکار اور اس کی سنیت سے فرار درست ہے جیسا کہ احناف کا معتبر اور مفتی بہ قول ہے اور نہ اکہری اذان سے فرار اور ترجیع کا اثبات وترجیح‘ جیسا کہ شوافع کا موقف ہے بلکہ اذان کے دونوں طریقے ہی مسنون ہیں جیسا کہ امام احمد واسحاق رحمہما اللہ کے حوالے سے گزرا ہے اور جس پر عاملین بالحدیث عمل پیرا ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[وَذَهَبَ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ وَ الطَّبَرِيُّ وَ دَاوُدُ إِلَى التَّخْيِيرِ فِي الْفِعْلَيْنِ، عَلَى أَصْلِهِمْ فِي الْأَحَادِيثِ إِذَا صَحَّتْ وَ اخْتَلَفَتْ وَ لَمْ يُعْرَفِ الْمُتَأَخِّرُ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ أَنَّهَا لِلتَّوْسِعَةِ وَالتَّخْيِيرِ] ’’اہل حدیث‘ یعنی احمد‘ اسحاق‘ طبری اور امام داود رحمہم اللہ ترجیع اور عدم ترجیع دونوں میں اختیار کا موقف رکھتے ہیں کیونکہ جب احادیث صحیح ہوں اور باہم ان میں اختلاف ہو اور متقدم ومتاخر کی معرفت بھی حاصل نہ ہو تو اس صورت میں ان کا یہی اصول ہے کہ ایسی احادیث میں وسعت اور اختیار ہوتا ہے۔‘‘(إکمال المعلم:۲/۲۴۵‘ وفتح الباري: ۲/۸۴‘ حدیث:۶۰۷)

شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[وَلِلْأَذَانِ طُرُقٌ: أَصَحُّهَا طَرِيقَةُ بِلَالٍ رضی اللہ عنہ، فَكَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ الرَّسُولِ ﷺ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ طَرِيقَةُ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَلَّمَهُ النَّبِيُّ ﷺ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّعِنْدِي أَنَّهَا كَأَحْرُفِ الْقُرْآنِ، كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ] ’’اور اذان کے کچھ طریقے ہیں: صحیح ترین بلال رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔ عہد نبوی میں دو دو کلمات کے ساتھ اذان اور ایک ایک کلمے کے ساتھ اقامت ہوتی تھی‘ سوائے قد قامت الصلاۃ کے (کہ اسے دو مرتبہ دوہرایا جاتا۔) دوسرا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے انھیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے اور میرے نزدیک ان کی حیثیت قرآنی حروف (قراءات) کی مانند ہے‘ سب ہی شافی اور کافی ہیں‘ یعنی دونوں طرح اذان دینا مسنون اور درست ہے۔‘‘(حجة الله البالغة: ۱/۵۹۳‘۵۹۴)

* دوہری اذان و اقامت کے دلائل : پہلی حدیث: سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً] ''رسول اللہ ﷺ نے انھیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث:٣٧٩، و سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٥٠٢ واللفظ له)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَّ دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ لِّمَذْهَبِ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرْجِيعَ فِي الْأَذَانِ ثَابِتٌ مَّشْرُوعٌ وَّهُوَ الْعَوْدُ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ مَرَّتَيْنِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بَعْدَ قَوْلِهِمَا مَرَّتَيْنِ بِخَفْضِ الصَّوْتِ، وَقَالَ أَبُوحَنِيفَةَ وَالْكُوفِيُّونَ: لَا يُشْرَعُ التَّرْجِيعُ عَمَلًا بِحَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَرْجِيعٌ، وَحُجَّةُ الْجُمْهُورِ هٰذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ، وَالزِّيَادَةُ مُقَدَّمَةٌ مَعَ أَنَّ حَدِيثَ أَبِي مَحْذُورَةَ هٰذَا مُتَأَخِّرٌ عَنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، فَإِنَّ حَدِيثَ أَبِي مَحْذُورَةَ سَنَةَ ثَمَانٍ مِّنَ الْهِجْرَةِ بَعْدَ حُنَيْنٍ، وَحَدِيثَ ابْنِ زَيْدٍ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ وَانْضَمَّ إِلَى هٰذَا كُلِّهِ عَمَلُ أَهْلِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَسَائِرِ الْأَمْصَارِ] ''اس حدیث میں امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور علماء کے موقف کی واضح حجت و دلالت ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے۔ ترجیع سے مراد شہادتین کو پہلے دو بار پست آواز میں کہہ کر دوبارہ دو دفعہ بلند آواز سے دہرانا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور کوفیوں کا قول ہے کہ ترجیع (دوہری اذان) مشروع و مسنون نہیں۔ ان کا عمل عبداللہ بن زید کی حدیث پر ہے اور اس میں ترجیع نہیں ہے اور جمہور کی دلیل یہ صحیح حدیث ہے۔ اور زیادتی (اضافہ) مقدم ہوتی ہے، پھر ابومحذورہ کی حدیث عبداللہ بن زید کی حدیث سے متاخر بھی ہے کیونکہ ابومحذورہ کی حدیث، واقعۂ حنین کے بعد سن ۸ ہجری کی ہے اور عبداللہ بن زید کی حدیث آغاز کی ہے۔ اس سب کے ساتھ ساتھ اہل مکہ، مدینہ اور باقی تمام شہروں کے لوگوں کا عمل بھی اس کا مؤید ہے۔'' (شرح صحيح مسلم للنووي: ٤/١٠٧، ١٠٨)

اور المجموع شرح المهذب: ٣/١٠٢ میں فرماتے ہیں: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو چار وجوہ سے حدیث عبداللہ بن زید پر فوقیت حاصل ہے: ① یہ متاخر ہے۔ ② حدیث ابومحذورہ میں اضافہ ہے

اور ثقہ کا اضافہ قبول ہوتا ہے۔ ③ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے بذات خود اذان سکھائی ہے۔
④ اہل حرمین کا عمل بھی ترجیع کا ہے۔ حدیث ابومحذورہ کی شرح میں علامہ صنعانی فرماتے ہیں: [فَهٰذَا هُوَ التَّرْجِيعُ الَّذِي ذَهَبَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّهُ مَشْرُوعٌ لِّهٰذَا الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَهُوَ زِيَادَةٌ عَلَى حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، وَزِيَادَةُ الْعَدْلِ مَقْبُولَةٌ] ”یہ وہی ترجیع ہے جس کی مشروعیت کے اس صحیح حدیث کی بنا پر جمہور علماء قائل ہیں۔ یہ حدیث عبداللہ بن زید کی حدیث پر اضافہ ہے اور عادل راوی کا اضافہ قابل قبول ہوتا ہے۔ (سبل السلام: ۳۶۲/۱، مع تعليق الألباني)

دوسری حدیث: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلتَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ] ”اللہ کے رسول ﷺ نے خود مجھے اذان سکھائی ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہو! اَللّٰہ أكبر اَللّٰه أكبر، اَللّٰه أكبر اَللّٰه أكبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، (آپ ﷺ نے فرمایا:) پھر دوبارہ یہی کلمات کہو اور اپنی آواز کو بلند کرو: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، اَللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه] (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۳، وسنن النسائي، الأذان، حديث: ۶۳۳، و سنن ابن ماجه، الأذان، حديث: ۷۰۸) ابوداود وغیرہ میں یہ الفاظ بھی ہیں: [أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا] ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے اذان کا ایک ایک حرف سکھایا ہے۔“ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۴، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: ۱۹۱) معلوم ہوا نبی اکرم ﷺ نے انھیں بڑے اہتمام سے دوہری اذان سکھائی تھی۔

تیسری حدیث: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: [عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ] ”مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجیے۔“ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۰)
یہ الفاظ مسئلۂ ترجیع میں فیصلہ کن ہیں کیونکہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے طریقۂ اذان سیکھنے کی درخواست کی تھی جس کے جواب میں آپ ﷺ نے انھیں دوہری اذان واقامت کی تعلیم دی۔

ملحوظہ: صحیح مسلم کی روایت میں اللہ اکبر‘اللہ اکبر صرف دومرتبہ مروی ہے جبکہ اس کے علاوہ دیگر کتب سنن میں اذان ابومحذورہ کے آغاز میں یہ الفاظ چار مرتبہ منقول ہیں۔ بعض نے اسے رواۃ کا تصرف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مسلم کی اس روایت میں اختصار ہے جبکہ دیگر راویوں کی روایات مفصل ہیں‘ اس لیے ان کا نقل کردہ اضافہ قبول کرنا ضروری ہے‘ بنابریں مشروع طریقہ یہی ہے کہ ترجیع والی اذان کے آغاز میں بھی تربیع تکبیر ہی کا اہتمام کیا جائے۔

قاضی عیاض کی تحقیق کے مطابق اکثر نسخوں میں دودفعہ ہی تکبیر منقول ہے اور وہ فرماتے ہیں: [وَ وَقَعَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْفَارِسِيِّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ] ”فارسی کے بعض طرق میں چار دفعہ کلمات تکبیر منقول ہیں۔“ (إكمال المعلم: ۲/۲۴۴)

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی ان کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے‘ نیز انھوں نے فرمایا ہے کہ چار دفعہ کلمات تکبیر کا اضافہ ثقات کا اضافہ ہے‘ اس لیے اسے قبول کرنا لازمی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي: ۴/۱۰۷) جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق مسلم کی روایت میں دودفعہ کلمات تکبیر کا ذکر شاذ ہے۔ فتح الباری میں علامہ ابن القطان کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے‘ وہ فرماتے ہیں: [اَلصَّحِيحُ فِي هٰذَا تَرْبِيعُ التَّكْبِيرِ، وَ بِهِ يَصِحُّ كَوْنُ الْأَذَانِ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً] ”اس میں درست تربیع تکبیر ہی ہے کیونکہ انیس کلمات اذان اسی طرح پورے ہوں گے۔“ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
(صحیح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: ۲/۴۱۸، حدیث: ۵۱۷)

ہمارے خیال میں اگر دودفعہ کلمات تکبیر کو شاذ نہ بھی قرار دیا جائے‘ تب بھی زیادتی ثقہ کے اصول کے مطابق تربیع تکبیر ہی لازم ٹھہرتی ہے کیونکہ اس طرح دونوں روایات معمول بہ رہتی ہیں اور تضاد بھی رفع ہوجاتا ہے۔ واللہ أعلم.

مذکورہ دلائل کی روشنی میں دوہری اذان مسنون ومشروع قرار پاتی ہے اگرچہ اس پر کبھی کبھار عمل ہو‘ لیکن سرے سے اسے منسوخ کہنا یا اس کی عدم مشروعیت کا ڈھنڈورا پیٹنا یقیناً مرجوح اور ناقابل التفات موقف ہے۔

عدم سنیت یا اس کی عدم مشروعیت کے قائلین کے کچھ اشکالات یا اعتراضات ہیں جن کا ازالہ

بھی لازمی ہے' اس لیے مندرجہ ذیل سطور میں ان کا بالاختصار جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ مسئلے کی حقیقت علی وجہ البصیرت ابھر کر سامنے آ جائے۔ و باللّٰہ التوفیق.

* دوہری اذان کی عدم مشروعیت کے متعلق چند علمائے احناف کی تصریحات: ❁ علامہ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا الَّذِي وَصَفْنَا وَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ نَّفْيِ التَّرْجِيعِ' قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَ أَبِي يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٍ] ''دوہری اذان کی نفی کے بارے میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ امام ابوحنیفہ' ابویوسف اور محمد کا قول ہے۔'' (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۲)

❁ صاحب ہدایۃ المبتدی نے بھی عدم سنیت ومشروعیت کا موقف اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ] ''اذان میں ترجیع نہیں ہے۔'' اس کی شرح میں صاحب ہدایہ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بایں الفاظ تاثر قائم کیا ہے: [وَكَانَ مَارَوَاهُ تَعْلِيمًا' فَظَنَّهُ تَرْجِيعًا] ''ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے جو طریقۂ اذان روایت کیا ہے' یہ بطور تعلیم تھا (کہ توحید و رسالت کا یقین ان کے اندر جا گزیں ہو جائے' اس لیے شہادتین کے کلمات دوہرائے گئے) لیکن انھوں نے اسے ترجیع سمجھ لیا۔'' (الهداية: ۱/۴۴) صحابی کے بارے میں صاحب ہدایہ کی یہ رائے سوئے ظن پر مبنی ہے۔ اس قسم کے احتمالات کے بیان اور توجیہات سے گریز کرنا چاہیے۔ اس قسم کی تاویلات و توجیہات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمنان سنت اور منکرین حدیث ذخیرۂ احادیث کو نشانہ بناتے ہیں اور اس سے صحابہ کی عدالت مجروح ہوتی ہے۔ بہرحال یہ ایک جسارت ہے۔ اس سے باز رہنا چاہیے۔

❁ صاحب قدوری بھی (ص:۲۱ پر) [وَلَا تَرْجِيعَ فِيهِ] سے دوہری اذان کی عدم مشروعیت کا فیصلہ سناتے ہیں جس پر صاحب تنقیح نے بھی موافقت کی مہر ثبت کر دی ہے۔

❁ صدر الشریعہ نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ (النقاية: ۱/۲۰۳)

❁ صاحب تنویر الابصار بھی فرماتے ہیں: [وَلَا تَرْجِيعَ] کہ اذان میں ترجیع مشروع نہیں ہے جبکہ شارح تنویر الابصار نے اس مسنون عمل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ مزید یہ کہ صاحب ردالمحتار نے بھی انھی کی موافقت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: (ردالمحتار: ۱/۳۸۶' ۳۸۷)

❁ صاحب کنز الدقائق فرماتے ہیں: [سَنَّ لِلْفَرَائِضِ بِلَا تَرْجِيعٍ] کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اذان

فرض نمازوں کے لیے ''بلاترجیع'' ہی مسنون قرار دی ہے۔

❁ صاحب البحرالرائق ''بلاترجیع'' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:[وَأَبُومَحْذُورَةَ رَجَّعَ بِأَمْرِهِ ﷺ كَمَا كَانَ عَادَتُهُ فِي تَعْلِيمِ أَصْحَابِهِ، لَا لِأَنَّهُ سُنَّةٌ] ''ابومحذورہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کے حکم سے شہادتین کو دوہرایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کو تعلیم دینے میں یہ عادت تھی، اس لیے نہیں کہ یہ سنت ہے۔'' (البحرالرائق شرح كنز الدقائق:۱/ ۵۰۷)

یہ ہیں کبار علمائے احناف کی تصریحات۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دوہری اذان کے متعلق ان کے خیالات کیا ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ان کے اہم دلائل یا اشکالات واعتراضات کا ذکر اور تجزیہ ہوگا تاکہ زیر بحث مسئلے کی حقیقت عیاں ہو جائے۔

✵ **دوہری اذان کے بارے میں اشکالات واعتراضات:** ① علامہ طحاوی حنفی خلاصتاً فرماتے ہیں: [فَاحْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ التَّرْجِيعُ الَّذِي حَكَاهُ أَبُومَحْذُورَةَ إِنَّمَا كَانَ لِأَنَّ أَبَامَحْذُورَةَ لَمْ يَمُدَّ بِذٰلِكَ صَوْتَهُ عَلٰى مَا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِرْجِعْ وَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ هٰكَذَا اللَّفْظُ فِي الْحَدِيثِ] ''احتمال ہے کہ وہ ترجیع جو ابومحذورہ نے بیان کی ہے، وہ صرف اس لیے تھی کہ انھوں نے نبی ﷺ کی حسب منشا آواز بلند نہ کی تھی، اس لیے انھیں نبی ﷺ نے فرمایا: لوٹو اور اپنی آواز کو کھینچو (بلند کرو۔) حدیث میں الفاظ ایسے ہی ہیں۔'' (معاني الآثار:۱/ ۱۳۲)

جواب: صاحب تحفۃ الاحوذی: (۱/ ۴۸۷) اس کے جواب میں فرماتے ہیں: یہ تاویل مردود ہے کیونکہ ابوداود کی روایت میں الفاظ یوں ہیں: [ثُمَّ ارْجِعْ فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ] یعنی ثُمَّ کی زیادتی کے ساتھ۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۵۰۳)

گویا نبی ﷺ نے عمداً اس ترتیب کو ملحوظ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ ثُمَّ کے اندر ترتیب مع التراخی کے معنی موجود ہیں۔

علامہ سندھی رحمہ اللہ سنن ابن ماجه، الصلاة، باب الترجيع في الأذان کے تحت مذکورہ الفاظ کی شرح میں فرماتے ہیں: [هٰذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ ﷺ أَمَرَهُ بِالتَّرْجِيعِ فَسَقَطَ مَا تُوُهِّمَ أَنَّهُ كَرَّرَهُ لَهُ تَعْلِيمًا فَظَنَّهُ تَرْجِيعًا، وَقَدْ ثَبَتَ عَدَمُ التَّرْجِيعِ فِي أَذَانِ بِلَالٍ يَعْرِفُهُ مَنْ لَّهُ

مَعْرِفَةٌ بِهٰذَا الْعِلْمِ بِلَارَيْبٍ] ''یہ الفاظ اس بات میں صریح ہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں ترجیع (دوہری اذان) کا حکم دیا تھا' لہٰذا اس سے جو یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے انھیں یہ حکم بطور تعلیم دیا تھا اور انھوں نے اسے ترجیع سمجھ لیا' ساقط ہو جاتا ہے اور اذانِ بلال میں عدم ترجیع کا ثبوت ملتا ہے۔ اس علم (حدیث) کی جسے ادنیٰ معرفت بھی حاصل ہے' وہ اس بات کو بلا شک جانتا ہے۔'' آخر میں فرماتے ہیں: [فَالْوَجْهُ الْقَوْلُ بِجَوَازِ الْأَمْرَيْنِ] ''واضح مفہوم یہی ہے کہ (ترجیع اور عدم ترجیع) دونوں طرح جائز ہے۔'' (حاشية السندي على سنن ابن ماجه: ۱/۳۹۲)

دوسرا یہ احتمال اس لیے بھی باطل ہے کہ خود ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے بالضبط یہ بیان فرمایا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے انھیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے ہیں جیسا کہ ابوداود وغیرہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۵۰۲)

اسی طرح امام ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ چونکہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے' اس لیے نبیٔ اکرم ﷺ نے شہادتین کو دوہرایا تاکہ ان کے دل میں ایمان پختہ ہو جائے' وہ ان کلمات کو خوب ذہن نشین کر لیں اور پھر اپنے دیگر غیر مسلم ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین کریں۔ اسی طرح کا احتمال صاحب ہدایہ (۱/۴۴) نے بھی ذکر کیا ہے' جو مع الجواب گزشتہ بحث میں گزر چکا ہے۔

الختصر' یہ دونوں احتمال ذہنی اختراع ہیں' حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے اس طریقے سے ایک دو یا تین چار دفعہ اذان نہیں دی بلکہ تاحیات اس پر کاربند رہے۔ ان کی وفات تقریباً ۵۹ ہجری میں ہوئی۔ اس دوران میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا مکہ مکرمہ میں آنا جانا رہا لیکن کسی ایک سے بھی ترجیع کی نفی یا تردید منقول نہیں جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا طریقۂ اذان مسنون ومشروع ہے' نہ کہ یہ ابومحذورہ کے سوءِ فہم کا نتیجہ تھا۔ والعیاذ باللہ.

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں: [هٰذِهِ الْأَقْوَالُ الثَّلَاثَةُ مُتَقَارِبَةٌ فِي الْمَعْنٰى' وَ يَرُدُّهَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ' قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ] ''یہ تینوں اقوال (وتوجیہات) قریب المعنی ہیں۔ ان احتمالات کی سنن ابوداود کی اس روایت سے تردید ہوتی ہے (ابومحذورہ فرماتے ہیں:) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجیے۔'' اس روایت میں یہ بھی ہے: ''پھر تو أشهد

أن لا إله إلا الله اور أشهد أن محمدا رسول الله کہے اور ان کلمات کے ساتھ آواز کو پست رکھے پھر دوبارہ ان کلمات کو بلند آواز سے کہے۔'' تو نبی اکرم ﷺ نے اس طریقے کو اذان کا طریقہ قرار دیا ہے۔ (نصب الراية: ١/٢٦٣)

صاحب تحفۃ الأحوذی علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَلِرَدِّ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ وُجُوهٌ أُخْرٰى: مِنْهَا أَنَّ فِيهَا سُوءَ الظَّنِّ بِأَبِي مَحْذُورَةَ وَ نِسْبَةَ الْخَطَاءِ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ] ''ان اقوال کی تردید کی اور وجوہ بھی ہیں: ایک یہ ہے کہ ان اقوال سے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوءِظن اور بلا دلیل ان کی طرف خطا کی نسبت کا پہلو نکلتا ہے۔'' اور دوسرا یہ کہ ابومحذورہ مکہ میں مقیم تھے اور وہاں اذان دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی وفات ۵۹ ہجری میں ہوئی۔ اس مدت کے دوران میں جو صحابہ یا تابعین بھی مکہ میں مقیم تھے وہ آپ کی دوہری اذان سنتے رہے نیز ایام حج میں جو بھی مکہ مکرمہ آتا وہ آپ کی اذان سنتا تھا۔ یہ مقام مسلمانوں کی اجتماع گاہ ہے اس لیے اگر ابومحذورہ کی اذان غیر مشروع و مسنون ہوتی یا ان کی غلطی کا نتیجہ ہوتی تو یقیناً یہ حضرات ضرور تردید کرتے اور ابومحذورہ کی اس غلطی پر انھیں کبھی برقرار نہ رہنے دیتے۔ لیکن ابومحذورہ کی دوہری اذان پر کسی ایک صحابی یا دوسرے فرد سے اس قسم کا انکار ثابت نہیں لہٰذا اس طرح ان مذکورہ اقوال کا بطلان ظاہر ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ دوہری اذان اذان کا ایک مسنون طریقہ ہے۔

آگے فرماتے ہیں: [بَلْ ثَبَتَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ عَلٰى سُنِّيَّتِهِ عَلٰى طَرِيقِ الْحَنَفِيَّةِ فَتَفَكَّرْ] ''بلکہ احناف کے طریقے کے مطابق اس کی سنیت پر اجماع صحابہ ثابت ہو چکا ہے غور کیجیے!'' (تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي: ١/٤٨٧، ٤٨٨)

مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: [وَاسْتَمَرَّ التَّرْجِيعُ بِمَكَّةَ إِلٰى عَهْدِ الشَّافِعِيِّ وَكَانَ السَّلَفُ يَشْهَدُونَ مَوْسِمَ الْحَجِّ كُلَّ سَنَةٍ وَّلَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ فَلَا يُقَالُ بِالْكَرَاهَةِ] ''عہد شافعی تک دوہری اذان بدستور جاری رہی ہے۔ سلف رحمہم اللہ ہر سال موسم حج میں حاضر ہوتے تھے لیکن کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اس لیے اسے مکروہ نہ کہا جائے۔'' (العرف الشذي، ص:١٠٧)

صاحب مرعاۃ کے بقول دوہری اذان کے حوالے سے احناف کے متعدد اقوال ہیں: بعض اسے مکروہ

اور بعض خلافِ اولیٰ اور مباح کہتے ہیں۔ صاحب فیض الباری کا کہنا ہے کہ عندالتحقیق اختلاف صرف دوہری اذان کی افضلیت میں رہ جاتا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح:۱/۴۲۲)

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ایک جواب علامہ ابن ہمام حنفی نے بھی دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ معجم طبرانی اوسط کی حدیث میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کا ایک ایک حرف سکھایا ہے' پھر وہ بلا ترجیع اذان کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔ (المعجم الأوسط للطبراني' حديث:۱۱۰۶) امام موصوف فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں انھوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا' لہٰذا دونوں احادیث آپس میں متعارض ہوئیں اور ساقط الاعتبار قرار پائیں جبکہ ابن عمر اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایات معارض سے سالم ہیں۔ (فتح القدير بحواله تحفة الأحوذي:۱/۴۸۶)

ملا علی قاری نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: [وَفِيهِ أَنَّ عَدَمَ ذِكْرِهِ فِي حَدِيثٍ لَّا يُعَدُّ مُعَارِضًا' لِأَنَّ مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَحْفَظْ' وَالزِّيَادَةُ مِنَ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ، نَعَمْ' لَوْ صَرَّحَ بِالنَّفْيِ كَانَ مُعَارِضًا مَّعَ أَنَّ الْمُثْبَتَ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي] ''اس کی وضاحت یوں ہے کہ ایک حدیث میں ترجیع کا عدم ذکر اس کا معارض و مخالف شمار نہیں ہوگا کیونکہ جس نے یاد کیا ہے وہ اس شخص کے مقابلے میں حجت و دلیل ہے جس نے یاد نہیں رکھا اور ثقہ کی زیادتی (اضافہ) مقبول ہوتی ہے۔ ہاں' اگر وہ ترجیع کی نفی کی صراحت کرتے تو تب یہ معارض ہوتی (لیکن نفی کی صراحت موجود نہیں ہے۔) اس کے ساتھ ساتھ یہ اصول بھی ہے کہ مثبت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔'' (مرقاة المفاتيح:۲/۳۳۵)

غور فرمائیے! اصولی بات ہے: اگر ایک چیز ایک حدیث میں ذکر نہیں ہوتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ سرے سے اس کا وجود ہی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ وہ چیز کسی دوسری حدیث میں مذکور ہوتی ہے' یا کبھی حدیث میں اختصار اور کبھی اجمال ہوتا ہے تو مختصر اور مجمل حدیث کو تو بنیاد نہیں بنایا جاتا بلکہ حتی الامکان اس کی تمام تفاصیل اور دلائل کو سامنے رکھا جاتا ہے تاکہ کسی حکم کے شرعی استنباط و اثبات میں تشنگی نہ رہے اور نصوص سے علی وجہ البصیرت استدلال ہو' لہٰذا کسی چیز کے اندر نقص اور کمی کی بجائے اس کی زیادتی قابل التفات ہوتی ہے۔ اصول سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

الغرض! یہ وہ بنیادی اشکالات ہیں جو عدم ترجیع کے قائلین پیش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان

کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں' صرف قیاس آرائیاں یا کچھ احتمالات ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلّم عمل یا مسنون طریقۂ اذان کا انکار یا اس کی سنیت سے انحراف درست نہیں' مزید تسلی کے لیے تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۴۸۵-۴۸۸' حدیث: ۱۹۱ دیکھی جائے۔ صاحب تحفہ: (۱/ ۴۸۶) کی یہ بات بالکل درست ہے کہ عدم ترجیع کے قائلین نے احادیث ابومحذورہ کا جواب دینے کی سعی غیر مشکور کی ہے۔ ان کے سب جواب مخدوش ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ''عدم ترجیع کے قائلین نے ان احادیث کا جواب دیا ہے لیکن تمام جوابات مخدوش اور انتہائی کمزور ہیں اور حق یہ ہے کہ دونوں طریقے ہی مشروع ومسنون ہیں۔'' مزید دیکھیے: (مرعاۃ المفاتیح: ۱/ ۴۲۲) یہی وجہ ہے کہ بعض علمائے احناف نے بھی اذانِ ترجیع کے مسنون ہونے کا یا عدم کراہت کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ ملا علی قاری اور مولانا انور شاہ کشمیری کی تصریحات گزریں۔

* **فجر کی اذان میں اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کی مشروعیت:** فجر کی اذان میں حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کے بعد دو دفعہ [اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہنا مسنون اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے۔ یہ عہد نبوت کے بعد کی ایجاد یا پیداوار نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے یا باور کراتے ہیں۔

① **انس بن مالک** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] ''یہ سنت ہے کہ جب مؤذن اذان فجر میں حي علی الفلاح کہے تو (اس کے بعد) الصلاۃ خیر من النوم کہے۔'' (صحیح ابن خزیمۃ' حدیث: ۳۸۶' وصححہ' وسنن الدارقطني: ۱/ ۵۳۶' والسنن الکبری للبیهقي: ۱/ ۴۲۳ وقال: وهو إسناد صحیح)

شرح معانی الآثار: (۱/ ۱۳۷) میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: [كَانَ التَّثْوِيبُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ] ''صبح کی نماز (کی اذان) میں جب مؤذن حي علی الفلاح کہتا تو الصلاۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہتا۔'' (التلخیص الحبیر: ۱/ ۳۵۸. امام ابن السکن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے اسی سند سے یہ روایت شرح مشکل الآثار (۱۵/ ۳۶۵' حدیث: ۶۰۸۴) میں ان

الفاظ سے ذکر فرمائی ہے' سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [مَا كَانَ التَّثْوِيبُ إِلَّا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ] ''تثویب (اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ) صرف صبح کی نماز میں کہا جاتا' جب مؤذن حي على الفلاح کہتا تو الصلاة خير من النوم دو دفعہ کہتا۔'' (شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، لَوْلَا أَنَّهُ فِيهِ عَنْعَنَةُ هُشَيْمٍ، ثُمَّ وَجَدْتُ لَهُ مُتَابِعًا عِنْدَ الدَّارَقُطْنِيِّ (۹۰)، والبيهقي (۱/۴۲۳)، وقال: إِسْنَادٌ صَحِيحٌ] ''اس کی سند صحیح ہے اگر اس میں ہشیم کا عنعنہ نہ ہوتا' پھر میں نے سنن دار قطنی اور سنن بیہقی میں اس کا متابع پالیا اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ سند صحیح ہے۔'' (سبل السلام بتعليق الألباني: ۱/۳۵۹)

② اس کی مشروعیت کی دوسری دلیل ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طریقۂ اذان سیکھنے کی درخواست کرتے ہیں: [عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ......] ''مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیجیے۔'' تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ترجیع والی (دوہری) اذان سکھائی۔ حدیث کے آخر میں ہے: [فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] ''اگر صبح کی نماز (کے لیے اذان) ہو تو کہو: الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم (نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔) (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۰، ومسند الإمام أحمد: ۳/۴۰۸، ۴۰۹، والسنن الكبرى للبيهقي: ۱/۴۲۱، ۴۲۲)

ابوداود کے دوسرے طریق کے الفاظ یہ ہیں: [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْأُولٰى مِنَ الصُّبْحِ] ''الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم صبح کی پہلی اذان میں کہو۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۱)

صحیح ابن خزیمہ: (۱/۲۰۱) حدیث: ۳۷۵ میں [فِي الْأَوَّلِ مِنَ الصُّبْحِ] کے الفاظ ہیں۔ یہ حدیث سنن بیہقی: (۱/۴۲۳) میں بھی ہے اور صحیح ہے۔ ایک دوسری سند سے مروی الفاظ یوں ہیں: [وَكَانَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] ''ابومحذورہ رضی اللہ عنہ (اذان) فجر میں ''الصلاة خير من النوم'' کہا کرتے تھے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۰۴)

③ تیسری حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے' وہ فرماتے ہیں: [كَانَ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ بَعْدَ الْفَلَاحِ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] ''پہلی اذان میں حي على الفلاح کے بعد الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم کے الفاظ کہے جاتے تھے۔'' (شرح معاني الآثار: ۱/ ۱۳۷' ومشكل الآثار: ۱۵/ ۳۶۴' و السنن الكبرٰى للبيهقي: ۱/ ۴۲۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (التلخيص الحبير: ۱/ ۳۵۹) مشکل الآثار کے محقق شیخ شعیب نے اس کی سند قوی قرار دی ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند جید قرار دی ہے۔ (سبل السلام بتعليق الألباني: ۱/ ۳۶۰)' نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے کہ انھوں نے اپنے مؤذن کو کہا کہ جب تم فجر کی اذان میں حي على الفلاح پر پہنچو تو الصلاة خير من النوم' الصلاة خير من النوم کہو۔'' (السنن الكبرٰى للبيهقي: ۱/ ۴۲۳' و سنن الدارقطني: ۱/ ۵۳۷)

صاحب التبیان فی تخریج وتبویب احادیث بلوغ المرام نے اس کی سند قوی قرار دی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلقاً ان کا اپنا فعل نقل کیا ہے۔ (جامع الترمذي' الصلاة' حديث: ۱۹۸) اور اس میں یہ صراحت ہے کہ وہ یہ کلمات نماز فجر میں کہا کرتے تھے۔

④ چوتھی دلیل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اس میں عبداللہ بن زید کے خواب کا ذکر ہے' یہ خواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ هٰذِهِ لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ: ثُمَّ أَمَرَ بِالتَّأْذِينِ' فَكَانَ بِلَالٌ مَّوْلٰى أَبِي بَكْرٍ يُّؤَذِّنُ بِذٰلِكَ وَ يَدْعُو رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ' قَالَ : فَجَاءَهُ فَدَعَاهُ ذَاتَ غَدَاةٍ إِلَى الْفَجْرِ' فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَائِمٌ' قَالَ : فَصَرَخَ بِلَالٌ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: فَأُدْخِلَتْ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ فِي التَّأْذِينِ إِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ] ''ان شاء اللہ یہ سچا خواب ہے' پھر آپ نے اسی طریقے سے اذان دینے کا حکم فرمایا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے' یہ اذان دیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز کی طرف بلاتے۔ راوی کہتا ہے: (ایک دفعہ) بلال آئے اور آپ ﷺ کو صبح کے وقت (نماز) فجر کی طرف بلایا۔ انھیں کہا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ سوئے ہوئے ہیں۔ راوی نے کہا: تو بلال

ؓ نے بلند آواز سے الصلاۃ خیر من النوم کہا۔ سعید بن میبّب فرماتے ہیں: (اس وقت سے) یہ کلمات نمازِ فجر (کی اذان) میں داخل کر لیے گئے۔'' (مسند الإمام أحمد: ۴۲/۴، ۴۳)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں اور عن سے بیان کرتے ہیں۔ شیخ البانی ؒ اس مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں: پھر میں نے بیہقی میں بسند صحیح سعید بن میبّب سے اس کا ایک دوسرا طریق پالیا...... (امام زہری فرماتے ہیں:) تو سعید بن میبّب نے عبداللہ بن زید کا قصہ اور اس کا خواب بیان کیا یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا: پھر بلال نے اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ فرمایا' وہ اس طرح کہ جب بلال پہلی اذان دے کر رسول اللہ ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے تو انھیں کہا گیا کہ آپ ﷺ سو رہے ہیں۔

سنن بیہقی میں اس سے آگے یہ الفاظ ہیں: [فَأَذَّنَ بِلَالٌ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَأُقِرَّتْ فِي التَّأْذِينِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ] ''تو بلال نے بلند آواز سے ''الصلاۃ خیر من النوم'' کی منادی کی' لہٰذا نماز فجر کی اذان میں یہ الفاظ مقرر کر دیے گئے۔'' (السنن الكبرٰى للبيهقي: ۴۲۳/۱)

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی اذان میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے۔ یہ بدعت ہے نہ غیر مشروع جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (السیل الجرار: ۲۰۷/۱)

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں: ابن المبارک اور احمد نے جو تفسیر بیان کی ہے کہ تثویب سے مراد یہ ہے کہ مؤذن فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کہے' یہی قول صحیح ہے' اہل علم نے اسے پسند کیا ہے اور یہ ان کی رائے ہے۔'' (جامع الترمذي' الصلاة' حديث: ۱۹۸)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کلمات کا آغاز دورِ فاروقی میں ہوا۔ اس سے قبل یہ کلمات اذان فجر میں نہیں کہے جاتے تھے اور دلیل کے طور پر حسب ذیل اثر پیش کرتے ہیں:

امام مالک ؒ فرماتے ہیں کہ انھیں یہ خبر پہنچی ہے کہ مؤذن آیا اور عمر فاروق ؓ کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے لگا کیونکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو اس نے کہا: الصلاۃ خیر من النوم. عمر فاروق ؓ نے اسے حکم دیا کہ یہ کلمات صبح کی اذان میں کہا کرو۔ (الموطأ للإمام مالك: ۷۲/۱' نسخة فؤاد عبدالباقي) یہ اثر امام مالک کی بلاغات میں سے ہے۔ شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں: [وَهُوَ ضَعِيفٌ

لِإِعْضَالِهِ أَوْ إِرْسَالِهِ] ''یہ اثر معضل یا مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔'' (تحقيق هداية الرواة: ۱/۳۱۳)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بالفرض اگر یہ بات سنداً ثابت بھی ہو تو تب بھی اس کی توجیہ اور ان کا مقصد یہی ہے کہ ان کلمات کا اصل محل صبح کی اذان ہی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے' ان الفاظ کو اذان ہی میں کہا کرو جبکہ دیگر اوقات میں ان کلمات کا استعمال' خواہ کسی کو متنبہ کرنے کے لیے ہی کیوں نہ ہو' جائز نہیں' اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بطور خاص تلقین فرمائی۔ واللہ أعلم.

اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کا اصل محل: راجح بات یہ ہے کہ یہ کلمات طلوع فجر کے بعد' صبح کی اذان میں دو مرتبہ حي علی الفلاح کے بعد کہے جائیں۔ یہ جمہور علماء کا موقف ہے۔ دلائل و قرائن کی روشنی میں یہی موقف اقرب الی الصواب ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کے کلام سے بھی بظاہر اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَ إِنْ زَادَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ' اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَحَسَنٌ] ''اگر مؤذن نمازِ فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ کرے تو یہ اچھا ہے۔'' (المحلی: ۳/۱۵۰)

فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کی مشروعیت و سنّیت کا اثبات کرتے ہوئے امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ وَ أَنَسٌ رضی اللہ عنہم يُخْبِرُ أَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا كَانَ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِهِ فِي أَذَانِ الصُّبْحِ' فَثَبَتَ بِذٰلِكَ مَا ذَكَرْنَا' وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ' وَ أَبِي يُوسُفَ' وَ مُحَمَّدٍ رحمہم اللہ] ''یہ ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم خبر دیتے ہیں کہ ان کلمات کے ساتھ مؤذن صبح کی اذان دیا کرتا تھا' لہٰذا اس سے جو ہم نے مدعا ذکر کیا' ثابت ہو گیا (یعنی اس کی مشروعیت) یہ ابو حنیفہ' ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔'' (شرح معاني الآثار: ۱/۱۳۷)

شرح مشکل الآثار میں فرماتے ہیں: [فَقَدْ ثَبَتَ بِمَا قُلْنَا: وُجُوبُ اسْتِعْمَالِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' عَلٰى مَا فِي هٰذِهِ الْآثَارِ فِي أَذَانِ الصُّبْحِ] ''الصلاۃ خیر من النوم کے صبح کی اذان میں کہنے کا وجوب ثابت ہو گیا جس طرح ہم نے کہا ہے جیسا کہ ان آثار و روایات میں ہے۔''

(مشکل الآثار:۱۵/۳۶۷)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[قَدْ ذَكَرْنَا أَنَّ مَذْهَبَنَا أَنَّهُ سُنَّةٌ فِي أَذَانِ الصُّبْحِ......] ''ہم ذکر کر چکے ہیں کہ تثویب (الصلاۃ خیر من النوم) کہنا صبح کی اذان میں مسنون ہے۔'' (المجموع شرح المهذب:۳/۱۰۲)

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:[وَ يَقُولُ فِي أَذَانِ الصُّبْحِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ] ''مؤذن کو صبح کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہنا چاہیے۔'' (المغني:۱/۴۵۳)

اس قول کی شرح میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[وَهٰذَا لِأَنَّ الصُّبْحَ مَظِنَّةُ نَوْمِ النَّاسِ فِي وَقْتِهَا، فَاسْتُحِبَّ زِيَادَةُ ذٰلِكَ فِيهَا بِخِلَافِ سَائِرِ الصَّلَوَاتِ، وَسَوَاءٌ أَذَّنَ مُغَلِّسًا أَوْ مُسْفِرًا، لِأَنَّهُ مَظِنَّةٌ فِي الْجُمْلَةِ] ''یہ اس لیے کہ صبح کا وقت لوگوں کی نیند کا وقت ہوتا ہے تو (شارع علیہ السلام کی طرف سے) اس وقت ان کلمات کا اضافہ مستحب سمجھا گیا' دیگر نمازوں کے برخلاف' مؤذن خواہ اندھیرے میں اذان دے یا روشنی ہونے پر' برابر ہے کیونکہ فی الجملہ اس وقت نیند کا گمان ہوتا ہے۔'' (شرح العمدة لشيخ الإسلام:۲/۱۰۹)

امام شوکانی رحمہ اللہ ان کلمات کی مشروعیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:[أَقُولُ: قَدْ رُوِيَتْ فِيهِ أَحَادِيثُ مِنْهَا مَاهُوَ صَحِيحٌ وَمِنْهَا مَاهُوَ حَسَنٌ وَّ مِنْهَا مَاهُوَ ضَعِيفٌ فَلَاوَجْهَ لِلْقَوْلِ بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ وَّهُوَ مُخْتَصٌّ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ......] ''اس کے متعلق مختلف احادیث مروی ہیں' کچھ صحیح' کچھ حسن درجے کی اور کچھ ضعیف' اس لیے اسے بدعت کہنے کی کوئی صورت نہیں اور یہ نماز فجر کے ساتھ خاص ہے......'' (السيل الجرار:۱/ ۲۴۸)

ان ائمۂ محققین کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان الفاظ کا اصل محل نمازِ فجر کی اذان ہے۔ اس موقف کے مزید صریح دلائل ذکر کرنے سے قبل دوسرے موقف کے حاملین کا نقطۂ نظر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے نزدیک الصلاۃ خیر من النوم کا اصل محل فجر کی پہلی اذان ہے جسے عرف عام میں اذان سحری یا اذان تہجد کہا جاتا ہے۔ ان کے بقول' دوسری اذان' یعنی نماز فجر کی اذان میں' ان کلمات کا کہنا مشروع و مسنون نہیں۔ یہ موقف علامہ ابن رسلان' علامہ صنعانی اور محدث العصر شیخ ناصر الدین البانی

رحمۃ اللہ وغیرہ کا ہے۔(سبل السلام بتعليق الألباني:۱/ ۳۵۹، ۳۶۰)

* حاملین موقف ہذا کے دلائل: ① ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دوہری اذان سکھائی اور اس میں یہ وضاحت بھی موجود ہے: [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْأُولَىٰ مِنَ الصُّبْحِ] ''جب صبح کی پہلی اذان ہو تو اس وقت الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم کہنا۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۵۰۱، وسنن النسائي، الأذان، حديث: ۶۳۴) طحاوی میں ان الفاظ سے مروی ہے: [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ مِنَ الصُّبْحِ......] ''صبح کی اذان اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ کلمات سکھائے۔'' (شرح معاني الآثار:۱/ ۱۳۷، والسنن الكبرىٰ للبيهقي:۱/ ۴۲۲)

② ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا فعل بھی اذان اول ہی میں الصلاة خير من النوم کہنے کا ہے۔ فرماتے ہیں: [كُنْتُ أُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكُنْتُ أَقُولُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ الْأَوَّلِ ...... اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ......] ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اذان دیا کرتا تھا اور فجر کی پہلی اذان میں...... الصلاة خير من النوم کہتا......'' (سنن النسائي، الأذان، حديث:۶۴۸، وشرح مشكل الآثار: ۱۵/ ۳۶۳، والسنن الكبرىٰ للبيهقي:۱/ ۴۲۲)

③ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: [كَانَ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ بَعْدَ الْفَلَاحِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] (شرح معاني الآثار:۱/ ۱۳۷، وشرح مشكل الآثار: ۱۵/ ۳۶۴، والسنن الكبرىٰ للبيهقي:۱/ ۴۲۳)

امام صنعانی وغیرہ کا استدلال یہ ہے کہ ان مذکورہ روایات میں اذان اول کی قید ہے، اس لیے جو روایات مطلق، یعنی بلا قید ہیں انھیں اس تقیید پر محمول کیا جائے گا، نیز الصلاة خير من النوم کی مشروعیت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے سوئے ہوئے لوگوں کو جگایا جائے۔ ان کے بقول طلوع فجر کے بعد کی اذان میں ان کلمات کی مشروعیت نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: (سبل السلام:۱/ ۳۵۹، ۳۶۰)

④ اس موقف کی دلیل میں الصلاة خير من النوم کی مشروعیت کے تحت مندرج چوتھی حدیث کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے گزشتہ صفحات ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں محل استشہاد درج ذیل الفاظ

ہیں:[أَنَّ بِلاَلاً أَتٰی بَعْدَمَا أَذَّنَ التَّأْذِینَةَ الْأُولٰی......]

* **پہلے موقف‘ یعنی نماز فجر کی اذان میں ان کلمات کی مشروعیت کے دلائل :** بلاشبہ مطلق روایات مقید پر محمول ہوتی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مختلف طرق وروایات کی روشنی میں کسی مسئلے کی نوعیت یا اس کے درست مفہوم کا تعین ہوتا ہے۔ یہاں اسی اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ بایں طور دیکھا جائے تو مختلف روایات کے پیش نظر پتا چلتا ہے کہ الصلاۃ خیر من النوم نماز فجر کی اذان میں کہنا مسنون ہے جو عہد رسالت کے اعتبار سے صبح کی دوسری اذان ہے۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:[مَا كَانَ التَّثْوِيبُ إِلَّا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ] یہاں إِلَّا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ میں حصر ہے۔(شرح مشکل الآثار:۳۶۵/۱۵) صلاۃ الغداۃ کے حقیقی اور متبادر معنی نماز فجر کے ہیں۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:[وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ] ”آپ ﷺ صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھے آدمی کو پہچان لیتا۔“(صحیح البخاري‘ مواقیت الصلاۃ‘ حدیث:۵۴۷)

تاج العروس میں بھی صلاۃ الغداۃ کے معنی صلاۃ الصبح ہی کے دیے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ الأذان الأول سے مراد فجر کی اذان ہے‘ اسے اقامت کے مقابلے میں اول قرار دیا گیا ہے کیونکہ شریعت میں اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے‘ اس لیے کہ یہ نماز کھڑی ہونے کی اطلاع کا ذریعہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾(الأنعام۶:۵۲) ”اور آپ ان لوگوں کو مت دور کریں جو اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں۔“ سعید بن مسیّب‘ مجاہد‘ حسن اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے فرض نماز مراد ہے۔(ابن کثیر)

امام مجاہد سے یہ قول بھی منقول ہے کہ اس سے صبح اور عصر کی فرض نمازیں مراد ہیں۔(فتح القدیر: ۱۷۱/۲) جبکہ طحاوی میں یہ الفاظ ہیں:[كَانَ التَّثْوِيبُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ] ”صبح کی نماز میں الصلاۃ خیر من النوم کہا جاتا تھا۔“(شرح معاني الآثار:۱۳۷/۱)

② ان الفاظ کی مشروعیت کے حوالے سے ابومحذورہ کی روایت گزری ہے۔ اس میں ان کلمات کے

بارے میں یہ تصریح موجود ہے۔[فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبحِ]"اگر صبح کی نماز ہو (تو تب یہ کلمات کہنے ہیں۔)"(سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۵۰۰)صلاۃ الصبح "صبح کی نماز" کے متبادر معنی طلوع فجر کے بعد فرض نماز ہی کے ہیں۔اس سے بھی ان کلمات کے محل کا تعین ہوتا ہے۔

اس موقف کی تقویت کے لیے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ان مذکورہ کلمات کو پہلی اذان میں کہنے کے پابند تھے اور وہ یہ کلمات کہتے تھے جیسا کہ صراحت ہے:[وَكَانَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ] (سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۵۰۴)

سوال یہ ہے کہ آیا اس حدیث میں[فِي الْأُولىٰ مِنَ الصُّبحِ] اذانِ اول سے مراد واقعی اذانِ سحری ہے جو حقیقت میں سوئے ہوؤں کو بیدار کرنے یا قیام کرنے والوں کے لیے استراحت وغیرہ کے لیے پلٹنے کی ایک اطلاع ہوا کرتی تھی؟ یا اس سے مراد نمازِ فجر کی اذان ہے؟ جو طلوع فجر کے بعد ہوتی ہے اور اسے اذان اول' اقامت کے مقابلے میں کہا گیا ہے کیونکہ شریعت میں تکبیر کو بھی ایک لحاظ سے اذان کہا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ] "ہر دو اذانوں کے مابین نماز ہے۔" (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۶۲۴) گویا ہر اذان اور تکبیر کے درمیانی وقفے میں کم از کم دو رکعت نماز پڑھنا مشروع ہے۔

ثانیاً: کیا مکے میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ طلوع فجر سے قبل' یعنی اذان سحری دیا کرتے تھے؟ اور کیا اس حدیث [فِي الْأُولىٰ مِنَ الصُّبحِ] کے علاوہ بھی کسی دوسری صریح دلیل یا قرینے سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے؟ اگر ابومحذورہ رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیا کرتے تھے تو پھر دوسری اذان کون دیتا تھا؟ یہ کچھ اشکالات ہیں۔

جہاں تک اس کی تصریح اور دوسرے مؤذن کی تعیین کی بات ہے تو بظاہر اس کا مستند ذریعے سے اثبات مشکل ہے۔کتب سیر وفقہ میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذنوں کے حوالے سے جو ذکر ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ مدینے میں بلال بن رباح اور عمرو بن ام مکتوم اذان دیا کرتے تھے۔قباء میں سعد القرظ (جبکہ یہ سنداً ضعیف ہے) اور مکہ میں صرف ابومحذورہ ...... رضی اللہ عنہم ......

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چار مؤذن تھے' دو مدینے میں اور وہ تھے بلال بن رباح' یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی

میں سب سے پہلے اذان دی' اور دوسرے عمرو بن ام مکتوم قرشی۔ قباء میں عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام سعد القرظ اور مکہ میں ابومحذورہ اوس بن مغیرہ تھے...... رضی اللہ عنہم...... ان میں سے ترجیع والی (دوہری) اذان واقامت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ (زادالمعاد: ۱/۱۲۴ بتحقیق شعیب أرناؤط)

ممکن ہے کوئی کہے: عدمِ ذکر عدمِ وجود کو مستلزم نہیں' یعنی ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرے مؤذن کے عدمِ ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا مؤذن تھا ہی نہیں لیکن یہ بات کمزور لگتی ہے' چونکہ اذان عبادت اور اسلام کا ایک اہم شعار ہے' اس لیے اگر مکے میں طلوع فجر سے قبل ابومحذورہ رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیا کرتے یا ان کی موجودگی میں یہ اذان ہوا کرتی تھی تو ضرور منقول ہوتی اور اس کا ذکر ملتا جیسا کہ مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذنوں بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کا واضح بیان ملتا ہے' نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ خود ہی دونوں اذانیں دے لیا کرتے اور پہلی میں یہ کلمات کہہ لیتے ہوں گے لیکن پہلے احتمال کی طرح یہ بھی کمزور ہے اور احتمال برائے احتمال ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً نقل ہوتا اگرچہ سحری کی اذان کی مشروعیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

لہٰذا جب حقیقت یہ ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں حدیث میں منقول الفاظ [فِي الْأُولٰی مِنَ الصُّبْحِ یا فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ] سے طلوع فجر کے بعد والی دوسری اذان ہی مراد ہے کیونکہ مکہ میں اذان دینے کے متعلق صرف انھی کا ذکر ملتا ہے' نیز تکبیر کے مقابلے میں اذان فجر پر اذان اول کا استعمال عہد الرسول میں معروف تھا۔

مذکورہ اصطلاح یا ''اذان اول'' کے اس معنی میں استعمال کی مزید توثیق وتصدیق مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

ابواسحاق کہتے ہیں: [سَأَلْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ عَمَّا حَدَّثَتْهُ عَائِشَةُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَ يُحْيِي آخِرَهُ، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ قَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ، فَإِذَا كَانَ عِنْدَالنِّدَاءِ الْأَوَّلِ قَالَتْ: وَثَبَ...... وَلَا وَاللّٰهِ! مَا قَالَتْ: قَامَ...... فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ...... وَلَا وَاللّٰهِ! مَا قَالَتْ: اِغْتَسَلَ، وَ أَنَا أَعْلَمُ مَا تُرِيدُ...... وَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ وُضُوءَ الرَّجُلِ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ] ''میں

نے اسود بن یزید سے اُس حدیث کے متعلق پوچھا جو انھیں سیدہ عائشہ ﷞ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق بیان فرمائی ہے۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رات کے اول حصے میں سوتے اور آخری حصے میں جاگتے' پھر اگر آپ ﷺ کو اپنی اہلیہ سے کوئی حاجت ہوتی تو پوری فرما لیتے' پھر سو جاتے۔ جب پہلی اذان کا وقت ہوتا' سیدہ عائشہ ﷞ نے فرمایا: تو فوراً اٹھتے...... اللہ کی قسم! انھوں نے (صرف) یہ نہیں فرمایا کہ اٹھتے (بلکہ "فوراً اٹھتے" فرمایا)...... پھر اپنے اوپر پانی بہاتے...... اللہ کی قسم! انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ غسل فرماتے اور میں ان کی مراد کو جانتا ہوں (یعنی پانی بہانے سے مراد غسل کرنا ہی تھا۔)...... اگر آپ ﷺ جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیے وضو کرنے والے انسان کا سا وضو کر لیتے' پھر (فجر کی) دو رکعتیں (بطور سنت) ادا فرماتے۔" (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' حدیث: ۷۳۹' و مسند الإمام أحمد: ۱۰۲/۶' والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۳۳/۴۱)

سیدہ عائشہ ﷞ سے منقول دوسرے طریق کے الفاظ یہ ہیں: [فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ' وَ تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ' وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ' ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ' حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ] "جب مؤذن نمازِ فجر کی اذان سے خاموش ہوتا اور طلوع فجر واضح ہو چکی ہوتی اور مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکا ہوتا' آپ اٹھتے اور ہلکی سی دو رکعات ادا فرماتے' پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اقامت کے لیے آ جاتا۔" (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین و قصرھا' حدیث: (۱۲۲)-۷۳۶)

اسود بن یزید سے مروی مذکورہ حدیث میں اَلنِّدَاءُ الْأَوَّل کے الفاظ ہیں۔ اس اذان اول سے کون سی اذان مراد ہے؟ سیاق حدیث سے بالیقین ثابت ہوتا ہے کہ یہاں یہ اقامت کے مقابلے میں ہے۔ سیدہ عائشہ ﷞ نے اذان اول' طلوع فجر کے بعد ہونے والی اذان کو اور اذان ثانی اقامت کو قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا یہ استعمال معروف و مانوس تھا۔

بواسطہ زہری عن عروہ سیدہ عائشہ ﷞ سے یہ الفاظ مروی ہیں: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولٰى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَّسْتَبِينَ الْفَجْرُ' ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ

لِلْإِقَامَةِ] ''جب مؤذن نمازِ فجر کی پہلی اذان سے خاموش ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اٹھتے اور اچھی طرح طلوع فجر واضح ہونے کے بعد نماز فجر سے قبل دو ہلکی سی رکعتیں ادا فرماتے' پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اقامت کے لیے آ جاتا۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:٦٢٦)

اور صحیح بخاری ہی میں یہ حدیث (کتاب التهجد' باب ما یقرأ في ركعتي الفجر' حدیث:١١٧٠) میں بایں الفاظ مروی ہے: [ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ] ''پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو خفیف سی رکعتیں ادا فرماتے۔'' صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: [فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ] ''...... (حدیث:(١٢٢)-٧٣٦) سنن ابوداود میں ہے: [فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ] ''جب مؤذن نماز فجر کی پہلی اذان دے کر خاموش ہوتا۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حدیث:١٣٣٦) یعنی آپ فجر کی دو ہلکی سی سنتیں ادا فرما لیتے۔ یہ حدیث سنن نسائی (حدیث: ٦٨٦) میں بھی ہے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں بالصراحت اذان اول کا اطلاق' اقامت کے مقابلے میں' نماز فجر کی اذان پر کیا گیا ہے: [فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ] ''تو جب مؤذن نماز صبح کی پہلی اذان دے کر خاموش ہو جاتا۔'' (سنن ابن ماجه' إقامة الصلاة' حدیث:١٣٥٨)

سیدہ عائشہ ؓ نے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے قیام اللیل کے حوالے سے بیان فرمایا ہے اور اس کے ضمن میں نماز فجر کی دو سنتوں کا بھی ذکر فرما دیا۔

غور فرمائیں! اس حدیث میں سیدہ عائشہ ؓ نے نماز فجر کی اذان پر اذان اول کا اطلاق کیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ استعمال معروف و مشہور تھا۔ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں: [وَالْمُرَادُ بِالْأُولَى، الْأَذَانُ يُؤَذَّنُ بِهِ عِنْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ وَهُوَ أَوَّلُ بِاعْتِبَارِ الْإِقَامَةِ......] ''اولیٰ سے مراد وہ اذان ہے جو (طلوع فجر کے وقت) دخول وقت پر دی جاتی ہے' یہ اقامت کے اعتبار سے پہلی ہے۔'' (فتح الباري:٢/١٠٩' تحت حدیث:٦٢٦)

تابعین کے ہاں بھی اذان اول کا اطلاق بمقابلہ 'اقامت' اذان پر ہوتا تھا۔ بواسطہ عبدالرزاق' ابن جریج سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: [فَمَنْ سَمِعَ الْإِقَامَةَ فِي الْحَضَرِ

وَ لَمْ يَسْمَعِ الْأُولٰى؟ قَالَ: فَإِنْ ظَنَّ أَنَّهُ يُدْرِكُهَا فَحَقٌّ عَلَيْهِ أَنْ يَّأْتِيَهَا] ''جس نے حالت اقامت میں تکبیر سن لی اور پہلی، یعنی اذان نہ سنی (تو کیا کرے؟) انھوں نے جواب دیا: اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ نماز پالے گا تو ضرور آئے۔'' (المصنف لعبدالرزاق:۱/۵۰۰)

ان کا یہی فتویٰ (ص:۴۹٦) میں تفصیلاً مذکور ہے۔ اس میں امام عطاء فرماتے ہیں: [إِنَّمَا الْأُولٰى مِنَ الْأَذَانِ لِيُؤَذَّنَ بِهَا النَّاسُ] ''پہلی اذان صرف اس لیے ہوتی ہے کہ لوگ مطلع ہو جائیں۔'' یہاں بھی عطاء رحمہ اللہ نے اقامت کے اعتبار سے اذان کو اذان اول قرار دیا ہے۔

نعیم بن نحام فرماتے ہیں: [كُنْتُ مَعَ امْرَأَتِي فِي مِرْطِهَا فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَنَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا سَمِعْتُ قُلْتُ: لَوْقَالَ: وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ، قَالَ: فَلَمَّا قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، قَالَ: وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ] ''ایک ٹھنڈی صبح میں اپنی بیوی کے ساتھ اس کی چادر میں لیٹا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے صبح کی نماز کے لیے اذان دینا شروع کر دی۔ جب میں نے اذان سنی تو کہا: کاش یہ کلمات (بھی) کہہ دے: اور جو بیٹھا رہے اس پر کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں: جب اس نے الصلاة خير من النوم کہا تو (اس کے بعد) کہا: اور جو بیٹھا رہے اس پر کوئی حرج نہیں۔'' (السنن الكبرى للبيهقي:۱/۴۲۳، والمصنف لعبدالرزاق:۱/۵۰۱، حديث:۱۹۲٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (فتح الباري: ۲/۹۹) جبکہ امام ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں ان سے روایت کرنے والے محمد بن ابراہیم بن حارث کے ان سے عدم سماع کا گمان ظاہر کیا ہے۔ [مَا أَظُنُّهُ سَمِعَ مِنْ نُّعَيْمٍ] (الموسوعة الحديثية، مسند الإمام أحمد: ۲۹/۴۵۴) لیکن یہ حدیث مختلف طرق اور متابعات کی بنا پر صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (أنيس الساري في تخريج وتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحافظ ابن حجر في فتح الباري:۱/۴۷۰، حديث:۳۱۹) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے قوی قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (إرواء الغليل:۲/۳۴۲) جبکہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ میں نے خواہش کی کہ کاش [صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] کہہ دے، لہٰذا جب اس نے حي على الفلاح کہا تو صلوا فی رحالکم کے کلمات کہہ دیے۔

اس حدیث میں کوئی ابہام نہیں۔ اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مؤذن نے الصلاۃ خیر من النوم کے الفاظ نماز فجر کی اذان میں کہے تھے، اسی لیے نعیم بن عبداللہ نحام نے یہ خواہش کی کہ کاش مؤذن رخصت کے کلمات، یعنی [صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] کہہ دے۔ اگر یہ طلوع فجر سے پہلے کی اذان، یعنی سحری کی اذان ہوتی تو نعیم رضی اللہ عنہ قطعاً مذکورہ تمنا نہ کرتے۔

اس موقف کی مزید تائید سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے، یہ حدیث ''الصلاۃ خیر من النوم کی مشروعیت'' کے تحت حدیث:۴ میں گزر چکی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: [فَجَاءَ فَدَعَاهُ ذَاتَ غَدَاةٍ إِلَى الْفَجْرِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَائِمٌ- قَالَ: فَصَرَخَ بِلَالٌ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: فَأُدْخِلَتْ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ فِي التَّأْذِينِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ] ''تو بلال آئے اور آپ ﷺ کو صبح کے وقت (نمازِ) فجر کی طرف بلایا، انھیں کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے ہیں، راوی نے کہا: تو بلال رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے الصلاۃ خیر من النوم کہا۔ سعید بن مسیّب نے کہا: (اس وقت سے) یہ کلمات نماز فجر (کی اذان) میں داخل کر لیے گئے ہیں۔'' (مسند الإمام أحمد:۴/۴۳،۴۴)

سنن بیہقی کے دوسرے طریق میں کچھ یوں وضاحت ہے: [أَنَّ بِلَالًا أَتَى بَعْدَ مَا أَذَّنَ التَّأْذِينَةَ الْأُولَى لِيُؤْذِنَ النَّبِيَّ ﷺ بِالصَّلَاةِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَائِمٌ، فَأَذَّنَ بِلَالٌ بِأَعْلَى صَوْتِهِ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَأُقِرَّتْ فِي التَّأْذِينِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ] ''بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے، انھیں کہا گیا کہ آپ سو رہے ہیں۔ تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے الصلاۃ خیر من النوم کی منادی کی، لہٰذا نمازِ فجر کی اذان میں یہ کلمات مقرر کر دیے گئے۔'' (السنن الکبرٰی للبیهقي:۱/۴۲۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے۔ (سبل السلام بتعلیق الألباني:۱/۳۵۸)

سنن ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں: [أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُؤْذِنُهُ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقِيلَ: هُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَأُقِرَّتْ فِي تَأْذِينِ الْفَجْرِ، فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ] ''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو نمازِ فجر کی اطلاع

دینے لگے تو کہا گیا: آپ تو سو رہے ہیں' تو بلال نے الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم کہا۔ (اس وقت سے) یہ کلمات اذانِ فجر میں مقرر کر دیے گئے اور اسی پر یہ معاملہ پکا ہو گیا۔''
(سنن ابن ماجه' الأذان' حديث:۷۱۶- شیخ البانی نے صحیح ابن ماجہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ملحوظہ: حدیث میں [اَلتَّأْذِينَةَ الْأُولٰى] (پہلی اذان) سے مراد طلوعِ فجر کے بعد کی اذان ہے' اس مفہوم کی تائید مندرجہ ذیل قرائن سے ہوتی ہے اور وہ ہیں [إِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ] ''نمازِ فجر کی طرف'' جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔ دوسرا [فَأُقِرَّتْ فِي التَّأْذِينِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ] تیسرا قرینہ آخری حدیث میں ہے: [يُؤَذِّنُهُ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ] اس کے حقیقی اور متبادر معنی وہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئے' یعنی طلوعِ فجر کے بعد فرض نمازِ فجر کی اذان میں۔

نیز بخاری اور مسلم وغیرہ کی روایت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مؤذن رسول اللہ ﷺ کو طلوعِ فجر کے بعد اذان دے کر نماز کی اطلاع دینے کے لیے آتا تھا۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:۷۳۶) یہ حدیث اسی بحث میں گزر چکی ہے۔

الغرض! حدیث بلال میں ان مذکورہ کلمات کا مصداق طلوعِ فجر کے بعد کی اذان ہے' اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ کا صرف اذانِ اول اور [اَلتَّأْذِينَةَ الْأُولٰى] کے الفاظ کو بنیاد بنا کر اسے اذانِ سحری یا طلوعِ فجر سے پہلے کی اذان قرار دینا محلِ نظر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: (تمام المنة، ص:۱۴۶-۱۴۸)

* ایک اور دلیل اور اس کا جواب: صلاۃ الرسول کے محقق شیخ ابوعبدالسلام حفظہ اللہ نے بھی اپنی اس تحقیق میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ کلمات اذانِ اول' یعنی طلوعِ فجر سے قبل کی اذان میں کہے جائیں۔ اس موقف کی تائید میں مزید ایک تابعی کا اثر پیش کیا ہے۔ یہ اثر' تابعی کبیر سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کا ہے۔ اس میں ہے کہ انھوں نے اپنے مؤذن سے کہا کہ حي على الفلاح کے بعد الصلاۃ خیر من النوم کہا کرو کیونکہ یہ بلال کی اذان ہے۔

اس اثر کی نص یوں ہے: [عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ أَنَّهُ أَرْسَلَ إِلٰى مُؤَذِّنِهِ إِذَا بَلَغْتَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَقُلْ: "اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" فَإِنَّهُ أَذَانُ بِلَالٍ] (مصنف ابن أبي شيبة:۱/۲۳۶)

اس اثر کی سند کے تمام راوی ثقہ اور معروف ہیں جیسا کہ شیخ ابوعبدالسلام حفظہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔

دیکھیے: (القول المقبول' ص:۲۸۷)

وجہِ استدلال یہ ہے کہ تابعی جلیل سوید بن غفلہ رحمہ اللہ نے الصلاة خير من النوم کے اضافے سمیت اسے اذانِ بلال قرار دیا ہے اور بخاری وغیرہ کی احادیث میں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بلال رات کو اذان دیتا ہے' لہٰذا کھا پی لیا کرو۔'' [إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا......] (صحيح البخاري' الأذان' حديث:۶۱۷)

اس حدیث کی رو سے جب بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت طلوع فجر سے قبل اذان دیتے تھے تو لامحالہ الصلاة خير من النوم کے کلمات بھی وہی کہتے ہوں گے کیونکہ اسے اذان بلال قرار دیا گیا ہے' لہٰذا معلوم ہوا کہ بلال رضی اللہ عنہ یہ کلمات' اذان اول میں کہا کرتے تھے۔ یہ ہے استدلال۔ بظاہر یہ استدلال بڑا وقیع اور مضبوط لگتا ہے لیکن چند وجوہ سے کمزور اور قطعیت کا حامل نہیں۔

اولاً: اس اثر کا ہمارے موضوع سے بصراحت تعلق نہیں' وہ اس طرح کہ اس میں ان کلمات کے محل کا تعین نہیں کہ آیا وہ یہ کلمات قبل از طلوع فجر کی اذان میں کہا کرتے تھے یا بعد از طلوع فجر کیونکہ انھوں نے مختلف حالات میں اذان دی ہے' کبھی پہلی اور کبھی دوسری۔ ہاں' اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان میں یہ کلمات کہا کرتے تھے۔ یوں سمجھیے کہ اس سے ان کلمات کی مشروعیت کا اثبات ہوتا ہے نہ کہ محل کا تعین۔

ثانیاً: شیخ ابوعبدالسلام حفظہ اللہ کے انداز استدلال سے یوں لگتا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان سحری ہی دیا کرتے تھے۔ تبھی ان کا مدعا واضح ہوسکتا ہے جبکہ حقیقت میں ایسا قطعاً نہیں' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے صحیح احادیث کی روشنی میں نمازِ فجر کی اذان دینا بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

① اُنیسہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَذَّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَإِذَا أَذَّنَ بِلَالٌ فَلَا تَأْكُلُوا وَلَا تَشْرَبُوا] ''جب ابن ام مکتوم اذان دیں تو کھاؤ پیو اور جب بلال اذان دیں تو مت کھاؤ پیو۔'' (سنن النسائي' الأذان' حديث:۶۴۱' ومسند الإمام أحمد: ۴۳۳/۶' وصحيح ابن خزيمة' حديث:۴۰۴ وغیرہ)

ملحوظہ: یہ روایت بعض دیگر طرق سے بھی مروی ہے' جب خبیب بن عبدالرحمٰن سے امام شعبہ بیان

کرتے ہیں تو شک کے ساتھ روایت کرتے ہیں: [إِنَّ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ أَوْ بِلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ] جبکہ مذکورہ روایت منصور بن زاذان کے طریق سے بلا شک و تردد کے بالجزم منقول ہے۔ شک کا دارومدار شعبہ پر ہے جیسا کہ ابن حجر ؒ نے امام ابن مندہ کے حوالے سے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ (فتح الباري:۲/۱۰۲، تحت حديث:۶۲۰)

شیخ البانی ؒ کی تحقیق کے مطابق بھی امام شعبہ ہی اس روایت میں متردد ہیں۔ شیخ ؒ نے بواسطۂ منصور مروی جزم والی روایت کو ترجیح دی ہے: (إرواء الغليل: ۱/۲۳۸)

بہرحال اس روایت کی سند صحیح ہے جیسا کہ صحیح سنن نسائی وغیرہ میں شیخ ؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ مزید دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد:۴۵/۴۲۸)

الغرض! مدعا واضح ہے کہ بلال ؓ نمازِ فجر کی اذان بھی کہا کرتے تھے۔

② سیدہ عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَذَّنَ عَمْرٌو، فَكُلُوا وَ اشْرَبُوا، فَإِنَّهُ رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ، وَإِذَا أَذَّنَ بِلَالٌ، فَارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ، فَإِنَّ بِلَالًا لَّا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يُصْبِحَ] ”جب عمرو بن ام مکتوم اذان دیں تو کھاؤ پیؤ وہ نابینے شخص ہیں۔ اور جب بلال اذان دیں تو اپنے ہاتھوں کو (کھانے سے) اٹھا لو کیونکہ بلال صبح (طلوع فجر) ہونے پر ہی اذان کہتے ہیں۔“ (مسند الإمام أحمد:۶/۱۸۵، ۱۸۶، و صحيح ابن خزيمة، حديث:۴۰۶)

صحیح ابن خزیمہ کے یہ الفاظ ہیں: [فَإِنَّ بِلَالًا لَّا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَرَى الْفَجْرَ] اس کی سند جید ہے جیسا کہ ابن خزیمہ کی تحقیق میں ہے۔ دوسری سند سے عائشہ ؓ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: [إِذَا أَذَّنَ عَمْرٌو، فَإِنَّهُ ضَرِيرُ الْبَصَرِ، فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ، وَ إِذَا أَذَّنَ بِلَالٌ فَلَا يَطْعَمَنَّ أَحَدٌ] ”جب عمرو بن ام مکتوم اذان دیں (تو کھاتے رہو) کیونکہ وہ نابینے ہیں، لہٰذا وہ تمھیں دھوکے میں مبتلا نہ کریں (کہ کھانے سے رک جاؤ اور اسے طلوع فجر کی اذان سمجھ بیٹھو۔) اور جب بلال اذان دیں تو کوئی کھانا نہ کھائے۔“ اس مختلف طرق سے مروی حدیث سے بھی پتا چلا کہ بلال ؓ نمازِ فجر کی اذان بھی دیا کرتے تھے۔ (صحيح ابن خزيمة، حديث:۴۰۸- حافظ ابن حجر ؒ نے یہ حدیث فتح الباری میں بھی ذکر کی ہے۔ دیکھیے: فتح الباري: ۲/۱۰۳، تحت حديث:۶۲۰)

* **ایک اشکال اور اس کا حل:** بخاری ومسلم وغیرہ کی عام احادیث میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ طلوع فجر سے قبل، رات کی اذان، یعنی اذانِ سحری دیا کرتے تھے جو سونے والوں کو جگانے اور قیام کرنے والوں کو لوٹانے اور آرام کرنے کے لیے ہوتی تھی، جبکہ اُنیسہ وغیرہ کی احادیث میں یہ ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ اذان دیا کرتے تھے اور بلال دوسری اذان دیتے تھے۔ ابن عبدالبر وغیرہ نے اس ظاہری حدیثی اختلاف کی بنا پر ان روایات میں قلب کے وقوع کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس مسئلے میں درست روایت بلال کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا رجحان بھی آغاز میں یہی تھا اور مذکورہ روایات کو وہ بھی مقلوب ہی سمجھتے تھے لیکن ابن خزیمہ کی گزشتہ صریح روایت ملنے کے بعد ان کا موقف بدل گیا اور اُن کا ان روایات میں وہم کا خدشہ بھی ٹل گیا۔ غرض یہ روایات صحیح ہیں۔ ان کی صحت کو مانتے ہوئے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے دونوں روایات کے مابین یہ تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی مختلف اوقات میں مختلف ڈیوٹیاں لگائی ہوں، یعنی دونوں رات کی اذان باری باری دیتے ہوں۔ کبھی بلال اور کبھی ابن ام مکتوم، لہٰذا اس سے دونوں قسم کی روایات کا ظاہری تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

(صحيح ابن خزيمة: ۲۱۲/۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ اور ضبعی نے دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق دی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ احتمال ہے کہ اذان سحری، بلال اور ابن ام مکتوم کے درمیان باری باری ہو اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو باخبر کر دیتے ہوں کہ ان میں سے پہلے کی اذان روزہ رکھنے والے پر کوئی چیز حرام نہیں کرتی اور نہ دوسری اذان کے برخلاف، نماز فجر کے دخول وقت پر یہ دلالت کرتی ہے۔ امام ابن حبان نے اسے بطور احتمال نہیں بلکہ بالجزم ذکر کیا ہے۔ امام ضیاء وغیرہ نے ان کی تردید کی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اذان باری باری نہ تھی بلکہ اُن کی دو مختلف حالتیں تھیں۔ آغاز میں جب اذان کی مشروعیت ہوئی تو بلال رضی اللہ عنہ اکیلے ہی اذان دیا کرتے تھے اور صبح کی اذان اس وقت تک نہ دیتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جاتی، لہٰذا اسی مفہوم پر عروہ کی روایت، جو وہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں، محمول کی جائے گی۔ وہ فرماتی ہیں: بلال میرے گھر (کی چھت) پر بیٹھ جایا کرتے، مدینے میں یہ سب سے اونچا گھر تھا، جب صبح کو (طلوع ہوتا) دیکھتے تو انگڑائی لیتے، پھر اذان کہتے۔ (سنن أبي داود،

الصلاۃ' حدیث:۵۱۹) اس کی سند حسن ہے۔ اور بواسطہ حمید سیدنا انس کی حدیث کہ ایک سائل نے نماز کے وقت کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے طلوع فجر ہونے پر اذان دی۔ (سنن النسائي' الأذان' حدیث:۶۴۳) اس کی سند صحیح ہے۔ پھر ان کے بعد آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو مقرر کر دیا' یہ رات کی اذان کہا کرتے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ بدستور پہلی حالت پر برقرار رہے' اسی توجیہ پر انیسہ وغیرہ کی حدیث محمول ہوگی' پھر آخر کار ابن ام مکتوم کی کمزوری کی وجہ سے انھیں پیچھے کر دیا اور ان کے ساتھ ایسا آدمی متعین کر دیا جو ان کے لیے طلوع فجر کا خیال رکھتا اور بلال کی اذان رات کے وقت مقرر ہوگئی۔ اس کا سبب وہ تھا جو حدیث میں بیان ہوا ہے کہ انھوں نے فجر کی اذان میں ایک مرتبہ غلطی کی اور طلوع فجر سے قبل ہی اذان دے دی۔ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ لوٹیں اور یہ کہیں: [أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ] ''خبردار! بے شک بندہ سو گیا تھا۔'' یعنی نیند کے غلبے کی وجہ سے طلوع فجر واضح نہ ہو سکی۔ یہ حدیث ابوداود وغیرہ نے حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے موصول اور مرفوع روایت کی ہے' اس حدیث کے رجال ثقہ اور حافظ ہیں...... (فتح الباري:۲/۱۰۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے' فرماتے ہیں: [وَهٰذِهِ طُرُقٌ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضًا قُوَّةً ظَاهِرَةً] ''یہ طرق بعض بعض کو واضح تقویت دیتے ہیں۔'' (فتح الباري: ۲/۱۰۳)

نیز ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''واللہ اعلم اسی لیے بلال کا اذان اول دینے پر تقرر رہا۔''

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے' اسے ابن ترکمانی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے قوی قرار دیا ہے۔'' (سنن أبي داود' (مفصل) للألباني' حدیث:۵۴۲)

مذکورہ [امرأة بني نجار] والی حدیث کی سند شیخ البانی نے حسن قرار دی ہے۔ (سنن أبي داود' (مفصل)' حدیث:۵۳۲)

المختصر' احادیث کی روشنی میں ابن حجر رحمہ اللہ کی مذکورہ تصریح سے معلوم ہوا کہ بلال رضی اللہ عنہ نماز فجر کی اذان بھی کہا کرتے تھے۔

الحاصل: مذکورہ سوید بن غفلہ کے اثر سے صرف اذان بلال میں ان کلمات [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کی مشروعیت کا اثبات ہوتا ہے' نہ کہ پہلی یا دوسری اذان میں اس کا تعین' اس لیے اس کے لیے دوسری

صریح روایات وقرائن کی ضرورت ہے اور وہ بحمد اللہ کچھ تفصیل سے گزر چکی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ الصلاة خير من النوم نمازِ فجر کی اذان میں کہا جاتا تھا۔ واللہ أعلم.

مشاہیر علمائے عرب کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ درج ذیل سوال، جواب سے واضح ہے۔

ایک سائل نے کہا: میں نے پڑھا ہے کہ الصلاة خير من النوم کے الفاظ فجر کی پہلی اذان میں کہے جائیں لیکن عصر حاضر میں ہم ان الفاظ کو دوسری اذان میں سنتے ہیں۔ امید ہے آپ دلیل کے ساتھ وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: اس جملے کو اذان فجر میں کہا جائے۔ اذانِ فجر سے مراد وہ اذان ہے جسے طلوع فجر کے بعد فرض نماز کے ادا کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ اسے اذان اول میں کہا جائے تو یہ احادیث صحیح ہیں لیکن اول سے مراد اذان ہے، جسے ابتدائے وقت میں مینار کے پاس کہا جاتا ہے اور ان احادیث میں اذان ثانی سے مراد اقامت ہے کیونکہ اقامت کو بھی اذان کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ] ''ہر دو اذانوں، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٢٤، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٨٣٨) دیکھیے: (فتاویٰ اسلامیہ (اُردو): ۱/۳۳۵، مطبوعہ دارالسلام، و فتاویٰ الدین الخالص: ۳/۲۲۵)

٭ اثنائے اذان میں ألا صلوا في الرحال کی مشروعیت: کیا بارش کی صورت میں یہ رخصت ہے کہ آدمی مسجد میں حاضر نہ ہو اور گھر ہی میں فرض نماز ادا کر لے؟ جی ہاں، رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح اس کی رخصت ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اذان میں [أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] کہلا کر گھر یا اپنی منزل میں رہ کر نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی فتویٰ ہے، نیز وہ مذکورہ کلمات کی، اثنائے اذان میں، مشروعیت کے قائل بھی ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اثنائے اذان میں اس کے قائل نہیں، حاملینِ فقہ حنفی بھی اسی موقف کے قائل ہیں کہ یہ کلمات اذان میں نہ کہے جائیں، درآں حالیکہ ان کا موقف صحیح حدیث کی روشنی میں مرجوح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لٰكِنْ قَدْ ثَبَتَ ذٰلِكَ مِنَ الرَّسُولِ ﷺ وَ أَصْحَابِهِ، مِنْهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ كَمَا رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالْبُخَارِيُّ......]

''لیکن یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے بالیقین ثابت ہے، ان میں سے ایک ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جیسا کہ ابوداود اور بخاری نے روایت کیا ہے۔'' (التعليق الممجد، ص:١٢٦)

* مشروعیت کے دلائل: ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ کی احادیث سے بارش کے وقت ان کلمات کی مشروعیت وسنّیت کا ثبوت ملتا ہے۔

① حضرت نافع فرماتے ہیں: [أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ، ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يَقُولُ عَلٰى إِثْرِهِ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِالْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ] ''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مقام ضجنان پر ٹھنڈی رات میں اذان دی، پھر فرمایا: [صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] ''کہ اپنی اپنی منازل میں نماز پڑھ لو۔'' پھر انھوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ مؤذن کو اذان دینے کا حکم فرماتے کہ وہ اذان دے، پھر اس کے بعد بحالت سفر ٹھنڈی یا بارش والی رات میں [أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] کہے، کہ نماز اپنے اپنے پڑاؤ کی جگہ میں پڑھ لیں۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٣٢، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی حدیث، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله کے تحت بھی ذکر کی ہے۔ وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٦٩٧، وفيه: [فقال في اٰخر ندائه]، و سنن أبي داود، الصلاة، حديث:١٠٦٢، وسنن النسائي، الأذان، حديث: ٦٥٥ عن مالك عن نافع به.)

② عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں: [خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدْغٍ، فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَ أَنْ يُنَادِيَ: اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ] ''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں کیچڑ والے دن خطبہ دیا تو جب مؤذن حي على الصلاة پر پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ الصلاة في الرحال کی منادی کرے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کام اُس (مؤذن) نے کیا ہے جو اس (مؤذن) سے بہتر ہے۔ اور یہ (جمعہ) واجب ہے۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦١٦)

صحیح بخاری وغیرہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [إِذَا قُلْتَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَلَا تَقُلْ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا، فَقَالَ:

فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَّ إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ (وَفِي رِوَايَةٍ: كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ)] ''جب تم أشهد أن محمدًا رسول الله کہو تو حي علی الصلاۃ نہ کہنا بلکہ صلّوا في بيوتكم کہنا۔ تو لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کام اس شخصیت (رسول اللہ ﷺ) نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے۔ بے شک جمعہ واجب ہے اور میں نے یہ ناپسند سمجھا ہے کہ تمھیں تنگی میں مبتلا کروں اور تم گیلی مٹی اور کیچڑ میں چلو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے ناپسند کیا ہے کہ تمھیں گناہ گار کروں۔'' (صحیح البخاري، الجمعة، حديث:۹۰۱، والأذان، حديث:٦٦٨، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، حديث:٦٩٩، مزید دیکھیے: مختصر صحيح البخاري للألباني:۱/۲۰۳)

ابوداود کی روایت میں ہے: [فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ] ''تم کیچڑ اور بارش میں چل کر آ ؤ۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۱۰٦٦)

③ عمرو بن اوس فرماتے ہیں: [أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ ثَقِيفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُنَادِيَ النَّبِيِّ ﷺ يَعْنِي فِي لَيْلَةٍ مَّطِيرَةٍ فِي السَّفَرِ يَقُولُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] ''قبیلۂ ثقیف کے ایک آدمی نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے بحالت سفر نبیٔ اکرم ﷺ کے مؤذن کو بارش والی رات میں سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا: حي على الصلاة، حي على الفلاح، صلوا في رحالكم۔'' (سنن النسائي، الأذان، حديث:٦٥٤)

④ ابوملیح اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: [أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، وَ أَصَابَهُمْ مَّطَرٌ لَّمْ يَبْتَلَّ أَسْفَلُ نِعَالِهِمْ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُّصَلُّوا فِي رِحَالِهِمْ] ''وہ حدیبیہ کے دنوں میں نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جمعے کا دن تھا اور بارش ہوگئی، اتنی کہ ان کے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے تو آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اپنے اپنے پڑاؤ ہی پر نمازیں پڑھ لیں۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۱۰۵۹، و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث:۹۳٦)

⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: [خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَمُطِرْنَا، فَقَالَ: لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِي رَحْلِهِ] ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر پر

نکلے تو ہم پر بارش ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم میں سے چاہتا ہے وہ اپنے پڑاؤ ہی پر نماز پڑھ لے۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین و قصرھا، حدیث:۶۹۸)

⑥ محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نعیم بن نحام سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: [كُنْتُ مَعَ امْرَأَتِي فِي مِرْطِهَا فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَنَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا سَمِعْتُ قُلْتُ: لَوْقَالَ: وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ، قَالَ: فَلَمَّا قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، قَالَ: وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ (السنن الكبرى للبيهقي: ۱/۴۲۳) وَفِي رِوَايَةٍ: فَتَمَنَّيْتُ أَنْ يَّقُولَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ، فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ، ثُمَّ سَأَلْتُ عَنْهَا، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَمَرَهُ بِذٰلِكَ] ''سرد صبح کے وقت میں اپنی بیوی کے ساتھ اس کی چادر میں لیٹا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے نمازِ فجر کے لیے اذان شروع کر دی، جب میں نے اذان سنی تو (دل میں) کہا: کاش! یہ کہہ دے: جو بیٹھ رہے اس پر کوئی حرج نہیں۔ فرماتے ہیں: جب اس نے الصلاۃ خیر من النوم کہا تو اس نے کہہ دیا: جو بیٹھ رہے اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے: ''تو میں نے آرزو کی کہ یہ صلوا في رحالکم کہہ دے کہ تم اپنی اپنی منزل میں نماز پڑھ لو، تو جب مؤذن حي علی الفلاح پہ پہنچا تو اس نے صلّوا في رحالکم کہہ دیا۔ بعدازاں میں نے اس کے متعلق پوچھا تو (پتا چلا کہ) اسے یہ حکم نبی ﷺ نے دیا تھا۔'' (المصنف لعبدالرزاق: ۱/۵۰۱، ومسند الإمام أحمد: ۴/۲۲۰، والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۹/۴۵۳، والحديث حسن)

مذکورہ بالا صحیح احادیث سے پتا چلا کہ بارش کی صورت میں اذان میں ألا صلوا في الرحال کے کلمات کہے جا سکتے ہیں اور یہ عمل مسنون ہے۔ ان کلمات کی غرض یہی ہے کہ لوگ راستے کی اذیت سے محفوظ رہیں اور اگر اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ یہ ایک رخصت ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ حدیث ابن عباس پر عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [بَابُ أَمْرِ الْإِمَامِ الْمُؤَذِّنَ فِي أَذَانِ الْجُمُعَةِ بِالنِّدَاءِ أَنَّ الصَّلَاةَ فِي الْبُيُوتِ لِيَعْلَمَ السَّامِعُ أَنَّ التَّخَلُّفَ عَنِ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ طِلْقٌ مُبَاحٌ] ''امام کا مؤذن کو اس بات کا حکم دینا کہ وہ اذانِ جمعہ میں یہ

کہے کہ نماز گھروں میں پڑھ لوتا کہ سامع کو علم ہو جائے کہ بارش کے دن جمعہ سے پیچھے رہنا جائز اور مباح ہے۔" (صحیح ابن خزیمة:۳/۱۸۰)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَ قَدْ رَخَّصَ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْقُعُودِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَطَرِ وَ الطِّينِ، وَ كُلُّ عُذْرٍ جَازَ بِهِ تَرْكُ الْجَمَاعَةِ، جَازَ بِهِ تَرْكُ الْجُمُعَةِ] "اہل علم کی ایک جماعت نے بارش اور کیچڑ میں نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے کی رخصت دی ہے۔ اور ہر وہ عذر جس کی بنا پر نماز باجماعت ترک ہو سکتی ہے، اسی عذر کی وجہ سے جمعہ بھی چھوڑنا جائز ہے۔" (شرح السنة:۳/۳۵۳)

امام نووی رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث بارش اور اس قسم کے دیگر عذروں میں نماز باجماعت کی تخفیف (رخصت) کی دلیل ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو جماعت میں حاضری تاکیدی ہے۔ جو کوئی اس کی تکلیف اٹھاتا ہے اور مشقت برداشت کر کے جماعت میں حاضر ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ مشروع ہے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے: "جو کوئی اپنی منزل پر نماز پڑھنا چاہتا ہے تو پڑھ لے اور یہ اجازت سفر میں مشروع ہے....." (شرح صحیح مسلم للنووي، حدیث:۶۹۷)

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: [وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى سُقُوطِ الْجُمُعَةِ بِعُذْرِ الْمَطَرِ وَنَحْوِهِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ آخَرِينَ......] "اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بارش وغیرہ کے عذر سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا (شوافع) اور دیگر علماء کا موقف ہے۔" (شرح صحیح مسلم للنووي، حدیث:۶۹۹)

شرح المہذب میں جمعہ کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کے بارے میں لوگوں کی چھ اقسام بنائی گئی ہیں۔ ان میں دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے حق میں جمعہ جائز اور مشروع تو ہوتا ہے لیکن لازمی نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے راستے بارش سے متاثر ہو چکے ہوں یا دیگر صاحب عذر لوگ۔ (المجموع شرح المہذب:۴/۳۶۹)

المغنی میں ہے: [وَلَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ فِي طَرِيقِهِ إِلَيْهَا مَطَرٌ يَبُلُّ الثِّيَابَ أَوْ وَحَلٌ يَشُقُّ الْمَشْيُ إِلَيْهَا فِيهِ، وَحُكِيَ عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَجْعَلُ الْمَطَرَ عُذْرًا

فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا] ''اس آدمی پر بھی جمعہ واجب نہیں جس کے راستے میں بارش ہو کہ اس سے کپڑے بھیگتے ہوں یا اس قدر کیچڑ ہو کہ وہاں چل کر مشقت اٹھانا پڑے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ بارش کو عذر نہیں گردانتے تھے کہ اس وجہ سے آدمی نماز باجماعت سے پیچھے رہے۔'' (المغني لابن قدامة: ۲/۱۹۵)

امام بخاری رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت' جو کہ ألا صلّوا في الرحال کی مشروعیت کے تحت گزر چکی ہے' كتاب الجمعة' باب الرخصة إن لم يحضر الجمعة في المطر کے تحت بھی لائے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: [وَأَوْرَدَ الْمُصَنِّفُ هُنَا حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ رِّوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ عُلَيَّةَ' وَهُوَ مُنَاسِبٌ لِّمَا تَرْجَمَ لَهُ' وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُورُ] ''مصنف رحمہ اللہ نے یہاں اسماعیل کی سند سے' جو کہ ابن علیہ کے نام سے معروف ہیں' حدیث ابن عباس ذکر کی ہے جو ترجمۃ الباب کے موافق ہے۔ جمہور بھی اسی کے قائل ہیں۔'' (فتح الباري: ۲/۳۸۴) یعنی بارش ایک شرعی عذر ہے' اس کی وجہ سے جمعہ ترک کیا جاسکتا ہے۔ لیکن گھر میں نماز ادا کی جائے گی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ امام کرمانی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آیا بارش ہی ترک جماعت کے لیے شرعی عذر بن سکتی ہے یا آندھی' طوفان اور (یخ) سردی بھی؟ آخر میں ان کے حوالے سے فرماتے ہیں: [فَأَجَابَ: بِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهَا عُذْرٌ مُّسْتَقِلٌّ فِي تَرْكِ الْحُضُورِ إِلَى الْجَمَاعَةِ نَظَرًا إِلَى الْعِلَّةِ وَهِيَ الْمَشَقَّةُ......] ''تو انھوں نے جواب دیا کہ علت اور سبب کو دیکھتے ہوئے ان (تینوں) میں سے ہر چیز ترکِ جماعت کے لیے ایک مستقل (شرعی) عذر ہے اور وہ علت مشقت ہے۔'' (عمدة القاري: ۴/۲۷۰' طبعة دار الفكر)

الحاصل! جو ائمہ مذکورہ عذروں میں ترک جماعت کے قائل ہیں' انھی کی بات اقرب الی الصواب ہے کیونکہ شرعاً ان کی وجہ سے رخصت ہے' نیز اس قسم کی رخصت سے انحراف وانقباض شرعی مزاج کے بھی خلاف ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج ۲۲:۷۸)

* شرعی عذر اور ان سے متعلقہ بعض مسائل: اذان میں ألا صلوا في الرحال کی مشروعیت

کے اثبات کے بعد اور یہ کہ بارش ایک شرعی عذر ہے جس کی وجہ سے ترک جمعہ و جماعت کی رخصت ہے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے متعلقہ تین چار مسائل کی نشاندہی بھی اختصار کے ساتھ کر دی جائے۔ یہ مسائل حسبِ ذیل ہیں:

- آیا مطر (بارش) ہی شرعی عذر ہے یا ریح (آندھی اور طوفان) اور بـرد (سردی) بھی؟
- مذکورہ بالا رخصت صرف رات کے ساتھ خاص ہے یا دن کے وقت بھی؟
- کیا ألا صلوا في الرحال کہنے اور ترک جمعہ و جماعت کی اجازت صرف سفر کے ساتھ خاص ہے؟
- کلمات ترخیص ألا صلوا في الرحال کا اصل محل کیا ہے؟

① بارش، آندھی اور سخت سردی، تینوں شرعی عذر ہیں: درست موقف یہی ہے کہ بارش، آندھی اور سخت سردی میں سے ہر ایک چیز مستقل شرعی عذر ہے۔ اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیث ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٣٢، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: ٦٩٧) اس کے یہ الفاظ ہیں: [فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ......] "سرد یا بارش والی رات میں" یہاں أو شک کے لیے نہیں کہ راوی کو تردد ہے بلکہ یہ "تنویع" یعنی بیان نوع کے لیے ہے۔ اس کی مزید وضاحت مسند ابو عوانہ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: [فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ (الْمُؤَذِّنَ) إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ أَوْ ذَاتُ رِيحٍ فِي السَّفَرِ فَيَقُولُ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] "رسول اللہ ﷺ بحالت سفر، جب سرد رات ہوتی، یا بارش والی یا آندھی والی تو مؤذن کو حکم فرماتے کہ وہ ألا صلوا في الرحال کہے۔" (مسند أبي عوانة:١/٣٦١)

امام بغوی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ ابوعوانہ کے واسطے سے یہ حدیث شرح السنۃ میں ذکر کی ہے۔ (شرح السنة: ٣/٣٥٢، حديث:٧٩٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ["أَوْ" لِلتَّنْوِيعِ لَا لِلشَّكِّ، وَفِي صَحِيحِ أَبِي عَوَانَةَ: لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ أَوْ ذَاتُ رِيحٍ. وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ كُلًّا مِّنَ الثَّلَاثَةِ عُذْرٌ فِي التَّأَخُّرِ عَنِ الْجَمَاعَةِ] "حرف "أَوْ" بیان نوع و قسم کے لیے ہے نہ کہ شک کے لیے۔ صحیح ابوعوانہ میں ہے: "سرد یا بارش والی یا آندھی اور طوفان والی رات" اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت سے

پیچھے رہنے کے لیے ان تینوں میں سے ہر ایک چیز (شرعی) عذر ہے۔'' (فتح الباري: ۲/۱۱۳)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بطریق شافعی بھی مروی ہے۔ اس میں حدیث ''اَو'' کے ساتھ نہیں بلکہ ''واوَ'' عاطفہ کے ساتھ ہے۔ [فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ وَاللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ وَ ذَاتِ رِيحٍ] ''بارش والی رات' ٹھنڈی رات اور طوفانی رات'' (شرح السنة: ۳/۳۵۳) لہٰذا اس صورت میں تردد بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

الحاصل! اس حدیث کی روشنی میں بالیقین معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں عذروں میں سے اگر کوئی بھی پایا جائے تو شرعاً ترکِ جماعت کی رخصت ہے۔ اس کی مزید تائید نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں سرد رات میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ لحاف میں لیٹا ہوا تھا...... [كُنْتُ مَعَ امْرَأَتِي فِي مِرْطِهَا فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ] بالآخر مؤذن نے نبی ﷺ کے حکم سے ألا صلوا في الرحال کہہ دیا جیسا کہ آغازِ بحث میں گزر چکا ہے۔ مزید دیکھیے: (السنن الكبرٰى للبيهقي: ۱/۴۲۳)

② رخصت کا تعلق صرف رات ہی سے نہیں' دن سے بھی ہے: ألَاصلّوا في الرحال کہنے کی رخصت رات کے ساتھ خاص ہے یا دن کے وقت بھی یہ کلمات کہے جا سکتے ہیں تاکہ رخصت قبول کرتے ہوئے اگر کوئی انسان جمعہ و جماعت سے عمداً بھی پیچھے رہ جائے تو گناہ گار نہ ہو؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: [ظَاهِرُ الْحَدِيثِ اخْتِصَاصُ الثَّلَاثَةِ بِاللَّيْلِ' لٰكِنْ فِي السُّنَنِ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ نَّافِعٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ "فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ" وَفِيهَا بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِّنْ حَدِيثِ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ "أَنَّهُمْ مُطِرُوا يَوْمًا فَرَخَّصَ لَهُمْ" وَلَمْ أَرَ فِي شَيْئٍ مِّنَ الْأَحَادِيثِ التَّرَخُّصَ بِعُذْرِ الرِّيحِ فِي النَّهَارِ صَرِيحًا' لٰكِنَّ الْقِيَاسَ يَقْتَضِي إِلْحَاقَهُ] ''(ابو عوانہ کی) حدیث کا ظاہر تو یہ ہے کہ یہ تینوں عذر رات کے ساتھ خاص ہیں' لیکن سنن میں بواسطہ ابن اسحاق عن نافع جو حدیث مروی ہے' اس کے یہ الفاظ ہیں: [فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ' وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ] ''بارش والی رات اور سرد صبح میں۔'' اور سنن ہی میں بسند صحیح ابو ملیح عن ابیہ کے واسطے سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ ''ایک دن بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے انھیں رخصت دے دی۔'' (سنن أبي داود' حديث: ۱۰۵۷) میں نے کسی حدیث میں بصراحت یہ نہیں دیکھا کہ (طوفان یا) آندھی بھی دن کے وقت رخصت کے لیے عذر ہے' لیکن قیاس اس کے

الحاق کا تقاضا کرتا ہے۔'' (فتح الباري: ۱۱۳/۲) یعنی علتِ مشقت کا یہ تقاضا ہے کہ دن میں بھی اس صورت میں رخصت ہونی چاہیے۔ بواسطہ ابن اسحاق منقول حدیث میں [وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ] کی تائید نعیم بن نحام کی حدیث سے بھی ہوتی ہے' اس میں [غَدَاةٍ بَارِدَةٍ] کے الفاظ آتے ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیهقي: ۴۲۳/۱)

مذکورہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر علت کو دیکھا جائے تو جیسے رات کے وقت طوفان اور آندھی کے خدشات ونقصانات کا اندیشہ ہوتا ہے ویسے ہی دن کے وقت بھی ان سے دوچار ہونا بعید نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

③ کیا مذکورہ رخصت صرف سفر کے ساتھ خاص ہے؟: حق بات یہ ہے کہ بارش وغیرہ میں ألا صلوا في الرحال کی رخصت عام ہے' خواہ حالت سفر ہو یا حضر۔ اول تو اس لیے کہ حضر میں بھی اس قسم کی مشقت کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے جو سفر میں پیش آتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: [''فِي السَّفَرِ'' ظَاهِرُهُ اخْتِصَاصُ ذٰلِكَ بِالسَّفَرِ' وَ رِوَايَةُ مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ الْآتِيَةُ فِي أَبْوَابِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ مُطْلَقَةٌ وَّ بِهَا أَخَذَ الْجُمْهُورُ' لٰكِنَّ قَاعِدَةَ حَمْلِ الْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ تَقْتَضِي أَنْ يُّخْتَصَّ ذٰلِكَ بِالْمُسَافِرِ مُطْلَقًا' وَيُلْحَقَ بِهِ مَنْ تَلْحَقُهُ بِذٰلِكَ مَشَقَّةٌ فِي الْحَضَرِ دُوْنَ مَنْ لَّا تَلْحَقُهُ] ''سفر میں'' اس کا ظاہر تو یہی ہے کہ رخصت سفر کے ساتھ خاص ہے۔ اور نماز باجماعت سے متعلقہ مسائل میں آئندہ آنے والی مالک عن نافع کی روایت مطلق ہے اور جمہور نے اسی کو لیا ہے' لیکن مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا قاعدہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ رخصت مطلق مسافر کے ساتھ ہی خاص ہو اور اس کے ساتھ وہی شخص ملحق ہو جسے واقعی حضر میں مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے' نہ کہ وہ آدمی بھی جو اس قسم کی مشقت سے دوچار نہیں ہوتا۔'' (فتح الباري: ۱۱۳/۲)

دوسرے نعیم بن نحام کی گزشتہ حدیث مطلق ہے اور یہ واقعہ حالت حضر واقامت کا ہے جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد میں بصراحت یہ الفاظ مروی ہیں: [فَتَمَنَّيْتُ أَنْ يَّقُولَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ' فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ' قَالَ: صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] (المصنف لعبدالرزاق: ۵۰۱/۱ والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۴۵۳/۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حالت اقامت میں بھی، جبکہ سخت سردی ہو "ألا صلوا في الرحال" کہنا مسنون ہے، نیز حدیث ابن عباس کا تعلق بھی حالت اقامت سے ہے کہ انھوں نے بارش کے موقع پر مؤذن کو حکم دیا کہ "حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح" کے بجائے أشهد أن محمدًا رسول اللّٰہ کے بعد صلّوا في بیوتکم کہنا۔ انھوں نے اس کی یہ وجہ بیان کی کہ کیچڑ اور بارش میں چل کر مسجد میں آنے سے تمھیں تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ [إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ] (مختصر صحیح البخاري: ۲۰۳/۱)

غرض حدیث ابن عباس بھی مطلق ہے۔ اس میں اس رخصت کی تخصیص حالت سفر سے نہیں، اس لیے اس سے بھی حالت اقامت میں صلّوا في بیوتکم کی مشروعیت اخذ ہوتی ہے جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے، یعنی حالت حضر میں اگر بارش یا سخت آندھی یا شدید سردی کی وجہ سے مسجد میں جانا سخت مشقت کا باعث ہو، تو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے۔ اور مقیم حضرات کے لیے بھی صلّوا في بیوتکم کے الفاظ اذان میں کہے جا سکتے ہیں۔

④ ألا صلّوا في الرحال کا اصل محل: جب معلوم ہوا کہ یہ کلمات مشروع و مسنون ہیں تو سوال ہے کہ آیا یہ کلمات دوران اذان میں کہے جائیں یا اذان کے بعد؟ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ اثنائے اذان میں کہے جا سکتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے قائل نہیں۔ احناف کے نزدیک یہ الفاظ اذان کے بعد کہے جا سکتے ہیں، دوران اذان میں نہیں۔ تاہم درست موقف یہ ہے کہ یہ الفاظ دوران اذان میں، یعنی حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کے بعد، اسی طرح اذان کے بعد اور حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح کی جگہ پر بھی کہے جا سکتے ہیں۔ یہ تینوں طریقے جائز ہیں۔ ان میں سے کسی طریقے کا انکار بے محل اور دلائل کی روشنی میں ناقابل التفات ہے جیسا کہ آئندہ مختصر بحث سے واضح ہوگا۔

حَيْعَلَتَيْنِ اور اذان کے بعد ان کی مشروعیت: نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ضجنان مقام پر سرد رات میں اذان دینا شروع کی، پھر انھوں نے صلّوا في رحالکم کہا، انھوں نے خبر دی کہ رسول اللّٰہ ﷺ مؤذن کو اذان دینے کا حکم فرماتے تھے، وہ اذان کہتا: [ثُمَّ يَقُولُ عَلٰى إِثْرِهِ: أَلَا صَلُّوا

فِي الرِّحَالِ] پھر وہ حالت سفر میں آپ کے حکم سے سرد یا بارش والی رات میں، اذان کے بعد صلوا في بيوتكم کہتا۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٣٢) صحیح مسلم وغیرہ میں [فِي آخِرِ نِدَائِهِ] "اپنی اذان کے آخر میں (یہ کلمات کہتے)۔" کے الفاظ منقول ہیں۔ (صحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، حديث:٦٩٧)

[فِي آخِرِ نِدَائِهِ] میں احتمال ہے کہ آیا یہ کلمات ترخیص اذان سے فراغت کے بعد کہنے ہیں جیسا کہ [ثُمَّ يَقُولُ فِي إِثْرِهِ] کے منطوق سے معلوم ہوتا ہے یا فراغت سے قبل جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے۔ اس طرح اس میں اور حدیث ابن عباس میں تطبیق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (كذا قال القرطبي بتصرف.)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ [ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِثْرِهِ] کی تشریح میں فرماتے ہیں: [صَرِيحٌ فِي أَنَّ الْقَوْلَ الْمَذْكُورَ كَانَ بَعْدَ فَرَاغِ الْأَذَانِ] "یہ اس بات میں صریح ہے کہ مذکورہ قول اذان سے فراغت کے بعد کہنا ہے۔" (فتح الباري:١١٣/٢)

امام نووی رحمہ اللہ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ صلّوا فی بیوتکم نفس اذان میں کہنا ہے جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے یہ الفاظ اذان کے آخر (بعد) میں کہے ہیں۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الام" کی کتاب الاذان میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اس بارے میں ہمارے جمہور اصحاب نے ان کی متابعت کی ہے، لہٰذا اثنائے اذان اور اس کے بعد، دونوں طرح جائز ہے کیونکہ دونوں طریقوں کا سنت سے ثبوت ملتا ہے۔ لیکن اگر اذان کے بعد کہہ لیے جائیں تو یہ بہتر ہے کیونکہ اس طرح اذان کی ترتیب وتنسیق اپنی اصل وضع پر برقرار رہتی ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي، حديث:٦٩٧)

بہر حال حدیث کی روشنی میں امام نووی رحمہ اللہ اثنائے اذان میں بھی ان الفاظ کی مشروعیت کے قائل ہیں۔ جو حضرات صرف بعد از اذان ان کلمات کے قائل ہیں ان کے موقف کو انھوں نے ضعیف اور حدیث ابن عباس کے صریح الفاظ کے مخالف قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: [وَهٰذَا ضَعِيفٌ مُخَالِفٌ لِّصَرِيحِ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما] (شرح صحيح مسلم للنووي، حديث:٦٩٧، وفتح الباري:٩٨/٢)

اس بات کی دلیل کہ حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کے بعد بھی یہ الفاظ کہے جا سکتے ہیں، سنن نسائی کی ایک حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ بنو ثقیف کے ایک آدمی نے نبی ﷺ کے ایک مؤذن کی اذان سنی، یعنی سفر میں بارش کی رات...... وہ کہہ رہا تھا: [حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح، صلّوا في رحالکم] ''آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح وکامرانی کی طرف، اپنے اپنے پڑاؤ میں نماز پڑھ لو۔'' (سنن النسائي، الأذان، حديث: ۶۵۴، والسنن الكبرىٰ للنسائي، حديث: ۱۶۲۹، بإشراف الشيخ شعيب أرناؤط)

دوسری نعیم بن نحام کی حدیث ہے۔ اس میں بھی حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کے بعد ألا صلّوا في الرحال کی مشروعیت کا ذکر ہے۔ (المصنف لعبدالرزاق: ۱/۵۰۱، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱/۴۲۳، والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۹/۴۵۳)

حافظ ابن حجر ؒ نعیم بن نحام کی مذکورہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: ایک دوسری حدیث میں بھی یہ الفاظ اکٹھے وارد ہیں۔ امام عبدالرزاق وغیرہ نے اسے صحیح سند کے ساتھ نعیم بن نحام ؓ سے روایت کیا ہے۔'' (فتح الباري: ۲/۹۸، ۹۹)

ایک اشکال کی وضاحت: دونوں کلمات کو جمع کرنے سے ایک اشکال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ ان کا اجتماع گویا اجتماع نقیضین (ضدین) ہے کیونکہ حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح کے معنی ہیں ''آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح کی طرف''، یعنی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ پہلے نماز کی طرف بلایا جا رہا ہے، پھر فوراً ہی گھر میں پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے، کیا ماجرا ہے؟

حافظ ابن حجر ؒ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے کلمات میں جمع وتطبیق ممکن ہے اور جو تناقض وتعارض ذکر کیا گیا ہے وہ لازم نہیں آتا، وہ اس طرح کہ گھروں میں نماز پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ رخصت اس کے لیے ہے جو اسے قبول کرے اور نماز کی طرف بلانے کے معنی یہ ہیں کہ جو مشقت اٹھا کر تکمیل فضیلت کے لیے آئے تو یہ اس کے حق میں مندوب ہے۔ اس مفہوم کی تائید صحیح مسلم میں جابر ؓ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ (حديث: ۶۹۸) حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر پر نکلے تو بارش ہوگئی، بالآخر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''جو اپنے پڑاؤ پر نماز

پڑھنا چاہتا ہے وہ پڑھ لے۔'' (فتح الباري: ۱۱۳/۲)

ابن حجر رحمہ اللہ کے اس پیش کردہ حل کے بعد یقیناً مذکورہ اشکال رفع ہو جاتا ہے یعنی اس صورت میں حي علی الصلاۃ کے معنی یہ ہوں گے کہ جو عزیمت اختیار کرتے ہوئے آ سکتا ہے آ جائے اور ألا صلوا في بیوتکم کا مطلب ہوگا کہ جو اس موقع پر رخصت اختیار کرنا چاہتا ہے وہ رخصت سے فائدہ اٹھالے۔ غرض حقیقت میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔

ألا صلّوا في الرحال حیعلتین کی جگہ پر: یہ بھی جائز ہے کہ کلماتِ ترخیص ألا صلّوا في الرحال، حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح، کی جگہ پر کہہ لیے جائیں۔ تب یہ کلمات چار دفعہ کہے جائیں گے۔ اس کی دلیل گزشتہ حدیث ابن عباس ہے۔ انھوں نے مؤذن سے کہا: [إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا، قَالَ: فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالدَّحْضِ وَفِي رِوَايَةٍ: كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ] ''جب تم أشهد أن محمدا رسول اللّٰه کہو تو حي علی الصلاۃ نہ کہنا بلکہ صلّوا في بیوتکم کہو۔ یوں لگا جیسے لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کام اس شخصیت نے کیا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی رسول اللہ ﷺ نے۔ بے شک جمعہ واجب ہے اور میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ تمھیں تنگی میں پھنساؤں اور تم گیلی مٹی اور کیچڑ میں چل کر آؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تمھیں گناہ میں مبتلا کروں۔'' (صحیح البخاري، الجمعة، باب الرخصة إن لم یحضر الجمعة في المطر، حدیث: ۹۰۱، والأذان، حدیث: ۶۶۸، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: ۶۹۹۔ مزید دیکھیے: مختصر صحیح البخاري للألباني: ۲۰۳/۱)

مذکورہ حدیث ابن عباس سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ، ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں: [بَابُ أَمْرِ الْإِمَامِ الْمُؤَذِّنَ بِحَذْفِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ وَالْأَمْرِ بِالصَّلَاةِ فِي الْبُيُوتِ بَدْلَهُ] ''امام مؤذن کو حي علی الصلاۃ حذف کرنے اور اس کے بدلے میں گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے۔'' (صحیح ابن خزیمة، حدیث: ۱۸۶۵) گویا امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے نزدیک

مذکورہ حدیث کی روشنی میں حيّ علی الصلاۃ وغیرہ حذف کرنا جائز ہے' جبکہ اس کی جگہ ألا صلّوا في بيوتكم کے کلمات کہنا مقصود ہوں۔

ابن حجر رحمہ اللہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اسی استدلال کے متعلق فرماتے ہیں: [عَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ أَنَّهُ حَمَلَ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَ أَنَّ ذٰلِكَ يُقَالُ بَدَلًا مِّنَ الْحَيْعَلَةِ نَظَرًا إِلَى الْمَعْنٰى......] ''ابن خزیمہ سے منقول ہے کہ انھوں نے حدیث ابن عباس کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔ اور یہ کہ معنی کو دیکھتے ہوئے یہ کلمات حیعلتین کی جگہ پر کہے جائیں......'' (فتح الباري: ۱۱۳/۲)

مؤذن کے لیے چند آداب واحکام

* مؤذن کی فضیلت: مؤذن کی بڑی فضیلت ہے' خصوصاً جبکہ وہ پوری ذمہ داری سے اس امانت کو ادا کرے۔ خوش الحان اور کلمات کی درست ادائیگی کرنے والے مؤذن کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ اذان کی اپنی ہی تاثیر ہے۔ حنین سے واپسی پر راستے میں جب نماز کا وقت ہوا تو اذان کہی گئی۔ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ادھر موجود تھے۔ یہ ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے مل کر نقل اتارنا شروع کر دی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اذان سن کر فرمایا: [لَقَدْ سَمِعْتُ فِي هٰؤُلَاءِ تَأَذِينَ إِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ] (صحيح ابن خزيمة: ۲۰۱/۱) ''میں نے ان میں سے ایک ایسے انسان کی اذان سنی ہے جس کی آواز خوبصورت ہے......'' بعد میں انھیں اسلام کی توفیق ملی اور باقاعدہ مؤذن مقرر کر دیے گئے۔

① نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذنوں کو امین قرار دیا ہے۔ فرمایا: [اَلْمُؤَذِّنُونَ أُمَنَاءُ] (صحيح ابن خزيمة: ۱۶/۳) نیز فرمایا: [وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ] (صحيح الترغيب للألباني' رقم: ۲۳۷)

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔'' (صحيح مسلم' الصلاة' حديث: ۳۸۷) یہ ان کے شرف ومنزلت اور سربلندی کی علامت ہوگی۔

③ اس کے حق میں نباتات و جمادات بھی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن' انسان اور کوئی دوسری چیز' جو بھی مؤذن کی آواز سنتی ہے' قیامت کے دن وہ اس کے حق میں

گواہی دے گی۔" (صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۶۰۹، و فتح الباري:۲/ ۸۸)

اس عموم کی تصدیق مزید اس حدیث سے ہوتی ہے: [لَا یَسْمَعُ صَوْتَهُ شَجَرٌ وَّلَا مَدَرٌ وَّلَا حَجَرٌ وَّلَا جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ] "مؤذن کی آواز، درخت، کچی اینٹ، پتھر، جن اور انسان، جو کوئی بھی سنتا ہے، وہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔" (صحیح ابن خزیمة:۱/ ۲۰۳)

④ ایک حدیث میں ہر رطب و یابس (تر اور خشک چیز) کی گواہی کا بھی ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [وَیَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَّ یَابِسٍ] "ہر تر اور خشک چیز اس کے حق میں گواہی دے گی۔" (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۵۱۵)

⑤ نبی ﷺ کی زبان اطہر سے اس کے حق میں بخشش کی دعا نکلی ہے: [...... وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِینَ] "...... (اللہ!) مؤذنوں کی مغفرت فرما۔" (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۵۱۷)

⑥ مؤذن کی اذان نیکی کی طرف دعوت ہے۔ نیکی کی دعوت و دلالت ثواب میں یکسانیت کا تقاضا کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ] "جس نے کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اسے نیکی کرنے والے کے ثواب کے مساوی اجر ملے گا۔" (صحیح مسلم، الجهاد، حدیث:۱۸۹۳) اس لیے مؤذن کو مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنے والے ہر نمازی کے مثل اجر ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [وَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ صَلّٰی مَعَهُ] "اسے ہر اس شخص کے مثل اجر ملے گا جس نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔" (سنن النسائي، الأذان، حدیث:۶۴۷)

⑦ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُؤَذِّنُ یُغْفَرُ لَهُ مَدٰی صَوْتِهِ] "مؤذن کو جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے، بخش دیا جاتا ہے۔" (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۵۱۵) یعنی بالفرض اگر اس کے گناہ اس قدر بھی ہوں جو اتنی جگہ میں آئیں جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے تو بھی معاف کر دیے جاتے ہیں، لہٰذا جس قدر بلند آواز سے وہ اذان کہے گا، اسی قدر بخشش کا مستحق ٹھہرے گا۔ واللہ أعلم.

⑧ جو مؤذن لگاتار بارہ برس اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لیے، بغیر کسی لالچ کے اذان دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت لازمی قرار دے دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے بارہ برس اذان دی، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ہر دن کی اذان پر اس کے لیے ساٹھ نیکیاں اور

ہر اقامت کی تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" (سنن ابن ماجه' الصلاة' حديث:۷۲۸' و المستدرك للحاكم:۱/۲۰۵)

مذکورہ روایت کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہے' تاہم شواہد اور متابعات کی بنا پر یہ روایت قابل حجت ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (السلسلة الصحيحة' رقم:۴۲' و صحيح الترغيب للألباني:۱/۲۱۸' و سنن ابن ماجه' بتحقيق الدكتور بشار عواد' رقم:۷۲۸)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے مذکورہ مدت تک لگاتار اذان دینے والے مؤذن کی فضیلت ظاہر ہے۔ لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ یہ فضیلت اس مؤذن کے ساتھ مشروط ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اذان دیتا ہے۔ اس کا مقصود و مطلوب حصول رزق' ریاکاری اور شہرت نہ ہو کیونکہ اس کے متعلق کتاب و سنت کے بہت سے دلائل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل صرف وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو خالصتاً اس کی خاطر کیے جائیں۔ یہ ثابت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواباً فرمایا: تو میرے اوپر گواہ ہو جا کہ میں تجھ سے اللہ کی خاطر بغض رکھتا ہوں۔ اس نے کہا: کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیونکہ تو اذان ترنم (تکلف) سے کہتا ہے اور اس پر اجرت وصول کرتا ہے۔ (السلسلة الصحيحة' رقم:۴۲)

الحاصل! اذان ہو یا تکبیر' صرف اسی انداز میں کہی جائیں جس سے ان کے اصلی الفاظ و حروف میں تبدیلی واقع نہ ہو کیونکہ حروف و الفاظ کی غلط ادائیگی سے معانی بدل جاتے ہیں۔ جہاں کلمات کے مخارج کا خیال رکھنا لازمی ہے' وہاں اس سے بھی بڑھ کر اہم بات یہ ہے کہ اصل حروف کی وضع اور بناوٹ تبدیل نہ ہو۔ خوش الحانی اور سوزِ آواز یقیناً مطلوب ہے کیونکہ سامعین کے نفوس پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ خوش الحانی کی خاطر یوں سُر اور ترنم کی کوشش کی جائے کہ حروف کی اصل بناوٹ ہی تباہ ہو جائے۔ زبر کی جگہ کھڑا زبر اور کھڑے زبر کی جگہ ایک دو مد کے بقدر اور مد ہو تو اس کی درازی میں بے حد سُر کی کھنچائی' یہ غیر مطلوب ہیں۔ بعض قراء بھی کچھ زیادہ ہی تکلف سے کام لیتے ہیں' حالانکہ حروف کے مخارج کا خیال رکھتے ہوئے اپنے ڈھنگ اور اسلوب میں اذان دینے کا جو مزہ اور اظہارِ حقیقت ہوتا ہے وہ نقالی میں نہیں۔

غرض، ممکن حد تک ایسے مؤذن کا تقرر وانتخاب ہو جو اذان واقامت کے آداب کے ساتھ ساتھ درست اذان کہنے کی صلاحیت ومہارت بھی رکھتا ہو۔ ہمارے ہاں عام مساجد میں ایسے مؤذن بکثرت ہیں جو اذان دینے کا جذبہ فراواں رکھتے ہیں لیکن ان کی اذان اپنی مادری زبان، یعنی پنجابی کی طرز ودُھن پر ہوتی ہے۔ بہرحال اگر صحیح اذان کہنے والے افراد کی کم یابی ہو تو کم از کم دستیاب مؤذنوں کی تربیت کا بندوبست ضرور ہونا چاہیے۔

نبی ﷺ کے منتخب مؤذنین جیسے سیدنا بلال، عمرو بن ام مکتوم اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہم ہیں، ان میں حسن صوت کے ساتھ ساتھ ادائیگی حروف کی صلاحیت بھی کمال درجے کی تھی۔ صاحب السنن والمبتدعات نے حروف کو حد سے زیادہ کھینچ کر گانے کی طرز پر اذان کہنے کو بدعت قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: [وَالتَّمْطِيطُ وَالتَّغَنِّي بِالْأَذَانِ بِدْعَةٌ] (السنن والمبتدعات، ص:۴۹)

شیخ علی محفوظ فرماتے ہیں: [وَمِنَ الْبِدَعِ الْمَكْرُوهَةِ تَحْرِيمًا التَّلْحِينُ فِي الْأَذَانِ، وَهُوَ التَّطْرِيبُ أَيِ التَّغَنِّي بِهِ بِحَيْثُ يُؤَدِّي إِلَى تَغْيِيرِ كَلِمَاتِ الْأَذَانِ وَكَيْفِيَّاتِهَا بِالْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ وَنَقْصِ بَعْضِ حُرُوفِهَا أَوْ زِيَادَةٍ فِيهَا مُحَافَظَةً عَلَى تَوْقِيعِ الْأَذَانِ، فَهٰذَا لَايَحِلُّ إِجْمَاعًا فِي الْأَذَانِ كَمَا لَايَحِلُّ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ] ''وہ بدعات جن کی کراہت تحریمی ہے، ان میں سے اذان میں تلحین بھی ہے۔ تلحین سے مراد عمدہ اور شاندار طریقے سے پڑھنا ہے، یعنی گانے کی سی ایسی سر اور آواز بنانا کہ جس سے کلماتِ اذان اور اس کی کیفیاتِ حرکات وسکنات میں تبدیلی واقع ہو۔ بعض حروف میں کمی واقع ہو یا ان میں زیادتی اور یہ سب اذان کی لے اور ترنم بحال رکھنے کے لیے ہو، تو یہ اسلوب جیسے قرآن مجید کی تلاوت میں حلال نہیں، اسی طرح بالاجماع اذان میں بھی حلال نہیں۔ (الإبداع، ص:۱۶۰) نیز اس قسم کے مقدس عمل پر اجرت طے کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ یقیناً یہ وتیرہ اخلاص کے منافی ہے۔ اسے صرف کسب معاش کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ لیکن مساجد کی انتظامیہ یا مخیّر حضرات کو بھی چاہیے کہ ایسے لوگ اگر غریب اور ضرورت مند ہوں تو ان کا خاص خیال رکھیں۔ حالات کے پیش نظر ان کی بھرپور معاونت کریں تا کہ مانگنے یا طے کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

سطور بالا میں مذکور کچھ ایسے امتیازات انسان کو اذان دینے کی وجہ سے نصیب ہوتے ہیں، کیا ان

خصوصیات اور سعادتوں کا مستحق ہر مؤذن ٹھہرتا ہے یا ان کا مصداق وہ چند مؤذن ہیں جن کے اندر اس عظیم عہدے سے ہمکنار ہونے کی وہ شرعی استعداد اور صلاحیت پائی جاتی ہے جس کا متعدد احادیث میں ذکر ہے اور علماء نے اسے مؤذن کے آداب قرار دیا ہے؟ یقیناً مؤخر الذکر بات ہی درست ہے۔ مؤذن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان حسب ذیل آداب کا خیال رکھے:

* حسن نیت: مؤذن کے لیے اخلاص نیت ضروری ہے۔ اسے یہ کام حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرنا چاہیے۔ صرف حصول شہرت یا دنیوی مفاد ہی اس کے پیش نظر نہ ہو اور نہ اس مبارک عمل کو پیشے یا کسب معاش کا ذریعہ بنائے۔

عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آخری چیز جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا، وہ یہ تھی کہ ایسا مؤذن رکھنا جو اپنی اذان پر اجرت وصول نہ کرتا ہو۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يأخذ المؤذن على الأذان أجرا، حديث:٢٠٩، و سنن ابن ماجه، الصلاة، باب السنة في الأذان، حديث:٧١٤) اس حدیث کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، كَرِهُوا أَنْ يَّأْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا، وَاسْتَحَبُّوا لِلْمُؤَذِّنِ أَنْ يَّحْتَسِبَ فِي أَذَانِهِ] ''اہل علم کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے۔ انھوں نے یہ ناپسند کیا ہے کہ مؤذن اذان پر اجرت وصول کرے۔ اور انھوں نے مؤذن کے حق میں یہ پسند کیا ہے کہ وہ اپنی اذان میں حصول ثواب کی نیت رکھے۔''

* باوضو ہو کر اذان دینا: اگرچہ اذان کے لیے باوضو ہونا شرط یا واجب نہیں لیکن یہ مستحب اور افضل ضرور ہے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَا بَأْسَ أَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ] ''بلا وضو اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔'' (ذكره البخاري معلقًا، فتح الباري:١١٤/٢) سنن سعید بن منصور اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ اثر موصولاً بیان ہوا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھیے: (مختصر صحيح البخاري للألباني:٢٠٦/١) لیکن چونکہ اذان بھی دیگر اذکار کی طرح ایک ذکر ہے، اس لیے بلا طہارت و وضو جواز کے باوجود ناپسندیدہ ہے۔ مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، آپ پیشاب کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کہا لیکن آپ نے اس کا جواب نہ دیا

یہاں تک کہ آپ نے وضو کیا' پھر (سلام کا جواب نہ دینے کی) وجہ بیان کی اور فرمایا: [إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرُهُ، إِلَّا عَلٰى طُهْرٍ] ''میں نے بلا طہارت (وضو) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کرنا ناپسند سمجھا۔'' (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:١٧' وسنن ابن ماجه'الطهارة' حديث: ٣٥٠' والسلسلة الصحيحة: ٨٣٤' والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ٣٦١/٣٤' ٣٦٢)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس آدمی نے جنابت کی حالت میں اذان یا اقامت کہی تو اس پر کوئی اعادہ نہیں ہے (کہ اذان اور اقامت دوبارہ کہے) کیونکہ جنبی آدمی پلید نہیں ہوتا (اس کی نجاست حکمی ہے۔) نبی اکرم ﷺ کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اور آپ اس کی طرف لپکے تو اس نے کہا: (اللہ کے رسول!) میں جنبی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پلید نہیں ہوتا۔'' نبی اکرم ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ باوضو ہو کر اذان دینا مجھے زیادہ محبوب ہے اور میں جنابت کی حالت میں اقامت کو مکروہ سمجھتا ہوں کیونکہ اس طرح وہ تہمت کا شکار ہوتا ہے اور اس کی نماز بھی فوت ہو سکتی ہے۔ (الأوسط لابن المنذر: ٣٨/٣' والموسوعة الفقهية الميسرة: ٢٧٧/١)

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمام اذکار یہاں تک کہ سلام کرنے میں بھی اصل یہ ہے کہ انسان باطہارت ہو' یہ افضل ہے اور اذان بالاولیٰ اس میں داخل ہے لیکن بلا وضو اذان کو ہم کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔ (الموسوعة الفقهية الميسرة از حسين بن عوده: ٢٧٧/١)

* اونچی جگہ سے اذان کہنا: اونچی جگہ سے اذان کہنا مستحب ہے تاکہ ممکنہ حد تک لوگ وقت نماز سے آگاہ ہو جائیں لیکن فی زمانہ لاؤڈ سپیکروں سے یہ ضرورت بخوبی پوری ہو جاتی ہے۔ اس عمدہ ایجاد سے مستفید ہونا چاہیے۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے اونچی جگہ سے اذان دینا معقول معلوم نہیں ہوتا کیونکہ لاؤڈ سپیکر سے مذکورہ مقصد بدرجۂ اتم حاصل ہوتا ہے' البتہ جہاں لاؤڈ سپیکر نہ ہو' وہاں اذان کے لیے اونچی جگہ کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

بنو نجار کی ایک خاتون سے روایت ہے' انھوں نے کہا کہ میرا گھر مسجد کے اطراف کے گھروں میں سب سے اونچا تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اسی پر آ کر دیا کرتے تھے..... ''(سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٥١٩' و صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: ٧/٣' حديث:٥٣٢)

مندرجہ بالا آداب کے لیے دیکھیے: (فقه السنة: ۱/۱۵۱، ۱۵۲)

٭ قبلہ رخ ہونا: قبلہ رخ ہو کر اذان دینا مستحب ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں: [اَلْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُّؤَذِّنَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ لَانَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا......] ''مستحب یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اذان کہی جائے۔ ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔'' (المغني: ۱/۴۷۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے سعد القرظ سے مروی اس حدیث کو کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جب اذان کے لیے اللہ اکبر کہتے تو قبلہ رو ہو جاتے، ضعیف کہا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: [لٰكِنَّ الْحُكْمَ صَحِيحٌ، فَقَدْ ثَـبَتَ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فِي الْأَذَانِ مِنَ الْمَلَكِ الَّذِي رَاٰهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فِي الْمَنَامِ...... جَاءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُ رَجُلًا نَّزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَقَامَ عَلٰى جَذْمِ حَائِطٍ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ......] ''لیکن اس کا حکم صحیح ہے کیونکہ عبداللہ بن زید نے نیند میں جس فرشتے کو دیکھا تھا اس کی اذان میں استقبال قبلہ ثابت ہے...... (وہ حدیث یہ ہے) عبداللہ بن زید آئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا کہ ایک آدمی آسمان سے اترا ہے اور دیوار کے اوپر کھڑا ہو گیا اور اس نے قبلہ رخ منہ کر لیا......'' (إرواء الغليل: ۱/۲۵۰، حديث: ۲۳۲)

یہ حدیث امام اسحاق بن راہویہ کی مسند میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے التلخيص الحبير: (۱/۳۶۳، حديث: ۲۹۹) میں مسند اسحاق کے حوالے سے باسند ذکر کیا ہے۔)

نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے مسند سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مجمع بن یحییٰ فرماتے ہیں: [كُنْتُ مَعَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، وَهُوَ مُسْتَقْبِلَ الْمُؤَذِّنِ فَكَبَّرَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ] ''میں ابوامامہ بن سہل کے ساتھ تھا اور ان کا منہ مؤذن کی طرف تھا۔ مؤذن نے اللہ اکبر کہا جبکہ وہ قبلہ رخ تھا۔'' (إرواء الغليل: ۱/۲۵۱) اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ مذکورہ حدیث اور صحابیٔ رسول کے اس عمل سے واضح ہوتا ہے کہ قبلہ رخ منہ کر کے اذان دینا مستحب ہے۔ واللّٰه أعلم.

٭ کانوں میں انگلیاں دینا: کانوں میں دونوں انگلیاں دے کر اذان کہنا مسنون ومشروع ہے۔ اس کا ثبوت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے عمل سے ملتا ہے۔ ابوجحیفہ فرماتے ہیں: [رَأَيْتُ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ وَ يَدُورُ وَ يُتْبِـعُ فَاهُ هَاهُنَا وَ هَاهُنَا وَإِصْبَعَاهُ فِي أُذُنَيْهِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ لَّهُ حَمْرَاءَ......]

''میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ اذان دے رہے ہیں اور گھوم رہے ہیں اور اپنے منہ کو ادھر ادھر (دائیں اور بائیں) پھیر رہے ہیں جبکہ ان کی دونوں انگلیاں ان کے دونوں کانوں میں تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے سرخ خیمے میں تھے.....'' (جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في إدخال الإصبع في الأذن عندالأذان، حديث: ١٩٧، ومسند الإمام أحمد: ٤/ ٣٠٧، ٣٠٨) امام بخاری ؒ نے اسے معلقاً ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے اسے مصنف عبدالرزاق وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (فتح الباري: ٢/ ١١٤)

شیخ البانی ؒ نے مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے اسے موصول ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو شیخین کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (مختصر صحيح البخاري للألباني: ١/ ٢٠٦)

امام ترمذی ؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: [وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُدْخِلَ الْمُؤَذِّنُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ فِي الْأَذَانِ] ''اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ ان کے ہاں یہ عمل مستحب ہے کہ مؤذن اذان کے وقت اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرے۔''

امام ابن قدامہ ؒ نے بھی امام ترمذی کا مذکورہ قول نقل کیا ہے اور اس عمل کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ (المغني: ١/ ٤٦٨)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اذان کے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لینا مستحب ہے۔ شیخ البانی ؒ نے سیدنا بلال ؓ کے مذکورہ عمل کو حکمی طور پر مرفوع قرار دیا ہے کیونکہ بلال ؓ کا یہ عمل نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ہوتا تھا جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

امام بخاری ؒ نے سیدنا بلال کے اس عمل کے بعد ابن عمر ؓ سے معلقاً بصیغۂ جزم نقل کیا ہے کہ وہ اذان کے وقت اپنی انگلیاں کانوں میں داخل نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباري: ٢/ ١١٤) جس سے بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

اولاً: اس میں تطبیق کی ایک صورت یہ لگتی ہے کہ اگر کانوں میں انگلیاں نہ بھی ڈالی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ أعلم.

ثانیاً: شیخ حسین بن عودہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد شیخ البانی ؒ سے پوچھا کہ ان دونوں کے درمیان جمع و تطبیق کی کیا صورت ہے؟ تو شیخ ؒ نے بایں الفاظ جواب دیا: اگر دو احادیث ہوں، ایک

میں کسی عبادت کا ثبوت اور دوسری میں نفی ہو تو دریں صورت بلا شک وشبہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ اب ہمارے پاس ایک طرف تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا وہ خاص عمل ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ادا ہوتا تھا' پھر غالب گمان یہی ہے کہ یہ عمل نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ہوتا تھا' لہٰذا اس طرح اس کا حکم' مرفوع حدیث کا ہوگا جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب عمل میں فقہی طور پر یہ قوت وصلاحیت نہیں' اس لیے بلا تردد کانوں میں انگلیاں رکھنے کا بلال رضی اللہ عنہ کا عمل ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ترک عمل پر ترجیح کی حیثیت رکھتا ہے۔'' (تعليق الموسوعة الفقهية: ۱/۳۸۰)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن عمر کے مذکورہ اثر کو مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے موصول ذکر کیا ہے اور اس کی سند جید قرار دی ہے۔ دیکھیے: (مختصر صحيح البخاري للألباني: ۱/۲۰۶' وفتح الباري: ۲/۱۱۴' حديث: ۶۳۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کانوں میں انگلیاں داخل کرنے کے متعلق تغلیق التعلیق میں کچھ شواہد ذکر کیے ہیں۔ (فتح الباري: ۲/۱۱۵)

ملحوظہ: سوال پیدا ہوتا ہے کہ اذان کے وقت کون سی انگلیاں کانوں میں داخل کی جائیں؟ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس انگلی کا کان میں ڈالنا مستحب کہا گیا ہے اس کی تعیین منقول نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بالجزم کہا ہے کہ یہ انگشت شہادت ہے۔ (فتح الباري: ۲/۱۱۶) والله أعلم.

* **کھڑے ہو کر اذان دینا:** مسنون یہ ہے کہ مؤذن کھڑے ہو کر اذان کہے۔ ہاں' اگر کسی قسم کا عذر ہو تو بیٹھ کر بھی اذان دی جا سکتی ہے کیونکہ اذان سے اصل مقصد لوگوں کو وقت نماز کی اطلاع دینا ہے جو بیٹھ کر بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کی دلیل ابن ابی لیلیٰ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز با جماعت کے لیے اکٹھا کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

[حَتّٰى هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَى الْآطَامِ يُنَادُونَ الْمُسْلِمِينَ بِحِينِ الصَّلَاةِ......]

''یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ بھی کیا کہ کچھ مردوں کو حکم کروں اور وہ ٹیلوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے لیے وقت نماز کی منادی کریں۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۵۰۶' وصحيح سنن أبي داود للألباني' حديث: ۴۷۸)

اس حدیث سے کھڑے ہو کر اذان دینے کی مشروعیت اخذ ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں کھڑے ہو کر اذان دینے کا طریقہ شروع سے چلا آ رہا ہے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ أَحْفَظُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ السُّنَّةَ أَنْ يُؤَذِّنَ قَائِمًا......] ''ابن منذر نے فرمایا: جن علماء سے مجھے یاد ہے ان سب نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ سنت طریقہ کھڑے ہو کر اذان دینا ہی ہے۔'' (المغني: ۱/۴۶۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ قول نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔ (التلخیص الحبیر: ۱/۳۶۲، حدیث: ۲۹۹)

حسن بن محمد فرماتے ہیں: [دَخَلْتُ عَلَى أَبِي زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَهُوَ جَالِسٌ، قَالَ وَ تَقَدَّمَ رَجُلٌ فَصَلَّى بِنَا وَكَانَ أَعْرَجَ، أُصِيبَ رِجْلُهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''میں ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے بیٹھے بیٹھے ہی اذان اور اقامت کہی، ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ابوزید لنگڑے تھے، ان کی ٹانگ اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں ٹوٹی تھی۔'' (السنن الکبری للبیہقي: ۱/۳۹۲- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی التلخیص الحبیر: ۲/۳۶۲ میں اس اثر کو برقرار رکھا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی الإرواء، حدیث: ۲۲۵ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔)

صحابیٔ رسول کے اس عمل سے پتا چلتا ہے کہ بوجۂ عذر اذان اور اقامت بیٹھ کر بھی کہی جا سکتی ہے، نیز امام ابن منذر فرماتے ہیں کہ ابن عمر اونٹ پر اذان دے لیا کرتے تھے، پھر اترتے اور اقامت کہتے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص میں یہ قول نقل کر کے اسے برقرار رکھا ہے۔ دیکھیے: (التلخیص الحبیر: ۱/۳۶۲) سنن بیہقی میں الفاظ یوں ہیں، نافع فرماتے ہیں: [كَانَ ابْنُ عُمَرَ رُبَّمَا أَذَّنَ عَلَى رَاحِلَتِهِ الصُّبْحَ، ثُمَّ يُقِيمُ بِالْأَرْضِ] ''ابن عمر بسا اوقات صبح کی اذان اپنی اونٹنی پر دیا کرتے تھے، پھر زمین پر اقامت کہتے۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (إرواء الغلیل، حدیث: ۲۲۶)

* **باآواز بلند اذان کہنا:** باآواز بلند اذان دینا مستحب اور مطلوب ہے کیونکہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے، وہاں تک ہر چیز اس کے لیے قیامت کے دن گواہ ہوگی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوصعصعہ انصاری سے فرمایا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تمھیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے،

لہٰذا جب تم اپنی بکریوں کے ہمراہ جنگل میں رہو تو نماز کے لیے اذان کہواور اپنی آواز کو بلند کرو کیونکہ جو انسان، جن یا کوئی دوسری چیز مؤذن کی آواز سنتی ہے جہاں تک وہ پہنچتی ہے، قیامت کے دن وہ اس کے حق میں گواہی دے گی۔ ابوسعید نے فرمایا: میں نے یہ اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے۔(صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۶۰۹)

* صرف گردن موڑ کر دائیں اور بائیں التفات کرنا: مؤذن کے لیے مسنون ہے کہ وہ اذان دیتے وقت حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کہتے ہوئے صرف اپنا منہ اور گردن دائیں اور بائیں پھیرے، پورے بدن یا سینے کو پھیرنا غیر مسنون عمل ہے۔ اس کی دلیل ابوجحیفہ کا قول ہے، وہ کہتے ہیں: ''میں اذان کے وقت ان کا منہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔'' (صحیح البخاري، الأذان، باب هل یتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا وهل یلتفت في الأذان، حدیث:۶۳۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بواسطہ وکیع عن سفیان صحیح مسلم میں روایت اس سے اتم (مکمل) ہے۔ (فتح الباري: ۲/۱۱۵) یعنی اس میں اِدھر اُدھر کی بجائے [یَمِینًا وَّ شِمَالًا] ''دائیں اور بائیں جانب'' کی صراحت منقول ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: ۵۰۳) اس کے الفاظ یہ ہیں: [فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا وَ هَاهُنَا، یَقُولُ: یَمِینًا وَّ شِمَالًا یَقُولُ: حَيَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ......] ''تو میں ان کا منہ ادھر ادھر، یعنی دائیں اور بائیں جانب پھیرتے وقت حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کہتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔'' سنن ابوداود کی ایک روایت میں مزید وضاحت منقول ہے۔ ابوجحیفہ فرماتے ہیں: [رَأَیْتُ بِلَالًا خَرَجَ إِلَی الْأَبْطَحِ فَأَذَّنَ، فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ، لَوَّی عُنُقَهُ یَمِینًا وَّ شِمَالًا وَّلَمْ یَسْتَدِرْ......] ''میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ وادئ ابطح کی طرف نکلے اور اذان کہی، جب حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح پر پہنچے تو اپنی گردن کو دائیں اور بائیں پھیرا اور خود پورے نہیں گھومے......'' (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۵۲۰، والتلخیص الحبیر:۱/۳۶۳، حدیث:۳۰۰)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی گردن دائیں اور بائیں پھیری ہے۔ رہا حدیث میں [وَلَمْ یَسْتَدِرْ] کا اضافہ تو محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق میں یہ منکر ہے۔ تفصیل

کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (صحیح سنن أبي داود (مفصل)، حدیث:۵۳۳) کیونکہ اس کی سند میں قیس بن ربیع سیئ الحفظ ہیں لیکن چونکہ سفیان ان کی متابعت کرتے ہیں' اس لیے مذکورہ روایت صحیح ہے' سوائے [وَلَمْ يَسْتَدِرْ] کے کہ ان کے بیان کرنے میں قیس بن ربیع متفرد ہیں۔ ابوداود کی یہی مذکورہ روایت امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع: (۹/۳) میں ذکر کر کے [وَلَمْ يَسْتَدِرْ] کے اضافے سمیت اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس کی اسنادی حیثیت عیاں ہے' اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان کی اس تصحیح کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحیح سنن أبي داود (مفصل): ۱۰/۳) بلکہ شیخ رحمہ اللہ نے اسے امام نووی رحمہ اللہ کا وہم قرار دیا ہے۔ اس کے برخلاف [يَدُورُ] ''گھومنے'' کے الفاظ سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کے طریق میں مروی ہیں۔ دیکھیے: (مسند الإمام أحمد: ۳۰۸/۴، والموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۵۲/۳۱) مسند احمد میں بواسطۂ سفیان' الفاظ یوں ہیں: ابوجحیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [رَأَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ وَ يَدُورُ......] ''میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ اذان کہہ رہے تھے اور گھوم رہے تھے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ (جامع الترمذي، حدیث:۱۹۷) امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن: (۳۹۶/۱) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری: (۱۱۵/۲) میں ان الفاظ کو معلول قرار دیا ہے۔ لیکن یہ الفاظ درست ہیں جیسا کہ مسند احمد میں بواسطۂ سفیان مروی روایت میں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے منقول ان الفاظ کے متعلق تبصرے کے بعد شیخ نے ان کا جواب دیا ہے اور مذکورہ الفاظ کی صحت کا اثبات کیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح سنن أبي داود (مفصل)، حدیث:۵۳۳)

بالفرض اگر عدم استدار اور اثبات استدار کی روایات کو قبول کر لیا جائے جبکہ ثانی الذکر کا اثبات مع التحقیق ہوتا ہے تو بظاہر دونوں روایات میں تعارض پیدا ہوتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ جس حدیث میں [اِسْتِدَارَة] ''گھومنے'' کا ذکر موجود ہے۔ اسے صرف اس معنی پر محمول کیا جائے کہ حي علی الصلاة اور حي علی الفلاح کہتے وقت صرف گردن اور منہ کے ساتھ دائیں اور بائیں گھومے اور جس روایت میں اس کی نفی ہے اسے سینے اور پورے بدن سمیت گھومنے پر محمول کیا جائے اور ان شاء اللہ یہی حق ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْحَجَّاجُ أَرَادَ بِالْإِسْتِدَارَةِ الْتِفَاتَهُ فِي: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَيَكُونُ مُوَافِقًا لِّسَائِرِ الرُّوَاةِ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ] ''احتمال ہے کہ یہاں حدیث میں حي على الصلاة، حي على الفلاح کہتے وقت گھومنے سے حجاج کی مراد التفات (دائیں اور بائیں گردن گھما کر دیکھنا) ہو لہٰذا اس توجیہ سے یہ حدیث باقی راویوں کے موافق ہو گی۔ لیکن حجاج بن ارطاۃ قابل حجت نہیں۔'' (السنن الكبرى للبيهقي: ۱/ ۳۹۵، ۳۹۶)

شیخ البانی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: [وَهٰذَا الْجَمْعُ هُوَ الَّذِي يَجِبُ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْإِسْتِدَارَةَ قَدْ ثَبَتَتْ فِي الْحَدِيثِ مِنْ طُرُقٍ أُخْرٰى عَنْ عَوْنٍ......] ''جمع و تطبیق کی یہی صورت اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ حدیث میں گھومنے کا ذکر دوسرے طرق میں عون سے ثابت ہے......'' (صحيح سنن أبي داود (مفصل): ۳/ ۱۰، حديث: ۵۳۳)

امام نووی رحمہ اللہ حدیث میں مذکور اس گھومنے کے متعلق فرماتے ہیں: [أَنَّ الْإِسْتِدَارَةَ تُحْمَلُ عَلَى الْإِلْتِفَاتِ جَمْعًا بَيْنَ الرِّوَايَاتِ......] ''مختلف روایات میں جمع و تطبیق کی خاطر گھومنے کو التفات پر محمول کیا جائے گا۔'' (المجموع شرح المهذب: ۳/ ۱۱۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید وضاحت سے روایات کے مابین یوں تطبیق دیتے ہیں: [وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بِأَنَّ مَنْ أَثْبَتَ الْإِسْتِدَارَةَ عُنِيَ اسْتِدَارَةُ الرَّأْسِ، وَمَنْ نَفَاهَا عُنِيَ اسْتِدَارَةُ الْجَسَدِ كُلِّهِ] ''اور تطبیق ممکن ہے کہ جس نے گھومنا ثابت کیا ہے اس کا مقصد سر کا گھمانا ہے اور جس نے اس کی نفی کی ہے اس کا مقصد پورے بدن کو گھمانا ہے۔'' (فتح الباري: ۲/ ۱۱۵)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ گھومنے کی مشروعیت کی ترجمۃ الباب (عنوان) میں یوں توضیح فرماتے ہیں: [اَلْإِنْحِرَافُ فِي الْأَذَانِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّهُ إِنَّمَا يَنْحَرِفُ بِفِيهِ لَا بِبَدَنِهِ كُلِّهِ وَ إِنَّمَا يُمْكِنُ الْإِنْحِرَافُ بِالْفَمِ بِانْحِرَافِ الْوَجْهِ] ''اذان میں مؤذن کے حي على الصلاة اور حي على الفلاح کہتے وقت ایک جانب منہ پھیرنے کا بیان اور اس بات کی دلیل کہ وہ صرف اپنا منہ پھیرے گا نہ کہ پورا بدن اور

چہرے کے پھیرنے سے منہ کا پھیرنا ممکن ہے۔" (صحيح ابن خزيمة:۱/۲۰۲' وفتح الباري:۲/۱۱۵)

امام ابن قدامہ نے المغنی: (۱/۴۷۲) میں اسی طریقے کو مستحب قرار دیا ہے۔ بہرحال مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ پورے بدن یا سینے کو دائیں بائیں پھیرنا مشروع نہیں ہے' اسی لیے شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [أَمَّا تَحْوِيلُ الصَّدْرِ فَلَا أَصْلَ لَهُ فِي السُّنَّةِ الْبَتَّةَ، وَلَا ذِكْرَ لَهُ فِي شَيْئٍ مِّنَ الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِي تَحْوِيلِ الْعُنُقِ] "رہا سینے کو پھیرنا تو سنت میں قطعاً اس کی اصل نہیں ملتی اور نہ گردن پھیرنے کی روایات میں اس کا کچھ ذکر ہے۔" (تمام المنة' ص:۱۵۰)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [وَالسُّنَّةُ أَنْ يَّلْتَفِتَ فِي الْحَيْعَلَتَيْنِ يَمِينًا وَّ شِمَالًا وَّلَا يَسْتَدِيرُ] "سنت یہ ہے کہ حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کہتے ہوئے دائیں اور بائیں منہ کرے اور (پورے بدن کے ساتھ) نہ گھومے۔" مزید فرماتے ہیں: [قَالَ أَصْحَابُنَا: وَالْمُرَادُ بِالْإِلْتِفَاتِ أَنْ يَّلْوِيَ رَأْسَهُ وَ عُنُقَهُ وَلَا يُحَوِّلُ صَدْرَهُ عَنِ الْقِبْلَةِ...... وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ الْمُصَنِّفِ: "وَلَا يَسْتَدِيرُ......" هُوَ الصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ الَّذِي نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَقَطَعَ بِهِ الْجُمْهُورُ] "ہمارے اصحاب (شوافع) نے کہا: التفات سے مراد یہ ہے کہ اپنی گردن اور سر کو موڑے' قبلے سے اپنے سینے کو نہ پھیرے......مصنف کے قول "نہ گھومے" کے یہی معنی ہیں...... یہی صحیح اور مشہور قول ہے جس کی امام شافعی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے اور جمہور علماء نے قطعیت ظاہر کی ہے۔" (المجموع:۳/۱۱۵)

* **کیفیت التفات:** دائیں بائیں منہ کرنے کی امام نووی رحمہ اللہ نے تین مستحب صورتیں بیان کی ہیں: ① دائیں طرف منہ کر کے دو دفعہ حي علی الصلاۃ کہے' پھر بائیں طرف منہ کر کے حي علی الفلاح دو مرتبہ کہا جائے۔ یہ ان کے نزدیک صحیح ترین صورت ہے۔ ② دائیں جانب منہ کر کے حي علی الصلاۃ ایک دفعہ کہا جائے' پھر قبلہ رخ منہ کر لیا جائے' پھر دوبارہ حي علی الصلاۃ کہتے ہوئے دائیں جانب منہ پھیر لیا جائے' پھر بائیں جانب حي علی الفلاح کہتے ہوئے اسی طرح کیا جائے۔ ③ امام قفال کا قول ہے کہ ایک دفعہ حي علی الصلاۃ کہتے ہوئے دائیں جانب منہ پھیرا جائے اور ایک دفعہ بائیں جانب' اسی طرح حي علی الفلاح کہتے وقت ایک دفعہ دائیں جانب اور

دوسری دفعہ بائیں جانب منہ پھیرا جائے۔(المجموع: ۳/۱۱۵)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، اِسْتَدَارَ إِنْ شَاءَ عَنْ يَمِينِهِ فَيَقُولُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَدِيرُ عَنْ يَسَارِهِ كَذٰلِكَ] ''قبلے کی طرف منہ رکھے، جب حي على الصلاة کہے تو اگر چاہے تو اپنی دائیں جانب منہ پھیرے اور حي على الصلاة دو مرتبہ کہے، پھر اسی طرح اپنی بائیں جانب بھی پھیرے اور دو مرتبہ حي على الفلاح کہے۔'' (الأوسط: ۳/۲۶)

اذان سے متعلقہ چند معروف ضعیف احادیث اور بدعات کا بیان

اذان ایک اسلامی شعار ہے۔ مسلمان اس کا اظہار کرنے کے پابند ہیں۔ انھی الفاظ وکلمات کے ساتھ اذان دی جانی چاہیے جو شرعی طور پر ثابت ہیں۔ اس کی کیفیت و ہیئت میں تبدیلی درست ہے نہ کچھ الفاظ وکلمات کا اضافہ ہی کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادات کی بنیاد ادلۂ شرعیہ ثابتہ پر ہوتی ہے، اس لیے اس میں حک و اضافہ درست نہیں۔ اس عظیم شعار کا آغاز ''اللہ اکبر'' سے ہوتا ہے اور اختتام ''لا الٰہ الا اللہ'' پر اور بس۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ اپنی طرف سے اس کے ساتھ کسی سابقے یا لاحقے کی ضرورت نہیں۔ اذان کا مسنون طریقہ وہی ہے جو گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا۔ خیر القرون میں یہی طریقہ رائج تھا۔ محبانِ سنت نے اسی کی تلقین و تعلیم کی۔ لیکن افسوس! حاملین بدعات وخرافات نے صحیح سنت اور صراط مستقیم سے انحراف کی وجہ سے اس کے درمیان یا اس کے شروع اور آخر میں کچھ ایجادِ بندہ نوعیت کے الفاظ وکلمات داخل کر لیے جس کی مثال عہد نبوی میں تو کجا بعد کے زمانۂ سلف میں بھی نہیں ملتی۔ وإلى الله المشتكى.

مسنون ومشروع اذان کی اہمیت اجاگر کرنے اور فی زمانہ اس شعار کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی شناعت وقباحت کے اظہار کی خاطر چند بدعاتِ اذان کا بیان ضروری سمجھا گیا ہے جنھیں اب عشق رسول یا محبت اہل بیت کے خوبصورت لیبل کے ساتھ بڑی دھوم دھام اور بے خوفی سے رواج دیا جا رہا ہے اور ان بدعات وخرافات پر اپنے زعم میں ناز کیا جاتا ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

مندرجہ ذیل سطور میں اولاً بالاختصار بدعت اور اس کی شناعت وقباحت کا ذکر ہوگا' ثانیاً اذان کے ساتھ ان خودساختہ ملحقہ اضافات اور کلمات کا تذکرہ بھی ہوگا جنھیں گویا اذان کا حصہ یا اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل سمجھ لیا گیا ہے۔وما توفيقي إلا بالله.

* بدعت کے معنی ومفہوم: بدعت عربی لفظ ہے۔ یہ [فِعْلَةٌ] کے وزن پر اسم ہیئت ہے اور [بِدْعٌ] سے ماخوذ ہے۔ سابقہ نمونے کے بغیر کسی چیز کی اختراع کے معنی دیتا ہے۔ اگرچہ ہر اچھی اور بری ایجاد کردہ نئی چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن عرف میں اس کا اکثر استعمال قابل مذمت چیز ہی پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف ۹:۴۶) ''فرما دیجیے! میں رسولوں میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔'' یعنی مجھ سے پہلے بھی کئی رسول ہو گزرے ہیں' نیز فرمایا: ﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (البقرة ۱۱۷:۲) ''وہ آسمانوں اور زمین کو بلانمونہ پیدا کرنے والی ذات ہے۔'' مزید فرمایا: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا﴾ (الحديد۵۷:۲۷) ''اور رہبانیت کو انھوں نے خود ایجاد کرلیا۔'' تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (الاعتصام للشاطبي:۱/۴۹' وعلم أصول البدع لعلي بن حسن الأثري' ص: ۲۳' والبدعة وأثرها السيئ في الأمة للهلالي' ص:۷)

علامہ جوہری فرماتے ہیں: [أَبْدَعْتُ الشَّيْئَ' اِخْتَرَعْتُهُ لَا عَلٰى مِثَالٍ] ''میں نے یہ چیز بلامثال بنائی ہے' یعنی میں نے ایجاد کی ہے۔'' اور بدعت کے متعلق رقمطراز ہیں: [اَلْحَدَثُ فِي الدِّينِ بَعْدَ الْإِكْمَالِ] ''تکمیل دین کے بعد اس میں کسی چیز کی ایجاد۔'' (الصحاح للجوهري:۳/۹۸۶' والقاموس المحيط' ص:۷۰۲)

عرب کے ہاں [هٰذَا أَمْرٌ بَدِيعٌ] اس چیز پر بولا جاتا ہے جو مستحسن (قابل ستائش) ہو اور حسن میں اس کی کوئی سابقہ مثال نہ ہو۔ گویا نہ حسن میں اس جیسی ہو اور نہ اس کے مشابہ ہی' بدعت کو بدعت بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ رائج شدہ صورت کی شریعت میں کوئی مثال وشبیہ نہیں ہوتی۔ (الاعتصام: ۱/ ۴۹) یعنی اس کا شریعت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

لفظ بدعت عام ہے۔ اس کا اطلاق دل کے ایجاد کردہ خیالات وتصورات' زبان کے بیان کردہ غیر شرعی فرمودات اور اعضاء کے اعمال وافعال پر ہوتا ہے۔ (بتصرف: علم أصول البدع لعلي بن

حسن' ص:۲۳' و البدعة وأثرها السيئ في الأمة لسليم عيدالهلالي'ص:۸)

غرض اعمال و افعال کے ساتھ ساتھ بدعت کے تحت دل و دماغ کے وہ تصورات و نظریات بھی داخل ہیں جن کی شرع متین میں کوئی اصل اور سابقہ مثال نہ ہو۔

* **بدعت کی اصطلاحی تعریف:** بدعت کی جامع مانع تعریف علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے کی ہے' فرماتے ہیں:[طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ' تُضَاهِي الشَّرْعِيَّةَ' يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ] ''دین میں کوئی بھی خود ساختہ طریقہ جو کسی شرعی طریقے سے ملتا جلتا ہو' اس پر چل کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مبالغہ مقصود ہو (تو یہ بدعت ہے۔)'' (الاعتصام:۱/۵۰)

معلوم ہوا بدعات کا مرتکب اپنے زعم میں اس قسم کے قول وفعل سے تقرب الٰہی اور مزید ثواب کی نیت رکھتا ہے' اسے یہ عمل بظاہر عبادت اور نیکی لگتا ہے' اسی لیے بدعتی انسان اسے گناہ نہیں سمجھتا۔ نتیجتاً وہ بدعات میں آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دیگر معاصی کا مرتکب خود کو کم از کم گناہ گار ضرور سمجھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے کسی موڑ پر تائب و نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی سرے سے بدعی عمل کی دین میں نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے اور نہ اس کا ثبوت۔ اور کبھی دین میں اس کی کوئی اصل ہوتی ہے لیکن اس کے لیے کیفیت و ہیئت اور زمانی و مکانی وہ حد بندی کر لی جاتی ہے جس کا شریعت میں ثبوت نہیں ہوتا تو تب بھی وہ بدعت ہے۔ مثال کے طور پر قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر اذکار اور مختلف اوراد کی مشروعیت منقول ہے۔ انسان کی مرضی ہے اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے جیسے بھی چاہے ذکر کر سکتا ہے۔ اس کی کوئی قید نہیں' سوائے ان اعمال و اوراد کے جن کی بجا آوری کے لیے خاص کیفیات یا زمان و مکان کی تحدید ہے تو انھیں اسی صورت میں بجا لانا سنت ہے۔ مسنون کیفیات و ہیئات اور قیدِ زمان و مکان سے بالا ہو کر یا پھر جس کی کوئی خاص صورت و کیفیت منقول نہیں' اسے خاص وقت یا خاص شکل کے ساتھ اجتماعی صورت میں ادا کرنا' اس طرح دعوت دینا یا اس میں کمی بیشی کا مرتکب ہونا بدعت ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کے لیے آگ کی وعید ہے' جیسے سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر مسنون اذکار ہیں۔ اب اگر چند افراد مل کر بیک آواز سوز کے ساتھ یہ ذکر کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے کیونکہ ذکر کی جو اجتماعی کیفیت اختیار کی گئی ہے' یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی

نہیں۔ یہ گمراہی اور ضلالت ہے اگرچہ ایسا کرنے والے اسے تقرب الٰہی اور نیکی ہی گردانیں۔

ہمارے معاشرے میں اس قسم کی روحانی مجالس کی بھرمار ہے۔ کہیں اللّٰہ ھو کی اجتماعی صدائیں بلند ہوتی ہیں، کہیں لا إله إلا اللّٰه کے وجد سے لوگ بے حال ہوتے ہیں اور کہیں ''سنتوں بھرے اجتماع'' میں موضوع و من گھڑت اور ضعیف قصص و روایات کی روشنی میں ''اسلامی بھائیوں'' کو نت نئے ''ایمان افروز'' اعمال و اذکار سے گرمایا جاتا ہے۔ یہ سب طریق ہائے عبادت و ریاضت اور کیفیاتِ اذکار بدعت ہیں۔

اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیں! عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: ہم نمازِ فجر سے قبل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب وہ نکلتے تو ہم سب ان کے ساتھ مسجد کی طرف چل پڑتے۔ (ایک دن) ابوموسیٰ اشعری آئے اور انھوں نے پوچھا: کیا ابوعبدالرحمٰن باہر تشریف لا چکے ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ جب وہ نکلے تو ہم کھڑے ہو گئے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن! ابھی ابھی میں نے مسجد میں ایک عجیب و غریب کام دیکھا ہے۔ الحمد للہ! میں نے خیر ہی دیکھی ہے۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بشرط زندگی آپ جلد ہی اسے دیکھ لیں گے۔ انھوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ مختلف حلقوں میں بیٹھے ہیں اور نماز کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے اور (دیگر) اہل حلقہ کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ وہ کہتا ہے: سو مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ تو وہ (بلند آواز سے) اللہ اکبر سو مرتبہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو دفعہ لا الہ الا اللہ کہو۔ تو وہ سب سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو مرتبہ سبحان اللہ کہو۔ تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تو تم نے ان سے کیا کہا؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی رائے یا حکم کا انتظار تھا، اس لیے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے انھیں یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی سیئات شمار کریں؟ اور اس بات کی ضمانت نہ دی کہ اس (طرح گناہ شمار کرنے) سے ان کی حسنات ضائع نہیں ہوں گی؟ پھر وہ چل پڑے۔ ہم بھی ان کے ساتھ چل دیے یہاں تک کہ وہ ایک گروہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو گئے اور پوچھا: یہ کیا ہے جو میں تمھیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: ابوعبداللہ یہ کنکریاں ہیں، ان کے ساتھ

ہم اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کی تسبیحات شمار کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں ضمانت دیتا ہوں کہ اُس سے تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ افسوس! اے امت محمدیہ! تم کس قدر جلد ہلاک ہورہے ہو۔ تمھارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ بہ کثرت ہیں۔ آپ ﷺ کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئے۔ ابھی تک آپ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے (اور تم نے بدعات شروع کرلی ہیں۔) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم ایسی ملت وطریق پر ہو جو ملتِ محمدی سے زیادہ راست ہے؟ یا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو؟ انھوں نے کہا: [وَاللّٰهِ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! مَاأَرَدْنَا إِلَّاالْخَيْرَ] ''اللہ کی قسم! ابوعبدالرحمٰن! ہم نے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [وَكَمْ مِّنْ مُّرِيدٍ لِّلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيبَهُ] ''کتنے ہی لوگ بھلائی کے خواہاں اور متلاشی ہیں لیکن اسے حاصل نہیں کر پاتے۔'' ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ''بے شک ایک قوم قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔'' اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ شاید ان کے اکثر لوگ تم میں سے ہوں۔ یہ کہہ کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ واپس پلٹ آئے۔ راویٔ حدیث عمرو بن سلمہ تابعی فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر یوم نہروان کے موقع پر خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے اوپر نیزہ زنی کررہے تھے۔ (سنن الدارمي: ۱/ ۴۸، ۴۹ و البدعة وأثرها السيئ في الأمة لسليم عيدالهلالي، ص: ۳۸)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ناصحانہ وعظ اور اتباع سنت سے سرشار ان کے جذبات وفرمودات پر انھوں نے کان نہیں دھرا بلکہ اپنے اس عمل پر اڑے رہے اور جواب یہ دیا کہ ہمارا ارادہ نیک ہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گمراہ ہوگئے اور خوارج سے مل کر عام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں کے مقابلے میں صف آراء ہوئے اور بے دین ہوکر مرے۔

دوسری مثال یہ سمجھیے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الأحزاب ۳۳: ۵۶) ''اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر خوب درود وسلام بھیجو۔'' مختلف مواقع پر اس کے پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے جیسا کہ کتب احادیث میں ملتا ہے۔ ایک دفعہ درود پڑھنے سے اللہ رب العزت دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس

درجات کی بلندی کی ضمانت ہے۔ احادیث میں اس کے پڑھنے کے لیے کئی خاص مواقع کی تحدید بھی ہے' جیسے نماز میں تشہد کی حالت میں اور مؤذن کی اذان سننے کے بعد وغیرہ' لہٰذا جن مواقع کی تحدید کے ساتھ اس کی مشروعیت ہے' اسے انھی مواقع پر پڑھنا مستحب و مسنون ہوگا۔ مزید براں اس کا حکم عام بھی ہے لیکن اس کے پیش نظر کسی کیفیت و حالت کو خاص نہیں کیا جا سکتا' جیسے قبل از اذان یا بعد از اذان لاؤڈ سپیکر پر ''صلاۃ وسلام'' کہنا جسے عرف عام میں 'صلاۃ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بدعت ہے' اس لیے کہ اس زمانی تقیید کے ساتھ قبل از اذان یا بعد از اذان شریعت میں اس کی اصل موجود نہیں کیونکہ عہد نبوی یا خلفائے راشدین وغیرہ کے ادوار میں بھی مروجہ اغراض سے پڑھے جانے والے درود وسلام کے اسباب و دواعی اور مقتضیات موجود تھے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت تو کجا بعد کے سنہری ادوار میں بھی اس کی اصل نہیں ملتی' حالانکہ وہ نیکی کے زیادہ حریص اور محبت رسول میں ہم سے کہیں زیادہ جذبات کے حامل تھے' لہٰذا یہ اندازِ درود وسلام ایجادِ بندہ ہے اور شریعت میں اپنی طرف سے اضافہ ہے اگرچہ اس میں نیک نیتی ہی کارفرما ہوتی ہے۔

غور فرمائیے! ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کسی آدمی نے چھینک ماری اور بجائے صرف مسنون ذکر [اَلْحَمْدُلِلّٰهِ] کے' اس نے [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ] کہہ دیا۔ اگرچہ اس کا نیکی کا جذبہ تھا لیکن جلیل القدر صحابی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: [مَا هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَلْ قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَحْمَدِاللّٰهَ' وَلَمْ يَقُلْ: وَلْيُصَلِّ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ] ''اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس طرح تعلیم نہیں دی بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ ''الحمد للہ'' کہے'' یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھے۔'' (جامع الترمذي' الأدب' حديث: ۲۷۳۸' والحديث حسن' تفصیل کے لیے دیکھیے: البدعة' ص: ۴۹)

صحابیٔ رسول ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حمیتِ دینی دیکھیے! بدعت کی کس طرح تردید فرماتے ہیں' باوجودیکہ کہنے والے کی نیت بھی نیک تھی لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ [خَيْرُالْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ] ''بہترین طریقہ' طریقۂ محمدی ہے۔'' اسی لیے آپ نے اس کی تردید فرمائی اور اس کے بے محل درود وسلام کی کوئی پروا نہ کی۔ اسے اس چیز کی تعلیم دی جو خالص اور ملاوٹ سے پاک' عین سنت کے

مطابق تھی۔ لیکن آج کے عاشقانِ رسول کی محبت بھی عجیب ہے۔ ملتے وقت مسنون سلام کی جگہ ''مدینہ مدینہ'' کہتے ہیں۔ جو محبت کے زیادہ ہی دعویدار ہوتے ہیں' وہ بجائے السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کے خودساختہ درود وسلام کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ فون پر گفت وشنید ہو یا براہ راست' بعض سے یہی اندازِ سلام دیکھنے اور سننے میں آیا ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. لہٰذا یہ اور اس قسم کی دیگر معینہ' خودساختہ اور بناوٹی کیفیات واعمال بدعت نہیں تو اور کیا ہیں؟ اسلام مکمل ہو چکا ہے' اب اس میں کسی چیز کے اضافے کی ضرورت نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المآئدة۵:۳) ''آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمھارے اوپر پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطور دین پسند کیا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی اور عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے۔ اب انھیں اسلام کے سوا کسی اور دین کی ضرورت ہے نہ اپنے نبی ﷺ کے سوا کسی اور نبی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر قیامت تک کے جنوں اور انسانوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے' لہٰذا اب حلال وہ ہے جسے نبی ﷺ حلال قرار دیں' حرام وہ ہے جسے آپ حرام کہیں' دین وہ ہے جو آپ پیش فرمائیں اور آپ جو بھی فرمائیں وہ حق اور سچ ہے' اس میں کذب وشک کا ادنیٰ سا بھی شائبہ تصور نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ (الأنعام ۶:۱۱۵) ''اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ باتیں خبر کے اعتبار سے سچ اور امرونہی کے اعتبار سے عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر (اردو): ۲/۲۷۴' مطبوعہ دارالسلام)

غرض اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی آئے اور اپنی مرضی سے کسی ذکر' عبادت' یا طریقۂ عبادت کی کیفیت خود متعین کر لے۔

رسول اللہ ﷺ نے دین کی ہر ہر بات کی خوب توضیح فرما دی ہے' آپ ﷺ فرماتے ہیں: [مَا بَقِيَ شَيْئٌ يُقَرِّبُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ يُبَاعِدُ مِنَ النَّارِ' إِلَّا وَقَدْ بُيِّنَ لَكُمْ] ''کوئی بھی ایسی چیز باقی نہیں

رہی جو جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کرتی ہو' مگر وہ تمھارے سامنے بیان کر دی گئی ہے۔"
(المعجم الكبير للطبراني: ۱۵٦/۲، حديث: ۱٦٤٧، والسلسلة الصحيحة، حديث: ۱۸۰۳، وعلم أصول البدع لعلي بن حسن الأثري، ص: ۱۹. اس کی سند صحیح ہے۔)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گزشتہ واقعہ سے پتا چلا کہ جس طرح ذکر اذکار کے لیے خود ساختہ کیفیت و ہیئت کا تعین ناجائز ہے اگرچہ اصل ذکر کی مشروعیت ثابت ہے' اسی طرح اپنی طرف سے کسی متعین مسنون عمل میں کمی بیشی کرنا بھی درست نہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں درج فرمائی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ جب وہ انھیں بتائی گئی تو گویا انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا: ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ (اس لیے ہمیں آپ کی نسبت بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔) ایک نے کہا: میں ساری رات ہی قیام کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں سارا سال روزے رکھوں گا اور کوئی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ تھلگ تجرد کی زندگی گزاروں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا: تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تمھاری نسبت اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والا اور تم سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں' قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں' لہٰذا جس نے میری سنت سے منہ موڑا' اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (صحيح البخاري، النكاح، حديث: ۵۰٦۳، وصحيح مسلم، النكاح، حديث: ۱۴۰۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا ارادہ نیک تھا۔ کثرت عبادت کے متمنی تھے۔ مستزاد یہ کہ اصحابِ رسول تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیت اور طرز عبادت کو خلاف سنت قرار دیا اور اسے قطعاً پسند نہیں فرمایا۔ آج کے دور میں چلہ کشی' متصوفانہ طرزِ عبادت و ریاضت اور محفل سماع میں ڈھول کی تھاپ پر مشائخ کی دھمال' موسیقی کی دھن پر رقص کے زاویے اور تالیوں کی گونج میں ٹھمکے لگانا کون سا اسلوب عبادت ہے؟ اس باب میں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ فرمائیے۔

✴ **اذان سے پہلے یا بعد میں صلاۃ وسلام پڑھنا:** اذان سے پہلے یا بعد میں مروّجہ طریقے کے مطابق بلند آواز سے یا لاؤڈ سپیکر پر صلاۃ وسلام پڑھنا خلافِ سنت بلکہ بدعت ہے کیونکہ زمانۂ نبوت میں اس کا قطعاً ثبوت نہیں ملتا' حالانکہ یہ ممکن تھا' نیز محبت رسول میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہیں زیادہ آگے تھے لیکن انھوں نے اس قسم کی کوئی جرأت نہیں کی۔ مروجہ صورت والفاظ کے ساتھ درود کا رواج بہت بعد کا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر قسم کا ذکر اذان سے قبل مکروہ ہے جیسا کہ بعض مؤذن اذان سے پہلے ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ (بني إسرآئيل ۱۷:۱۱۱) پڑھتے ہیں' نیز بعض اقامت کہنے والے [اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ] وغیرہ پڑھتے ہیں' یہ سب مکروہ ہے کیونکہ یہ ایجادِ بندہ ہے اور ہر قسم کی بدعت واختراع ضلالت اور گمراہی ہے' خصوصاً اس (قسم کے اذکار) سے شرعی شعار میں تغیر واقع ہوتا ہے' نیز جو ذکر اذان کے بعد پڑھا جائے' اس کا حکم بھی یہی ہے۔(شرح العمدة لشيخ الإسلام ابن تيمية: ۲/۱۱۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اذان سے قبل یا بعد میں اس طرح کے اوراد واذکار کی عدم مشروعیت کا اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے تحت شیخ ابن باز رحمہ اللہ فتح الباری: (۲/۹۲) کے حاشیے میں لکھتے ہیں: [وَالصَّوَابُ أَنَّ مَا أَحْدَثَهُ النَّاسُ مِنْ رَّفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّسْبِيحِ قَبْلَ الْأَذَانِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ - كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ الشَّارِحُ - بِدْعَةٌ، يَجِبُ عَلٰى وُلَاةِ الْأَمْرِ إِنْكَارُهَا حَتّٰى لَا يَدْخُلَ فِي الْأَذَانِ مَا لَيْسَ مِنْهُ، وَ فِيمَا شَرَعَهُ اللّٰهُ غُنْيَةٌ وَّ كِفَايَةٌ عَنِ الْمُحْدَثَاتِ، فَتَنَبَّهْ] ''اور درست یہ ہے کہ لوگوں نے قبل از اذان بلند آواز سے جو تسبیح وذکر اور بعد از اذان نبیٔ اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام کی نئی رسم نکالی ہے...... جیسا کہ شارح نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے...... بدعت ہے۔ حکمرانوں پر ضروری ہے کہ اس کی تردید کریں تاکہ اذان میں اس قسم کی چیزیں داخل نہ ہوں جن کا اذان سے تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے جو کچھ مشروع قرار دیا ہے' اس میں بدعات سے کفایت ہے۔ متنبہ رہو۔''

شیخ علی محفوظ اپنی کتاب الإبداع میں فرماتے ہیں: اذان کے بعد نبیٔ اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے میں کوئی کلام نہیں بلکہ یہ مطلوب ہے۔ اس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں جن میں اذان سننے والے ہر

فرد سے اس کا جواب مطلوب ہے...... اختلاف تو اس بات میں ہے کہ آیا اس کا معروف کیفیت میں بلند آواز سے پڑھنا درست ہے؟ درست بات یہی ہے کہ اذان کی طرح اسے اس مروجہ کیفیت و ہیئت سے پڑھنا' جیسا کہ مؤذنوں کی عادت ہے کہ وہ اسے بڑے سُر اور ترنم سے پڑھتے ہیں' مذموم بدعت ہے۔ کیونکہ یہ ایک دینی شعار میں ایسی اختراع ہے جو رسول اللہ ﷺ' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین ائمہ میں سے کسی سے منقول نہیں۔ ان کے بعد کسی کے لیے یہ جائز نہیں کیونکہ بہ اجماعِ امت عبادت صرف ان فرامین پر موقوف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے منقول ہیں۔ ان مذکورہ شخصیات کے سوا کسی شخص کے استحسان (اچھا سمجھنے) یا کسی عادل یا ظالم بادشاہ کے اختراع سے یہ ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے فتاویٰ الحدیثیۃ الکبریٰ میں فرمایا: ہمارے مشائخ وغیرہ سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ آیا اذان کے بعد نبی ﷺ پر اس مروجہ کیفیت کے مطابق' جو کہ مؤذن اختیار کرتے ہیں' درود و سلام پڑھا جا سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: اصل سنت ہے (یعنی آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا تو مشروع ہے) لیکن درود و سلام کی کیفیت بدعت ہے۔ امام شعرانی (حنفی) اپنے استاد سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: [لَمْ يَكُنِ التَّسْلِيمُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُونَ فِي أَيَّامِهِ ﷺ وَلَا خُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، بَلْ كَانَ فِي أَيَّامِ الرَّوَافِضِ بِمِصْرَ] ''جس انداز میں (آج کل) مؤذنین درود و سلام پڑھتے ہیں' اس صورت میں نہ نبیٔ اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں اس کا رواج تھا اور نہ خلفائے راشدین کے عہد میں بلکہ یہ مصر میں روافض کے ایام میں تھا۔''

شیخ محمد عبدہ مصری رحمہ اللہ نے بھی مؤذنوں کے اس وتیرے کو بدعت قرار دیا ہے' نیز انھوں نے یہ بھی واضح فرمایا کہ شریعت میں بدعت حسنہ کا قطعاً کوئی تصور نہیں بلکہ عبادات میں اس قسم کی ہر بدعت گمراہی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: (الإبداع في مضار الابتداع، ص: ۱۵۸، ۱۵۹)

مروجہ طریقے سے پڑھا جانے والا آواز بلند یا سپیکری درود سعودی علماء اور محققین کے نزدیک بھی بدعت ہے۔

مفتیٔ اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر مؤذن ان الفاظ کو اذان ہی کی طرح بلند آواز سے کہتا ہے تو یہ بدعت ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی اذان کا حصہ ہے۔ اور

اذان میں اپنی طرف سے اضافہ جائز نہیں۔ اذان کا آخری کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے۔ اس میں اضافہ جائز نہیں۔ اگر یہ جائز ہوتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ سبقت کا مظاہرہ کرتے بلکہ نبئ اکرم ﷺ خود امت کو یہ سکھاتے اور اس کا حکم فرماتے۔ یاد رہے کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (صحیح مسلم' الأقضیة' حدیث:۱۷۱۸' و فتاوٰی إسلامیه: ۱/۳۳۲' (اردو)' مطبوعہ دارالسلام' مزید دیکھیے: السنن والمبتدعات' ص:۴۸'۴۹)

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ اذان سے پہلے یا بعد میں مخصوص انداز میں درود وسلام پڑھنا غیر مسنون بلکہ بدعت ہے۔ اس کی مروجہ کیفیت و ہیئت کی کوئی اصل نہیں۔ أعاذنا الله منها.

* **انگوٹھے چومنا:** جب مؤذن أشهد أن محمدا رسول الله کہتا ہے تو ہمارے یہاں بعض لوگ اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے آپس میں ملا کر چومتے اور انھیں آنکھوں پر پھیرتے ہیں۔ اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کی آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوتیں' نیز وہ اس عمل کو محبت رسول کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس عمل میں بظاہر تین قباحتیں ہیں: ① یہ بعد کی اختراع ہے۔ خیر القرون میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر اس کی کوئی اہمیت یا اصل ہوتی تو یقیناً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام ہم سے کبھی پیچھے نہ رہتے بلکہ ہم سے سبقت کرتے۔ ② ایک بے بنیاد عمل کی ضعیف فضائل سے پشت پناہی' یعنی اس کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں جبکہ صحیح فرمان رسول ہے: "جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔" اس مفہوم کی احادیث درجۂ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ جانتے بوجھتے من گھڑت اور ضعیف قسم کی روایات سے فضائل ومناقب کا اثبات شرعاً ممنوع اور قابل وعید ہے۔

صاحب "السنن والمبتدعات" (ص: ۴۹ پر) فرماتے ہیں: [وَتَقْبِيلُ ظُفُرَيِ الْإِبْهَامَيْنِ' وَ مَسْحُ الْعَيْنَيْنِ بِهِمَا اِعْتِقَادًا بِأَنَّ فَاعِلَهُ لَنْ يَّرْمَدَ' جَهْلٌ وَّ بِدْعَةٌ وَّ كَلَامٌ بَاطِلٌ] "دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرنا' یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ اس طرح کرنے والے کی آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوتیں' جہالت اور بدعت ہے اور یہ کہنا کلامِ باطل ہے۔" ③ اس طرح کرنے والے عموماً مسنون عمل سے محروم رہتے ہیں۔ سنت طریقہ تو یہ ہے کہ أشهد أن محمدا رسول الله کے جواب میں یہی کلمات دہرائے جائیں' لیکن انھیں اس کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ بعض لوگ اپنی لاعلمی کی

وجہ سے انگوٹھے چومتے وقت ''صدقے یارسول اللہ'' کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔

الغرض! نیت خواہ کتنی ہی اعلیٰ اور عقیدت کتنی ہی زیادہ ہو' مقبول عمل وہی ہوگا جو عین طریقۂ مصطفوی کے مطابق ہوگا۔[خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ] ''بہترین طریقہ طریقۂ محمدی ہے۔''

٭ **اذان کے بعد گھوم پھر کر مروجہ طریقۂ اطلاع:** لوگوں کو وقت نماز سے باخبر کرنے کا بہترین شرعی طریقہ مسنون اذان ہے۔ اس کی مشروعیت سے قبل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے لوگوں کو باخبر کرنے کے لیے مختلف طریقے بتائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع آنے کے بعد ان سب طریق ہائے بشری کو رَد کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو جو طریقہ پسند تھا' اس نے اسے ہمارے لیے اذان کی صورت میں ایک دینی شعار قرار دے دیا۔ اس مسنون طریقے کی ایک خاص حیثیت' اہمیت اور تاثیر ہے' لہٰذا اس کی اہمیت و تاثیر کو برقرار رکھنا ایک دینی فریضہ ہے' اس لیے اس کے متبادل یا اس کے ساتھ ہر وہ عمل یا طریقہ جو اس غرض کے لیے اختیار کیا جائے' مردود اور قابل ترک ہے۔ اس تمہید کی روشنی میں غور کیا جائے تو کیا مروجہ طریق ہائے اعلان' جو کہ بالیقین بعض لوگوں کے ہاں نماز کھڑی ہونے کی مصدقہ اطلاع کی حیثیت رکھتے ہیں' شرعاً درست ہیں؟ یا ان کی حیثیت ایک اختراع اور بدعت کی ہے؟ یقیناً مؤخر الذکر بات ہی درست ہے۔ اذان کے بعد اعلان کے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔

① عموماً اس مقصد کے لیے عرفاً ''صلاۃ'' کہا جاتا ہے جس سے فوراً یہی سمجھا جاتا ہے کہ وقت نماز قریب ہے۔ یہ طریقہ تقریباً پانچوں نمازوں میں اختیار کیا جاتا ہے۔

② بعض مؤذن یا ان کے قائم مقام لاؤڈ سپیکر پر نماز کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ منادی اپنی اپنی زبان میں ہوتی ہے۔ بسا اوقات بصراحت: الصلاۃ خیر من النوم کہہ کر بلایا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دی جاتی ہے کہ نماز کھڑی ہونے میں اتنے منٹ باقی ہیں۔ یہ اعلان کئی دفعہ سننے کا اتفاق ہوا ہے۔

③ نمازِ فجر کے وقت چونکہ عمومی طور پر لوگ گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں' اس لیے انھیں بیدار کرنے کے لیے ''اسلامی بھائیوں'' کی مختلف ٹولیاں نکلتی ہیں جو ''میٹھے میٹھے اسلامی بھائیوں'' کو میٹھے میٹھے لب و لہجے اور مسحور کن اعلان سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس عمل کو وہ ثواب سمجھتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ بدعت اور خلافِ سنت عمل ہے۔ یہ اور اس قسم کا کوئی بھی شعار' جو مذکورہ غرض کے لیے

اختیار کیا جائے، مذموم اور بدعت ہوگا۔

سلف کے ہاں یہی ممنوع ''تثویب'' ہے جس کی چند مروجہ صورتیں اوپر بیان ہوئیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا (نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوا) تو مؤذن نے (اذان دینے کے بعد) دوبارہ نماز کے لیے اعلان کیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہاں سے نکالو کیونکہ یہ عمل بدعت ہے۔ (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث: ۵۳۸، و جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث: ۱۹۸ معلقًا، و المصنف لعبدالرزاق: ۱/ ۴۷۵) اور مصنف عبدالرزاق میں یہ صراحت ہے کہ انھوں نے فرمایا: [أُخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ] ''ہمیں اس بدعتی کے پاس سے لے چلو۔'' اس خلاف سنت عمل کو جلیل القدر صحابی نے بدعت قرار دیا اور مسجد سے نکل گئے اور وہاں نماز بھی نہیں پڑھی۔ فی زمانہ اس قسم کی تثویب کی مختلف صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں جو سب کی سب بدعت ہیں۔

ملحوظہ: مذکورہ بالا اور اس قسم کی جو بھی صورت اختیار کی جائے، جس کا انداز اعلانیہ ہو، ناجائز ہے۔ ہاں، اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ اگر کوئی آدمی سویا ہوا ہو یا اذان سے بے خبر ہو تو شخصی طور پر راہ گزرتے ہوئے اسے باخبر کیا جا سکتا ہے یا اسے جو قریب ہے یا جس نے جگانے یا باخبر کرنے کا کہا ہے تو اسے باخبر کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی تائید حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے۔ وہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین و قصرھا، حدیث: (۱۲۲)-۷۳۶)

متأخرین احناف کے ہاں پانچوں نمازوں میں تثویب (دوبارہ اطلاع یا اعلان) مستحسن ہے۔ امام ابویوسف کے موقف کے مطابق پانچوں نمازوں میں تثویب جائز ہے۔ ان کے نزدیک خاصی مصروفیات کی حامل شخصیات، مثلاً: حکمران، قاضی اور مفتی وغیرہ کو اذان کے بعد دوبارہ مطلع کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ بھی بروقت نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ (الھدایۃ: ۱/ ۴۵، و الإبداع، ص: ۱۵۴)

ممکن ہے ان کا استدلال مذکورہ حدیث بلال سے ہو۔ بالفرض اگر اس قسم کی شخصیات کا استثنا کر بھی لیا جائے، تب بھی مروجہ طریق ہائے اعلان بے اصل ٹھہرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شخصیات کسی وجہ سے اذان نہیں سن سکیں تو حدیث بلال سے استدلال کرتے ہوئے نماز باجماعت کے لیے انھیں باخبر کیا جا سکتا ہے۔ (شرح العمدۃ ۲: ۱۱۱) لیکن اگر اذان سنتے ہوں تو مکروہ

ہے۔حدیث بلال کے ظاہر کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام کے لیے اس قسم کی اطلاع کی رخصت ہے نہ کہ بآواز بلند اعلان اور اس غرض کے لیے دیگر اذکار و تسبیحات یا صلاۃ وسلام کی اجازت۔ مؤذن ضرورت کے پیش نظر اسے باخبر کر سکتا ہے تاکہ اس کی تاخیر یا عدم حضوری باقی نمازیوں کے لیے باعث مشقت نہ ہو۔ واللہ أعلم. بہرحال اس حدیث سے مروجہ طریق ہائے اطلاع و اعلانات کا جواز کشید کرنا ناممکن ہے۔ واللہ أعلم.

* **قبل از اذان تعوذ و تسمیہ یا ذکر و تلاوت؟:** اذان ایک اہم دینی شعار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت کے برملا اظہار اور توحید و رسالت کے اقرار و اثبات کا دوسرا نام ہے۔ اس کی بنیاد خالصتاً شرع متین، یعنی وحی الٰہی پر ہے' لہٰذا اس میں خلافِ سنت اضافے یا کسی قسم کی اختراع و ایجاد کی قطعاً گنجائش نہیں۔ بنابریں قبل از اذان تعوذ و تسمیہ کا التزام' اگرچہ یہ عمل حصول برکت کی خاطر ہی کیوں نہ ہو' شرعاً ممنوع ہے' نیز اس سے قبل یا بعد کسی قسم کے ذکر یا تلاوت کو معمول بنا لینا بھی ناجائز ہے کیونکہ اس قسم کے اعمال و اذکار کا قبل از اذان ثبوت نہیں ملتا' لہٰذا جس چیز کا ترک منقول ہے' اس کا نہ کرنا ہی مسنون و مشروع ہے' جیسے عہدِ نبوت اور عہد صحابہ میں تھا کہ ان سے اذان سے پہلے نہ کسی ذکر و اذکار کا مستند ذریعے سے ثبوت ملتا ہے اور نہ تعوذ و تسمیہ کا۔ ان کا شروع اذان میں بجالانا غیر مسنون اور بصورتِ التزام بدعت ہے۔

"الإقناع" اور اس کی شرح میں ہے کہ فجر سے پہلے اذان کے علاوہ جو تسبیح' ذکر' نعت خوانی وغیرہ اور بلند آواز سے لاؤڈ سپیکر میں دعا کی جاتی ہے' یہ سب غیر مسنون ہیں۔ علمائے کرام میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو انھیں مستحب کہتا ہو بلکہ یہ منجملہ بدعات مکروہہ سے ہیں کیونکہ ان کا وجود نہ عہد رسول میں تھا اور نہ عہد صحابہ میں' ان کے عہد مبارک میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی' لہٰذا کسی کے یہ لائق نہیں کہ ان کا حکم دے یا نہ کرنے والے پر کسی قسم کی جرح قدح کرے...... (بحواله الدين الخالص: ۲۸۰/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اذان سے قبل کسی ذکر کو اس سے ملانا مکروہ ہے جیسا کہ بعض مؤذن اذان سے قبل یہ آیت پڑھتے ہیں: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ اور بعض مؤذن اقامت کہتے ہوئے یہ پڑھتے ہیں: [اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ] وغیرہ

[لِأَنَّ هٰذَا مُحْدَثٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ لَّاسِيمَا وَهُوَ تَغْيِيرٌ لِّلشِّعَارِ الْمَشْرُوعِ، وَكَذٰلِكَ إِنْ وَّصَلَهُ بِذِكْرٍ بَعْدَهُ] (شرح العمدة:۲/۱۱۲) کیونکہ یہ بدعت ہے اور ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے' خصوصاً اس سے ایک مشروع شعار (اذان) میں تبدیلی لازم آتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اذان کے بعد بھی کوئی ذکر ملاتا ہے (تو وہ بھی بدعت ہے۔)

ائمۂ کرام کی ان تصریحات سے بخوبی معلوم ہوا کہ دین میں اس قسم کی اختراعات مذموم ہیں۔ اپنے نتیجے کے اعتبار سے بدعت باعثِ ضلالت ہے۔

* **اذانِ مغرب کے بعد ایک ضعیف دعا کی نشاندہی:** ہر اذان کا جواب دینا مستحب اور مسنون ہے۔ جواب کے بعد مسنون درود شریف اور اس کے بعد معروف دعا: [اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ......] وغیرہ پڑھنا باعثِ فضیلت عمل ہے۔ اس کی قدرے تفصیل گزر چکی ہے۔ مزید براں اذان مغرب کے بعد ایک خاص دعا کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے مروی ہے جو کہ سنداً ضعیف ہے۔

فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے تعلیم دی کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ (درج ذیل) دعا پڑھا کروں: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّ هٰذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ إِدْبَارُ نَهَارِكَ، وَ أَصْوَاتُ دُعَاتِكَ، فَاغْفِرْلِي] ''اے اللہ! بے شک یہ وقت ہے کہ تیری رات آ رہی ہے' تیرا دن جا رہا ہے اور تیری طرف پکارنے والوں کی صدائیں ہیں' لہٰذا تو مجھے بخش دے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٣٠، والمستدرك للحاكم:١/١٩٩، والسنن الكبرى للبيهقي:١/٤١٠، وعمل اليوم والليلة لابن السني، بتحقيق الشيخ سليم عيد الهلالي، حديث:٦٥٠)

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں اس کی سند ضعیف قرار دی ہے اور سبب ضعف راوی کی ''جہالت'' بتایا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ترمذی میں یہ روایت بواسطۂ حفصه بنت أبي كثير عن أبيها أبي كثير مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَحَفْصَةُ بِنْتُ أَبِي كَثِيرٍ لَّانَعْرِفُهَا وَلَا أَبَاهَا] ''یہ حدیث غریب ہے (یہاں ضعیف مراد ہے۔) ہم اسے صرف اسی طریق سے جانتے ہیں'

ہمیں حفصہ بنت ابی کثیر کا پتا ہے نہ اس کے باپ کا۔‘‘(جامع الترمذي‘ الدعوات‘ حديث:۳۵۸۹)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ‘ اَلْمَسْعُودِيُّ كَانَ قَدِاخْتَلَطَ‘ وَ أَبُو كَثِيرٍ مَّجْهُولٌ‘ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ غَرِيبٌ‘ وَلَا نَعْرِفُ أَبَاكَثِيرٍ] ’’اس کی سند ضعیف ہے۔ مسعودی مختلط ہے اور ابو کثیر مجہول ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور ابو کثیر کو ہم نہیں جانتے۔‘‘(ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني‘ حديث:۸۵)

شیخ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید‘ محقق شیخ سلیم عید ہلالی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:(عجالة الراغب المتمنّي في تخريج كتاب عمل اليوم والليلة للهلالي: حديث:۶۵۰‘‘ والقول المقبول‘ حديث: ۳۰۴)

٭ **صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کی اسنادی حیثیت:** الصلاة خير من النوم کے جواب میں [صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ] اور بعض کے ہاں [وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ] کے الفاظ ذکر کیے جاتے ہیں جبکہ ان کلمات کی کوئی اصل نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ (التلخيص الحبير:۱/ ۳۷۷‘ مطبوعه مكتبه قرطبه) اس لیے اسے مشروع قرار دینا درست نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے جو اس کی مشروعیت کی تصریح کی ہے‘ وہ محل نظر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:[وَيَقُولُ فِي التَّثْوِيبِ صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ مَرَّتَيْنِ] ’’اور سامع الصلاة خير من النوم کے جواب میں دو مرتبہ [صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ] کہے۔’’تو نے سچ کہا اور نیکی کی ہے۔‘‘(المجموع شرح المهذب: ۳/ ۱۲۵‘ والقول المقبول‘ ص:۲۹۷‘ ۲۹۸)

صحیح احادیث کی روشنی میں [فَقُولُوا مِثْلَ مَايَقُولُ] کے عموم کا تقاضا یہی ہے کہ جن کلمات کا دیگر احادیث کی رو سے استثنا نہیں ہوا جیسے الصلاة خير من النوم کے الفاظ ہیں تو ان کے جواب میں وہی کلمات دہرائے جائیں‘ اس لیے [صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ] کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا شرعاً ثبوت نہیں ملتا‘ رسول اللہ ﷺ کے قول سے‘ فعل سے اور نہ تقریر سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(المعجم ٧) - كِتَابُ الْأَذَانِ (التحفة . . .)

اذان سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - بَدْءُ الْأَذَانِ (التحفة ٨٠)

٦٢٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ [قَدِمُوا] الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ يُنَادِي بِهَا أَحَدٌ، فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارٰى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ، وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا بِلَالُ! قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ».

باب:١-اذان کی ابتدا کا بیان

٦٢٧- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ اکٹھے ہوتے اور نماز کے وقت کا اندازہ لگاتے تھے۔ کوئی شخص اس (نماز) کا اعلان نہ کرتا تھا۔ ایک دن انھوں نے اس مسئلے کے بارے میں بات چیت کی۔ چنانچہ کسی نے کہا: عیسائیوں جیسا ناقوس (گھنٹہ) بنالو۔ کسی نے کہا: بلکہ یہودیوں جیسا نرسنگا (دھوتو) بنا لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم (نماز کے وقت) کوئی آدمی (گلیوں میں) کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کرے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلال! اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔“

فوائد ومسائل: ① پہلی دو تجویزوں کو رد کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس میں غیر مسلموں سے مشابہت تھی جبکہ دینی امور میں غیر مسلموں سے مشابہت درست نہیں بلکہ دنیوی امور میں بھی ان سے امتیاز چاہیے۔ ② ناقوس ایک لکڑی ہوتی تھی جسے دوسری لکڑی پر مارتے تھے تو آواز پیدا ہوتی تھی' پھر لوہے یا پیتل پر لکڑی مارنے لگے۔

٦٢٧ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ٦٠٤ من حديث ابن جريج به، ومسلم، الصلاة، باب بدء الأذان، ح: ٣٧٧ من حديث حجاج بن محمد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٩٠، ١٥٩١.

③ قرن سینگ کی شکل کا ایک آلہ ہے جس کے ایک طرف پھونک ماری جائے تو دوسری طرف سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ آج کل کا سائرن بھی قرن جیسی آواز پیدا کرتا ہے' اسی طرح ناقوس کی موجودہ صورت گھنٹی ہے' لہٰذا مسلمانوں کو اپنی عبادات کے موقع پر گھنٹی یا سائرن سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ④ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کا حکم دینا اذان کی مشروعیت سے قبل کی بات ہے۔ وہ گلیوں میں [اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ] ''نماز تیار ہے۔'' کی آواز دیتے تھے۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن زید اور بعض دیگر صحابہ کو خواب میں اذان دکھائی گئی تو پھر بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے پر مقرر کیا گیا۔ یہ بعد کی بات ہے۔ اگر اس اعلان سے اذان مراد ہو تو یہ روایت مختصر ہوگی جس میں اس سے قبل کافی عبارت حذف ہے مگر یہ بعید توجیہ ہے' پہلی بات درست ہے۔ ④ بعض روایات میں آگ کی تجویز کا بھی ذکر ہے مگر اسے بھی رد کر دیا گیا کیونکہ یہ مجوس کا مذہبی نشان ہے' نیز آگ ہر وقت نظر نہیں آتی اور نہ بارش وغیرہ میں اسے جلانا ممکن ہے۔ ⑤ اہم امور باہمی مشورے سے طے کرنے چاہئیں۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں اور مشورہ دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ صحیح صحیح مشورہ دے۔ ⑥ اذان کھڑے ہو کر دینا مشروع ہے۔

(المعجم ٢) - تَثْنِيَةُ الْأَذَانِ (التحفة ٨١)

باب:٢- اذان کے کلمات دو دو بار کہنے کا بیان

٦٢٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

٦٢٨- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار۔

٦٢٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:

٦٢٩- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت (تکبیر) کے ایک ایک

٦٢٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة ... الخ، ح:(٥)-٣٧٨من حديث عبدالوهاب، والبخاري، الأذان، باب الأذان مثنى مثنى، ح:٦٠٥ من حديث أيوب السختياني به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٩٢.

٦٢٩ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في الإقامة، ح:٥١٠، ٥١١ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٩٣، وصححه ابن خزيمة، ح:٣٧٤، وابن حبان، ح:٢٩٠، ٢٩١، والحاكم:١/ ١٩٧، ١٩٨، والذهبي، وله شاهد عند أبي عوانة:١/ ٣٢٩، والدارقطني:١/ ٢٣٩ وغيرهما، وإسناده صحيح.

كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً، إِلَّا أَنَّكَ تَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

بار، مگر یہ کہ تو قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ (دو مرتبہ) کہے۔

فوائد و مسائل: ① ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت کے اکثر کلمات ایک ایک ہیں مگر احناف اذان و اقامت کو برابر رکھتے ہیں، یعنی دو دو کلمات اور اسے ضروری سمجھتے ہیں، یعنی اکہری اقامت کو کافی نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ روایات انتہائی صحیح ہیں مگر وہ ان کی دور از کار تاویلات کرتے ہیں کہ یہاں سانس کا ذکر ہے، یعنی اذان کے کلمات کو دو سانسوں میں ادا کیا جائے اور اقامت کے کلمات کو ایک سانس میں۔ لیکن یہ تاویل باطل ہو جاتی ہے جب قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کو مثنّٰی کیا جاتا ہے۔ اگر سانس کی بات ہوتی تو اس استثنا کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ یہ ایک ہی سانس میں ادا کیے جاتے ہیں۔ ② اذان کے اکثر کلمات دو دو ہیں، سب نہیں، مثلاً: آخر میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ایک دفعہ ہے اور شروع میں اللّٰه أكبر چار دفعہ ہے مگر وہ دو دو اکٹھے کہے جاتے ہیں۔ اسی طرح اقامت کے اکثر کلمات اکہرے ہیں جب کہ شروع میں اللّٰه أكبر دو دفعہ ہے مگر انھیں اکٹھا کہا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اس کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٣) - خَفْضُ الصَّوْتِ فِي التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ (التحفة ٨٢)

باب:٣- ترجیع والی اذان میں (پہلی دفعہ) شہادتین کو آہستہ اور پست آواز میں کہنا

٦٣٠- أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ - وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الْعَزِيزِ وَ جَدِّي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْعَدَهُ وَأَلْقٰى عَلَيْهِ الْأَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: هُوَ مِثْلُ أَذَانِنَا هٰذَا قُلْتُ لَهُ: أَعِدْ عَلَيَّ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ

٦٣٠- حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں (اپنے پاس) بٹھایا اور حرفاً حرفاً (ایک ایک کلمہ کر کے) اذان سکھلائی۔ (راویٔ حدیث) ابراہیم نے کہا کہ وہ بالکل ہماری اذان کی طرح تھی۔ (بشر بن معاذ کہتے ہیں کہ) میں نے ان سے کہا: ذرا مجھے سنا دو۔ تو انھوں نے کہا: اللّٰه أكبر، اللّٰه أكبر دو بار، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه دو بار، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه دو بار، پھر اس سے مختلف (بلند) آواز کے ساتھ کہا جو

٦٣٠ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الترجيع في الأذان، ح: ١٩١ عن بشر بن معاذ به مختصرًا، وقال: "[حسن] صحيح"، وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٧٨، سقط لفظ "مرتين" في أول الحديث بعد قوله: "الله أكبر الله أكبر"، والصواب إثباته.

أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ بِصَوْتٍ دُونَ ذٰلِكَ الصَّوْتِ يُسْمِعُ مَنْ حَوْلَهُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ، اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ.

اردگرد کے لوگوں کو سنائی دیتی تھی: أشهد أن لا إله إلا الله دو بار، أشهد أن محمداً رسول الله دو بار، حي على الصلاة دو بار، حي على الفلاح دو بار، الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله.

فائدہ: پچھلے باب میں اذان کے کلمات دو دو کہے گئے ہیں اور اس روایت میں شہادتین، یعنی [أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله] چار چار دفعہ ہیں۔ دراصل اذان کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ اور ایک یہ ترجیع والا۔ دونوں جائز ہیں۔ پہلا طریقہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دوسرا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے۔

(المعجم ٤) - كَمِ الْأَذَانُ مِنْ كَلِمَةٍ (التحفة ٨٣)

باب:۴-(ترجیع والی) اذان کے کتنے کلمات ہیں؟

٦٣١- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ هَمَّامِ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَكْحُولٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، ثُمَّ عَدَّهَا أَبُو مَحْذُورَةَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَسَبْعَ عَشْرَةَ.

۶۳۱- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اذان میں انیس (۱۹) کلمات اور اقامت میں سترہ (۱۷) کلمات سکھائے، پھر ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے انیس (۱۹) اور سترہ (۱۷) کلمات شمار کیے۔

فائدہ: اذان کے انیس (۱۹) کلمات اس طرح ہیں: الله أكبر چار مرتبہ، شہادتین چار چار مرتبہ، حي على الصلاة دو مرتبہ، حي على الفلاح دو مرتبہ، الله أكبر دو مرتبہ اور لا إله إلا الله ایک مرتبہ۔ اور اقامت

٦٣١- [صحيح] أخرجه الترمذي، ح: ١٩٢ من حديث همام (انظر الحديث السابق)، ومسلم، الصلاة، باب صفة الأذان، ح: ٣٧٩ من حديث عامر بن عبدالواحد به مختصرًا، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٩٤.

کے سترہ کلمات اس طرح ہیں کہ شہادتین چار چار کی بجائے دو دو دفعہ اور قد قامت الصلاۃ دو دفعہ باقی کلمات اذان کی طرح۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اذان کے شروع میں اللّٰہ أکبر چار مرتبہ ہے نہ کہ دو مرتبہ جیسا کہ پچھلی روایت سے وہم پڑتا تھا۔ ترجیع یہ ہے کہ شہادتین کے کلمات پہلے دو دو دفعہ پست آواز سے کہے جائیں گے اور پھر دو دو دفعہ بلند آواز سے۔ باقی ساری اذان بلند آواز سے ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ تفصیل صرف حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی اذان واقامت کی ہے۔ اذان اور اقامت کے الفاظ کے حوالے سے مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیں۔

(المعجم ٥) - كَيْفَ الْأَذَانُ (التحفة ٨٤)

٦٣٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلْأَذَانَ فَقَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، ثُمَّ يَعُودُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ».

باب:۵- اذان کیسے ہے؟

۶۳۲- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے اذان سکھلائی اور فرمایا: [اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر] ”اللہ سب سے بڑا ہے......“ [أشھد أن لا إله إلا اللّٰہ، أشھد أن لا إله إلا اللّٰہ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ [أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ، أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔“ پھر دوبارہ کہے: [أشھد أن لا إله إلا اللّٰہ، أشھد أن لا إله إلا اللّٰہ، أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ، أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ، حي علی الصلاۃ، حي علی الصلاۃ] ”نماز کے لیے آؤ، نماز کے لیے آؤ۔“ [حي علی الفلاح، حي علی الفلاح] ”کامیابی کے لیے آؤ، کامیابی کے لیے آؤ۔“ [اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، لا إله إلا اللّٰہ] ”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا

٦٣٢ـ أخرجه مسلم، ح: ٣٧٩ عن إسحاق بن إبراهيم به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٩٥.

ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔"

فائدہ: یہ وہ اذان ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے موقع پر سکھائی تھی۔ اسے ترجیع والی (دہری) اذان کہا جاتا ہے۔ صحیح روایات کے باوجود احناف ترجیع والی اذان کے قائل و فاعل نہیں بلکہ اس حدیث کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں، مثلاً: ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سمجھ نہیں سکے۔ آپ نے انھیں اذان سکھاتے وقت شہادتین کو دہرایا تھا جس طرح استاد ایک مشکل لفظ کو بار بار دہراتا ہے، مقصد تکرار نہیں ہوتا بلکہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح آپ نے تو اس لیے تکرار کیا تھا کہ وہ نومسلم تھے، توحید و رسالت کو اُن کے ذہن میں پختہ کرنے کے لیے آپ نے تکرار کیا۔ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید یہ تکرار اذان کا حصہ ہے۔ یا انھوں نے پہلے شرماتے ہوئے شہادتین کو پست آواز سے ادا کیا، آپ نے فرمایا: اونچی آواز سے دوبارہ پڑھو اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ طریقہ ہی یہ ہے کہ پہلے آہستہ شہادتین کو ادا کیا جائے، پھر بلند آواز سے وغیرہ، مگر ایک خالی ذہن والا شخص ان تاویلات کو مضحکہ خیز قرار دے گا کہ جس صحابی کو رسول اللہ ﷺ سکھا رہے ہیں وہ تو صحیح نہیں سمجھے اور یہ سمجھ گئے جو کہ کئی سو سال بعد آئے، نیز ابومحذورہ رضی اللہ عنہ یہ اذان فتح مکہ سے لے کر آپ کی زندگی کے آخر تک، پھر خلفائے راشدین کے عہد میں بھی کہتے رہے۔ حجۃ الوداع کے دن بھی اسی میں آتے ہیں جب آپ اور ہزاروں صحابہ مکہ میں موجود تھے۔ تعجب ہے رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام اور بعد میں خلفائے راشدین اس غلطی پر متنبہ نہ ہو سکے، کئی سو سال بعد آنے والے متنبہ ہو گئے۔ فَيَا لَلْعَجَب. حقیقت یہ ہے کہ دہری اذان (ترجیع والی) اور اکہری اقامت (بلال والی) قطعاً صحیح ہیں۔ احناف صرف تقلید کے زیر اثر ان سے منکر ہیں اور یہ تقلید کی قباحتوں میں سے ایک ہے۔

٦٣٣- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ وَيُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَيْرِيزٍ أَخْبَرَهُ - وَكَانَ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي مَحْذُورَةَ حَتَّى جَهَّزَهُ إِلَى الشَّامِ - قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي مَحْذُورَةَ: إِنِّي خَارِجٌ إِلَى الشَّامِ وَأَخْشَى أَنْ أُسْأَلَ عَنْ

٦٣٣- حضرت عبداللہ بن محیریز سے روایت ہے ...... وہ یتیم تھے اور انھوں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی تھی حتی کہ خود ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے انھیں شام کی طرف تیار کر کے بھیجا...... انھوں نے فرمایا: میں نے (شام آتے وقت) حضرت ابومحذورہ سے گزارش کی کہ میں شام جا رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہاں مجھ سے آپ کی اذان کے بارے میں پوچھا جائے گا (آپ مجھے کچھ بتا دیجیے۔) تو ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

٦٣٣- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، ح: ٥٠٣ من حديث ابن جريج به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح: ١٥٩٦.

تَأْذِينِكَ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ قَالَ لَهُ: خَرَجْتُ فِي نَفَرٍ فَكُنَّا بِبَعْضِ طَرِيقِ حُنَيْنٍ مَقْفَلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ، فَلَقِيَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالصَّلَاةِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَسَمِعْنَا صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ وَنَحْنُ عَنْهُ مُتَنَكِّبُونَ فَظَلِلْنَا نَحْكِيهِ وَنَهْزَأُ بِهِ، فَسَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلصَّوْتَ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا حَتَّى وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَيُّكُمُ الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ قَدِ ارْتَفَعَ؟» فَأَشَارَ الْقَوْمُ إِلَيَّ وَصَدَقُوا، فَأَرْسَلَهُمْ كُلَّهُمْ وَحَبَسَنِي فَقَالَ: «قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ». فَقُمْتُ فَأَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَلتَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ قَالَ: «قُلْ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: ارْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ ثُمَّ قَالَ: قُلْ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ». ثُمَّ دَعَانِي حِينَ قَضَيْتُ التَّأْذِينَ فَأَعْطَانِي صُرَّةً فِيهَا

کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ نکلا۔ ہم حنین کے راستے میں تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ حنین سے واپس تشریف لائے اور آپ راستے ہی میں ہمیں ملے۔ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے آپ کی موجودگی میں نماز کی اذان کہی۔ ہم آپ سے کچھ دور تھے۔ ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو ہم ان کی نقل اتارنے لگے اور مذاق کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ آواز سن لی تو آپ نے ہمیں بلوایا حتی کہ ہم آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے وہ کون ہے جس کی بلند آواز میں نے سنی ہے؟'' میرے ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور انھوں نے سچ کہا۔ آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور مجھے ٹھہرا لیا اور فرمایا: ''اٹھو نماز کی اذان کہو۔'' میں اٹھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے بنفس نفیس مجھے اذان سکھائی۔ آپ نے فرمایا: ''کہو: اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه.'' پھر آپ نے فرمایا: ''اپنی آواز بلند کرو اور دوبارہ کہو: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، أشهد أن محمدًا رسول اللّٰه، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه.'' پھر جب میں نے اذان مکمل کر لی تو آپ نے مجھے بلایا اور ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی۔ میں

شَيْءٌ مِنْ فِضَّةٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مُرْنِي بِالتَّأْذِينِ بِمَكَّةَ فَقَالَ: «قَدْ أَمَرْتُكَ بِهِ». فَقَدِمْتُ عَلَى عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ عَامِلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ فَأَذَّنْتُ مَعَهُ بِالصَّلَاةِ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے مکہ مکرمہ میں اذان پر مقرر فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں مقرر کر دیا۔'' تو میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے گورنر مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے گورنر کے سامنے اذان کہتا رہا۔

فوائد ومسائل: ① یہ تفصیلی روایت ہے جو احناف کی بیان کردہ تاویل کے خلاف ہے۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو مؤذن مقرر فرما دیا جسے صحیح طور پر اذان سمجھ ہی میں نہ آئی تھی؟ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ ② کتب احادیث اور دیگر کتب فقہ میں جہاں بھی اذان کا بیان ہے' وہ ان کلمات ہی سے شروع ہوتی ہے۔ کہیں بھی آپ کو اذان کی ابتدا [الصلاة والسلام عليك يا سيدي يا رسول الله] سے نہیں ملے گی۔ ان خود ساختہ کلمات سے جو لوگ اذان کی ابتدا کرتے ہیں' وہ فرمان رسول اور صحابہ کے طریقے کی کھلم کھلی مخالفت کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور ۲۴:۶۳) ''جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ انھیں (دنیا میں) کوئی مصیبت یا (قیامت میں) دردناک عذاب نہ آ پہنچے۔''

(المعجم ٦) - اَلْأَذَانُ فِي السَّفَرِ (التحفة ٨٥)

باب:٦- سفر میں اذان کہنے کا بیان

٦٣٤- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشْرَةٍ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ نَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُونَ بِالصَّلَاةِ

۶۳۴- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین (کی وادی) سے نکلے ہم مکہ والے دس لڑکے ان (مسلمانوں) کی تلاش میں نکلے۔ ہم نے انھیں سنا' وہ نماز کی اذان کہہ رہے تھے۔ ہم بھی کھڑے ہو کر انھیں مذاق کرتے ہوئے اذان کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ان میں سے ایک اچھی آواز والے لڑکے کی آواز سنی ہے۔'' سو آپ نے

٦٣٤ـ [حسن] أخرجه أبوداود، ح:٥٠١ من حديث ابن جريج به، وصححه ابن خزيمة:١/ ٢٠١، وابن حبان وغيرهما، وحسنه الحازمي، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٩٧.

فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِيءُ بِهِمْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «قَدْ سَمِعْتُ فِي هٰؤُلَاءِ تَأْذِينَ إِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا، فَأَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ وَكُنْتُ آخِرَهُمْ، فَقَالَ حِينَ أَذَّنْتُ: «تَعَالَ». فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ، فَمَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِي وَبَرَّكَ عَلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: «اِذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ». قُلْتُ: كَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَعَلَّمَنِي كَمَا تُؤَذِّنُونَ الْآنَ بِهَا: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْأُولٰى مِنَ الصُّبْحِ، قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، [اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ] أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللهُ

ہمیں بلا بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک نے باری باری اذان کہی۔ میں سب سے آخر میں تھا۔ جب میں نے اذان کہی تو آپ نے فرمایا: ''ادھر آؤ۔'' اور مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگے اور تین دفعہ میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: ''جاؤ بیت اللہ کے پاس اذان کہا کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیسے (اذان کہوں)؟ تو آپ نے مجھے اذان سکھلائی جیسا کہ تم اب کہتے ہو: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ' أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ' أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ' حي علی الصلاۃ' حي علی الصلاۃ' حي علی الفلاح' حي علی الفلاح اور صبح کی پہلی اذان میں اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ' اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ''نماز نیند سے بہتر ہے۔'' انھوں نے کہا: آپ نے مجھے اقامت دہری سکھائی: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ' أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ' حي علی الصلاۃ' حي علی الصلاۃ' حي علی الفلاح' حي علی الفلاح' قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ' قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ ''نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی'' اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' لا إلہ إلا اللّٰہ.

أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ.

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ هٰذَا الْخَبَرَ كُلَّهُ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ أُمِّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا ذٰلِكَ مِنْ أَبِي مَحْذُورَةَ.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث عثمان بن سائب نے اپنے والد اور عبدالملک بن ابومحذورہ کی والدہ سے بیان کی ہے اور ان دونوں نے یہ حدیث خود حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہی بات اصل سند میں بھی مذکور ہے' البتہ اس میں سماع اور تحدیث کی صراحت نہیں جب کہ یہاں سماع کی صراحت ہے' اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ ② یہ روایت بھی پہلی روایت ہی ہے۔ تفصیلات میں کچھ فرق ہے جو ایک دوسرے کو ملا کر حل ہوسکتا ہے۔ ③ ''صبح کی پہلی اذان'' اس سے مراد فجر کی اذان ہی ہے۔ اسے پہلی' اقامت کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ گویا اقامت دوسری اذان ہے۔ اس حدیث سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی اذان میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں نہ کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے جیسا کہ اہل تشیع کا خیال ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔ ④ پچھلی روایت میں تھیلی دینے کا بھی ذکر ہے۔ یہ تھیلی اذان کی اجرت نہیں کیونکہ اذان کے لیے تقرر تو اس کے بعد ہوا۔ یہ تو نو مسلمین کے لیے تالیف قلب کے قبیل سے ہے جس طرح کہ نبی ﷺ نے غنائم حنین میں سے نو مسلم حضرات کو بڑے عطیے دیے تھے۔

(المعجم ٧) - **بَابُ أَذَانِ الْمُنْفَرِدِينَ فِي السَّفَرِ** (التحفة ٨٦)

باب:۷- اکیلے' تنہا مسافر بھی اذان کہیں

٦٣٥- **أَخْبَرَنَا** حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِّي وَقَالَ مَرَّةً أُخْرٰى: أَنَا وَصَاحِبٌ لِّي فَقَالَ:

۶۳۵- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں اور میرا چچازاد بھائی اور ایک بار فرمایا: میں اور میرا ایک ساتھی نبی ﷺ کے پاس آئے۔ (واپسی کے وقت) آپ نے فرمایا: ''جب تم سفر کرو تو اذان واقامت کہا کرو اور (جماعت کے وقت)

٦٣٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعةً والإقامة . . . الخ، ح: ٦٣٠ من حديث سفيان الثوري، ومسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، ح:(٢٩٣)-٦٧٤من حديث خالد الحذاء به، وهو في الكبرٰى، ح:١٥٩٨، وأخرجه الترمذي، ح: ٢٠٥ من حديث وكيع به.

«إِذَا سَافَرْتُمَا فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا». تم میں سے بڑا امامت کرائے۔“

فوائد ومسائل: ① اگر مسافر ایسی جگہ ہے جہاں اذان نہیں ہوتی یا سنائی نہیں دیتی تو اسے اذان کہہ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ ایک سے زائد ہوں تو نماز باجماعت کرائیں، البتہ اگر اذان ہوتی ہے یا سنائی دیتی ہے تو پھر اذان دینا کوئی ضروری نہیں۔ [أَذَانُ الْحَيِّ يَكْفِينَا] ② اذان تو کوئی شخص بھی کہہ سکتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا عامی، مگر جماعت کے لیے مناسب یہ ہے کہ افضل ہو، علم میں یا عمر میں یا مرتبے میں، اس لیے نبی ﷺ نے امامت کے لیے بڑے کی قید لگائی جب کہ اذان کے لیے صرف یہ فرمایا کہ اذان کہو، یعنی تم میں اذان واقامت ہونی چاہیے، کوئی ایک کہہ دے۔

(المعجم ٨) - اِجْتِزَاءُ الْمَرْءِ بِأَذَانِ غَيْرِهِ فِي الْحَضَرِ (التحفة ٨٧)

باب: ٨- دوسرے کی اذان کے کافی ہونے کا بیان

٦٣٦- أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا إِلَى أَهْلِنَا فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَاهُ مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ: «اِرْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا عِنْدَهُمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ».

٦٣٦- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب کے سب نوجوان ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ بڑے رحم کرنے والے اور نہایت نرم دل تھے۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم کو گھر والوں کا اشتیاق ہو گیا ہے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ تم کن کن کو گھر چھوڑ کر آئے ہو؟ ہم سب نے (اپنے اپنے حساب سے) آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر بار کی طرف لوٹ جاؤ، ان کے پاس رہو، انھیں تعلیم دو اور انھیں اسلامی احکام بتلاؤ۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور بڑا جماعت کرائے۔“

فوائد ومسائل: ① سابقہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: ”تم اذان کہو۔“ اس سے غلط فہمی ہو سکتی تھی

٦٣٦_ أخرجه البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح: ٦٠٠٨، ومسلم، ح: (٦٩٢)-٦٧٤، وهو في الكبرٰى، ح: ١٥٩٩.

کہ شاید سب اذان کہیں۔ یہ روایت وضاحت کرتی ہے کہ صرف ایک آدمی اذان کہے دوسرے لوگ اسی کی اذان پر اکتفا کریں۔ باب کا مقصد بھی یہی ہے۔ ② احکام دین کا علم حاصل کرنا چاہیے اگرچہ اس کے لیے دور دراز کا سفر بھی کرنا پڑے۔ ③ دین سے ناواقف آدمی کو تعلیم دینا عالم پر فرض ہے۔

٦٣٧- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ فَقَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ: هُوَ حَيٌّ أَفَلَا تَلْقَاهُ! قَالَ أَيُّوبُ: فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: لَمَّا كَانَ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ فَذَهَبَ أَبِي بِإِسْلَامِ أَهْلِ حِوَائِنَا فَلَمَّا قَدِمَ اسْتَقْبَلْنَاهُ فَقَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ! مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقًّا فَقَالَ: «صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا».

٦٣٧- حضرت ایوب سے روایت ہے کہ مجھے پہلے یہ روایت ابوقلابہ نے حضرت عمرو بن سلمہ سے بیان کی، پھر ابوقلابہ کہنے لگے کہ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تم ان سے مل کیوں نہیں لیتے! ایوب نے کہا: میں ان سے جا کر ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قوم نے اپنے اعلانِ اسلام میں ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کی۔ میرے والد محترم بھی ہماری بستی والوں کے اسلام کا اعلان کرنے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ جب وہ واپس آئے تو ہم ان کے استقبال کے لیے گئے! انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہے وہ امامت کرے۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو قرآن کا زیادہ ماہر اور حافظ ہو اور قرآنی علوم سے بھی بہرہ ور ہو۔ اس کے مقابلے میں خالی عالم دین کا درجہ بھی دوسرے نمبر پر ہے۔

(المعجم ٩) - اَلْمُؤَذِّنَانِ لِلْمَسْجِدِ الْوَاحِدِ (التحفة ٨٨)

باب:۹- ایک مسجد کے لیے دو مؤذن بھی مقرر کیے جا سکتے ہیں

٦٣٧- أخرجه البخاري، المغازي، باب(٥٤)، ح:٤٣٠٢ عن سليمان بن حرب به مطولاً، وهو في الكبرى، ح:١٦٠٠.

٦٣٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ».

۶۳۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق بلال (رضی اللہ عنہ) رات کو اذان کہتے ہیں' لہٰذا تم کھاتے پیتے رہنا حتی کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہیں۔

فوائد و مسائل: ① اگر ایک نماز کے لیے دو اذانیں ہوں (جیسے فجر اور جمعۃ المبارک) تو مؤذن بھی دو چاہئیں تاکہ آواز کا امتیاز رہے اور لوگ پہلی اور دوسری اذان میں امتیاز کر سکیں۔ ② آپ کے دور مبارک میں صلاۃ فجر کے لیے دو اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک فجر کے طلوع سے پہلے تاکہ لوگ جاگ جائیں اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو لیں کیونکہ قدرتی طور پر اس وقت باقی نمازوں کے اوقات کے مقابلے میں زیادہ مصروفیت ہوتی ہے۔ اگر ایک اذان پر اکتفا کرتے تو لوگ جماعت سے رہ جاتے اور دوسری اذان طلوع فجر کے بعد نماز فجر کا قرب ظاہر کرنے کے لیے تاکہ لوگ گھروں سے چل پڑیں کیونکہ آپ ﷺ اذان اور اقامت میں زیادہ فاصلہ نہیں فرماتے تھے بلکہ اندھیرے میں نماز شروع فرماتے تھے۔ پہلی اذان بلال رضی اللہ عنہ کہتے اور دوسری ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔ ③ پہلی اذان نہ تو تہجد کے لیے تھی نہ سحری کے لیے' بلکہ یہ اصل اذان سے تھوڑی دیر قبل ہوتی تھی۔ مقصد اوپر بیان ہو چکا ہے۔ تہجد نفل ہیں اور نفل نماز کے لیے اذان نہیں' جیسے صلاۃ عید' صلاۃ کسوف' صلاۃ استسقا اور تراویح وغیرہ' لہٰذا تہجد کے لیے بھی اذان نہیں ہوگی۔ سحری ویسے ہی اذان سے غیر متعلق ہے۔ اذان نماز کے لیے ہے نہ کہ کھانے کے لیے۔ ہاں! ان دو اذانوں سے کوئی سحری کا فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا لے' منع نہیں جیسا کہ حدیث کے اندر اشارہ موجود ہے۔ مزید اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

٦٣٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ».

۶۳۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق بلال رات کو اذان کہتے ہیں' لہٰذا کھاتے پیتے رہو حتی کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سنو۔''

٦٣٨ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الأذان بعد الفجر، ح: ٦٢٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٧٤، والكبرى، ح: ١٦٠١.

٦٣٩ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر . . . الخ، ح: (٣٦)-١٠٩٢ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره، ح: ٦١٧ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٠٢.

(المعجم ١٠) - هَلْ يُؤَذِّنَانِ جَمِيعًا أَوْ فُرَادٰى (التحفة ٨٩)

باب:۱۰-دونوں مؤذن اکٹھے اذان کہیں یا الگ الگ؟ (یکے بعد دیگرے)

٦٤٠- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي حَفْصٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَذَّنَ بِلَالٌ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ» قَالَتْ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هٰذَا وَيَصْعَدَ هٰذَا.

۶۴۰-حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بلال اذان کہیں تو کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔'' اوران دونوں اذانوں کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھ جاتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ''ایک اترتا اور دوسرا چڑھ جاتا تھا۔'' اس سے قلت میں مبالغہ مقصود ہے' جیسا کہ عرف میں اس قسم کے جملے مشہور ہیں' ورنہ تو دو اذانوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ امام نووی ؒ نے اپنی اکثر کتب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اذان اوّل کا آغاز رات کے دوسرے نصف حصے سے ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ علماء کے ہاں اس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلا مؤذن اذان کے بعد بیٹھا ذکر و دعا کرتا رہتا تھا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوتی اور اسے نظر آنے لگتی تو وہ نیچے اتر کر دوسرے مؤذن کو اوپر بھیج دیتا تھا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ دوسرے مؤذن حضرت ابن ام مکتوم ؓ نابینے تھے' فجر نہیں دیکھ سکتے تھے' انھیں اطلاع دینا ضروری تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر ؒ اس قول کی تردید میں فرماتے ہیں: سیاق حدیث کی واضح مخالفت کے ساتھ ساتھ یہاں اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ وہ کون سی خاص دلیل ہے جس کی بنا پر انھوں نے اس معنی کی تصحیح کی ہے اور یہ مفہوم مراد لیا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے یہ تاویل کرنا جائز ہوگئی؟ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۱۲۵) بہر حال لگتا ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہ ہوتا تھا' اسے منٹوں ہی میں بیان کیا جا سکتا ہے' گھنٹوں میں نہیں' یعنی اندازاً ۲۰، ۳۰ منٹ کا فاصلہ ہوتا ہوگا۔ واللہ أعلم. ② روایت سے ثابت ہوا کہ دو مؤذن الگ الگ اذان کی پہچان کی سہولت کے لیے تھے نہ کہ اس لیے کہ دونوں اکٹھے اذان کہیں۔ اس کا تو کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔

٦٤١- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ

۶۴۱-حضرت انیسہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ

٦٤٠ـ أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر . . . الخ، ح: (٣٨)-١٠٩٢، والبخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، ح: ٦٢٢ من حديث عبيدالله بن عمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٠٣.

٦٤١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٤٣٣ عن هشيم به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٠٤. ※ منصور هو ابن زاذان، وخبيب صرح بالسماع من عمته.

هُشَيْم قَالَ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمَّتِهِ أُنَيْسَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَذَّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا، وَإِذَا أَذَّنَ بِلَالٌ فَلَا تَأْكُلُوا وَلَا تَشْرَبُوا».

ﷺ نے فرمایا: ''جب ابن ام مکتوم اذان کہیں تو تم کھاتے پیتے رہو اور جب بلال اذان کہیں تو کھانا پینا بند کر دو۔''

فائدہ: سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال پہلی اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم دوسری۔ اس روایت میں الٹ ہے کہ ابن ام مکتوم پہلی اذان کہتے تھے اور بلال دوسری۔ ممکن ہے کہ وہ آپس میں نبیٔ اکرم ﷺ کی اجازت سے باری بدلتے رہتے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابتدا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان کہتے ہوں اور حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دوسری، پھر بعد میں بلال رضی اللہ عنہ کے ذمے دوسری اذان ہوگئی ہو اور عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ذمے پہلی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس بات کا اشارہ کیا ہے۔ عمرو بن ام مکتوم سے مراد عبداللہ بن ام کلثوم ہی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا اصل نام عمرو ہے جبکہ انھوں نے عبداللہ بھی صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھیے: (تقريب التهذيب: ١/٣٤٣ و ٢/٥٥٢) جبکہ حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے اس حدیث میں قلب واقع ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ درست روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ہے۔ لیکن یہ دعویٰ درست نہیں بلکہ حدیث صحیح ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الباري: ٢/١٠٣) والله أعلم.

(المعجم ١١) - اَلْأَذَانُ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ (التحفة ٩٠)

باب: ١١- نماز کے وقت سے پہلے اذان کہنا

٦٤٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ لِيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ، وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ هٰكَذَا يَعْنِي فِي الصُّبْحِ».

٦٤٢- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''تحقیق بلال رات کو اذان کہتے ہیں تاکہ سونے والے کو جگائیں اور قیام کرنے والے کو قیام سے لوٹائیں (تاکہ وہ کچھ آرام کر لے) اور صبح صادق ایسی نہیں ہوتی (جیسی بلال کی اذان کے وقت ہوتی ہے)۔''

٦٤٢- أخرجه مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر، ح: (٤٠)- ١٠٩٣ عن إسحاق بن إبراهيم. والبخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، ح: ٦٢١ من حديث سليمان التيمي به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٠٥.

فوائد و مسائل: ① حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر طلوع ہونے سے قبل اذان کہتے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ فجر کاذب کا وقت ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے۔ یہ اذان دراصل صبح کی نماز کی تیاری کے لیے ہوتی تھی تاکہ لوگ اپنی مصروفیات (قضائے حاجت، غسل وغیرہ) سے دوسری اذان تک فارغ ہو جائیں، دوسری اذان کے بعد مسجد میں پہنچ جائیں اور نماز اول وقت پر پڑھی جا سکے۔ ② پہلی اذان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو تہجد وغیرہ پڑھ رہے ہیں، وہ نماز کو مختصر کر دیں اور وتر وغیرہ پڑھ لیں کیونکہ فجر کا وقت ہونے والا ہے۔

(المعجم ١٢) - وَقْتُ أَذَانِ الصَّبْحِ (التحفة ٩١)

باب:١٢- صبح کی اذان کا وقت

٦٤٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ وَقْتِ الصُّبْحِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِلَالًا فَأَذَّنَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَخَّرَ الْفَجْرَ حَتَّى أَسْفَرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ فَصَلَّى، ثُمَّ قَالَ: «هٰذَا وَقْتُ الصَّلَاةِ».

٦٤٣- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے صبح کے وقت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے (پہلے دن) بلال کو حکم دیا۔ انھوں نے اذان کہی جونہی فجر طلوع ہوئی۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ نے فجر کی نماز کو مؤخر کیا حتی کہ خوب روشنی ہو گئی، پھر آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے اقامت کہی، پھر آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ”یہ ہے نماز صبح کا وقت (یعنی کل اور آج کی نماروں کے درمیان)۔“

فائدہ: معلوم ہوا اذان کا وقت طلوع فجر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ١٣) - كَيْفَ يَصْنَعُ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِهِ (التحفة ٩٢)

باب:١٣- مؤذن اپنی اذان میں کیسا طریقہ اپنائے؟

٦٤٤- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ

٦٤٤- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو بلال رضی اللہ عنہ باہر

٦٤٣- [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١٢١ عن يزيد بن هارون به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٠٦. * حميد الطويل عنعن، وللحديث شواهد كثيرة، وانظر، ح: ٥٤٥.

٦٤٤- أخرجه البخاري، الأذان، باب: هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا؟ ... الخ، ح: ٦٣٤ من حديث سفيان الثوري به، ومسلم، الصلاة، باب سترة المصلي ... الخ، ح: ٥٠٣ من حديث وكيع به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٠٧.

ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ، فَجَعَلَ يَقُولُ فِي أَذَانِهِ هٰكَذَا يَنْحَرِفُ يَمِينًا وَشِمَالًا.

نکلے اور اذان کہی۔ وہ اپنی اذان میں ایسے دائیں بائیں منہ موڑتے تھے۔

فائدہ: ویسے تو اذان قبلہ رخ کہی جاتی ہے مگر [حي علی الصلاة] کہتے وقت منہ دائیں طرف اور [حي علی الفلاح] کہتے وقت منہ بائیں طرف کیا جاتا ہے تاکہ دائیں بائیں بھی آواز پہنچ سکے اور یہ سنت ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وقتی ضرورت تھی جو لاؤڈ سپیکر کی ایجاد سے پوری ہوگئی ہے' لہٰذا اب دائیں بائیں رخ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ توجیہ سراسر نبوی طریقۂ کار کے خلاف ہے۔ بظاہر اس میں کوئی حکمت ہو یا نہ ہو' بہر حال نبی ﷺ کے طریقوں پر عمل پیرا ہونے ہی میں خیر اور بھلائی ہے۔

(المعجم ١٤) - رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْأَذَانِ (التحفة ٩٣)

باب:۱۴-اذان بلند آواز سے کہی جائے

٦٤٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ الْمَازِنِيُّ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ.

۶۴۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوصعصعہ انصاری سے کہا: تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور صحرا کے دلدادہ ہو' اس لیے جب تم اپنی بکریوں اور صحرا میں ہو اور تم اذان کہو تو بلند آواز سے اذان کہا کرو' اس لیے کہ مؤذن کی آواز کی انتہا تک جو بھی جن وانس یا کوئی اور چیز اسے سنتی ہے' قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ بات اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے۔

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا آدمی اکیلا ہو اور بستی سے باہر ہو' تب بھی اذان کہے کہ یہ مسلمانوں کا شعار بن چکا ہے' نیز ممکن ہے وہاں قریب کوئی اور چرواہا یا مسافر ہو تو وہ بھی مل جائے گا اور نماز باجماعت پڑھی جائے گی۔

٦٤٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، ح:٦٠٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٦٩، والكبرٰى، ح:١٦٠٨.

اور اگر وہاں کوئی بھی موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے دیگر مخلوقات، یعنی فرشتے وغیرہ نماز ادا کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، فائدۂ حدیث: ٦٦٨) ② اذان، تلبیہ اور تکبیر، یعنی جس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان ہو، جس قدر بھی بلند آواز سے ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔ اذان تو ویسے بھی لوگوں کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے ہے، اس لیے ہر ممکن حد تک بلند آواز سے ہونی چاہیے تاکہ دور دور تک اطلاع ہو سکے، نیز قیامت کے دن تمام چیزیں اس مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گی، مؤذن کو اور کیا چاہیے! ③ جن بھی بنی آدم کی آواز سنتے ہیں۔ ④ مخلوق بھی ایک دوسرے کے حق میں گواہی دے گی۔

٦٤٦- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ - يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعَهُ مِنْ فَمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ بِمَدَى صَوْتِهِ، وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ».

٦٤٦- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”مؤذن کی بخشش کی جاتی ہے جہاں تک اس کی (اذان کی) آواز پہنچے اور ہر خشک و تر چیز (جاندار اور بے جان) اس کے لیے گواہی دے گی۔“

فائدہ: یعنی بالفرض اس کے گناہ اتنی جگہ کو بھرتے ہوں جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے تب بھی اذان کی برکت سے اسے معافی ہو جائے گی۔

٦٤٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ

٦٤٧- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”تحقیق اللہ تعالیٰ پہلی صف پر خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور مؤذن کے اس کی آواز پہنچنے کی جگہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کی

٦٤٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب رفع الصوت بالأذان، ح: ٥١٥، وابن ماجه، الأذان، باب فضل الأذان وثواب المؤذنين، ح: ٧٢٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٠٩، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٢٩٢.

٦٤٧ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨٤ من حديث معاذ به، وهو في الكبرى، ح: ١٦١٠. ※ قتادة تقدم، وأبوإسحاق تقدم، ح: ٩٦ عنعنا، وحسنه المنذري في الترغيب والترهيب: ١/ ١٧٦، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق.

الْمُقَدَّم، وَالْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ بِمَدِّ صَوْتِهِ وَيُصَدِّقُهُ مَنْ سَمِعَهُ مِنْ رَّطْبٍ وَّيَابِسٍ، وَّلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ صَلَّى مَعَهُ».

اذان سننے والی ہر جاندار و بے جان چیز اس کے ایمان کی تصدیق کرے گی۔ اور اسے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔

فوائد ومسائل: ① مؤذن لوگوں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے' لہٰذا اسے ان کی نماز کے ثواب کے برابر حصہ ملے گا' بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ ② ''ایمان کی تصدیق'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے یا اذان کے موقع پر۔ ③ [يُصَلُّونَ] اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ فرشتے واسطہ بنتے ہیں' یا فرشتے استغفار کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

(المعجم ١٥) - اَلتَّثْوِيبُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ (التحفة ٩٤)

باب: ۱۵- فجر کی نماز میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا چاہیے

٦٤٨- **أَخْبَرَنَا** سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سَلْمَانَ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ: كُنْتُ أُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَكُنْتُ أَقُولُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ الْأَوَّلِ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَللهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

۶۴۸- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اذان کہا کرتا تھا اور میں فجر کی پہلی اذان میں [حي على الفلاح] کے بعد [الصلاة خير من النوم' الصلاة خير من النوم' الله أكبر الله أكبر' لا إله إلا الله] کہا کرتا تھا۔

٦٤٩- **أَخْبَرَنَا** عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى وعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

۶۴۹- حضرت سفیان کی یہ حدیث اسی سند کے ساتھ ہمیں عمرو بن علی کے واسطے سے بھی پہنچی ہے۔

٦٤٨_ [حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٤٠٨ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١١، وفيه علل، منها جهالة حال أبي سلمان المؤذن، واسمه هام كما في السنن الكبرٰى للبيهقي: ١/ ٤٢٢، وللحديث شواهد منها، ح: ٦٣٤.

٦٤٩_ [حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١٢، وكذا قال عبدالرحمٰن بن مهدي كما في المسند لأحمد: ٣/ ٤٠٨.

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَلَيْسَ بِأَبِي جَعْفَرٍ الْفَرَّاءِ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ فرماتے ہیں: (سند میں مذکور حضرت سفیان کے استاد) ابوجعفر سے، ابوجعفر فراء مراد نہیں۔

فائدہ: یہ حدیث اس بات کی صریح نص اور دلیل ہے کہ صبح کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کہنے کا حکم آغاز میں خود رسول اللہ ﷺ ہی نے دیا تھا۔ اس کا انتساب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا محض جھوٹ اور افترا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ١٦) - آخِرُ الْأَذَانِ (التحفة ٩٥)

باب:١٦- اذان کے آخری کلمات

٦٥٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْدَانَ بْنِ عِيسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: آخِرُ الْأَذَانِ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

٦٥٠- حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اذان کے آخری کلمات [اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه] ہیں۔

فائدہ: آخری کلمات ضبط کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ابتدا پر قیاس کرتے ہوئے اللّٰه أکبر چار دفعہ اور لا إله إلا اللّٰه کو دیگر کلمات پر قیاس کرتے ہوئے دو دفعہ نہ کہہ دے یا شروع میں أشهد کا اضافہ نہ کر دے۔ چونکہ یہ آخری کلمات باقی اذان کے انداز سے مختلف ہیں، اس لیے انھیں خصوصاً ضبط کیا۔

٦٥١ - أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: كَانَ آخِرُ أَذَانِ بِلَالٍ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

٦٥١- حضرت اسود سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے آخری کلمات [اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه] تھے۔

٦٥٢ - أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا

٦٥٢- حضرت ابراہیم نخعی کی یہ روایت اعمش کے

٦٥٠_ [حسن] وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١٣، السند معلل، وله شواهد كثيرة، انظر، ح: ٦٣٣، ٦٣٤ وغيرهما.

٦٥١_ [صحيح موقوف] وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١٤، وانظر الحديث السابق.

٦٥٢_ [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١٥.

عَبْدُاللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، مِثْلَ ذٰلِكَ.

واسطے سے بھی ہم تک پہنچی ہے۔

فائدہ: حدیث:۶۵۱ میں حضرت ابراہیم نخعی کے شاگرد منصور تھے جب کہ حدیث:۶۵۲ میں ان کے شاگرد اعمش ہیں۔

٦٥٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ: أَنَّ آخِرَ الْأَذَانِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

۶۵۳- حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اذان کا آخری کلمہ لا إله إلا الله ہے۔

(المعجم ١٧) - اَلْأَذَانُ فِي التَّخَلُّفِ عَنْ شُهُودِ الْجَمَاعَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ (التحفة ٩٦)

باب:۱۷- بارش والی رات میں جماعت کی حاضری سے رخصت کی اذان

٦٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنَا رَجُلٌ مِّنْ ثَقِيفٍ: أَنَّهُ سَمِعَ مُنَادِيَ النَّبِيِّ ﷺ يَعْنِي فِي لَيْلَةٍ مَّطِيرَةٍ فِي السَّفَرِ يَقُولُ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ.

۶۵۴- بنوثقیف کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ اس نے دوران سفر میں بارش والی رات میں نبی ﷺ کے مؤذن کو یوں کہتے سنا: [حي على الصلاة، حي على الفلاح، صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] یعنی ”اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو۔“

فوائد و مسائل: ① ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ [حي على الصلاة] اور [حي على الفلاح] ایک ایک دفعہ کہا جائے گا، لیکن یہ اختصار ہے، عام اذان کی طرح بارش والی اذان میں بھی یہ کلمات دو دو دفعہ ہی کہے جائیں گے بلکہ [صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ یا أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ] بھی دو دفعہ کہا جائے گا۔ ② [صَلُّوا

٦٥٣ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرى، ح:١٦١٦. * سويد هو ابن نصر، وعبدالله هو ابن المبارك، وللحديث شواهد متواترة.

٦٥٤ـ [صحيح] أخرجه أحمد:٥/ ٣٧٠، ح:٢٣٥٢٨ من حديث عمرو بن دينار به، وهو في الكبرى، ح:١٦١٧. * رجل من ثقيف لم أعرفه، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث الآتي.

فِي رِحَالِكُمْ] سے ملتا جلتا کوئی اور لفظ بھی کہا جا سکتا ہے، مثلاً: [صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ] یا [أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] وغیرہ۔ یہ الفاظ [حي علی الصلاۃ] کے منافی نہیں کیونکہ [حي علی الصلاۃ] کا مقصود ہے ''نماز پڑھو'' اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ نماز کے لیے مسجد میں آ ؤ تو یہ خطاب بارش کی صورت میں حاضرین سے ہوگا اور غائبین سے خطاب [أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] ہوگا۔ ③ یہ الفاظ اس روایت کے مطابق تو [حي علی الفلاح] کے بعد کہے جائیں گے اور یہی انسب ہے تاکہ لوگوں کو رخصت کا علم ساتھ ہی ہو جائے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ اذان کے بعد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات اذان کے بعد الگ کہے جائیں گے تاکہ اذان کی اصلی صورت میں فرق نہ آئے۔ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات [حي علی الصلاۃ، حي علی الفلاح] کی جگہ کہے جائیں گے۔ (صحیح البخاري، الجمعۃ، حدیث: ۹۰۱، وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین و قصرها، حدیث: ۶۹۹) سب روایات صحیح ہیں، لہٰذا تینوں طرح جائز ہے۔ اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں۔

٦٥٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ نَّافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيحٍ فَقَالَ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ ذَاتُ مَطَرٍ يَقُولُ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ.

۶۵۵- امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈی ہوا والی رات میں اذان کہی تو فرمایا: [ألا صلوا في الرحال] ''خبردار! گھروں میں نماز پڑھ لو۔'' کیونکہ نبی ﷺ مؤذن کو حکم دیتے، جب بارش والی ٹھنڈی رات ہوتی کہ وہ (اذان میں) کہے: [ألا صلوا في الرحال]

فائدہ: ''گھروں میں نماز پڑھ لو۔'' کے اعلان سے معلوم ہوا کہ بارش وغیرہ میں دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کی بجائے یہ اعلان کر دینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے جمع کرنے کی بجائے گھروں میں نماز پڑھنے کی رخصت عنایت فرما دی ہے، پھر جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگرچہ بعض روایات کے مفہوم [مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ] اور بعض صحابہ سے ایسے موقع پر جمع کرنے کا ثبوت ملتا ہے جس سے اس کے جواز میں شک نہیں رہتا، لیکن نبی ﷺ سے بارش کے موقع پر جمع کرنے کی بجائے رخصت کے اعلان ہی کا ثبوت ملتا ہے۔

٦٥٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله، ح: ٦٦٦، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الصلاة في الرحال في المطر، ح: (٢٢)-٦٩٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ٧٣، والكبرٰى، ح: ١٦١٨.

(المعجم ١٨) - اَلْأَذَانُ لِمَنْ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي وَقْتِ الْأُولٰى مِنْهُمَا (التحفة ٩٧)

باب:١٨- جوشخص دونمازوں کو پہلی (نماز) کے وقت میں جمع کرے تو وہ شروع میں اذان کہے گا

٦٥٦- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِّلَتْ لَهُ، حَتّٰى إِذَا انْتَهٰى إِلَى بَطْنِ الْوَادِي خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

٦٥٦- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ چلے حتیٰ کہ عرفہ میں آئے تو وہاں وادئ نمرہ میں اپنے لیے خیمہ لگا ہوا پایا، چنانچہ آپ اس میں اترے حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے حکم دیا، (آپ کی اونٹنی) قصواء پر پالان کسا گیا۔ جب آپ وادئ نمرہ کے نشیب میں پہنچے تو لوگوں کو خطبہ دیا، پھر بلال نے اذان کہی، پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① نَمِرہ عرفات سے متصل ایک وادی ہے جو عرفات میں شامل نہیں۔ اس جگہ خطبۂ حج اور ظہر وعصر کی نمازیں جمع ہوتی ہیں۔ پھر وقوف عرفات میں ہوتا ہے۔ آج کل مسجد نَمِرہ اسی وادی میں بنی ہوئی ہے۔ توسیع کی بنا پر کچھ حصہ عرفات میں آ گیا ہے۔ ② جب دونمازوں کو پہلی کے وقت میں جمع کریں گے تو صرف پہلی کے لیے اذان کہیں گے۔ ہاں، دونوں نمازوں کے لیے اقامت الگ الگ ہوگی کیونکہ اقامت صرف جماعت کی اطلاع دینے کے لیے ہے، نیز جمع کی صورت میں دوسری اذان کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ لوگ پہلے سے جمع ہیں۔ ③ دونمازوں کے جمع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ درمیان میں نوافل نہ پڑھے جائیں۔

(المعجم ١٩) - اَلْأَذَانُ لِمَنْ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بَعْدَ ذَهَابِ وَقْتِ الْأُولٰى مِنْهُمَا (التحفة ٩٨)

باب:١٩- پہلی نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد دونمازیں جمع کرنے کی صورت میں ایک ہی اذان کافی ہے

٦٥٧- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ

٦٥٧- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی

٦٥٦ـ [صحيح] تقدم، ح: ٦٠٥، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦١٩.
٦٥٧ـ أخرجه مسلم، ح: ١٢١٨ من حديث حاتم به مطولاً، انظر، ح: ٦٠٥، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٠.

قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: دَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى انْتَهٰى إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَّإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

ہے کہ رسول اللہ ﷺ (واپسی کے دوران میں) چلے حتی کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔ وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھیں اور ان کے درمیان نوافل نہیں پڑھے۔

٦٥٨- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا مَعَهُ بِجَمْعٍ، فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ، ثُمَّ قَالَ: الصَّلَاةَ، فَصَلّٰى بِنَا الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: هٰكَذَا صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي هٰذَا الْمَكَانِ.

٦٥٨- حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ہم مزدلفہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ آپ نے اذان کہی' پھر اقامت کہی اور ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: نماز کے لیے اٹھو' چنانچہ آپ نے ہمیں عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی۔ میں نے کہا: یہ کیسی نماز ہے؟ فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس جگہ ایسے ہی نماز پڑھی تھی۔

(المعجم ٢٠) - اَلْإِقَامَةُ لِمَنْ يَّجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ (التحفة ٩٩)

باب:٢٠- دو نمازیں جمع کرنے والے کے لیے ایک اقامت کافی ہو سکتی ہے؟

٦٥٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ: أَنَّهُ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِإِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ، ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَحَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ

٦٥٩- حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ انھوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت سے پڑھیں' پھر انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انھوں نے ایسے ہی کیا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

٦٥٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ٤٨٢، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢١، قوله: "ثم قال: الصلاة" والصواب: "ثم أقام الصلاة" كما في الروايات الأخرى.

٦٥٩ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٢ قوله: "بإقامة واحدة، أي لكل صلاة، وإنما صلى كل واحدة منهما بإقامة، أي الصلاتين بإقامتين".

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

٦٦٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَابْنُ أَبِي خَالِدٍ - قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِجَمْعٍ بِإِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ.

٦٦٠- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں (مغرب اور عشاء کی) نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں۔

٦٦١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِالْمُزْدَلِفَةِ، صَلّٰى كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِإِقَامَةٍ، وَّلَمْ يَتَطَوَّعْ قَبْلَ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا وَلَا بَعْدُ.

٦٦١- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھی تھیں۔ آپ نے ان میں سے ہر نماز الگ اقامت سے پڑھی اور ان میں کسی نماز سے بھی آگے یا پیچھے نفل نہیں پڑھے۔

فائدہ: اس روایت میں ہر نماز کے لیے الگ اقامت کا ذکر ہے جب کہ پچھلی تین روایات میں دونوں کے لیے ایک اقامت کا ذکر ہے اور یہ چاروں روایات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے ہیں۔ پچھلے باب کی پہلی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس میں صراحتاً دو اقامتوں کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی دو اقامتوں کی صراحت آئی ہے لہٰذا جس روایت میں ایک اقامت کا ذکر ہے اس سے مراد ہر نماز کے لیے ایک اقامت ہوگی یا پھر ایک اقامت والی روایت شاذ ہے۔ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ جب اس طرح تطبیق ممکن ہے تو پھر شذوذ کے دعوے کی ضرورت نہیں البتہ اذان ایک ہی کافی ہے کیونکہ وہ صرف لوگوں کو بلانے کے لیے ہوتی ہے۔ جمع کی صورت میں دوسری نماز کے لیے لوگ پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔

(المعجم ٢١) - اَلْأَذَانُ لِلْفَائِتِ مِنَ الصَّلَوَاتِ (التحفة ١٠٠)

باب: ٢١- فوت شدہ نمازوں کے لیے اذان

٦٦٠- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٣.

٦٦١- أخرجه البخاري، الحج، باب من جمع بينهما ولم يتطوع، ح: ١٦٧٣ من حديث ابن أبي ذئب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٤.

٦٦٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: شَغَلَنَا الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ فِي الْقِتَالِ مَا نَزَلَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَكَفَى ٱللَّهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلْقِتَالَ﴾ [الأحزاب:٢٥] فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِلَالًا فَأَقَامَ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ فَصَلَّاهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيهَا لِوَقْتِهَا، ثُمَّ أَقَامَ لِلْعَصْرِ فَصَلَّاهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيهَا لِوَقْتِهَا، ثُمَّ أَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ فَصَلَّاهَا فِي وَقْتِهَا.

۶۶۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں مشرکوں نے جنگ خندق کے دن ظہر کی نماز سے مصروف رکھا حتی کہ سورج غروب ہوگیا' لڑائی (کی نماز) کے بارے میں جو کچھ نازل ہوا (یعنی صلاۃ خوف کا طریقہ) یہ اس سے پہلے کی بات ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاردی: ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہوگیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے ظہر کی نماز کی اقامت کہی تو آپ نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح وقت میں پڑھا کرتے تھے' پھر عصر کی اقامت کہی تو آپ نے وہ نماز بھی اسی طرح پڑھی جس طرح وقت میں پڑھا کرتے تھے' پھر بلال رضی اللہ عنہ نے مغرب کی اذان کہی تو آپ نے اسے اس کے وقت میں پڑھا۔

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ فوت شدہ نماز صرف اقامت سے ادا کی جائے گی اور وقتی نماز کے لیے اذان کہی جائے گی تاکہ لوگوں کو اشتباہ نہ ہو کیونکہ آپ شہر اور آبادی میں تھے۔ جب صحرا میں صبح کی نماز فوت ہوئی تھی تو آپ نے اذان کہلوا کر نماز پڑھی تھی کیونکہ وہاں اشتباہ کا خطرہ نہ تھا۔ گویا فوت شدہ نماز کے لیے اذان نہ تو ضروری ہے اور نہ منع ہے' موقع محل دیکھا جائے گا۔ مزید دیکھیے حدیث: ۶۲۲. ② السنن الکبریٰ للنسائي: (۱/۵۰۵) میں تبویب یوں ہے: [الأذان للفوائت من الصلوات] اس عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کا رجحان بظاہر ہر فوت شدہ نماز کے لیے اذان کی مشروعیت کا ہے لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اگر واقعی اذان کا ذکر محفوظ اور ثابت ہے' پھر تو مشروعیت یقینی ہے اور مصنف رحمہ اللہ کا استدلال بھی واضح ہے۔ لیکن ایسا لگتا نہیں کیونکہ دیگر مختلف طرق میں أذّن کی بجائے أقام کے الفاظ منقول ہیں۔ واللہ أعلم. مزید دیکھیے: (الإرواء: ۱/۲۵۷' و ذخیرة العقبٰی شرح سنن النسائي للإتیوبي: ۸/۹۹)

٦٦٢- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٥ عن يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٥، وصححه ابن خزيمة، ح: ٩٩٦، وابن حبان (موارد)، ح: ٢٨٥. ✽ أبوسعيد هو الخدري، وسعيد بن أبي سعيد هو المقبري.

(المعجم ٢٢) - اَلْاِجْتِزَاءُ لِذٰلِكَ كُلِّهِ بِأَذَانٍ وَّاحِدٍ وَّالْإِقَامَةُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا (التحفة ١٠١)

باب:۲۲-سب فوت شدہ نمازوں کے لیے ایک اذان اور الگ الگ اقامت کا کافی ہونا

٦٦٣- أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ الْمُشْرِكِينَ شَغَلُوا النَّبِيَّ ﷺ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ.

۶۶۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تحقیق مشرکین نے نبی ﷺ کو جنگ خندق میں ایک دن چار نمازوں سے روکے رکھا۔ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان کہی، پھر اقامت کہی، چنانچہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت اگرچہ انقطاع کی وجہ سے سنداً ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد کی بنا پر درست ہے کیونکہ یہ مفہوم اور واقعہ دیگر صحیح احادیث میں موجود ہے۔ ② اصل میں ظہر اور عصر کی نمازیں فوت ہوئی تھیں۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اذان کہلائی گئی۔ تینوں نمازیں پڑھی گئیں۔ ظہر اور عصر تو قضا تھیں مگر مغرب وقت کے آخر میں پڑھی گئی۔ اتنے میں عشاء کا وقت ہو گیا تو ساتھ ہی وہ بھی پڑھ لی گئی۔ گویا ادائیگی کے لحاظ سے چار اکٹھی تھیں ورنہ حقیقتاً مغرب اور عشاء اپنے اپنے وقت میں تھیں۔ ادائیگی کو دیکھتے ہوئے راوی نے چار نمازوں سے روکے جانے کا ذکر کر دیا۔ جنگ تو مغرب کے وقت بند ہو گئی تھی۔ اگر کچھ دیر بھی ہو گئی تو عشاء کی نماز کے فوت ہونے کا تو امکان ہی نہیں۔ سابقہ روایت میں اس کی صراحت ہے۔ اگر الگ الگ واقعہ ہو تو دوسری بات ہے اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ دیگر روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ دیکھیے فوائد ومسائل حدیث: ۶۶۴۔

(المعجم ٢٣) - اَلْاِكْتِفَاءُ بِالْإِقَامَةِ لِكُلِّ صَلَاةٍ (التحفة ١٠٢)

باب:۲۳-(فوت شدہ نمازوں میں سے) ہر نماز کے لیے اقامت ہی کافی ہے

٦٦٤- أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ

۶۶۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

٦٦٣ـ [إسناده ضعيف] تقدم، ح: ٦٢٣، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٦.

٦٦٤ـ [إسناده ضعيف] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٧.

دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُمْ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا فِي غَزْوَةٍ فَحَبَسَنَا الْمُشْرِكُونَ عَنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الْمُشْرِكُونَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنَادِيًا فَأَقَامَ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ فَصَلَّيْنَا، وَأَقَامَ لِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَصَلَّيْنَا، وَأَقَامَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَصَلَّيْنَا، وَأَقَامَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ فَصَلَّيْنَا، ثُمَّ طَافَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «مَا عَلَى الْأَرْضِ عِصَابَةٌ يَّذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُكُمْ».

ہیں کہ ہم ایک جنگ میں تھے تو مشرکوں نے ہمیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں سے روکے رکھا۔ جب مشرکین پیچھے ہٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا۔ اس نے ظہر کی نماز کے لیے اقامت کہی تو ہم نے نماز پڑھی، پھر اس نے عصر کی نماز کے لیے اقامت کہی تو ہم نے عصر پڑھی، پھر اس نے مغرب کی نماز کے لیے اقامت کہی تو ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر اس نے عشاء کی نماز کے لیے اقامت کہی تو ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”روئے زمین پر تمھارے علاوہ کوئی جماعت (اس وقت) اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کر رہی۔“

فوائد ومسائل: ① پیچھے گزر چکا ہے کہ بے وقت اذان سے چونکہ دوسرے لوگوں کو اشتباہ کا خطرہ ہوسکتا ہے، لہٰذا موقع محل کا لحاظ رکھا جائے، مثلاً: اگر کسی نماز کا وقت شروع ہوا ہے تو اذان کہہ کر فوت شدہ نمازیں اور وقتی نماز پڑھ لی جائے جیسا کہ حدیث: ۶۶۳ میں ہے اور اگر کسی نماز کا وقت نہیں رہا، وقت قریب الاختتام ہے تو فوت شدہ نمازیں پہلے پڑھ لی جائیں، پھر وقتی نماز کے لیے اذان کہہ لی جائے جیسا کہ حدیث: ۶۶۲ میں ہے اور اگر سب ہی قضا ہیں اور کسی نماز کا وقت نہیں تو پھر سب کے لیے صرف اقامت ہی کہہ لی جائے، جیسے حدیث: ۶۶۴ میں ہے اور اگر صحرا ہے، کسی کے لیے اشتباہ کا خطرہ ممکن نہیں تو کوئی بھی وقت ہو، اذان کہہ کر فوت شدہ نماز پڑھ لی جائے جیسا کہ حدیث: ۶۲۲ وغیرہ میں ہے۔ والله أعلم. ② صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف عصر کی نماز فوت ہونے کا ذکر ہے۔ (صحيح البخاري، المغازي، حديث: ۴۱۱۱) وہ الگ واقعہ ہوگا کیونکہ جنگ خندق کئی دن ہوتی رہی۔ والله أعلم.

(المعجم ٢٤) - اَلْإِقَامَةُ لِمَنْ نَّسِيَ رَكْعَةً مِّنْ صَلَاةٍ (التحفة ١٠٣)

باب:٢٤- جو شخص (امام) ایک رکعت بھول گیا (اور سلام پھیر کر چل دیا) پھر اس ایک رکعت کو ادا کرے تو اقامت بھی کہے

٦٦٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى يَوْمًا فَسَلَّمَ وَقَدْ بَقِيَتْ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةٌ، فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: نَسِيتَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً! فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ رَكْعَةً فَأَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّاسَ فَقَالُوا لِي: [أَ] تَعْرِفُ الرَّجُلَ؟ قُلْتُ: لَا، إِلَّا أَنْ أَرَاهُ، فَمَرَّ بِي فَقُلْتُ: هٰذَا هُوَ، قَالُوا: هٰذَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ.

٦٦٥- حضرت معاویہ بن حدیج ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی اور سلام پھیر دیا (اور مسجد سے باہر چلے گئے) حالانکہ ایک رکعت باقی تھی۔ ایک آدمی پیچھے سے جا کر آپ کو ملا اور بتلایا کہ آپ ایک رکعت بھول گئے ہیں۔ آپ دوبارہ مسجد میں داخل ہوئے اور بلال کو حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی تو آپ نے لوگوں کو فوت شدہ رکعت پڑھائی۔ میں نے یہ بات جا کر دوسرے لوگوں کو بتلائی تو انھوں نے مجھ سے کہا: کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں مگر یہ کہ میں انھیں دوبارہ دیکھوں۔ اتفاقاً وہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے کہا: یہ ہیں وہ۔ لوگوں نے کہا: یہ طلحہ بن عبیداللہ ہیں۔

فوائد ومسائل: ① صورت واقعہ یوں معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیر کر مسجد سے نکل گئے۔ حضرت طلحہ نے جا کر آپ کو خبر دی۔ چونکہ فاصلہ ہو چکا تھا' لہٰذا آپ نے نئی اقامت کہلوائی تاکہ نمازی جمع ہو جائیں' اگرچہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ مسجد سے باہر نہ گئے تھے' اس صورت میں مسجد میں داخل ہونے سے مراد نماز کی جگہ پر واپس آنا ہے۔ لغوی طور پر اسے مسجد کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پہلی بات زیادہ مناسب ہے اور حدیث کے ظاہر سے قریب تر بھی۔ ② احناف اس صورت میں نماز کے باطل ہونے اور نئے سرے سے ساری نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور اس حدیث کو ابتدائی دور پر محمول کرتے ہیں مگر یہ بات بلا دلیل ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٥) - أَذَانُ الرَّاعِي (التحفة ١٠٤)

باب:٢٥- چرواہے کی اذان

٦٦٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب إذا صلى خمسًا، ح: ١٠٢٣ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٨. * الليث هو ابن سعد.

٦٦٦- [أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ رُبَيِّعَةَ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَسَمِعَ صَوْتَ رَجُلٍ يُؤَذِّنُ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ - قَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ هٰذَا مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى - قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا لَرَاعِي غَنَمٍ أَوْ رَجُلٌ عَازِبٌ عَنْ أَهْلِهِ»، فَهَبَطَ الْوَادِي، فَإِذَا هُوَ بِرَاعِي غَنَمٍ فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَيْتَةٍ قَالَ: «أَتَرَوْنَ، هٰذِهِ هَيِّنَةٌ عَلٰى أَهْلِهَا؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «اَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ عَلٰى أَهْلِهَا»].

٦٦٦-حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے ایک آدمی کی آواز سنی جو اذان کہہ رہا تھا۔ آپ اس کی اذان کا جواب دینے لگے۔ جب وہ [أشهد أن محمدًا رسول الله] تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: ''تحقیق یہ شخص بکریوں کا چرواہا ہے یا اپنے گھر والوں سے بچھڑا ہوا ہے۔'' پھر آپ اس وادی میں اترے تو پتہ چلا کہ وہ بکریوں کا چرواہا ہے۔ آپ ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: ''تمھیں یقین ہے کہ یہ بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک بے قدر ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس (بکری) سے بھی بڑھ کر ذلیل ہے۔''

فائدہ: صحرا میں جہاں اذان کی آواز نہ سنائی دیتی ہو وہاں کوئی اکیلا مسافر یا چرواہا نماز پڑھنا چاہے تو اذان کہے البتہ اگر قریبی بستی کی اذان سنائی دیتی ہو تو وہ کافی ہے الگ اذان ضروری نہیں' نیز دیکھیے: (حدیث: ٦٤٥)

(المعجم ٢٦) - اَلْأَذَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ (التحفة ١٠٥)

باب:٢٦-اکیلے نماز پڑھنے والے کی اذان

٦٦٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا عُشَّانَةَ الْمُعَافِرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:

٦٦٧-حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اللہ تعالیٰ بکریوں کے اس چرواہے سے تعجب کرتا ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور اذان کہہ کر نماز پڑھتا ہے۔ اللہ عز وجل

٦٦٦ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٣٦ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٢٩، وللحديث شواهد كثيرة.

٦٦٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الأذان في السفر، ح: ١٢٠٣ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٣٠، وصححه ابن حبان، ح: ٢٦٠.

«يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَّاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةِ الْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّي، فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اُنْظُرُوا إِلٰى عَبْدِي هٰذَا، يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ يَخَافُ مِنِّي، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ».

فرماتا ہے: ''میرے اس بندے کو دیکھو۔ اذان کہتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے۔ مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔''

فوائد ومسائل: ① یعنی فیصلہ کر دیا کہ یہ جنت میں جائے گا یا میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔ بات قطعی ہونے کی وجہ سے ماضی کے الفاظ میں اس کا ذکر ہے۔ ② ''تعجب کرتا ہے۔'' خوشی، ناراضی، تعجب اور رحمت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں، جیسے بھی اس کی ذات کے لائق ہیں، ان کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ان کا ذکر عام ہے۔ اگر یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے مناسب نہ ہوتے تو یوں ذکر نہ ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

(المعجم ٢٧) - اَلْإِقَامَةُ لِمَنْ يُّصَلِّي وَحْدَهُ (التحفة ١٠٦)

باب:٢٧-اکیلے نماز پڑھنے والے کی اقامت

٦٦٨- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِّفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ فِي صَفِّ الصَّلَاةِ، اَلْحَدِيثَ.

٦٦٨- حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے...... الحدیث.

فائدہ: امام صاحب نے تفصیلی روایت ذکر نہیں کی۔ یہ مسيئ الصلاۃ کی حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس سے استدلال واضح نہیں ہوتا۔ جبکہ سنن ابوداود کے ایک طریق میں اقامت کی تصریح موجود ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَأَقِمْ، ثُمَّ كَبِّرْ......] ''اقامت کہہ، پھر اس کے بعد تکبیر (تحریمہ) کہہ......'' دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني، رقم:٨٠٧) نیز السنن الکبریٰ للنسائي: (١/٥٠٧) میں نفس

٦٦٨_[إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وصف الصلاة، ح: ٣٠٢ عن علي بن حجر به، وقال: "حسن." ، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٣١ مطول، وأخرجه أبوداود، ح: ٨٦١ من حديث إسماعيل بن جعفر به، وله طريق آخر عند ابن ماجه، ح: ٤٦٠، والحديث صححه ابن خزيمة، ح: ٥٤٥ .

اسی عنوان کے تحت مذکور حدیث میں اقامت کا ذکر موجود ہے۔ اس طرح حدیث سے امام صاحب رحمہ اللہ کا استدلال واضح ہے کہ اکیلا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ کوئی اور نماز پڑھنے والا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بے شمار لشکر نماز ادا کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے: [فَإِنْ أَقَامَ صَلّٰى مَعَهُ مَلَكَاهُ، وَإِنْ أَذَّنَ وَ أَقَامَ صَلّٰى خَلْفَهُ مِنْ جُنُودِ اللّٰهِ مَالَا يُرٰى طَرَفَاهُ] ''اگر (صرف) اقامت کہتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے ساتھ والے دونوں فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اذان اور اقامت کہتا ہے تو اس کے پیچھے اس قدر اللہ کے لشکر نماز پڑھتے ہیں کہ ان کی دونوں اطراف نہیں دیکھی جا سکتیں (کیونکہ صفیں بہت دراز ہوتی ہیں)۔'' دیکھیے: (صحيح الترغيب والترهيب للألباني: ۱/۲۹۵) معلوم ہوا اکیلا آدمی اذان بھی دے سکتا ہے اور اقامت بھی کہہ سکتا ہے، بالخصوص جب کہ وہ آبادی سے باہر ہو۔ بہر حال اکیلے آدمی کا اقامت کہنا بے فائدہ نہیں ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ۲۸) - كَيْفَ الْإِقَامَةُ (التحفة ۱۰۷)

باب: ۲۸- اقامت کیسے کہی جائے؟

٦٦٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ، عَنْ أَبِي الْمُثَنّٰى مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْجَامِعِ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْأَذَانِ فَقَالَ: كَانَ الْأَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً، إِلَّا أَنَّكَ إِذَا قُلْتَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ، فَإِذَا سَمِعْنَا قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ تَوَضَّأْنَا ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ.

۶۶۹- جامع مسجد کے مؤذن ابو مثنیٰ نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اذان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے دور میں اذان دو دو کلمات تھے اور اقامت ایک ایک کلمہ، مگر جب تو [قد قامت الصلاة] کہے تو وہ دو مرتبہ ہے۔ جب ہم [قد قامت الصلاة] کے الفاظ سنتے تو وضو کرتے، پھر نماز کے لیے جاتے۔

فائدہ: یہ کبھی کبھار کی بات ہوگی، مثلاً: کھانے یا نیند کی وجہ سے ورنہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اکثر پہلے سے مسجد میں موجود ہوتے تھے۔ (اقامت کی بحث کے لیے دیکھیے حدیث: ۶۲۹ اور اسی کتاب کا ابتدائیہ)

(المعجم ۲۹) - إِقَامَةُ كُلِّ وَاحِدٍ لِّنَفْسِهِ (التحفة ۱۰۸)

باب: ۲۹- ہر آدمی اپنے لیے اقامت کہے؟

٦٦٩_ [صحيح] تقدم، ح: ٦٢٩، وهو في الكبرى، ح: ١٦٣٢.

٦٧٠- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ خَالِدٍ [الْحَذَّاءِ]، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلِصَاحِبٍ لِّي: «إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا».

٦٧٠- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے ساتھی کو کہا: ''جب نماز کا وقت آئے تو تم اذان کہو' پھر اقامت کہو' پھر تم میں سے بڑا امامت کروائے۔''

فائدہ: ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ تم سب اذان کہو اور سب اقامت کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اذان اور اقامت کہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے' حدیث: ٦٣٥'٦٣٦) نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے مختلف اسفار میں صرف ایک ہی اذان کہلوائی ہے' نیز سفر اور حضر کا فرق بھی معتبر نہیں' حکم ایک ہی ہے' لہٰذا اس حدیث سے امام نسائی رحمہ اللہ کا ہر آدمی کے لیے اقامت کی مشروعیت کا استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٠) - فَضْلُ التَّأْذِينِ (التحفة ١٠٩)

باب: ٣٠- اذان کہنے کی فضیلت

٦٧١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ: اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الْمَرْءُ إِنْ يَّدْرِي كَمْ صَلَّى».

٦٧١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان ہوا چھوڑتا (پادتا) ہوا بھاگتا ہے حتی کہ اذان نہیں سنتا۔ جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے' پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے' حتی کہ اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے' یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے' اسے کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر' فلاں چیز یاد کر۔ ایسی چیزیں جو پہلے اس کے ذہن میں نہیں تھیں حتی کہ آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی ہے؟''

٦٧٠ـ [صحيح] تقدم، ح: ٦٣٥، وهو في الكبرى، ح: ١٦٣٣.

٦٧١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب فضل التأذين، ح: ٦٠٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/٦٩، والكبرى، ح: ١٦٣٤، وأخرجه مسلم، ح: (١٩)-٣٨٩ من طريق آخر عن أبي الزناد به.

فوائد ومسائل: ① ”ہوا چھوڑتا (پادتا)۔“ ظاہر ہے کہ اس سے حقیقتاً ہوا چھوڑنا (پادنا) ہی مراد ہے۔ اگر شیطان کھا پی سکتا ہے تو باقی لوازم سے انکار کیوں؟ بعض لوگوں نے اس سے نفرت مراد لی ہے لیکن یہ تاویل بلادلیل ہے۔ والله أعلم. ② ”وسوسے ڈالتا ہے۔“ یعنی اس کی توجہ نماز کی بجائے ادھر ادھر مبذول کراتا ہے۔ لَعَنَهُ اللهُ.

(المعجم ٣١) - اَلْإِسْتِهَامُ عَلَى التَّأْذِينِ (التحفة ١١٠)

باب: ٣١- اذان کہنے کے لیے قرعہ اندازی کرنا

٦٧٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا عَلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ عَلِمُوا مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا».

٦٧٢- حضرت ابوہریرہ ؓ سے منقول ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر لوگ اذان اور صف اول کی فضیلت کو جانتے اور پھر قرعہ اندازی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ پاتے تو ان کے لیے ضرور قرعہ اندازی کرتے۔ اگر لوگ ظہر کی نماز جلدی (اوّل وقت میں) پڑھنے کی فضیلت جانتے تو ایک دوسرے سے آگے بھاگتے اور اگر عشاء اور فجر کی فضیلت کو جانتے تو ضرور آتے‘ خواہ گھسٹ کر ہی آنا پڑے۔“

فائدہ: اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ اگر کبھی قرعہ اندازی تک نوبت پہنچ جائے تو تنازع ختم کرنے کے لیے قرعہ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

(المعجم ٣٢) - اِتِّخَاذُ الْمُؤَذِّنِ الَّذِي لَا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهِ أَجْرًا (التحفة ١١١)

باب: ٣٢- ایسا مؤذن رکھنا جو اذان پر تنخواہ نہ لیتا ہو

٦٧٣- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي

٦٧٣- حضرت عثمان بن ابوالعاص ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: ”تم

٦٧٢_[صحيح] تقدم، ح: ٥٤١، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٣٥.

٦٧٣_[إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، ح: ٥٣١ من حديث حماد بن سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٣٦. * مطرف هو ابن عبدالله بن الشخير الحرشي، وحماد سمع من الجريري قبل اختلاطه على الراجح (انظر الكواكب النيرات، ص: ٣٦)، وصححه الحاكم على شرط مسلم: ١/ ١٩٩-٢٠١، ◄◄

الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! اِجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، فَقَالَ: «أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهِ أَجْرًا».

ان کے امام ہو۔ نماز پڑھاتے وقت ان میں سے کمزور ترین آدمی کا لحاظ رکھنا اور ایسا مؤذن رکھنا جو اپنی اذان پر تنخواہ نہ لیتا ہو۔"

فائدہ: اذان، نماز یا تعلیم کی اجرت لینا جمہور اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ ہاں، نہ لے تو اولیٰ ہے۔ یاد رہے کہ اذان وغیرہ دینا اجرت کے ساتھ اس طرح مشروط نہ ہو کہ اگر اس کی اجرت اور تنخواہ نہ ملے تو اذان بھی نہ دے' یہ چیز صراحتاً دینی روح اور اخلاص کے منافی ہے۔ غالباً حدیث میں اسی قسم کی شرط کے پیش نظر ایسے مؤذن کو نہ رکھنے کی ترغیب ہے نہ کہ سرے سے اس کا تعاون ہی نہیں ہو سکتا' ایسا قطعاً نہیں۔ اگر کوئی برسر روزگار نہ ہو' صرف اسی قسم کی خدمت کے لیے وقف ہو تو اس کی روزمرہ ضروریات کا بندوبست اچھا ہونا چاہیے' وگرنہ وہ دلجمعی سے اپنی ذمہ داری نہیں نبھا سکے گا اور بالآخر چھوڑنے پر مجبور ہو گا تو اس قسم کی دینی ذمہ داریاں پھر کون نبھائے گا؟ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ٣٣) - اَلْقَوْلُ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ (التحفة ١١٢)

باب: ٣٣- مؤذن کی اذان سن کر جواب دینا

٦٧٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُولُوا: مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

٦٧٤- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔"

فوائد و مسائل: ① مؤذن کی اذان کا جواب دینا مستحب ہے یا واجب؟ جمہور استحباب کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے جس میں ہے کہ جب مؤذن نے اللّٰہ أکبر کہا' آپ نے فرمایا: "یہ فطرت پر ہے۔" اور جب شہادتین کہی تو آپ نے فرمایا: "تو آگ سے نکل گیا۔" (صحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث

◀◀ ووافقه الذهبي، وأصله في صحيح مسلم، ح: ٤٦٨ . * أبو العلاء هو يزيد بن عبدالله بن الشخير .

٦٧٤ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي، ح: ٦١١، ومسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ... الخ، ح: ٣٨٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيٰى): ١/ ٦٧، والكبرٰى، ح: ١٦٣٧ .

۳۸۲) ان کے بقول آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہاں جواب کی بجائے یہ کلمات فرمائے ہیں' اگر جواب دیا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا' لہٰذا یہ عدم وجوب کی دلیل ہے۔ جبکہ دیگر بعض علماء کی رائے وجوب کی ہے کیونکہ احادیث کا ظاہر یہی ہے' مزید یہ کہ وجوب سے پھیرنے والا کوئی صریح قرینہ بھی موجود نہیں اور کسی چیز کا عدم ذکر اس کے عدم وجوب کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہاں بھی ایسے ہی ہے' یعنی اس حدیث میں یہ تو نہیں کہ آپ نے جواب نہیں دیا' ممکن ہے جواب بھی دیا ہو اور یہ کلمات بھی کہے ہوں اور راوی نے بغرض اختصار حدیث میں مذکور مزید فائدے کا ذکر کر دیا اور جواب کو عام شہرت کی بنا پر ترک کر دیا ہو جیسا کہ بعض اوقات رواۃ ایسا تصرف کرتے ہیں۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (فتح الباري: ۱۱۰/۲) ② اذان کا جواب ساتھ ساتھ دینا بہتر اور افضل ہے' تاہم بامر مجبوری اذان کے آخر میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم. ③ تمام کلمات کے جواب میں وہی کلمات کہے جائیں گے مگر [حي على الصلاة' حي على الفلاح] کے جواب میں [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''گناہ سے بچنا اور نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔'' کہا جائے گا۔ احادیث میں اس کی صراحت ہے۔ بعض روایات میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ] کے جواب میں [صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ] کے الفاظ آئے ہیں مگر یہ ثابت نہیں' لہٰذا اصل کلمات ہی کہے جائیں۔ تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٣٤) - ثَوَابُ ذٰلِكَ (التحفة ١١٣)

٦٧٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ حَدَّثَهُ: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ خَالِدٍ الزُّرَقِيَّ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّضْرَ بْنَ سُفْيَانَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِي فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِينًا دَخَلَ الْجَنَّةَ».

باب: ۳۴- اذان کا جواب دینے کا ثواب

۶۷۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اذان کہنے لگے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''جس شخص نے ان کلمات کی طرح کلمات (جواباً) کہے' وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔''

فائدہ: اس حدیث کے معنی بظاہر وہی ہیں جو مؤلف رحمہ اللہ نے مراد لیے ہیں کہ جو شخص اذان کا جواب دے وہ جنت میں جائے گا۔ واللہ أعلم.

٦٧٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٣٥٢/٢ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرى، ح: ١٦٤١، وصححه ابن حبان، ح: ٢٩٤، والحاكم: ٢٠٤/١، وسقط من إسناده النضر بن سفيان، ووافقه الذهبي. * النضر بن سفيان وثقه الذهبي وابن حبان، فحديثه لا ينزل عن درجة الحسن.

(المعجم ٣٥) - اَلْقَوْلُ مِثْلَ مَا يَتَشَهَّدُ الْمُؤَذِّنُ (التحفة ١١٤)

باب:٣٥-مؤذن کے شہادتین کی طرح شہادتین پڑھنا

٦٧٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ يَحْيَى الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَكَبَّرَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَتَشَهَّدَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ فَتَشَهَّدَ اثْنَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي هٰكَذَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٦٧٦-حضرت مجمع بن یحییٰ انصاری نے کہا: میں حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف کے پاس بیٹھا تھا کہ مؤذن نے اذان شروع کر دی۔ اس نے دوبار اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر کہا تو آپ نے بھی دو بار اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر کہا۔ پھر اس نے دوبار أشهد أن لا إله إلا اللّٰه کہا تو آپ نے بھی دوبار أشهد أن لا إله إلا اللّٰه کہا۔ پھر اس نے أشهد أن محمداً رسول اللّٰه کہا تو آپ نے بھی دومرتبہ أشهد أن محمداً رسول اللّٰه کہا۔ پھر فرمایا: مجھے حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اسی طرح بیان کیا۔

٦٧٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مِّسْعَرٍ، عَنْ مُّجَمِّعٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَسَمِعَ الْمُؤَذِّنَ فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ.

٦٧٧-حضرت معاویہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ نے مؤذن کی اذان سنی تھی، کہ آپ اس طرح فرما رہے تھے جس طرح مؤذن کہہ رہا تھا۔

(المعجم ٣٦) - اَلْقَوْلُ الَّذِي يُقَالُ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (التحفة ١١٥)

باب:٣٦-جب مؤذن حي على الصلاة اور حي على الفلاح کہے تو جواب میں کیا کہا جائے؟

٦٧٦- [صحيح] أخرجه الحميدي، ح:٦٠٦، وأحمد:٤/ ٩٣- ٩٨ من حديث مجمع به، وهو في الكبرٰى، ح:١٦٣٩، وأخرجه البخاري، الجمعة، باب: يجيب الإمام على المنبر إذا سمع النداء، ح:٩١٤ من حديث أبي أمامة به.

٦٧٧- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:١٦٣٨.

٦٧٨- أَخْبَرَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى أَنَّ عِيسَى بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ: إِنِّي عِنْدَ مُعَاوِيَةَ إِذْ أَذَّنَ مُؤَذِّنُهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ، حَتّٰى إِذَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، فَلَمَّا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

٦٧٨- حضرت علقمہ بن وقاص سے روایت ہے انھوں نے کہا: تحقیق میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب ان کے مؤذن نے اذان شروع کی۔ حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا جس طرح مؤذن کہتا تھا حتی کہ جب اس نے [حي على الصلاة] کہا تو آپ نے [لا حول ولا قوة إلا بالله] کہا' پھر جب اس نے [حي على الفلاح] کہا تو آپ نے پھر [لا حول ولا قوة إلا بالله] کہا اور اس کے بعد اسی طرح کہا جس طرح مؤذن نے کہا۔ پھر فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح فرماتے سنا ہے۔

(المعجم ٣٧) - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ الْأَذَانِ (التحفة ١١٦)

باب:٣٧- اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے

٦٧٩- أَخْبَرَنَا سُوَيْدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ عَلْقَمَةَ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ - مَوْلٰى نَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ - يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ

٦٧٩- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جس طرح وہ کہے اسی طرح تم بھی کہو' پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرمائے گا' پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے مقام وسیلہ کا

٦٧٨ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٩١، ٩٢ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٠. * فيه مستوران: عيسٰى وشيخه، وله شاهد عند البخاري، ح: ٦١٢، ٦١٣ وغيره.

٦٧٩ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن . . . الخ، ح: ٣٨٤ من حديث حيوة بن شريح به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٢.

فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيهِ الشَّفَاعَةُ» .

سوال کرو۔ یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے سب بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا' لہٰذا جو شخص میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگی۔"

فائدہ: اذان کہنے کے بعد درود ابراہیمی پڑھا جائے گا' پھر رسول اللہ ﷺ کے لیے خصوصی دعا کی جائے گی جس کی تفصیل اگلی احادیث میں آ رہی ہے۔

(المعجم ٣٨) - اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْأَذَانِ (التحفة ١١٧)

باب:٣٨-اذان کے بعد کی دعا

٦٨٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ ، عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ : «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ» .

٦٨٠-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص مؤذن کی اذان سنے اور کہے: [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُولًا] "میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کو بطور رب اور اسلام کو بطور دین اور محمد ﷺ کو بطور رسول پسند کرتا ہوں۔" تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

فائدہ: یقیناً جو شخص عقیدے میں راسخ ہو اور صدق دل سے ان باتوں کا معترف ہو اسے واقعی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے' خواہ کتنے ہی گناہوں کا مرتکب ہو۔ بھلا اس کی بخشش اور بندے کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟

٦٨١- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ

٦٨١-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اذان سننے کے بعد یہ کہے:

٦٨٠ـ أخرجه مسلم، ح:(١٣)-٣٨٦ عن قتيبة به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٣ .

٦٨١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، ح: ٦١٤، ح: ٤٧١٩ عن علي بن عياش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٤ .

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

[اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ ...... وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ] ''اے اللہ! اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد (ﷺ) کو (جنت میں) مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔'' اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت لازم ہو گئی۔''

فوائد ومسائل: ① مکمل دعوت سے مراد اذان ہے کیونکہ اس میں تمام اصول دین موجود ہیں جن کی طرف اسلام دعوت دیتا ہے۔ چونکہ اس اذان کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے' اس لیے اسے اس مکمل دعوت کا رب کہا گیا۔ ② صلاۃ قائمہ سے مراد وہ نماز ہے جو ابھی باجماعت قائم ہو گی۔ ③ الوسیلة کی تفسیر تو حدیث: ۶۷۹ میں گزر چکی ہے کہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا اور وہ شخص رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے۔ الفضيلة سے مراد بھی بعض لوگوں کے نزدیک ایک مقام ہے' مگر کسی حدیث سے اس مفہوم کی تائید نہیں ہوتی' لہٰذا اس سے مراد فضیلت ہو گی جو نبی ﷺ کو سب لوگوں' امتوں اور انبیاء علیہم السلام پر حاصل ہو گی' جنت سے باہر بھی اور جنت کے اندر بھی۔ اور مقام محمود حشر کے روز آپ کو نصیب ہو گا جب سب انبیاء کی امتیں آپ کے پاس چل کر آئیں گی اور آپ سے شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گی۔ آپ اپنے رب عز وجل کے انتہائی قریب پہنچ کر سجدے میں گر جائیں گے اور اپنے رب تعالیٰ کی بے مثال تعریفیں کریں گے' جب کہ تمام خلائق آپ کی تعریفیں کر رہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پیار محبت سے سجدے سے اٹھائے گا اور آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ اسے مقام محمود کہنے کی وجہ یہی ہے کہ آپ یہ مقام' حمد سے حاصل کریں گے۔ آپ اپنے رب کی حمد کریں گے اور سب لوگ آپ کی حمد کر رہے ہوں گے۔ اس مقام کا وعدہ قرآن مجید میں ہے: ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنیٓ إسرآءیل ۱۷:۷۹) ''امید ہے آپ کا رب آپ کو عنقریب مقام محمود پر سرفراز فرمائے گا۔'' ④ سنن بیہقی کی روایت میں اس دعا کے آخر میں [إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ] ''یقیناً تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔'' کے الفاظ بھی ہیں لیکن یہ شاذ اور ناقابل حجت ہیں' مزید یہ کہ بعض لوگ [وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ] کا اضافہ بھی کرتے ہیں مگر وہ حدیث کی کتب میں نہیں بلکہ بے اصل الفاظ ہیں' اس لیے مسنون الفاظ ہی کافی وافی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (إرواء الغليل: ۱/۲۶۱' و القول المقبول في شرح و تعليق صلاة الرسول' ص: ۳۰۲ اور اسی کتاب کا ابتدائیہ)

(المعجم ۳۹) - اَلصَّلَاةُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (التحفة ۱۱۸)

باب: ۳۹- ہر اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز پڑھنا

٦٨٢- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ كَهْمَسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِّمَنْ شَاءَ».

٦٨٢- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر دو اذانوں (اذان واقامت) کے درمیان (نفل) نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' اس شخص کے لیے جو پڑھنا چاہے۔"

فوائد ومسائل: ① ثابت ہوا کہ ہر اذان واقامت کے درمیان نفل نماز کا وقفہ ہونا چاہیے۔ جو پڑھنا چاہے وہ کم از کم دو رکعت پڑھ لے اور یہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان بھی ہوگا۔ ② مغرب سے قبل دو رکعتوں کے بارے میں نبی ﷺ کے ترغیبی حکم کے ساتھ ساتھ آپ کی تقریر بھی اس کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے' کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوت میں اس پر عمل پیرا تھے' نیز عہد نبوت کے بعد تابعین عظام کے ہاں بھی یہ عمل معمول بہ تھا اور تا حال حاملین کتاب وسنت کے ہاں بتوفیق اللہ بدستور جاری ہے جیسا کہ اس کی تفصیل کتاب المواقیت کے ابتدائیے میں بعنوان "نماز مغرب سے قبل' اذان اور اقامت کے درمیان' دو رکعت نماز کا استحباب" میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ③ جہاں مؤکدہ سنتیں ہیں وہاں تو وقفہ ہے ہی' باقی نمازوں میں بھی مستحب ہے۔ احناف مغرب کی نماز میں وقفے کے قائل نہیں کہ اس سے تاخیر ہو جائے گی' حالانکہ چند منٹ کے وقفے سے کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا جب کہ احناف مغرب کی اذان بسا اوقات پانچ پانچ منٹ تاخیر سے کہتے ہیں' بالخصوص رمضان المبارک میں افطاری کے وقت بعض (بریلوی) حنفی مساجد میں صرف افطاری کے اعلان پر اکتفا کیا جاتا ہے' پھر پانچ سات منٹ بعد' حسب ضرورت کھا پی کر' اذان دی جاتی ہے جو کہ قطعاً سنت کے خلاف عمل ہے' اگر اس احتیاط سے نماز میں تاخیر نہیں ہوتی تو ہلکی سی مسنون دو رکعتوں سے کیسے تاخیر ہوگی۔ سنت پر عمل تو برکت و ثواب کا موجب ہے۔ ④ دو اذانوں سے مراد حقیقی اذانیں نہیں کیونکہ ان کے درمیان تو فرض نماز ہوتی ہے۔ اور یہاں [لِمَنْ شَاءَ] کے الفاظ ہیں کہ جو پڑھنا چاہے' گویا یہ فرض نماز نہیں' لہٰذا دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہیں۔

٦٨٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

٦٨٣- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

٦٨٢ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: كم بين الأذان والإقامة ... الخ، ح: ٦٢٤-٦٢٧، ومسلم، صلاة المسافرين، باب بين كل أذانين صلاة، ح: ٨٣٨ من حديث كهمس به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٥.

٦٨٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب كم بين الأذان والإقامة ... الخ، ح: ٦٢٥ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٦.

قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ، قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ يُصَلُّونَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ، وَيُصَلُّونَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ.

ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں) جب مؤذن (مغرب کی) اذان کہتا تو نبی ﷺ کے بہت سے اصحاب اٹھتے اور نماز پڑھنے کے لیے جلدی جلدی ستونوں کا رخ کرتے حتی کہ نبی ﷺ تشریف لاتے تو وہ اس حال میں ہوتے تھے یعنی مغرب سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہے ہوتے تھے اور اذان واقامت کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہ ہوتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ستونوں کا رخ اس لیے کرتے تھے کہ انھیں سترہ بنا سکیں کیونکہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے سترے کا ہونا ضروری ہے۔ اگر جماعت ہو رہی ہو تو صرف امام کے سامنے سترہ کافی ہوتا ہے۔ ② آپ تشریف لاتے تو وہ اسی حال میں ہوتے تھے یعنی نوافل پڑھ رہے ہوتے تھے، مگر آپ انھیں منع نہ فرماتے تھے۔ اسے سنت تقریری کہتے ہیں یعنی آپ نے اس کام پر انھیں برقرار رکھا، روکا نہیں۔ ③ ''زیادہ فاصلہ نہ ہوتا تھا۔'' دو رکعت پڑھنے کے لیے زیادہ وقت کی ضرورت بھی نہ تھی۔ نبی ﷺ کے تشریف لانے تک وہ تقریباً تقریباً فارغ ہو جاتے تھے۔

(المعجم ٤٠) - اَلتَّشْدِيدُ فِي الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ (التحفة ١١٩)

باب: ۴۰- اذان کے بعد مسجد سے نکلنا سخت گناہ ہے

٦٨٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَشْعَثَ ابْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ النِّدَاءِ حَتَّى قَطَعَهُ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

۶۸۴- حضرت ابوشعثاء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ ؓ کو دیکھا جب کہ ایک آدمی اذان کے بعد مسجد میں سے گزرا حتی کہ مسجد سے باہر نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① اذان کے بعد بلاوجہ مسجد سے جانا منع ہے۔ اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً: وضو کرنا ہو یا کسی اور جگہ جماعت کروانی ہو تو مسجد سے نکل سکتا ہے کیونکہ وہ نماز سے فرار نہیں ہو رہا۔ حدیث میں مذکور شخص کے متعلق

٦٨٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، ح: (٢٥٩)-٦٥٥ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٤٧.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ وہ بلاوجہ گیا ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔ ② ابوالقاسم، رسول اللہ ﷺ کی کنیت تھی۔ ③ اس قسم کی روایت جو ظاہراً آپ کا فرمان نہ ہو مگر صحابی نے وہ بات جزماً کہی ہو، حکماً مرفوع روایت کے زمرے میں شامل ہے۔

٦٨٥- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرَةَ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

٦٨٥- حضرت ابوشعثاء سے منقول ہے کہ ایک آدمی نماز کی اذان کے بعد مسجد سے نکلا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

(المعجم ٤١) - إِيْذَانُ الْـمُؤَذِّنِينَ الْأَئِمَّةَ بِالصَّلَاةِ (التحفة ١٢٠)

باب: ۴۱- مؤذن امام کو نماز کے وقت کی اطلاع کرے

٦٨٦- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَيُونُسُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، وَيَسْجُدُ سَجْدَةً قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً،

٦٨٦- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت الگ پڑھتے اور اتنا (لمبا) سجدہ کرتے کہ تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھ سکتا تھا۔ پھر سر اٹھاتے۔ پھر جب مؤذن فجر کی اذان سے فارغ ہوتا اور آپ کو فجر نظر آنے لگتی تو آپ دو ہلکی رکعتیں (صبح کی سنت) پڑھتے۔ پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتی کہ مؤذن آپ کو اقامت کی

٦٨٥- [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:١٦٤٨. * أبوصخرة هو جامع بن شداد، وأبوالعميس هو عتبة بن عبدالله المسعودي.

٦٨٦- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل . . . الخ، ح:٧٣٦ من حديث عبدالله بن وهب مختصرًا بدون ذكر ابن أبي ذئب، والبخاري، ح:٩٩٤ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح:١٦٤٩.

ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ بِالْإِقَامَةِ، فَيَخْرُجُ مَعَهُ. وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْحَدِيثِ.

اطلاع دینے آتا۔ پھر آپ اس کے ساتھ نکل جاتے۔

امام زہری کے شاگرد اس حدیث کے بیان میں لفظی طور پر ایک دوسرے سے کمی بیشی کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں امام ابن شہاب زہری ؒ کے تین شاگرد ہیں: ابن ابی ذئب، یونس اور عمرو بن حارث۔ ظاہر ہے کہ جب تین شخص روایت بیان کریں تو ان میں کبھی کچھ نہ کچھ لفظی اختلاف ہو ہی سکتا ہے، چونکہ تینوں راوی ثقہ ہیں، لہٰذا متن پر کوئی منفی اثر مرتب نہ ہوگا۔ ② گیارہ رکعت تہجد نبی ﷺ کا عمومی معمول تھا۔ کبھی کبھار آپ تیرہ رکعت بھی پڑھ لیتے تھے۔ ان میں دو رکعتیں عشاء کے بعد کی سنتیں ہوتیں، یا آپ علیہ السلام افتتاحی طور پر دو رکعات آغاز میں پڑھ لیتے جیسا کہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ رمضان المبارک میں یہی گیارہ رکعت قیام رمضان یا تراویح بن جاتی تھیں، البتہ آپ انھیں لمبا کر لیتے تھے۔ آپ سے تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھنا ثابت نہیں۔ یہ ایک ہی نماز ہے۔ عام حالت میں تہجد یا وتر اور رمضان میں تراویح۔ ③ سنت فجر کے بعد لیٹنا مسنون ہے، تہجد پڑھنے والا سنتوں کے بعد فجر کی نماز تک لیٹ سکتا ہے، مگر وضو کا خیال رہے۔ ④ ایک وتر باقی سے الگ پڑھنا جائز ہے۔ احناف تین رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس روایت سے ان کے موقف کی تردید ہوتی ہے۔

٦٨٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ أَنَّ كُرَيْبًا - مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ - أَخْبَرَهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ: كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِاللَّيْلِ؟ فَوَصَفَ أَنَّهُ صَلّٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ

٦٨٧- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کیسی تھی؟ تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے وتر سمیت گیارہ رکعت پڑھیں، پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ کو (گہری) نیند آ گئی۔ میں نے آپ کو خراٹے بھرتے دیکھا۔ پھر آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے اللہ کے

٦٨٧ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره، ح: ١٨٣، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: (١٨٢) - ٧٦٣ من حديث مخرمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٦٥٠، وأخرجه أبوداود، ح: ١٣٦٤ من حديث شعيب به.

رَكْعَةً بِالْوِتْرِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى اسْتَثْقَلَ فَرَأَيْتُهُ يَنْفُخُ، وَأَتَاهُ بِلَالٌ فَقَالَ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّى بِالنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

رسول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ اٹھے اور دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھیں' پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (نیا) وضو نہیں کیا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی نیند ناقض (وضو توڑنے والی) نہیں تھی کیونکہ آپ کا دل جاگتا رہتا تھا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث:٧٢٨١) یعنی آپ کو حدث (بے وضو ہونے) وغیرہ کا پتہ چل جاتا تھا۔ خراٹے بھرنا گہری نیند کی دلیل ہے۔

(المعجم ٤٢) - إِقَامَةُ الْمُؤَذِّنِ عِنْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ (التحفة ١٢١)

باب:۴۲-مؤذن امام کے آنے پر اقامت کہے

٦٨٨- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي خَرَجْتُ».

٦٨٨- حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اقامت ہو جائے تو کھڑے نہ ہوا کرو حتی کہ مجھے آتا ہوا دیکھ لو۔''

فائدہ: کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ مؤذن سے کہتے تم اقامت کہو' میں آتا ہوں۔ مؤذن کا اندازہ ہوتا کہ اب آپ آرہے ہیں' مؤذن اقامت کہہ دیتا مگر آپ کو کچھ دیر ہو جاتی۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ اس سے لوگوں کو ناحق تکلیف ہوگی' اس لیے آپ نے انھیں کھڑا ہونے سے روک دیا' جب تک کہ آپ تشریف لے نہ آئیں۔ اسی سے مؤلف ؒ نے استدلال کیا ہے کہ جب اٹھنا امام کو دیکھ کر ہے تو پہلے اقامت کہنے سے کیا فائدہ؟ لہٰذا امام کو آتا دیکھ کر اقامت کہی جائے اور یہ صحیح بات ہے۔ پہلے ہی اقامت کہہ دینا مشکلات کا سبب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کچھ اور تھی۔

٦٨٨_ أخرجه مسلم، المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة؟، ح: (١٥٦)-٦٠٤ من حديث معمر، والبخاري، الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، ح:٦٣٧ من حديث يحيى به، وهو في الكبرى، ح:١٦٥١.

مساجد کی اہمیت وفضیلت اور ان سے متعلق احکام ومسائل

مساجد دنیا میں اللہ کا گھر ہیں۔ یہ زمین کے مبارک اور پاکیزہ ترین ٹکڑے ہیں۔ ان میں مومن دلوں کو جلا ملتی ہے' فرشتے اترتے ہیں' رحمتوں کا پے درپے نزول اور سکینت کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور میراث نبوی کی تقسیم اور علم وحی کی خیرات بٹتی ہے۔ مساجد جنت کے بازار ہیں۔ آخرت کے تاجر انھیں آباد کرتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ آخرت کی نفع مند تجارت کرتے ہیں۔ شاید مساجد میں خرید و فروخت کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے کہ لوگ وہاں اخروی تجارت اور حصول جنت کا سودا کرنے میں مشغول ہوتے ہیں واللہ أعلم۔

تاریخ شاہد ہے کہ مساجد عظیم انقلابی تحریک کا گہوارہ رہی ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ آتے ہی سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کی اور اللہ کے ذکر اور عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس سے جامعة العلوم کا کام لیا۔ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ اس میں جاری رہا۔ یہ اصحاب صفہ کا ہاسٹل (دارالاقامۃ) اور سرکاری مہمانوں کی قیام گاہ تھی۔ غزوات وسرایا کے لشکر یہاں سے روانہ کیے جاتے تھے۔ بیت المال کی تقسیم اسی میں ہوتی تھی' نیز یہ دارالقضا اور اسلامی ریاست کے سربراہ کا سیکرٹریٹ بھی تھی۔

اسلامی ریاست کی تعمیرات میں سب سے اہم عمارت مسجد ہے۔ خلفاء اور امراء' قائدین اور زعماء' محدثین اور فقہاء' مفسرین اور قضاۃ' اساتذہ اور ادباء' مجاہدین اسلام اور شہداء' مفکرین اور فقہاء' مفتیان

اور نبلاءِ دین کے داعی اور اسلامی شعراء مساجد ہی سے پیدا ہوئے۔ (افسوس! آج مساجد اس سعادت سے محروم ہیں۔) اس طرح جو کام مساجد نے کیا' وہ دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں اور ادارے نہ کر سکے۔

مسجد بنیادی طور پر اللہ کے ذکر اور عبادت کے لیے ہے۔ نماز جیسے اہم فریضے کی ادائیگی مسجد میں ہوتی ہے۔ اعتکاف مسجد میں کیا جاتا ہے۔ درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ مسجد میں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں مساجد باہم میل جول' جان پہچان اور حال احوال کی آگہی کا ذریعہ بھی ہیں۔ اسلام نے اصلاح نفوس کے لیے مساجد کی تعمیر پر زور دیا اور اس کی بہت زیادہ فضیلت واہمیت بیان کی ہے۔ ذیل میں مسجد کی فضیلت اور آداب واحکام اختصار سے بیان کیے جاتے ہیں۔

* **مسجد کی فضیلت:** اسلام میں مسجد کو بہت زیادہ مقام ومرتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مَسَاجِدُهَا] ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں۔'' (صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٧١) نیز ارشاد گرامی ہے: [مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ] ''جس نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی' اللہ اس کے لیے اسی کی مثل جنت میں گھر بنائے گا۔'' (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:٤٥٠' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٥٣٣)

اسلام نے مسجد کو فضیلت وعظمت بخشنے کا ایک منفرد انداز اپنایا کہ ہر آنے والے کو حکم دیا کہ وہ مسجد کو ایک تحفہ پیش کرے جس طرح کہ آدمی اپنے دوست یا قریبی ساتھی کو تحفہ پیش کرتا ہے۔ یہ تحفہ دو رکعتوں کا تحفہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ] ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔'' (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:٤٤٤' والتهجد' حديث:١١٦٣' وصحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:٧١٤)

یہ تحفہ جملہ تحائف سے انفرادیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں پیش کرنے والے کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ یہ مسلمان کی بلند پایہ اسلامی ادب کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

* **آداب واحکام:** ۞ **اذان سن کر مسجد میں آنا:** اذان سن کر نماز کے لیے مسجد میں آنا ضروری ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیوں کا حکم دوں کہ انھیں اکٹھا کیا جائے' پھر نماز کا حکم دوں تو اس کے لیے اذان کہی جائے' پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے' پھر میں خود ان لوگوں کے پیچھے جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے' اور ان کے گھروں کو ان پر آگ لگا کر جلا دوں۔'' (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:٦٤٤' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٥١) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے پاس ایسا کوئی آدمی نہیں جو مجھے پکڑ کر مسجد میں لے آئے۔ اس نے نبئ اکرم ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت طلب کی۔ آپ نے اسے رخصت دے دی۔ جب وہ واپس جانے لگا تو آپ نے اسے بلا کر پوچھا: ''کیا تم نماز کی پکار (اذان) سنتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: جی ہاں' تو آپ نے فرمایا: ''پھر اذان کا جواب دو' یعنی مسجد میں آ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔'' (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٥٣) البتہ خوف' بارش' سخت آندھی اور شدید بیماری ایسے عذر ہیں جن کی وجہ سے گھر میں نماز ادا کرنا جائز ہے اور شدید بھوک کی صورت میں کھانے کا حاضر ہونا اور پیشاب پاخانے کی حاجت' یہ دو ایسے عذر ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے لاحق ہونے کی صورت میں نماز باجماعت کے لیے حاضر ہونا منع ہے۔

* کیا جنبی اور حائضہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں؟ جمہور علمائے کرام کے نزدیک ان کا داخلہ ممنوع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں حائضہ عورت اور جنبی کے لیے مسجد (میں داخلہ) حلال نہیں کرتا۔'' (سنن أبي داود' الطھارۃ' حدیث:٢٣٢) لیکن یہ روایت قابلِ حجت نہیں کیونکہ یہ سنداً ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جسرہ بنت دجاجہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: [عِنْدَ جَسْرَةَ عَجَائِبُ] ''جسرہ کے پاس عجائب (عجیب وغریب روایات) ہیں۔'' (التاریخ الکبیر: ٦٧/٢) امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کا مذکورہ قول نقل کر کے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (السنن الکبرٰی للبیھقي:٤٤٣/٢) امام خطابی رحمہ اللہ کے بقول علماء کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (معالم السنن:٦٧/١) امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اسے باطل کہا ہے۔ (المحلی لابن حزم: ١٨٦/٢) وہ فرماتے ہیں کہ حائضہ' نفاس والی عورت اور جنبی

مرد یہ سب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں کوئی ممانعت ثابت نہیں۔(المحلّٰی:۲/۱۸۴)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:[اَلْأَصْلُ عَدَمُ التَّحْرِيمِ، وَ لَيْسَ لِمَنْ حَرَّمَ دَلِيلٌ صَحِيحٌ صَرِيحٌ] ''اصولی طور پر عدم ممانعت ہے۔جو(حائضہ کے لیے دخولِ مسجد کو)حرام قرار دیتا ہے'اس کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے۔'' نیز امام نووی نے عبدالحق اشبیلی کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ اس کی تضعیف نقل کی ہے' فرماتے ہیں:[هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَثْبُتُ] ''یہ حدیث ثابت نہیں ہوتی۔''(المجموع شرح المهذب: ۲/۱۸۴، ۱۸۵) امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بھی اسے غیر ثابت کہا ہے۔(الأوسط: ۲/۱۱۰) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ارواء الغلیل: (۱/۲۱۰) میں ضعیف کہا ہے۔مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:(ضعيف سنن أبي داود (مفصل):۹/۸۶-۹۲، حديث:۳۲، والقول المقبول، ص:۱۲۰)

دوسری علت اس میں یہ ہے کہ اس کی سند میں اختلاف اور اضطراب ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیے:

(ضعيف سنن أبي داود، (مفصل):۹/۸۸، والقول المقبول، ص:۱۲۱)

نیز مانعین کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہے:﴿وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِيْلٍ﴾ (النسآء۴:۴۳)''اور نہ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) ہاں'اگر راہ چلتے گزرو تو اور بات ہے۔''اس کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں:① اس سے مراد مسافر ہے'یعنی جب وہ جنبی ہو اور پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن بن مسلم'ابن زید'مقاتل اور زجاج رحمہم اللہ وغیرہ سے مروی ہے۔امام قرطبی کے بقول یہ قول سعید بن جبیر'مجاہد اور حکم رحمہم اللہ کا بھی ہے۔(تفسير القرطبي:۶/۳۴۰، النسآء۴:۴۳، بتحقيق الدكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركي) ایک روایت کے مطابق یہ تفسیر'ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ان سے ﴿اِلَّا عَابِرِیْ سَبِيْلٍ﴾ کی تفسیر میں مسجد سے جنبی کے گزرنے کی جو اجازت منقول ہے'وہ سنداً مذکورہ قول کی نسبت کمزور ہے'یعنی ابن عباس سے دو روایتیں منقول ہیں جس میں ﴿اِلَّا عَابِرِیْ سَبِيْلٍ﴾ کی تفسیر مسافر سے کی گئی ہے'وہ اسنادی اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔دوسرا یہ کہ شروع آیت میں نماز کا ذکر ہے'نہ کہ مسجد کا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ یعنی جنبی کے لیے بلاغسل نماز کے قریب آنا درست نہیں'سوائے مسافر کے کہ وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔(تفسير القرطبي:۶/۳۴۰) کیونکہ ان کے بقول عموماً

حضر میں پانی موجود ہوتا ہے۔ اس میں مقیم غسل کر کے نماز پڑھے جبکہ مسافر کے لیے رخصت ہے۔
② دوسرا قول یہ ہے کہ جنبی مسجد میں داخل نہ ہو مگر اس میں سے گزر سکتا ہے۔ (تفسیر الماوردي' سورة النسآء۴:۴۳)

* قائلین جواز کے دلائل: جو علماء جنبی مرد' حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے مسجد میں داخلہ جائز اور مباح قرار دیتے ہیں' ان کے دلائل حسب ذیل ہیں: ① ممانعت کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ امام ابن منذر فرماتے ہیں کہ ہمیں دخول مسجد سے ممانعت کی کوئی حجت اور دلیل معلوم نہیں۔ (الأوسط: ۲/۱۱۰)

② [إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ] ''مومن ناپاک نہیں ہوتا۔'' لہٰذا جنابت کی حالت میں اسے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔

③ عہدِ نبوت میں اصحاب صفہ مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے اور یقیناً ان میں وہ لوگ بھی ہوتے تھے جنھیں احتلام ہوتا تھا' اس کے باوجود انھیں مسجد میں سونے سے نہیں روکا گیا' لہٰذا اس سے جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

④ مشرک کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا جائز ہے جیسا کہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو جب پکڑ کر لایا گیا تو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا' نیز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عیسائی وفود مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور آپ انھیں وہیں ٹھہراتے تھے جبکہ ان کے ہاں جنابت سے پاکی تو کجا، وہ عام حالات میں بھی ناپاک ہی ہوتے ہیں۔ جب ان کے لیے یہ جائز ہے تو مسلمان جنبی کے لیے تو بالاولیٰ مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔

⑤ اصل عدم حرمت ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا جو لوگ دخول مسجد سے روکتے ہیں اور اسے حرام کہتے ہیں' ان کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے۔ (المجموع: ۲/۱۸۴)

⑥ سفر حج میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں صرف طوافِ کعبہ سے روکا' اس لیے نہیں کہ کعبہ مسجد کے اندر ہے بلکہ اس لیے کہ کعبہ کے طواف کو نماز قرار دیا گیا ہے اور حائضہ کے لیے نماز پڑھنا درست نہیں۔

⑦ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول ایک سیاہ فام لونڈی کو آزاد کر دیا گیا' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر

مسلمان ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اس کے سونے کے لیے باقاعدہ ایک خیمہ مسجد میں لگوادیا۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عورت مسجد میں رہائش پذیر تھی اور یہ بات معلوم ہے کہ عورتوں کو حیض بھی آتا ہے لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اسے روکا نہیں۔ (المحلّٰی: ۱۸۶/۲) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت مسجد میں ٹھہر سکتی ہے۔

امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ دونوں جنبی کے لیے مسجد میں بیٹھنے اور ٹھہرنے کی اجازت دیتے ہیں، بشرطیکہ وہ باوضو ہو۔ (الأوسط: ۱۰۸/۲)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے مسجد میں جانا، ٹھہرنا اور وہاں قیام کرنا جائز ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ انسان غسل کرنے کے بعد داخل ہو، یا اگر کسی عذر کی وجہ سے غسل ممکن نہیں تو کم از کم باوضو ہو کر داخل ہو، ان شاء اللہ یہ عمل اس کے حق میں مستحسن ہوگا۔ واللہ أعلم.

❁ **مسجد میں آنے کی فضیلت:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشٰى إِلٰى بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ، كَانَتْ خُطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً، وَالْأُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً] ''جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر کسی فریضے کی ادائیگی کے لیے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) کی طرف چلے تو اس کے ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔''
(صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٦٦)

❁ **مسجد کی طرف آتے ہوئے سکون سے چلنا:** مسجد کی طرف آتے ہوئے بالکل آرام اور سکون سے چلنا چاہیے۔ دوڑ کر یا تیز چل کر آنا درست نہیں کیونکہ اس سے سانس پھول جائے گا اور آدمی سکون سے نماز نہیں پڑھ سکے گا جبکہ نماز میں اطمینان ضروری ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''جب تم نماز کی طرف آؤ تو آرام اور سکون سے آؤ، پھر جتنی نماز جماعت کے ساتھ پالو اتنی پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے، اسے (بعد میں) پورا کر لو۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٣٥)

❁ **مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعائیں:** ① نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسجد میں داخل

ہوتو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے: [اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث:۷۱۳) ② حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہا کرتے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ''میں شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو انتہائی عظمت والا ہے، اس کے انتہائی محترم چہرے کی پناہ لیتا ہوں اور اس کے ازلی غلبے اور اقتدار کی پناہ لیتا ہوں۔'' (سنن أبي داود، الصلاۃ، حدیث:۴۶۶) ③ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' (جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث:۳۱۴، و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، حدیث:۷۷۱)

❁ مسجد سے نکلتے وقت کی دعائیں: ① نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی مسجد سے باہر نکلے تو کہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث:۷۱۳) ② حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد سے نکلتے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللّٰه، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اللہ کے نام سے باہر نکلتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔'' (جامع الترمذي، الصلاۃ، حدیث:۳۱۴، و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، حدیث:۷۷۱)

❁ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا: مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا چاہیے اور باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالنا چاہیے۔ حضرت انس بن

مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ بات سنت سے ثابت ہے کہ تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے۔(المستدرك للحاكم:۱/ ۲۱۸)

❁ **مسجد میں خاص جگہ متعین کرنا:** مسجد میں نماز کی خاطر اپنے لیے خاص جگہ متعین کرنا درست نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں اپنے لیے جگہ خاص کر لے جیسے کہ اونٹ (باڑے میں اپنے لیے جگہ) خاص کر لیتا ہے۔(سنن النسائي، التطبيق، حديث:۱۱۱۳، وسنن أبي داود، الصلاة، حديث:۸۶۲، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث:۱۴۲۹)

❁ **تحیۃ المسجد:** مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ] ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔“(صحيح البخاري، الصلاة، حديث:۴۴۴، ۱۱۶۳، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:۷۱۴) تحیۃ المسجد کے بارے میں اہل علم کی دو رائے ہیں: بعض وجوب کے اور جمہور استحباب کے قائل ہیں۔ دلائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحیۃ المسجد کے بارے میں تاکیدی حکم ہے۔ یہ مستحب محض نہیں اگرچہ قرینۂ صارفہ کی بنا پر واجب کہنا مشکل ہے۔ واللہ أعلم. الغرض آدمی کو چاہیے کہ مسجد میں آ کر نماز پڑھے، ہاں، یہ ضروری نہیں کہ مخصوص دو رکعتیں ہی پڑھے بلکہ فرض، سنت، نفل جو بھی پڑھ لے تو یہ نماز تحیۃ المسجد سے کافی ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں جماعت کے وقت تشریف لاتے تھے۔ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے الگ تحیۃ المسجد پڑھے ہوں اور اگر نماز کے وقت کے علاوہ کوئی آئے تو پھر بیٹھنے سے قبل کم از کم دو رکعت پڑھ لے۔

❁ **مسجد میں بیٹھنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، وہ نماز میں سمجھا جاتا ہے اور نماز کے بعد جب تک وہ باوضو نماز والی جگہ بیٹھا رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ] ”اے اللہ! اس شخص کو معاف کر

دے۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔'' (صحیح البخاري' الصلاۃ، حدیث:٤٧٧' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:٦٤٩)

❁ **بے وضو آدمی کا مسجد میں داخل ہونا اور وہاں بیٹھنا:** مذکورہ حدیث سے یہ مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بے وضو آدمی مسجد میں داخل ہوسکتا ہے اور وہاں بیٹھ بھی سکتا ہے۔

❁ **اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:** اذان ہونے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا منع ہے۔ حضرت ابوشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اذان دے دی۔ ایک آدمی مسجد سے کھڑا ہوکر (باہر کی طرف) چل دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف نظر پھیر کر دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم' المساجد' حدیث: ٦٥٥) البتہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کے لیے یا قضائے حاجت وغیرہ کے لیے یا اس کے علاوہ کسی ضروری کام کی غرض سے عارضی طور پر مسجد سے باہر گیا ہو اور اس کا ارادہ مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھنے کا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہتا ہو تو وہ بھی جا سکتا ہے۔ مذکورہ حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو کسی شخص کو ملنے یا کسی اور کام کی غرض سے مسجد میں آیا اور اذان ہوگئی۔ اذان کے بعد وہ مسجد سے نکل گیا کیونکہ اس کا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں تھا۔

❁ **مسجد میں شور مچانا:** مسجد میں آواز اونچی کرنا منع ہے۔ یہ مسجد کے ادب کے منافی ہے۔ اس سے نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے اور توجہ نماز سے ہٹ جاتی ہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) تھے۔ انھوں نے فرمایا: ان دو آدمیوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انھیں ان کے پاس لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ یا پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟ (صحیح البخاري' الصلاۃ' حدیث:٤٧٠)
مسجد میں ضرورت کے تحت دنیاوی بات چیت بھی جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے' لیکن مسجد کے تقدس اور نمازیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تلاوت قرآن بھی آہستہ آواز میں کرنی چاہیے، باآوازِ بلند تلاوت ممنوع ہے۔

❁ **مسجد میں لیٹنا:** مسجد میں لیٹنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ (صحیح البخاري' الصلاۃ ' حدیث:۴۷۵' و صحیح مسلم' اللباس و الزینۃ، حدیث: ۲۱۰۰) صحیح مسلم کی ایک روایت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنے کی ممانعت بھی وارد ہے۔ دونوں احادیث کے مابین علماء نے یوں تطبیق دی ہے کہ اگر پردہ برقرار رہے' یعنی بے پردگی نہ ہو تو پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنا جائز ہے ورنہ ناجائز۔

❁ **مسجد میں سونا:** مسجد میں سونا جائز ہے۔ اصحاب صفہ مسجد ہی میں سوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے جبکہ وہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے اور ان کا گھر بار نہ تھا۔ (صحیح البخاري' الصلاۃ' حدیث:۴۴۰' و التھجد' حدیث:۱۱۲۱' وصحیح مسلم' فضائل الصحابۃ، حدیث:۲۴۷۹) علاوہ ازیں ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے ان کے گھر تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر گھر سے نکل گئے ہیں اور یہاں قیلولہ (دوپہر کے کھانے کے بعد ذرا سونا) نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مسجد سے جا کر اٹھایا تھا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الصلاۃ' حدیث:۴۴۱)

❁ **عورت کا مسجد میں آنا:** عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ لیکن اگر وہ مسجد میں آ کر نماز ادا کرنا چاہے اور کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو اسے روکنا درست نہیں۔ اگر مسجد میں دروس اور وعظ ونصیحت کا اہتمام ہو اور عورت ان سے مستفید ہونا چاہتی ہو تو اس کا مسجد میں آنا اور بھی اچھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَۃُ أَحَدِکُمْ إِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یَمْنَعْھَا] ''جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں آنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے (مسجد میں آنے سے) نہ روکے۔'' (صحیح البخاري' النکاح'

حديث:۵۲۳۸' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث:۴۴۲)

❁ عورت کا مسجد میں سونا: اگر کسی فتنے کا خوف نہ ہو تو عورت بھی مسجد میں سو سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سیاہ فام لڑکی مسلمان ہوئی تو اس (کی رہائش) کے لیے مسجد میں خیمہ لگایا گیا۔ (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۴۳۹) عورت اگر اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے بھی مسجد ہی میں اعتکاف کرنا ضروری ہے۔ گھر میں اعتکاف غیر مسنون ہے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن مسجد ہی میں اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الاعتكاف' حديث:۲۰۳۳' وصحيح مسلم' الصيام' حديث:۱۱۷۳)

❁ مسجد میں خیمہ لگانا: مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب جنگ خندق کے دن زخمی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگایا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۴۶۳' وصحيح مسلم' الجهاد' حديث: ۱۷۶۹) نیز دیکھیے' مذکورہ دونوں احادیث۔

❁ مسجد میں بچوں کو لانا: بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لانا چاہیے تاکہ ان کی مسجد میں آنے کی عادت پختہ ہو جائے' نیز سات سال تک وہ نماز کا طریقہ اور مسجد کے آداب وغیرہ اچھی طرح سیکھ جائیں۔ علاوہ ازیں بالکل چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں لانا جائز ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھاتے ہوئے اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوتے تھے۔ آپ جب سجدے میں جاتے تو اسے نیچے اتار دیتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو اسے (دوبارہ) اٹھا لیتے۔ (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۵۱۶' وصحيح مسلم' المساجد' حديث: ۵۴۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ' وَ أَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ] ''میں نماز شروع کرتا ہوں تو ذرا لمبی پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے' پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے سے ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:۷۰۹' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث:۴۷۰)

۞ مشرک کا مسجد میں داخل ہونا: مشرک و کافر آدمی مسجد میں آ سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف گھڑسواروں کا ایک دستہ بھیجا۔ وہ بنوحنیفہ قبیلے کے ایک آدمی ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ انھوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

(صحيح البخاري، الصلاة، حديث:۴۶۲، و صحيح مسلم، الجهاد، حديث:۱۷۶۴)

۞ مسجد میں خرید وفروخت کرنا: مسجد میں خرید وفروخت منع ہے کیونکہ مساجد ذکر الٰہی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اگر ان میں خرید وفروخت کی اجازت دی جائے تو یہ تجارتی منڈیاں بن جائیں گی اور اپنا اصلی مقام کھو دیں گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّبِيعُ أَوْيَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ] ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو اسے کہو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کاروبار اور تجارت میں نفع نہ دے۔'' (جامع الترمذي، البيوع، حديث:۱۳۲۱)

۞ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا: مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنے سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَّنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا] ''جو کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے سنے تو اسے یہ کہے کہ اللہ کرے وہ چیز تمھیں واپس نہ ملے۔ مسجدیں اس مقصد کے لیے تو نہیں بنائی گئیں۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:۵۶۸) [ضَالَّة] اصل میں گم شدہ جانور کو کہتے ہیں۔ بالتبع باقی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے، البتہ گم شدہ بچے کو ضالة نہیں کہتے جبکہ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کے بقول اس کا اطلاق، حیوان اور غیر حیوان، یعنی ہر ضائع ہونے والی چیز پر ہوتا ہے۔ (النهاية)

۞ مسجد میں اشعار پڑھنا: مسجد میں اچھے شعر پڑھنا جائز ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں گھور کر دیکھا تو وہ کہنے لگے: (گھورتے کیوں ہو؟) میں (اس مسجد میں) اس وقت بھی شعر پڑھا کرتا تھا جب اس میں آپ سے بہتر شخصیت موجود تھی، یعنی نبی اکرم ﷺ۔ پھر وہ (حسان) حضرت ابو ہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''اے حسان! میری طرف سے (کافروں کو) جواب دو۔

اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہاں۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' بدء الخلق' حدیث:۳۲۱۲' وصحیح مسلم' فضائل الصحابة' حدیث:۲۴۸۵) ایک حدیث میں مسجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت وارد ہے۔ (سنن النسائي' المساجد' حدیث:۷۱۶) لیکن اس سے مراد وہ اشعار ہیں جو مبالغہ آرائی اور کفر وشرک پر مشتمل ہوں۔ شرکیہ نظمیں نعتیں بھی اسی زمرے میں آتی ہیں ورنہ شرک اور غلو کی آمیزش سے پاک حمدیں' نعتیں اور ایسے اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جن سے مقصود نیکی کی رغبت دلانا' اسلام کی نصرت و تائید اور کفر کی مذمت ہو۔ واللہ أعلم.

❁ مسجد میں تھوکنا: مساجد اللہ کے ذکر اور عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور انھیں ظاہری اور باطنی ہر قسم کی غلاظت سے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ تھوک غلاظت کا سبب ہے اور یہ آداب مسجد' شائستگی اور نظافت کے خلاف ہے' نیز یہ ذوق سلیم پر بھی گراں گزرتا ہے' اس لیے مسجد میں تھوکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا] ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔'' (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:۴۱۵' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۵۵۲) دفن اس صورت میں ہوسکتا ہے جب مسجد کا فرش کچا ہو۔ اگر فرش پکا ہے تو پانی یا کپڑے وغیرہ سے مکمل طور پر صفائی ضروری ہے۔ شدید مجبوری کے پیش نظر جب تھوک ضبط کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو تو مسجد میں تھوکنے کی اجازت ہے' سامنے یا دائیں نہیں بلکہ بائیں جانب جبکہ اس جانب کوئی دوسرا شخص نہ ہو' یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا] ''جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے اور اپنی دائیں جانب بھی نہ تھوکے کیونکہ اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے بلکہ وہ بائیں جانب یا (بائیں) پاؤں کے نیچے تھوکے اور (بعد میں) اسے دفن کر دے۔'' (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:

۴۱۶) جامع ترمذی کی حدیث میں پیچھے تھوکنے کا بھی ذکر ہے۔ دیکھیے: (جامع الترمذي، الجمعة، حدیث: ۵۷۱) لیکن اس صورت میں بھی یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کے پیچھے کوئی نمازی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ فرامین ان مساجد کے لیے ہیں جن کے فرش کچے ہوں۔ آج کل عام طور پر مسجدوں کے فرش پختہ ہیں بلکہ ان میں عمدہ قسم کے قالین ہوتے ہیں، لہٰذا اگر یہ ضرورت پیش آئے تو اپنے کپڑے، رومال یا ٹشو وغیرہ میں تھوک کر اسے مسل دینا چاہیے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: ۴۱۷، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۵۵۰)

❁ **مسجد میں کھانا وغیرہ کھانا:** مسجد میں کھانا کھانا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں مسجد میں بیٹھ کر گوشت روٹی کھا لیا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجه، الأطعمة، حدیث: ۳۳۰۰) لیکن مسجد میں کھانا کھاتے وقت صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ کھانے پینے کی چیز مسجد میں نہ گرنے دی جائے۔

❁ **بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا:** بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا جائز نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ: اَلثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ، فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسَاجِدِنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ] ''جو آدمی یہ پودا، یعنی لہسن، پیاز اور گندنا کھائے تو وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو اس چیز سے تکلیف محسوس ہوتی ہے جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔'' (صحیح البخاري، الأذان، حدیث: ۸۵۴، وصحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۵۶۴، واللفظ للنسائي، حدیث: ۷۰۸) مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ بھی جو چیز بدبو کا موجب ہو، وہ منع ہے، مثلاً: حقہ، سگریٹ اور اس طرح کی دوسری اشیاء (مولی، نسوار وغیرہ) جنھیں کھانے سے ڈکار کے وقت یا ویسے منہ کھولنے سے بو آتی ہے کیونکہ فرشتے اور انسان اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ منع کی وجہ چونکہ بو ہے، لہٰذا اگر کسی طریقے سے حتمی طور پر ان کی بو ختم کر لی جائے، مثلاً: انھیں پکا لیا جائے یا بعد میں کوئی ایسی چیز استعمال کر لی جائے یا کھا لی جائے جس سے ان کی بو ختم ہو جائے تو پھر مسجد میں آنا جائز ہوگا لیکن بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں کھا کر مسجد کا رخ نہ کیا جائے۔ احتیاط اسی میں ہے۔

❁ بدبودار چیز کھا کر آنے والے کو مسجد سے نکالنا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ! تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لَا أُرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ، هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ، لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ، أَمَرَبِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا] ''اے لوگو! تم ان دو بدبودار چیزوں کو کھاتے ہو، یعنی لہسن اور پیاز، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی سے ان کی بو پاتے تو اس کے متعلق آپ حکم فرماتے تو اسے بقیع (مدینہ سے متصل جگہ جہاں قبریں تھیں) کی طرف نکال دیا جاتا۔ جس نے انھیں کھانا ہی ہو، وہ انھیں پکا کر ان کی بو ختم کر لے۔'' (صحیح مسلم، المساجد، حدیث:٥٦٧) ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص بو والی چیز کھا کر مسجد میں آ جائے تو اسے بطور تنبیہ یا سزا اور لوگوں اور فرشتوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے مسجد سے نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن مصلحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس طرح کرنے سے فتنہ وفساد برپا ہو جائے یا کوئی نیا مسلمان ہوا ہو اور ان مسائل سے ابھی ناواقف ہو تو وہ اس رویے سے متنفر ہو کر دین سے دور ہو جائے اور مسجد میں آنا ہی چھوڑ دے۔

❁ مسجد میں فیصلے کرنا: مسجد میں کسی تنازع کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خاوند بیوی کے درمیان مسجد میں لعان کروایا تھا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الصلاة، حديث:٤٢٣، و صحيح مسلم، اللعان، حديث:١٤٩٢)

❁ مسجد میں حد قائم کرنا اور قصاص لینا: مسجد میں حد قائم کرنا منع ہے کیونکہ اس سے مسجد کا تقدس پامال ہونے کا خطرہ ہے۔ مسجد میں شور وغوغا ہونے کا امکان ہے، نیز ممکن ہے کہ سزا پانے والے کا خون یا گندگی خارج ہو جس سے مسجد آلودہ ہو جائے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے مسجد میں قصاص لینے، شعر پڑھنے اور حد قائم کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن أبي داود، الحدود، حديث:٤٤٩٠، و مسند أحمد:٤٣٤/٣)

مساجد تو اس غرض سے بنائی جاتی ہیں کہ ان میں نماز پڑھی جائے، تلاوت قرآن ہو اور اللہ کا ذکر کیا جائے۔ قصاص اور حدود اگرچہ شرعی امور ہیں مگر ان سے مسجد کا ادب قائم نہیں رہتا۔ اسی طرح

لغو اور بے ہودہ اشعار پڑھنا بھی ناجائز ہے البتہ اللہ کی حمد وثنا' رسول اللہ ﷺ کی نعت اور شرعی مضامین پر مشتمل اشعار پڑھے اور سنے جا سکتے ہیں جیسا کہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۞ **مسجد میں جنگی مشق کرنا:** مسجد میں ایسا کھیل جو جنگی مشق کے قبیل سے ہو' جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی چادر کے ساتھ میرے لیے پردہ کیے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے۔ (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۴۵۴' وصحيح مسلم' صلاة العيدين' حديث:۸۹۲) یہ عید کا دن تھا اور ان کا کھیل نیزے اور ڈھال کے ساتھ تھا۔ اس قسم کی جنگی مشق کا مظاہرہ مسجد میں جائز ہے۔

۞ **مسجد میں مال تقسیم کرنا:** مسجد میں مال کی تقسیم جائز ہے۔ وہ مال غنیمت ہو یا زکاۃ وعشر کا مال اور صدقۂ فطر ہو یا ویسے ہی فقراء ومساکین کے ساتھ تعاون کی غرض سے اکٹھا کیا گیا مال ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے بحرین سے آیا ہوا جزیے کا مال مسجد میں رکھوایا اور وہیں تقسیم کیا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۴۲۱)

۞ **مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا:** مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔ اسے مکروہ یا ناجائز کہنا درست نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [وَاللّٰهِ! لَقَدْ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ' سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ] ''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔'' (صحيح مسلم' الجنائز' حديث:۹۷۳) علاوہ ازیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد ہی میں پڑھا تھا۔ دیکھیے: (طبقات ابن سعد:۳/۲۰۶' و مصنف عبدالرزاق:۳/۵۲۶'۵۲۷) لہٰذا نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے بغیر کسی کراہت کے مسجد میں جنازہ پڑھا جا سکتا ہے' البتہ مسجد سے باہر پڑھنا افضل اور بہتر ہے۔ واللّٰه أعلم.

۞ **نماز عید ادا کرنا:** نماز عید' عید گاہ میں ادا کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ عید گاہ ہی میں نماز عید ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ

کے دن عید کی ادائیگی کے لیے عید گاہ تشریف لے جاتے۔(صحيح البخاري' العيدين' حديث: ۹۵۶) حافظ ابن حجر ؒ اس عید گاہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ عید گاہ جس میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے مسجد نبوی کی مشرقی جانب بقیع کے پاس تھی۔ مسجد نبوی اور اس کے درمیان تقریباً ایک ہزار ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۵۷۹/۲' تحت حديث: ۹۵۶) نیز حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن نماز عید کی ادائیگی کے لیے صبح صبح عید گاہ تشریف لے جاتے۔(صحيح البخاري' العيدين' حديث: ۹۷۳) البتہ شرعی عذر (آندھی' بارش وغیرہ) کی بنا پر نماز عید مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ واللہ أعلم.

❁ مسجد میں ہتھیار ننگا رکھنا: مسجد میں بلا ضرورت ہتھیار نہیں لے جانا چاہیے۔ اگر ضرورت کی بنا پر لے جانا پڑے تو کم از کم اسے ننگا رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اجتماع کی جگہ ہے' کسی کو نقصان پہنچ سکتا ہے' مثلاً: اگر تیر ہیں تو ان کے پھل پکڑ لے تاکہ قریب سے گزرتے ہوئے کسی کو ان کی نوک وغیرہ نہ لگ جائے' تلوار ہے تو اسے نیام میں رکھے اور اگر بندوق وغیرہ ہے تو وہ لوڈ (Load) نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد سے تیر لے کر گزر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''ان کے پھل تھام لے۔'' (صحيح البخاري' الصلاة' حديث: ۴۵۱' و صحيح مسلم' البر والصلة' حديث: ۲۶۱۴ یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔)

❁ سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعتیں پڑھنا: سفر سے واپسی پر مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہے۔ حضرت کعب بن مالک ؓ فرماتے ہیں: [كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ] ''رسول اللہ ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔'' (صحيح البخاري' المغازي حديث: ۴۴۱۸' وصحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث: ۷۱۶)

❁ مسجد میں تشبیک دینا: مسجد کی طرف جاتے وقت اور مسجد میں پہنچ کر جب تک آدمی نماز کی نیت سے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے' اس وقت تک تشبیک (ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا) ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ

وُضُوءَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ] ''جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کا قصد کرے تو اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسری میں نہ دے کیونکہ (جب تک وہ نماز کے انتظار میں ہے) وہ نماز ہی میں (سمجھا جاتا) ہے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٦٢) تاہم اگر نماز کے انتظار میں نہ ہو اور نہ نماز کی نیت سے ہو بلکہ ویسے ہی بیٹھا ہو یا کوئی چیز سمجھانا مقصود ہو تو پھر مسجد میں تشبیک جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر وعصر کی نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا اور مسجد میں ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا۔'' (صحيح البخاري، الصلاة، حديث:٤٨٢، و صحيح مسلم، المساجد، حديث:٥٧٣)

❁ ذکر کی محافل منعقد کرنا: مسجد میں محفل ذکر منعقد کرنا درست ہے لیکن ذکر سے مراد درس قرآن، درس حدیث اور وعظ ونصیحت کی مجالس ہیں نہ کہ مروجہ خود ساختہ ذکر کے لیے حلقے بنانا اور نہ خود ساختہ درود وسلام اور شرکیہ نعتوں کے لیے مجلسیں منعقد کرنا۔ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ باہر سے تین آدمی آئے، ان میں سے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے اور تیسرا واپس چلا گیا۔ (باقی ماندہ) دو میں سے ایک نے مجلس کے حلقے میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا، دوسرا سب سے پیچھے بیٹھ گیا، جبکہ تیسرا واپس چلا گیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں؟ ایک شخص تو اللہ کی طرف بڑھا اور اللہ نے اسے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا اور دوسرے شخص نے اللہ سے حیا کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا کی۔ تیسرے نے روگردانی کی اس لیے اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔'' (صحيح البخاري، الصلاة، حديث: ٤٧٤، وصحيح مسلم، السلام، حديث:٢١٧٦)

ذکر اگرچہ مسنون ہو، تب بھی اس کے لیے مجمع اکٹھا کرنا اور حلقہ بنا کر ایک شخص کی تلقین یا اشارے

پر بہ آواز بلند ذکر کرنا بدعت ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس طریقے کو بدعت سمجھتے تھے۔ دیکھیے: (سنن الدارمي' المقدمة' باب كراهية أخذ الرأي' حديث:۲۱۲)

۞ مسجد میں مسواک کرنا: مسجد میں مسواک کرنا جائز ہے۔ بعض حضرات کا اسے مکروہ کہنا بے دلیل ہے۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرمارہے تھے: ''اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ ابوسلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور مسواک ان کے کان پر رکھی ہوئی تھی جیسے کسی منشی کا قلم اس کے کان پر ہوتا ہے' جب نماز کے لیے اٹھتے تو مسواک کر لیتے۔ (سنن أبي داود' الطهارة' حديث:۴۷' وجامع الترمذي' الطهارة' حديث:۲۳)

۞ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا: جماعت کے لیے ستونوں کے درمیان صف بنانا درست نہیں کیونکہ ستونوں کی وجہ سے صف ٹوٹ جاتی ہے' البتہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو ستونوں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے خانۂ کعبہ کے اندر دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الحج' حديث:۱۵۹۸' و صحيح مسلم' الحج' حديث:۱۳۲۹)

۞ امام کا اونچی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانا: بوقت ضرورت امام اونچی جگہ کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے' مثلاً: نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے' نیز اگر مسجد کا فرش ہی اس طرح کا ہو کہ امام کی جگہ مقتدیوں کی جگہ سے قدرے اونچی ہو تو اس میں بھی ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز کا طریقہ سکھلانے کے لیے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ سجدہ نیچے اتر کر ادا فرماتے اور باقی نماز منبر پر ادا کرتے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الجمعة' حديث:۹۱۷' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:۵۴۴)

۞ تبرک کے لیے مساجد کا سفر کرنا: تبرک کی غرض سے تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف رخت سفر باندھنا ممنوع ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ' وَ مَسْجِدِ الْأَقْصٰى' وَ مَسْجِدِي] ''تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی

طرف (حصولِ برکت کے لیے) رختِ سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی)۔" (صحیح البخاري' فضل الصلاۃ في مسجد مکة والمدینة' حدیث:۱۱۹۷' و صحیح مسلم' الحج' حدیث:۸۲۷' بعد حدیث:۱۳۳۸) یعنی ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت بطورِ خاص قصدِ زیارت وثواب یا اسے متبرک سمجھنے کی صورت میں ہے۔ اگر یہ نیت نہ ہو بلکہ سفر کا کوئی اور مقصد ہو تو پھر سفر کرنا ممنوع نہیں ہے۔ واللّٰہ أعلم.

❁ مسجد میں نکاح پڑھانا: مسجد میں نکاح پڑھانا جائز ہے لیکن مسجد میں اس کے خصوصی اہتمام سے متعلق مروی روایت ضعیف ہے۔ گویا مسجد میں نکاح پڑھانے کا حکم نہیں ہے نہ مسجد میں نکاح پڑھانا مسنون عمل ہی ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں' البتہ نکاح کے لیے کوئی مسجد کا انتخاب کرتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ واللّٰہ أعلم.

❁ مسجد میں گھنٹی والی گھڑی لگانا: مسجد میں گھنٹی والی گھڑی لگانا درست نہیں کیونکہ گھنٹی شیطان کا باجا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [اَلْجَرَسُ مَزَامِیرُ الشَّیْطَانِ] "گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔" (صحیح مسلم' اللباس والزینة' حدیث:۲۱۱۴) نیز نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ] "فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔" (صحیح مسلم' اللباس والزینة' حدیث:۲۱۱۳)

❁ کیلنڈر لگانا: مسجد میں شرکیہ کیلنڈر لگانا درست نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن ۷۲:۱۸) "بے شک مساجد اللہ کے لیے ہیں' لہٰذا تم (ان میں) اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔" البتہ کتاب وسنت کی روشنی میں توحید اور احکام ومسائل پر مبنی اشتہارات وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

❁ گھر میں مسجد بنانا: گھر میں نماز کے لیے خاص جگہ متعین کرنا درست ہے۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ میں مسجد میں نہیں آ سکتا۔ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور ایک جگہ نماز پڑھیں جسے میں مسجد بنا لوں تو نبیٔ اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الصلاۃ' حدیث:۴۲۵' وصحیح مسلم' المساجد'

حدیث: ۳۳، بعد حدیث: ۶۵۷) ویسے تو امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ ساری زمین ہی اس کے لیے مسجد بنائی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ] ''میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنائی گئی ہے، لہٰذا میری امت کے کسی آدمی کو جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے، اسے وہیں نماز پڑھ لینی چاہیے۔'' (صحیح البخاري، التیمم، حدیث: ۳۳۵، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۵۲۱) البتہ چند جگہیں ایسی ہیں جہاں نماز پڑھنا درست نہیں۔ وہ جگہیں مندرجہ ذیل ہیں:

① کوڑے کرکٹ کی جگہ: کیونکہ یہ جگہ پاک نہیں ہوتی جبکہ جگہ کا پاک صاف ہونا، شرائط نماز میں سے ہے۔

② ذبح خانہ: خون اور دوسری چیزوں کی وجہ سے وہ جگہ صاف نہیں رہتی اور ایک متعفن ماحول ہوتا ہے، اس لیے وہاں نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع اور اطمینان وسکون کا حصول ناممکن ہوتا ہے، تاہم اگر وہاں ایسی جگہ ہے جو ان آلودگیوں سے محفوظ ہو تو وہاں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

③ قبرستان: قبرستان میں نماز پڑھنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: [لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا] ''قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔'' (صحیح مسلم، الجنائز، حدیث: ۹۷۲) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: [اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا] ''گھروں میں نماز پڑھا کرو، انھیں قبرستان نہ بناؤ۔'' (صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: ۴۳۲، و صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، حدیث: ۷۷۷)

④ شارع عام: عام لوگوں کی گزرگاہ پر نماز پڑھنا لوگوں کے لیے موجب اذیت ہوگا، نیز توجہ اور خشوع بھی نہیں رہ سکتا۔

⑤ بیت اللہ کی چھت: بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ بیت اللہ کی طرف منہ ہو جبکہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرۃ ۲: ۱۴۹) ''آپ اپنا

چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیریں۔“

⑥ حمام: کیونکہ وہ خود ازالہٗ نجاست کا محل ہے۔

⑦ اونٹوں کا باڑہ: نبیٔ اکرم ﷺ نے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ دیکھیے: (سنن النسائي' المساجد' حديث:٧٣٦' و سنن ابن ماجه' المساجد' حديث:٧٦٩. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: سنن نسائی کی حدیث:٧٣٦' ٧٣٧ اوران کے فوائد ومسائل۔)

تعمیر مساجد سے متعلق احکام

❀ مسجدیں بنانا' انھیں خوشبو لگانا اور صاف ستھرا رکھنا: حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ انھیں صاف ستھرا رکھا جائے اور خوشبو لگائی جائے۔(سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٥٥' و جامع الترمذي' الجمعة' حديث: ٥٩٤)

❀ فخر ومباہات کے لیے مسجدیں بنانا: فخر اور حصول شہرت کے لیے مسجد بنانا منع ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے اسے قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں میں باہم فخر نہیں کرنے لگیں گے۔“ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٤٩' و سنن النسائي' المساجد' حديث:٦٩٠)

❀ آرائش وزیبائش: نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:[مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ] ”مجھے مساجد کی آرائش و زیبائش اور انھیں چونا گچ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٤٤٨) موسمی تغیرات وآفات سے تحفظ کی خاطر حسب ضرورت مساجد کو پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں مراد مسجد کی آرائش وزیبائش اور نقش ونگار ہے جس کا مسجد کی پختگی سے کوئی خاص تعلق نہیں ہوتا۔ اس سے خشوع وخضوع متأثر ہوتا ہے' نیز یہ فخر ومباہات کی بنیاد ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن النسائي' المساجد' حديث: ٦٩٠ اوراس کے فوائد ومسائل)

❀ قبر پر مسجد بنانا: قبر پر مسجد بنانا حرام ہے۔ یہ یہود ونصاریٰ کا وتیرہ رہا ہے۔ حضرت جابر ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے' اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع

فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم' الجنائز' حدیث:۹۷۰) نیز نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ] ''یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو' انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں (سجدہ گاہ) بنا لیا۔'' (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:۴۳۷' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۵۳۰' واللفظ لمسلم) اور ایک روایت میں ہے: [إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ' بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا] ''جب ان (یہود ونصاریٰ) میں صالح آدمی فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔'' (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:۴۲۷' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۵۲۸)

❁ **مشرکین کے قبرستان ختم کر کے مسجد بنانا:** مشرکین' یہود ونصاریٰ اور دیگر کفار کے قبرستان ختم کر کے وہاں مسجد بنانا درست ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے جس جگہ مسجد نبوی تعمیر کی (یہ کھنڈر تھے اور) وہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ آپ نے انھیں اکھاڑ دیا اور اس جگہ مسجد تعمیر کی۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الصلاة' حدیث:۴۲۸' و صحیح مسلم' الصلاة' حدیث:۵۲۴) مسلمانوں کی قبریں قابل احترام ہیں' لہٰذا مسجد بنانے کے لیے انھیں اکھیڑنا درست نہیں۔ واللّٰه أعلم.

❁ **گرجے کو مسجد بنانا:** گرجے کو مسجد بنانا درست ہے لیکن ظاہری شکل وصورت مسجد جیسی کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اس میں بت ہوں تو ان کو وہاں سے نکالنا اور تصاویر کو ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے وفد کے طور پر نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ کی بیعت کی' آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور آپ سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا اور بتایا کہ ہمارا ایک گرجا ہے۔ آپ نے وضو کیا اور بچا ہوا پانی ہمیں دیا اور فرمایا: ''جب تم اپنے علاقے میں پہنچو تو اپنے گرجے کو توڑ دینا اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس جگہ کو مسجد بنا لینا۔'' ہم اپنے علاقے میں واپس پہنچے تو اپنے گرجے کو توڑ دیا' پھر اس کی جگہ وہ مبارک پانی چھڑکا اور اس جگہ مسجد بنا لی۔ (سنن النسائي' المساجد' حدیث: ۷۰۲) یہ گرجا ان کا اپنا تھا' اس لیے انھوں نے اسے منہدم کر دیا تھا۔ اگر کسی علاقے کے لوگ مسلمان نہ ہوں تو ان کی عبادت گاہ کو زبردستی مسجد میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کے خلاف ہے۔

❁ **مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا:** مسجد کی تعمیر میں مالی تعاون کے ساتھ ساتھ بنفس نفیس خود بھی شرکت کرنی چاہیے۔ یہ ایک مسنون عمل ہے اور نہایت سعادت اور شرف کا باعث ہے۔ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو نبیٔ اکرم ﷺ نے بذات خود اس میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے کام کیا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الصلاة، حدیث:٤٢٨، ٤٤٧، و صحیح مسلم، الصلاة، حدیث:٥٢٤)

❁ **غصب شدہ زمین پر مسجد بنانا:** غصب شدہ زمین پر مسجد بنانا درست نہیں۔ زمین غصب کرنا ایک مذموم فعل ہے۔ جب کسی اور مقصد کے لیے زمین غصب کرنا ناجائز ہے تو مسجد جیسے باعث شرف وفضیلت کام کے لیے زمین غصب کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ] ''جس نے بالشت بھر زمین کو بھی غصب کیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' (صحیح البخاري، المظالم، حدیث:٢٤٥٣، و صحیح مسلم، المساقاة، حدیث:١٦١٢)

❁ **مسجد کا محراب:** اس کا آغاز معلوم نہیں کب سے ہوا؟ اس کی حیثیت صرف ایک علامت کی ہے۔ قرآن وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے محراب کا مسنون ومشروع ہونا ثابت ہو، تاہم اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں، بشرطیکہ مسنون سمجھ کر اسے نہ بنایا جائے اور اس کے آداب واحکام وہی ہوں گے جو دیگر مسجد کے لیے ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

❁ **ستون صفوں کا خیال رکھ کر بنانا:** مسجد کی تعمیر کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ستون صفوں کے درمیان نہ آئیں بلکہ صف سے آگے یا پیچھے ہوں کیونکہ صف کے درمیان ستون آنے سے صف ٹوٹ جاتی ہے۔

❁ **مسجد کو کسی کی طرف منسوب کرنا:** مسجد کو کسی قبیلے، برادری یا کسی آدمی کی طرف منسوب کرنا درست ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الصلاة، حدیث:٤٢٠، و صحیح مسلم، الإمارة، حدیث:١٨٧٠)

❁ **مسجد کے لیے خادم رکھنا:** ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ (آل عمران ٣:٣٥) ''عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب!

میرے پیٹ میں جو کچھ ہے' اسے میں تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانتی ہوں۔" اللہ کے نام آزاد کرنے کا مطلب مسجد کی خدمت کے لیے وقف کرنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "نبیٔ اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔" (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:٤٦٠' وصحيح مسلم' الجنائز' حديث:٩٥٦) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: [بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ] "مسجد کے لیے خادم رکھنے کا بیان۔"

❁ مسجد کو گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا: مصلحت کے پیش نظر مسجد گرا کر دوبارہ تعمیر کی جا سکتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ' لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ] "اے عائشہ! اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبے کو توڑ کر اس کے دو دروازے بناتا۔ ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے۔" (صحيح البخاري' العلم' حديث:١٢٦' وصحيح مسلم' الحج' حديث:١٣٣٣)

❁ مسجد کے اوپر یا نیچے گھر بنانا: مسجد کے اوپر یا نیچے گھر بنانا جائز ہے۔ دیکھیے: (فتاویٰ الدين الخالص:٣/٤٧٦)

❁ مسجد کا مینار بنانا: مسجد کا مینار بنانا درست ہے لیکن اسراف سے بچا جائے' تعمیر میں غلو نہ ہو۔ جواز صرف اس حد تک ہے کہ معلوم ہو کہ یہ مسجد ہے' یعنی اسے صرف مسجد کے لیے ایک نشانی کی حیثیت دی جائے اور بس' جیسے محراب کی حیثیت ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ رب العزت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ زرد رنگ کی دو چادروں میں' فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے مشرقی جانب سفید مینار کے پاس اتریں گے۔ (صحيح مسلم' الفتن' حديث:٢٩٣٧)
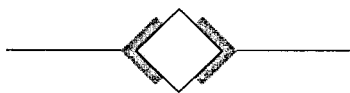
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ٨) - كِتَابُ الْمَسَاجِدِ (التحفة . . .)

مسجدوں سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - اَلْفَضْلُ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ (التحفة ١٢٢)

باب:۱- مسجدیں بنانے کی فضیلت

٦٨٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيهِ، بَنَى اللهُ [عَزَّ وَجَلَّ] لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ».

۶۸۹- حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے (اس غرض سے) مسجد بنائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے' اللہ عزوجل جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔''

فوائد ومسائل: ① مسجد بنانے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا چاہیے۔ ② جھگڑے' ضد' تعصب' ریا اور شہرت کی خاطر مسجد بنانا کوئی فضیلت والا کام نہیں۔ ③ مسجد پر اپنا نام کندہ کروانا یا تختیاں لگوانا بھی ریا اور شہرت کے ذیل میں آسکتا ہے' اسی طرح کسی مخصوص فرقے کے لیے مسجد بنانا بھی کہ اس میں دوسرے فرقوں کا داخلہ منع ہو' مسجد کے مقصد کے خلاف اور بے فائدہ ہے۔ صحیح نیت کے ساتھ مسجد بنانا جنت میں اپنا گھر بنانے کے مترادف ہے۔ ④ گھر بنانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تعظیماً ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے حکم سے گھر پیدا کرتا ہے۔

(المعجم ٢) - اَلْمُبَاهَاةُ فِي الْمَسَاجِدِ (التحفة ١٢٣)

باب:۲- فخر کے لیے مسجدیں بنانا

٦٨٩- **[صحيح]** أخرجه أحمد: ٤/ ٣٨٦ من حديث بقية به، وصرح بالسماع، وهو في الكبرى، ح: ٧٦٧. * بحير هو ابن سعد، وللحديث شواهد كثيرة عند البخاري، ح: ٤٥٠، ومسلم، ح: ٥٣٣، ٢٤، ٢٥ وغيرهما.

٦٩٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ، أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ».

۶۹۰-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ قیامت کی نشانی ہے کہ لوگ مساجد میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔''

فائدہ: نیک کام میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مستحب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرۃ ۲:۱۴۸) ''نیکیوں اور بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرو۔'' اس لحاظ سے مسجد کی تعمیر ایک مستحسن عمل اور ایمان کی دلیل ہے، لیکن تعمیر مساجد میں صرف روز مرہ کی ضروریات کو مدنظر رکھنا چاہیے جو واقعی انسانی ضرورت اور فطرت کا تقاضا ہیں، یعنی موسمی تغیرات (آندھی، طوفان، گرمی اور سردی وغیرہ) سے تحفظ کے پیش نظر مساجد کی عمارتوں میں استحکام ہونا چاہیے لیکن ان کی اس طرح تزئین و آرائش اور بے جا زیب و زینت نہ کی جائے جس طرح یہود و نصاریٰ کے معبد خانے ہوتے ہیں۔ احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۴۴۸) نیز صرف مسجدیں بنانا ہی مقصد نہ ہو بلکہ انھیں آباد کرنا اولین مقصد ہونا چاہیے ورنہ صرف تعمیری مقابلہ بازی اور فخر و مباہات کی خاطر ان کی تعمیرات میں مبالغہ آرائی قرب قیامت کی نشانی ہے۔

(المعجم ٣) - ذِكْرُ أَيِّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلًا (التحفة ١٢٤)

باب:۳-کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی؟

٦٩١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أَبِي الْقُرْآنَ فِي السِّكَّةِ، فَإِذَا قَرَأْتُ السَّجْدَةَ سَجَدَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ! أَتَسْجُدُ فِي الطَّرِيقِ؟

۶۹۱-حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ میں گلی میں اپنے والد محترم پر قرآن مجید کی قراءت کر رہا تھا، جب میں نے سجدے کی آیت پڑھی تو آپ نے وہیں سجدہ کر دیا۔ میں نے کہا: ابا جان! آپ راستے میں سجدہ کر رہے ہیں؟ فرمانے لگے: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

٦٩٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في بناء المساجد، ح:٤٤٩، وابن ماجه، المساجد، باب تشييد المساجد، ح:٧٣٩ من حديث حماد بن سلمة به، وهو في الكبرى، ح:٧٦٨، وصححه ابن خزيمة: ٢٨٢/٢.

٦٩١ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ح:٥٢٠/٢ عن علي بن حجر، والبخاري، أحاديث الأنبياء، باب(١٠)، ح:٣٣٦٦ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرى، ح:٧٦٩.

فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلًا؟ قَالَ: «اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ». قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى». قُلْتُ: وَكَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ عَامًا، وَالْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَيْثُمَا أَدْرَكْتَ الصَّلَاةَ فَصَلِّ».

سے سنا' وہ فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد حرام (بیت اللہ)۔'' میں نے کہا: پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔'' میں نے کہا: ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال' ویسے ساری زمین تیرے لیے نماز کی جگہ ہے' جہاں بھی تیرے لیے نماز کا وقت ہو جائے' نماز پڑھ لے۔''

فوائد و مسائل: ① زمین پاک ہو تو کسی بھی جگہ سجدہ کیا جا سکتا ہے اور نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ گلی ہو یا بازار' گھر ہو یا مسجد۔ پلید جگہ پر نماز اور سجدہ جائز نہیں' چاہے وہ مسجد ہی میں کیوں نہ ہو۔ ② مشہور یہ ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بنایا اور بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا۔ ان دونوں انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک ہزار سال سے زائد فاصلہ ہے۔ اس حدیث کی رو سے چالیس سال کا فاصلہ ہے' اس لیے کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں آدم علیہ السلام کی بنا کا ذکر ہے' انھوں نے پہلے بیت اللہ بنایا' پھر چالیس سال بعد بیت المقدس بنایا۔ اور قرآن میں جو تعمیر کعبہ اور اس کی بنیادیں اٹھانے کی نسبت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی طرف ہے تو اس سے سابقہ منہدم عمارت کی بنیادیں از سر نو اٹھانا اور اس کی تعمیر کرنا مراد ہے' البتہ اہل کتاب کے نزدیک بیت المقدس حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنایا۔ اگر یہ قول صحیح ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے۔ ③ ''ساری زمین مسجد ہے'' احادیث میں کچھ مقامات مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ باقی ہر پاک جگہ پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا عجیب نکتہ نکالا ہے کہ ساری زمین مسجد ہے اور مسجد پر کافروں کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا ساری زمین آزاد کراؤ۔

(المعجم ٤) - فَضْلُ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (التحفة ١٢٥)

باب:۴- مسجد حرام (بیت اللہ) میں نماز پڑھنے کی فضیلت

٦٩٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

۶۹۲- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

٦٩٢ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٣٤، ح: ٢٧٣٧٤ من حديث ليث بن سعد به، وهو في الكبرى، ح: ٧٧٠، وأخرجه مسلم، الحج، باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة، ح: ١٣٩٦ عن قتيبة به إلا أنه قال: "عن إبراهيم ابن عبدالله بن معبد عن ابن عباس"، وكذا في نسخة من نسخ النسائي.

عَنْ نَّافِعٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدِ ابْنِ عَبَّاسٍ [عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ] أَنَّ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اَلصَّلَاةُ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ».

فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس (رسول اللہ ﷺ کی) مسجد میں نماز پڑھے تو مسجد نبوی کی نماز دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے' مگر مسجد کعبہ میں نماز (مسجد نبوی سے بھی افضل ہے۔)

فائدہ: مسجد حرام میں پڑھی ہوئی نماز عام مسجد کی نماز سے ایک لاکھ اور مسجد نبوی کی نماز سے ایک سو درجہ افضل ہے۔ (سنن ابن ماجه' إقامة الصلوات' حديث:١٤٠٦) یہ بات دوسری صحیح احادیث میں صراحتاً منقول ہے' لہٰذا یہ غلط معنی کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسجد نبوی کی نماز مسجد حرام کی نماز سے افضل ہے' لیکن ہزار درجے افضل نہیں بلکہ ہزار سے کم درجے افضل ہے کیونکہ یہ معنی دوسری صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

(المعجم ٥) - اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ (التحفة ١٢٦)

باب:٥- کعبے کے اندر نماز پڑھنا؟

٦٩٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ، فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

٦٩٣- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ' اسامہ بن زید' بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور انھوں نے دروازہ بند کر لیا' (تاکہ لوگ رش نہ کریں)۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے دروازہ کھولا تو میں سب سے پہلے داخل ہوا۔ میں بلال رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبے میں نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں' آپ نے (اگلی صف کے بائیں طرف والے) دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

فوائد و مسائل: ① کعبے میں آپ کا نماز پڑھنا صحیح ثابت ہے' البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اب کوئی کعبے کے اندر نماز پڑھ سکتا ہے؟ علامہ عراقی رحمہ اللہ کے بقول اگرچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے کعبہ کے اندر صرف نفل نماز

٦٩٣- أخرجه البخاري، الحج، باب إغلاق البيت ويصلي في أي نواحي البيت شاء، ح:١٥٩٨، ومسلم، الحج، باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره . . . الخ، ح:١٣٢٩/ ٣٩٣ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٧١.

پڑھی ہے لیکن فرض نماز بھی اس کے تحت داخل ہے کیونکہ اصولی طور پر نفل اور فرض نمازیں ارکان و واجبات اور شرائط کے اعتبار سے جمیع احکام میں یکساں ہیں' سوائے ان امور کے جو کسی دلیل سے مستثنیٰ ہوں' لہٰذا کعبے کے اندر فرض نماز بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ علماء کے اس اختلاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نفل نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں جبکہ فرض نماز کی ادائیگی مکروہ ہے اور بقول امام شافعی رحمہ اللہ نفل اور فرض دونوں قسم کی نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ طہارت' وضو اور قبلے کے حکم میں (چند مخصوص احکام کے سوا) دونوں برابر ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي: ۸/۴۹۹) ② رسول اللہ ﷺ کے دور میں کعبے کے چھ ستون تھے۔ تین اگلی صف میں' تین پچھلی صف میں۔ بائیں طرف کے ستونوں کو یمنی کہا جاتا تھا۔

(المعجم ٦) - فَضْلُ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَالصَّلَاةِ فِيهِ (التحفة ١٢٧)

باب: ٦- مسجد اقصیٰ اوراس میں نماز پڑھنے کی فضیلت

٦٩٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ: «أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ ﷺ لَمَّا بَنٰى بَيْتَ الْمَقْدِسِ، سَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلَاثَةً: سَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حُكْمًا يُّصَادِفُ حُكْمَهُ فَأُوتِيَهُ، وَسَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ فَأُوتِيَهُ، وَسَأَلَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ أَنْ يُّخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ».

۶۹۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے جب بیت المقدس بنایا تو اللہ تعالیٰ سے تین خصوصیات مانگیں: ایسا فیصلہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو۔ یہ مان لی گئی۔ ایسی حکومت جو ان کے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ یہ بھی مان لی گئی۔ جب آپ مسجد (بیت المقدس) بنانے سے فارغ ہوئے تو یہ دعا مانگی کہ جو شخص بھی اس مسجد میں آئے اور اسے آنے پر نماز ہی نے ابھارا ہو تو اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح اس کی ماں نے اسے (گناہوں سے پاک) جنا تھا۔''

٦٩٤ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٧٧٢، وأخرجه ابن ماجه، ح: ١٤٠٨ وغيره من طريق آخر عن ابن الديلمي به، وصححه ابن خزيمة: ٢/ ٢٨٨، ح: ١٣٣٤، وابن حبان (الإحسان)، ح: ٦٣٣.

فائدہ: پہلی دو درخواستوں پر قبولیت ہوگئی اور اس کا بیان بھی حدیث میں آ گیا۔ تیسری درخواست پر قبولیت کا ذکر پہلی دو کی طرح حدیث میں نہیں آیا' البتہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ [فَنَحْنُ نَرْجُوا أَنْ يَّكُونَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ](مسند أحمد:٢/١٧٦) ''ہمیں امید ہے کہ اللہ عزوجل نے ان (سلیمان علیہ السلام) کو یہ بھی عطا کر دیا ہوگا۔'' لہٰذا اس کی بھی قبولیت معلوم ہوتی ہے۔ واللہ أعلم. بیت اللہ کے بارے میں تو احادیث میں ذکر ہے کہ جو اس کا حج کرے وہ گناہوں سے کلیتاً پاک ہو جاتا ہے جیسے اسے اس کی ماں نے جنا ہو۔ (صحیح البخاري' الحج' حدیث:١٥٢١' وصحیح مسلم' الحج' حدیث:١٣٥٠)

(المعجم ٧) - فَضْلُ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالصَّلَاةِ فِيهِ (التحفة ١٢٨)

باب:٧- نبی ﷺ کی مسجد اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت

٦٩٥- أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ مَوْلَى الْجُهَنِيِّينَ - وَكَانَا مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ - أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدُهُ آخِرُ الْمَسَاجِدِ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَأَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: لَمْ نَشُكَّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ عَنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَمَنَعَنَا أَنْ نَّسْتَثْبِتَ أَبَا هُرَيْرَةَ فِي ذٰلِكَ الْحَدِيثِ حَتّٰى

٦٩٥- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد حضرت ابوسلمہ اور ابوعبداللہ اغر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر مسجد حرام میں (مسجد نبوی سے بھی افضل ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ ابوسلمہ اور ابوعبداللہ نے کہا: اس میں ہمیں کوئی شک نہیں تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہی بیان کر رہے ہیں۔ اس یقین نے ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی تحقیق کرنے سے روکے رکھا حتی کہ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ہم نے اس بات کا تذکرہ کیا اور ایک دوسرے کو ملامت کی کہ کیوں نہ ہم نے اس بارے میں

٦٩٥- أخرجه مسلم، الحج، باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة، ح:١٣٩٤/ ٥٠٧ من حديث محمد بن حرب، والبخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، ح:١١٩٠ من حديث الأغر به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٧٣، ولفظ البخاري مختصر.

إِذَا تُوُفِّيَ أَبُو هُرَيْرَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ وَتَلَاوَمْنَا أَنْ لَّا نَكُونَ كَلَّمْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى يُسْنِدَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنْ كَانَ سَمِعَهُ مِنْهُ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ جَالَسْنَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيثَ وَالَّذِي فَرَّطْنَا فِيهِ مِنْ نَّصِّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّهُ آخِرُ الْمَسَاجِدِ».

ان سے تحقیق کی؟ حتی کہ وہ صراحتاً اس حدیث کو' اگر انھوں نے اسے آپ سے سنا تھا' رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیتے۔ ہماری یہی حالت تھی کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کے ساتھ مجلس کا اتفاق ہوا۔ ہم نے ان کے سامنے یہ حدیث اور اس بارے میں ہم سے ہونے والی کوتاہی کا ذکر کیا تو عبداللہ بن ابراہیم ہمیں کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ ؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (کسی نبی کی) آخری مسجد ہے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ جب آخری نبی ہیں تو آپ کی مسجد لازماً آخری مسجد ہوگی جسے کسی نبی نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو۔ مسلمانوں کا قبلہ سب سے پہلی مسجد جسے اولین نبی نے بنایا اور مسلمانوں کا مرکز سب سے آخری مسجد ہے جسے آخری نبی نے بنایا۔ واہ رے فضیلت! اور یہ فضیلت قیامت تک رہے گی۔ (دیکھیے فوائد حدیث:٦٩٢)

٦٩٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ».

٦٩٦- حضرت عبداللہ بن زید ؓ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی فاصلہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس روایت کے مفہوم میں مختلف اقوال ہیں: ❁ یہ حصہ جنت سے لایا گیا ہے اور جنت میں منتقل کیا جائے گا۔ ❁ یہاں عبادت کرنا جنت میں جانے کا حتمی ذریعہ ہے۔ ❁ یہ حصہ نزول رحمت الٰہی میں جنت کی طرح ہے۔ آخری دو مفہوم زیادہ مناسب ہیں گویا آپ کے قدم ہائے مبارکہ کی بکثرت تشریف کی بنا پر یہ حصہ جنت نظیر بن گیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ' سبحان اللہ العظیم۔ ② ''میرے گھر'' سے مراد حضرت

٦٩٦ـ أخرجه مسلم، الحج، باب ما بين القبر والمنبر روضة . . . الخ، ح: ١٣٩٠ عن قتيبة، والبخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل ما بين القبر والمنبر، ح: ١١٩٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ١٩٧، والكبرىٰ، ح: ٧٧٤.

عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے۔ ریاض الجنہ کی پیائش تقریباً 75x75 (فٹ) ہے۔

٦٩٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ قَوَائِمَ مِنْبَرِي هٰذَا رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ».

٦٩٧- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے اس منبر کے پائے جنت میں گڑے ہوئے ہیں۔''

فائدہ: اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں بھی ریاض الجنہ والے تینوں اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ آخری مفہوم زیادہ معتبر ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٨) - ذِكْرُ الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (التحفة ١٢٩)

باب: ۸- وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی' کون سی ہے؟

٦٩٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَمَارٰى رَجُلَانِ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، وَقَالَ الْآخَرُ: هُوَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ مَسْجِدِي هٰذَا».

٦٩٨- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ ایک شخص نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ دوسرے نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ میری مسجد (مسجد نبوی) ہے۔''

فائدہ: اہل تفسیر کے مطابق ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى﴾ (التوبة ٩:١٠٨) سے مراد مسجد قباء ہے کیونکہ یہ شان نزول کے زیادہ موافق ہے مگر اس حدیث کی رو سے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ دراصل دونوں مسجدیں ان الفاظ کا مصداق ہیں کیونکہ دونوں مسجدوں کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے رکھی ہے اور ظاہر ہے دونوں کی بنیاد لازماً تقویٰ پر ہے مگر چونکہ مسجد نبوی کی باقی تعمیر بھی آپ نے فرمائی اور آپ کی باقی زندگی اسی مسجد میں

٦٩٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه الحميدي، ح: ٢٩٠ عن سفيان بن عيينة ثنا عمار الدهني به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٧٥، وصححه ابن حبان، ح: ١٠٣٤، وللحديث شواهد.

٦٩٨ـ أخرجه مسلم، الحج، باب بيان المسجد الذي أسس على التقوى . . . الخ، ح: ١٣٩٨ من حديث ابن أبي سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٧٦.

گزری، اسی مسجد کو آپ کے شب و روز سے برکتیں حاصل ہوئیں، لہٰذا یہ مسجد ہی زیادہ مستحق ہے کہ اسے اس کا مصداق قرار دیا جائے، البتہ مسجد قباء کو بھی ہفتے کے بعد کچھ دیر کے لیے آپ کی زیارت اور قدم بوسی نصیب ہوتی تھی، لہٰذا اس میں بھی خیر کثیر ہے۔ تبھی تو وہاں بھی نمازیوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے، اگرچہ مسجد نبوی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

(المعجم ۹) - فَضْلُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَّالصَّلَاةِ فِيهِ (التحفة ۱۳۰)

باب:۹- مسجد قباء اور اس میں نماز کی فضیلت

٦٩٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْتِي قُبَاءً رَّاكِبًا وَّمَاشِيًا.

۶۹۹- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی پیدل اور کبھی سوار مسجد قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

فائدہ: آپ کے تشریف لے جانے کا مقصد اپنی ابتدائی مسجد کی عزت افزائی اور وہاں کے مسلمانوں سے ملاقات تھا کیونکہ یہ مسجد بہت دور تھی۔ ان لوگوں کا آپ کے پاس آنا مشکل تھا، بجائے اس کے کہ وہ سب آتے، آپ کا وہاں تشریف لے جانا آسان تھا۔ اس طرح وہاں کے لوگوں سے ملاقات بھی ہو جایا کرتی تھی۔

٧٠٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ ابْنُ يَعْقُوبَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْكَرْمَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: قَالَ أَبِي: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ هٰذَا الْمَسْجِدَ - مَسْجِدَ قُبَاءٍ - فَصَلّٰى فِيهِ كَانَ لَهُ عَدْلُ عُمْرَةٍ».

۷۰۰- حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی (گھر سے) نکلا حتی کہ اس مسجد، یعنی مسجد قباء میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اسے ایک عمرے کے برابر ثواب ملے گا۔“

فائدہ: دور دراز سے تقرب اور تبرک کا قصد کر کے مسجد قباء میں جانا درست نہیں کیونکہ یہ خصوصیت مساجد ثلاثہ (بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) ہی کو حاصل ہے، البتہ قرب و جوار سے مسجد قباء میں آنا فضیلت کا باعث ہے۔

٦٩٩ـ أخرجه مسلم، الحج، باب فضل مسجد قباء . . . الخ، ح: ١٣٩٩/ ٥١٩ عن قتيبة، والبخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت، ح: ١١٩٣ من حديث ابن دينار به، وهو في الموطأ (رواية أبي مصعب): ١/ ٢١٧، ح: ٥٥٣، والكبرٰى، ح: ٧٧٧.

٧٠٠ـ [حسن] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الصلاة في مسجد قباء، ح: ١٤١٢ من حديث محمد الكرماني به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٧٨، وله شاهد عند ابن ماجه، ح: ١٤١١ وغيره، وإسناده حسن.

یعنی جو شخص مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی نیت سے حاضر ہوا ہو یا مدینہ منورہ کا باسی ہو وہ مسجد قباء کو جائے تاکہ یہ فضیلت حاصل کر سکے۔ اس طرح سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ۱۰) - مَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَيْهِ مِنَ الْمَسَاجِدِ (التحفة ۱۳۱)

باب: ۱۰- کن مساجد کی طرف دور دراز سے قصداً آنا جائز ہے؟

۷۰۱- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى».

۷۰۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کی طرف دور دراز سے سواریاں کس کے نہ جایا جائے۔ (اور وہ تین مسجدیں یہ ہیں:) مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔“

فائدہ: کسی جگہ کو خصوصاً متبرک سمجھنا، وہاں حاضری کو افضل سمجھنا اور تقرب و خصوصی ثواب کی نیت سے دور دراز کا سفر کر کے مشقت اٹھا کر وہاں جانا جائز نہیں، خواہ وہ مسجد ہو یا کوئی قبر وغیرہ۔ یہ فضیلت صرف تین مساجد کو حاصل ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ صرف ان کی زیارت کے لیے اور وہاں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد یا قبر وغیرہ کے ساتھ ان جیسا خصوصی سلوک کرنا ان تین افضل مساجد کی توہین ہے جو قطعاً جائز نہیں، البتہ کسی عمارت کو تاریخی نقطۂ نگاہ سے دیکھنے جانا یا سیاحت کے طور پر وہاں گھومنا پھرنا جائز ہے کیونکہ یہ شرعی مسئلہ نہیں، مثلاً: کوئی شخص شاہی مسجد یا تاج محل وغیرہ دیکھنے جائے جس میں تقرب اور ثواب کا قصد نہ ہو۔ بعض حضرات نے اس روایت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان تین کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف جانا جائز نہیں، البتہ قبور صالحین کی طرف تقرب و تبرک کی نیت سے جانا جائز ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ مسجدیں جو کہ حدیث صحیح کی رو سے روئے ارض کے بہترین ٹکڑے ہیں، وہاں تو تقرب کی نیت سے جانا منع ہو مگر قبور صالحین، جن پر آپ نے مساجد بنانے اور نماز پڑھنے سے روکا ہے اور جن پر حاضری شرک تک بھی پہنچا سکتی ہے، وہاں تقرب و تبرک کے لیے جانا جائز ہو۔ اگر واقعتاً قبور صالحین متبرک مقامات ہیں تو آپ نے وہاں نماز پڑھنے اور ان پر مساجد بنانے سے کیوں روکا ہے؟ کیا اس کا کوئی معقول جواب دیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا اس روایت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ واللہ أعلم.

۷۰۱- أخرجه البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، ح:۱۱۸۹، ومسلم، الحج، باب فضل المساجد الثلاثة، ح:۱۳۹۷ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:۷۷۹.

(المعجم ١١) - اِتِّخَاذُ الْبِيَعِ مَسَاجِدَ (التحفة ١٣٢)

باب:١١- گرجوں کو مساجد بنانا

٧٠٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ مُلَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّ بِأَرْضِنَا بِيعَةً لَنَا، فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُورِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهُ فِي إِدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَقَالَ: «اُخْرُجُوا، فَإِذَا أَتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوا بِيعَتَكُمْ وَانْضَحُوا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوهَا مَسْجِدًا». قُلْنَا: إِنَّ الْبَلَدَ بَعِيدٌ وَالْحَرَّ شَدِيدٌ وَالْمَاءَ يَنْشَفُ فَقَالَ: «مُدُّوهُ مِنَ الْمَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا طِيبًا». فَخَرَجْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا بَلَدَنَا فَكَسَرْنَا بِيعَتَنَا ثُمَّ نَضَحْنَا مَكَانَهَا وَاتَّخَذْنَاهَا مَسْجِدًا فَنَادَيْنَا فِيهِ بِالْأَذَانِ قَالَ: وَالرَّاهِبُ رَجُلٌ مِّنْ طَيِّءٍ، فَلَمَّا سَمِعَ الْأَذَانَ قَالَ: دَعْوَةُ حَقٍّ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ تَلْعَةً مِّنْ تِلَاعِنَا فَلَمْ نَرَهُ بَعْدُ.

٧٠٢- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے وفد کے طور پر نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور ہم نے آپ کو بتایا کہ ہمارے علاقے میں ہمارا ایک گرجا ہے اور ہم نے آپ سے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی مانگا۔ آپ نے پانی منگوایا' پھر وضو کیا اور کلی کی' پھر اس (پانی) کو ایک چھاگل میں انڈیل دیا اور فرمایا: ''جاؤ' جب تم اپنے علاقے میں پہنچو تو اپنے گرجے کو توڑ دینا اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس جگہ کو مسجد بنا لینا۔'' ہم نے کہا کہ ہمارا علاقہ بہت دور ہے اور گرمی سخت ہے۔ یہ پانی (وہاں پہنچتے پہنچتے) خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں اور پانی ملا لیا کرنا' بلاشبہ اس سے اس کی پاکیزگی ہی میں اضافہ ہو گا۔'' ہم واپس چلے حتی کہ جب اپنے علاقے میں پہنچے تو ہم نے اپنا گرجا توڑ دیا' پھر اس کی جگہ وہ مبارک پانی چھڑکا اور اس جگہ مسجد بنا لی' پھر ہم نے اس میں اذان کہی۔ اس گرجے میں قبیلہ بنو طے کا ایک آدمی راہب (کے طور پر رہتا) تھا۔ جب اس نے اذان سنی تو کہنے لگا: یہ سچی دعوت ہے' پھر وہ ایک ٹیلے کی طرف گیا اور اس کے بعد ہمیں نظر نہ آیا۔

فوائد و مسائل: ① یہ وفد ہجرت کے پہلے سال ہی آیا تھا۔ اس وقت مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ حضرت

٧٠٢- [إسناده صحيح] أخرجه ابن أبي شيبة: ٢/ ٨٠ من حديث ملازم بن عمرو به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٠، وصححه ابن حبان، ح: ٣٠٤.

طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا تھا اور گارا تیار کیا تھا۔ ② یہ گرجا ان لوگوں کا اپنا ہی تھا۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو انھوں نے اپنے گرجے کو مسجد میں بدل لیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گرجا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا' البتہ ظاہری شکل وصورت مسجد جیسی بنانا ضروری ہے' نیز اگر اس میں بت یا مجسمے ہوں تو ان کا نکالنا ضروری ہے، تصویریں ہیں تو انھیں مٹانا ضروری ہے' البتہ اگر غیر مسلم مسلمان نہ ہوں تو ان کی عبادت گاہ کو زبردستی مسجد میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ یہ آزادیٔ مذہب کے خلاف ہے۔ ③ ''وضو کا پانی'' سے مراد وہ پانی بھی ہو سکتا ہے جو وضو میں استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ معنی مناسب ہیں کیونکہ یہ پانی تبرک کے لیے تھا' لیکن حدیث مذکور میں [فَضْلَ طَهُورِهِ] کا لفظ ہے' اس لیے ترجمہ میں اس سے مراد وہ پانی لیا گیا ہے جس سے وضو کیا گیا اور کچھ برتن میں بچ گیا۔ اس میں چونکہ بار بار آپ کا دست مبارک داخل ہوتا رہا ہے' لہٰذا وہ بھی متبرک تھا۔ ④ رسول اکرم ﷺ سے متعلقہ چیزوں سے تبرک تو متفق علیہ مسئلہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے لعاب مبارک' پسینے' خون' پیاری زلفوں' مقدس ناخنوں' لباس شریف' نعلین مبارک' وضو کے بابرکت پانی اور آپ کے جسم اور اس سے لگنے والی ہر چیز سے برکت حاصل کی' مگر کیا یہ سلوک نبی ﷺ کے بعد کسی اور کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے؟ صحابہ وتابعین نے تو خلفائے راشدین تک کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ اس کا رواج تبع تابعین کے بعد اس وقت پڑا جب تصوف کا رواج ہوا' اس لیے اب ایسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی کو قطعاً مقدس اور مبارک نہیں کہا جا سکتا۔ ⑤ ''اس سے پاکیزگی ہی میں اضافہ ہوگا۔'' یعنی مزید پانی جو ملایا جائے گا' اس کے ملانے سے پہلے پانی کے تبرک میں کمی نہ آئے گی کیونکہ دوسرا پانی بھی تو پاک ہی ہے۔ پہلے تھوڑا پانی متبرک تھا' مزید ملانے سے زیادہ پانی متبرک ہو جائے گا۔ تبرک تو اس میں موجود ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متبرک پانی' مثلاً: زمزم دور تک لے جایا جا سکتا ہے اور اس میں مزید پانی بھی ملایا جا سکتا ہے۔ ⑥ معلوم ہوتا ہے کہ وہ راہب دعوت سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے غائب کر دیا۔ کوئی مصلحت ہوگی یا کہیں دور دراز نکل گیا ہوگا کیونکہ گرجا تو منہدم کر دیا گیا تھا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٢) - نَبْشُ الْقُبُورِ وَاتِّخَاذُ أَرْضِهَا مَسْجِدًا (التحفة ١٣٣)

باب:١٢- قبروں کو اکھیڑ کر ان کی جگہ مسجد بنانا

٧٠٣- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ

٧٠٣- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو آپ مدینہ منورہ کے ایک کنارے (قباء میں)

٧٠٣ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ... الخ، ح:٤٢٨، ومسلم، المساجد، باب ابتناء مسجد النبي ﷺ، ح:٥٢٤ من حديث عبدالوارث بن سعيد به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٨١.

ﷺ نَزَلَ فِي عُرْضِ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى [مَلَإٍ] مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِي سُيُوفِهِمْ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ رَدِيفَهُ وَمَلَأٌ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ، حَتّٰى أَلْقٰى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ يُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ، فَجَاءُوا فَقَالَ: «يَا بَنِي النَّجَّارِ! ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا». قَالُوا: وَاللّٰهِ! لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَنَسٌ: وَكَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خَرِبٌ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَتْ، وَبِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُولُونَ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ
فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

ایک قبیلے میں اترے جنھیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ ان میں چودہ راتیں ٹھہرے، پھر آپ نے بنونجار کے سرداروں کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں اللہ کے رسول ﷺ اپنی اونٹنی پر ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہیں اور بنونجار کے سردار آپ کے اردگرد ہیں حتی کہ آپ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ (شروع شروع میں) آپ کو جہاں نماز کا وقت ہو جاتا تھا، نماز پڑھ لیتے تھے۔ آپ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھتے رہے، پھر آپ کو مسجد بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے بنو نجار کے سرداروں کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ نے فرمایا: ''اے بنونجار! مجھ سے اپنے اس احاطے کا بھاؤ (قیمت) کرو۔'' انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس احاطے میں مشرکوں کی قبریں تھیں، کچھ ویرانہ (کھنڈر) تھا اور کھجوروں کے درخت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو مشرکوں کی قبریں اکھیڑ دی گئیں، درخت کاٹ دیے گئے اور ویرانے ہموار کر دیے گئے۔ انھوں نے مسجد کے قبلے والی جانب کھجور کے درختوں کی لائن لگا دی اور پتھروں کی چوکھٹ بنائی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پتھر اٹھاتے تھے اور رجز (شعر) پڑھتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ (سب) کہتے تھے: اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں۔ انصار و مہاجرین کی مدد فرما۔

فوائد و مسائل: ① ہجرت کے موقع پر تشریف آوری کا ذکر ہے۔ آپ مدینہ منورہ کی مضافاتی بستی قباء میں ٹھہرے تھے۔ آپ چند دن یہاں ٹھہرے رہے، چار یا چودہ دن۔ ② بنونجار آپ کا ننھیال تھا۔ ہاشم کی بیوی اور عبدالمطلب کی والدہ اس قبیلے سے تھیں۔ آپ نے ان کی عزت افزائی کرنی چاہی، اس لیے انھیں پیغام بھیجا۔ ③ بکریوں کے باڑے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بکریاں باندھی جاتی ہوں۔ ④ یہ احاطہ آپ کی عارضی رہائش گاہ کے بالکل سامنے تھا۔ آپ نے اسے مسجد اور اپنی رہائش کے لیے مناسب خیال فرمایا۔ ⑤ ''مشرکین کی قبریں'' چونکہ مشرکین کی قبریں قابل احترام نہیں ہیں، لہٰذا انھیں اکھیڑا جا سکتا ہے۔ یہ قبریں پرانی تھیں۔ ان کے قریبی ورثاء فوت ہو چکے ہوں گے ورنہ مسلمان ورثاء کی دل شکنی بھی منع ہے۔ روایات میں ہے کہ وہ احاطہ بنونجار کے دو یتیم بچوں کا تھا، اسی لیے آپ نے باوجود پیش کش کے بلا قیمت لینا منظور نہ کیا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہہ کر ان بچوں کو قیمت دلوائی۔ ⑥ ''رجز'' ایک قسم کا شعر اور ہم آہنگ سا کلام ہوتا ہے۔ اس میں وزن بھی ہوتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی جنگ میں یا کسی خاص موقع پر اس قسم کا کلام پڑھ لیا تو آپ شاعر نہ بن گئے کیونکہ شاعر وہ ہوتا ہے جو شعر کو بطور پیشہ اور فن اپنا تا ہے، نہ کہ وہ جو کبھی کبھار کوئی ہم آہنگ اور باوزن کلام بول لے جس میں شعر کہنے کا کوئی قصد بھی نہ ہو یا کسی کا کہا ہوا شعر پڑھ لے۔

(المعجم ١٣) - اَلنَّهْيُ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ (التحفة ١٣٤)

باب: ۱۳- قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت

٧٠٤- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ وَيُونُسَ قَالَا: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ قَالَا: لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَطَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَّهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ. قَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: «لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ».

۷۰۴- حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ اپنی چادر کبھی چہرۂ انور پر ڈال لیتے، پھر جب گھبراہٹ ہوتی تو اسے چہرے سے ہٹا لیتے۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔''

٧٠٤ـ أخرجه البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ح:٣٤٥٣، ٣٤٥٥ من حديث ابن المبارك، ومسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور . . . الخ، ح: ٥٣١ من حديث يونس به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٢.

فوائد ومسائل: ① جب انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ (مسجدیں) بنانا قابل لعنت فعل ہے تو دیگر لوگوں کی قبروں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا کب جائز ہوگا؟ اگلی روایت میں نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنانے کا ذکر ہے۔ گویا یہود ونصاریٰ نے انبیاء کی قبروں کو بھی اور صالحین کی قبروں کو بھی مسجدیں (عبادت گاہیں) بنالیا تھا اور یوں وہ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے، جیسے آج مسلمان کہلانے والا ایک فرقہ بھی اسی طریقے پر گامزن ہے۔ هداهم الله تعالى. ② کسی معین فرد پر لعنت بھیجنا منع ہے مگر کسی وصف پر جائز ہے، مثلاً: اللہ چور پر لعنت کرے۔ قبروں کو مسجدیں بنانے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی طرح جس شخص کا کفر پر مرنا قطعی ہو، اس پر لعنت کرنا بھی جائز ہے، مثلاً: فرعون، ابوجہل لعنهم الله. ③ نبی ﷺ کو تپ محرقہ کی تیزی تھی، اس لیے گھبراہٹ محسوس ہوتی تھی مگر اس وقت بھی تبلیغ سے غافل نہ ہوئے...... ﷺ......

٧٠٥- **أَخْبَرَنَا** يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَتَاهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوا تِيكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

٧٠٥- حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ ؓ نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبشہ میں (ہجرت حبشہ کے دور میں) دیکھا تھا۔ اس میں تصویریں تھیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ان (عیسائیوں) کی یہ عادت تھی کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تمام مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ ؓ اپنے اپنے خاوندوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ وہ عیسائیوں کا ملک تھا۔ ② نیک آدمی کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں اس نیک آدمی اور دوسرے صالحین کی تصویریں بناتے تھے۔ مقصد تو تعظیم اور ان کی یاد ہوتی تھی مگر آہستہ آہستہ ان تصویروں کی پوجا شروع ہو جاتی تھی، اس لیے شریعت نے قبروں پر مسجدوں سے مطلقاً منع کر دیا کہ یہ شرک کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اور واقعتاً جن قبروں پر یا ان کے قریب مساجد بنی ہوئی ہیں، ان قبروں کی پوجا ہوتی ہے، اسی لیے انھیں بدترین مخلوق کہا گیا۔ ③ صالحین سے مراد انبیاء کے حواری (اولین پیروکار) یا علماء ورہبان ہیں کیونکہ

٧٠٥- أخرجه البخاري، الصلاة، باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية . . . الخ، ح:٤٢٧، ومسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور . . . الخ، ح:٥٢٨ من حديث القطان به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٨٣.

عیسائی انھیں نبیوں کی طرح سمجھتے اور ان کی غیر مشروط اطاعت کرتے تھے۔

(المعجم ١٤) - اَلْفَضْلُ فِي إِتْيَانِ الْمَسَاجِدِ (التحفة ١٣٥)

باب:۱۴- مسجدوں میں آنے کی فضیلت

٧٠٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ - هُوَابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «حِينَ يَخْرُجُ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ إِلٰى مَسْجِدِهِ، فَرِجْلٌ تُكْتَبُ حَسَنَةً وَرِجْلٌ تَمْحُو سَيِّئَةً».

۷۰۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب اپنے گھر سے مسجد کے لیے نکلتا ہے اور قدم اٹھاتا ہے تو (ہر قدم کے لیے) ایک پاؤں اٹھانے پر نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرا پاؤں اٹھانے پر ایک برائی مٹائی جاتی ہے۔''

فائدہ: دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ایک پاؤں نیکی لکھتا ہے اور دوسرا پاؤں برائی مٹاتا ہے۔ پاؤں کی طرف نسبت مجازاً ہوگی۔ دونوں معنوں کا نتیجہ ایک ہی ہے' بس اتنی بات ہے کہ دوسرے معنی میں زیادہ بلاغت پائی جاتی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٥) - اَلنَّهْيُ عَنْ مَنْعِ النِّسَاءِ مِنْ إِتْيَانِهِنَّ الْمَسَاجِدَ (التحفة ١٣٦)

باب:۱۵- عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روکنے کی ممانعت

٧٠٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَلَا

۷۰۷- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے نہ روکے۔''

٧٠٦- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٣١ عن يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٤، وللحديث شواهد.

٧٠٧- أخرجه البخاري، النكاح، باب استئذان المرأة زوجها في الخروج إلى المسجد وغيره، ح: ٥٢٣٨، ومسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة . . . الخ، ح: ٤٤٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٥.

يَمْنَعُهَا».

فائدہ: عورتیں بوڑھی ہوں یا جوان باپردہ ہوکر ہر نماز کے لیے مسجد میں آ سکتی ہیں۔ اگرچہ عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر جماعت کے اپنے فوائد ہیں۔ عورت باپردہ ہوکر جماعت کے وقت کے قریب آئے اور جماعت ختم ہوتے ہی واپس چلی جائے تاکہ مردوں سے اختلاط نہ ہو' سنتیں گھر جاکر پڑھے۔ ان شرائط کے ساتھ عورت اجازت طلب کرے تو شوہر یا ولی کو روکنے کا اختیار نہیں' اسے اجازت دے دینی چاہیے' البتہ اگر غیر معمولی حالات ہوں' امن وامان ناپید ہو تو پھر صرف نماز ہی نہیں بلکہ باقی کاموں کے لیے بھی باہر جانا جائز نہ ہوگا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ بیاہ شادی' مرگ وسوگ' میل ملاقات' درباروں اور پیروں کے پاس حاضری' خریداری' الیکشن کے ووٹوں اور باہر زمین کے کام کاج وغیرہ کے لیے عورت جائے تو کوئی ڈر نہیں مگر نماز کے لیے مسجد میں آئے تو فساد کا ڈر ہے۔ احناف صرف بوڑھی عورتوں کو رات کے وقت اجازت دیتے ہیں' مگر کیا وہ باقی امور کے لیے بھی یہ پابندی قائم کریں گے؟ نیز یہ صحابیات کے طرز عمل اور حدیث شریف کے بالکل خلاف ہے۔

(المعجم ١٦) - مَنْ يُمْنَعُ مِنَ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٣٧)

باب:١٦- کس شخص کو مسجد میں آنے سے روکا جاسکتا ہے؟

٧٠٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ» قَالَ: أَوَّلَ يَوْمٍ «الثُّومِ» ثُمَّ قَالَ: «الثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسَاجِدِنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ».

٧٠٨- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی یہ پودا (عطاء نے) پہلے دن (حدیث بیان کرتے ہوئے) کہا: لہسن' پھر (دوسرے موقع پر) کہا: لہسن اور پیاز اور گندنا (پیازی) کھائے تو وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① چونکہ مسجدیں ملائکہ رحمت کا مقام ہیں' لہٰذا ایسی چیز جس کی بو عموماً یا ذکار کے وقت یا منہ

٧٠٨ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب نهي من أكل ثومًا أو بصلاً أو كراثًا أو نحوها . . . الخ، ح:٥٦٤/ ٧٤ من حديث يحيى بن سعيد القطان، والبخاري، الأذان، باب ماجاء في الثوم النيء والبصل والكراث، ح:٨٥٤ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٨٦، وأخرجه الترمذي، الأطعمة، باب ماجاء في كراهية أكل الثوم والبصل، ح:١٨٠٦ عن إسحاق بن منصور به، وقال: "حسن صحيح".

کھولتے وقت اردگرد کے ساتھیوں کو محسوس ہو' کھا کر مسجد میں آنا منع ہے کیونکہ یہ چیز فرشتوں اور فرشتہ صفت نمازیوں کے لیے تکلیف دہ ہے۔ مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ بھی جو چیز بدبو کا موجب ہے' وہ منع ہے' مثلاً: مولی' حقہ' سگریٹ اور نسوار وغیرہ۔ بعض اہل علم نے اس شخص کو بھی آنے سے منع کیا ہے' جس کے منہ سے یا کسی اور عضو سے بیماری کی بنا پر بو آتی ہو اور لوگوں کے لیے نفرت کا باعث ہو۔ ② یہ پابندی صرف مساجد کے لیے ہے' باقی مقامات کے لیے نہیں کیونکہ وہاں رحمت کے فرشتوں کا ہونا یقینی نہیں' نیز وہاں ہر ایک کی حاضری بھی ضروری نہیں۔ ③ چونکہ منع کی وجہ بدبو ہے' لہٰذا اگر کسی طریقے سے ان کی بو ختم کر لی جائے' مثلاً: انھیں پکا لیا جائے یا بعد میں کوئی ایسی چیز استعمال کر لی جائے یا کھا لی جائے جس سے منہ کی بو ختم ہو جائے تو پھر مسجد میں آنا جائز ہو گا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں کھا کر مسجد کا رخ نہ کیا جائے۔ احتیاط اسی میں ہے۔

(المعجم ١٧) - مَنْ يُخْرَجُ مِنَ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٣٨)

باب: ١٧- کس شخص کو مسجد سے نکالا جا سکتا ہے؟

٧٠٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ! تَأْكُلُونَ مِنْ شَجَرَتَيْنِ مَا أُرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ: هٰذَا الْبَصَلُ وَالثُّومُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّ اللهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا.

٧٠٩- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اے لوگو! تم ان دو بدبودار پودوں کو کھاتے ہو' یعنی لہسن اور پیاز' حالانکہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی سے ان کی بو پاتے تو اس کے بارے میں آپ حکم فرماتے اور اسے بقیع (مسجد نبوی سے متصل قبرستان) کی طرف نکال دیا جاتا، لہٰذا جس نے انھیں کھانا ہی ہو' وہ انھیں پکا کر ان کی بو ختم کر لے۔

فائدہ: اگر کوئی شخص بو والی چیز کھا کر مسجد میں آ جائے تو اسے بطور سزا یا لوگوں اور فرشتوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے مسجد سے نکالا جا سکتا ہے۔ یہ حدیث صرف مسجد کے بارے میں ہے۔

٧٠٩- أخرجه مسلم، المساجد، باب نهي من أكل ثومًا أو بصلاً أو كراثًا أو نحوها ... الخ، ح: ٥٦٧ عن محمد ابن المثنى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٧.

(المعجم ۱۸) - ضَرْبُ الْخِبَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ (التحفة ۱۳۹)

باب:۱۸- مسجد میں خیمہ لگانا

۷۱۰- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ، صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَّعْتَكِفَ فِيهِ، فَأَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَّمَضَانَ، فَأَمَرَ فَضُرِبَ لَهُ خِبَاءٌ، وَأَمَرَتْ حَفْصَةُ فَضُرِبَ لَهَا خِبَاءٌ، فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ خِبَاءَهَا أَمَرَتْ فَضُرِبَ لَهَا خِبَاءٌ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ: «آلْبِرَّ يُرِدْنَ؟» فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ وَاعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ.

۷۱۰- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف والی جگہ میں داخل ہوتے۔ ایک دفعہ آپ نے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا، چنانچہ آپ نے حکم دیا اور آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگایا گیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی لگا دیا گیا۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کا خیمہ لگا دیکھا تو انھوں نے بھی خیمہ لگوا لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سب کچھ دیکھا تو فرمایا: ''کیا یہ نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں؟ (یعنی نہیں رکھتیں۔)'' پھر (ناراضی کی بنا پر) آپ نے اس سال رمضان میں اعتکاف نہ کیا بلکہ شوال کے دس دن اعتکاف کیا۔

فوائد و مسائل: ① اعتکاف ایک عبادت ہے اور بغیر پردے کے ممکن نہیں، لہٰذا خیمہ کھڑا کرنا ضروری ہے۔ ② نبی ﷺ کی بیویاں ایک سے زائد تھیں اور بتقاضائے بشریت سوکنوں میں چپقلش ہوتی ہے، اسی چپقلش کے نتیجے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خیمہ لگوایا کہ میں اس سعادت سے پیچھے کیوں رہوں؟ اللہ! اللہ! نیک لوگوں کی چشمک بھی نیکی کے اضافے کے لیے ہوتی ہے، مگر آپ نے اس چشمک کو برداشت نہ کیا، اس لیے آپ نے خود بھی اعتکاف کا ارادہ موقوف فرما دیا۔ ③ اگر کوئی اعتکاف کا ارادہ و نیت کر لے مگر کوئی رکاوٹ پیش آ جائے تو مناسب ہے کہ قضا دے، خواہ رمضان المبارک کے بعد ہی ہو۔ ④ نبیٔ اکرم ﷺ کے خیمے اٹھوانے کی اصل وجہ امہات المومنین کی آپس کی چشمک اور منافست تھی جس کا حدیث سے اشارہ ملتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم عورتوں کے مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی وجہ سے تھا، بالخصوص جبکہ مردوں سے اختلاط کا بھی اندیشہ ہو اگرچہ وہاں خاوند بھی معتکف ہو۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اگر عدم جواز کی بات ہوتی تو انھیں آغاز ہی میں نبی

۷۱۰- أخرجه البخاري، الاعتكاف، باب اعتكاف النساء، ح: ۲۰۳۳، ومسلم، الاعتكاف، باب متى يدخل من أراد الاعتكاف في معتكفه، ح: ۱۱۷۳/ ٦ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الكبرٰى، ح: ۷۸۸.

ﷺ روک دیتے اور آخر میں یہ نہ فرماتے...... کیا یہ نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں......؟ ⑤ احناف میں عورتوں کے گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کا رواج ہے' لیکن یہ بلا دلیل ہے۔ قرآن وحدیث کی رُو سے اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا عمل بھی اسی کا مؤید ہے' اس لیے عورت مسجد ہی میں اعتکاف بیٹھے' گھر میں نہیں' تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنے کا خدشہ نہ ہو۔ آج کل بعض بڑی مرکزی مسجدوں میں عورتوں کے لیے ایسا محفوظ انتظام کر دیا گیا ہے کہ وہاں مردوں سے اختلاط بھی نہیں ہوتا اور ان کی عزت وعصمت کو بھی خطرہ نہیں ہوتا' اس لیے ایسی جگہوں پر اس کی گنجائش ہے۔ واللہ أعلم.

٧١١- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ رَمْيَةً فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ.

٧١١- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن زخمی ہو گئے۔ ایک قریشی آدمی (حبان بن عرقہ) نے ان کے بازو کی بڑی رگ میں تیر مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا تا کہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر لیا کریں۔

فوائد ومسائل: ① عیادت کے علاوہ ایک اور سبب علاج بھی تھا جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ ان کا علاج بھی کرتے رہے تھے' لیکن اس رگ میں زخم ہو جائے تو عموماً خون نہیں رکتا بلکہ موت یقینی ہو جاتی ہے۔ ② اس حدیث سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی منقبت ومرتبت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ مریض کی تیمارداری کرنا سنت ہے' اس سے اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔

(المعجم ١٩) - إِدْخَالُ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ (التحفة ١٤٠)

باب:١٩- بچوں کو مسجدوں میں لے جانا

٧١٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ [عَمْرِو] بْنِ

٧١٢- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی

٧١١- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الخيمة في المسجد للمرضى وغيرهم، ح: ٤٦٣، ومسلم، الجهاد والسير، باب جواز قتال من نقض العهد . . . الخ، ح: ١٧٦٩/ ٦٥ من حديث ابن نمير به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٨٩.

٧١٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، ح: ٥٤٣ عن قتيبة، والبخاري، الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ح: ٥٩٩٦ من حديث الليث بن سعد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٩٠.

سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ : بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا .

نواسی) امامہ بنت ابوالعاص بن ربیع کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔ وہ ابھی بچی تھی۔ ان کی والدہ زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھائی جب کہ وہ بچی آپ کے کندھے پر تھی۔ آپ جب رکوع فرماتے تو بچی کو اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے دوبارہ اٹھا لیتے حتی کہ آپ نے اسی طرح نماز مکمل کی۔

فوائد و مسائل: ① بعض علماء کا کہنا ہے کہ ممکن ہے گھر میں کوئی بچی اٹھانے والا نہ ہو یا بچی ضد کرتی ہو یا آپ نے امت کو تنگی سے بچانے کے لیے ایسے کیا ہو کیونکہ کسی کو مجبوری پیش آ سکتی ہے۔ بہر صورت وجہ جو بھی ہو اس حدیث سے اس کا جواز ہی ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ آپ نے یہ عمل بیان جواز کے لیے کیا ہے تا کہ اس قسم کے موقع پر امت کا کوئی فرد تنگی یا حرج میں مبتلا نہ ہو کیونکہ حدیث میں اس قسم کی کوئی وجہ بیان نہیں ہوئی۔ رہا یہ کہ عمل قلیل جائز ہے اور کثیر ناجائز' تو اس موقف کی بھی احادیث سے تائید نہیں ہوتی جس طرح کہ یہاں ہے۔ ہاں! ضرورت کے پیش نظر یا اصلاح نماز کے لیے عمل کثیر میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ مالکیہ فرض نماز میں اس کے قائل نہیں' حالانکہ مجبوری تو فرض نماز میں بھی پیش آ سکتی ہے' نیز یہ فرض نماز ہی تھی بلکہ بعض روایات میں صراحت ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی نماز تھی۔ بہر صورت بلا وجہ ایسے نہیں کرنا چاہیے' مجبوری ہو تو کم سے کم فالتو حرکت کے ساتھ ایسے کیا جا سکتا ہے۔ ② مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں بچوں کو لایا جا سکتا ہے' ترجمۃ الباب سے امام صاحب رحمہ اللہ کا یہی مقصد ہے' بلکہ حسب ضرورت دوران نماز میں اٹھایا بھی جا سکتا ہے۔ اور وہ حدیث جس میں بچوں کو مساجد میں لے جانے سے منع کیا گیا ہے' ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، حديث: ٧٥٠، و ضعيف الترغيب والترهيب للألباني، حديث:١٨٦)

(المعجم ٢٠) - رَبْطُ الْأَسِيرِ بِسَارِيَةِ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤١)

باب: ٢٠- قیدی کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا

٧١٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

٧١٣- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

٧١٣_ أخرجه البخاري، الصلاة، باب دخول المشرك المسجد، ح:٤٦٩، ومسلم، الجهاد، باب ربط الأسير وحبسه وجواز المن عليه، ح:١٧٦٤ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح:٧٩١.

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرُبِطَ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. مُخْتَصَرٌ.

رسول اللہ ﷺ نے ایک گھوڑ سوار دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ قبیلۂ بنوحنیفہ کے ایک آدمی کو' جن کا نام ثمامہ بن اثال تھا' پکڑ کر لائے۔ یہ یمامہ والوں کے سردار تھے۔ آپ نے انھیں مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ یہ روایت مختصر ہے۔

فوائد ومسائل: ① آپ کے دور میں کوئی جیل تو تھی نہیں اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کبھی کبھار کوئی قیدی آتا تھا' اس لیے انھیں مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ اس میں ایک اور مقصد بھی تھا کہ وہ مسلمانوں کو عبادت کرتے' چلتے پھرتے اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے دیکھ کر متاثر ہوں اور مسلمان ہو جائیں اور ایسے ہی ہوا۔ وہ مسجد' وہاں اعمال صالحہ کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ ② قصۂ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی یہ روایت تو مختصر ہے لیکن صحیحین میں اس واقعے کی تفصیلی روایت موجود ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' المغازي' حديث:۴۳۷۲' وصحيح مسلم' الجهاد' حديث:۱۷۶۴)

(المعجم ۲۱) - إِدْخَالُ الْبَعِيرِ الْمَسْجِدَ (التحفة ۱٤۲)

باب:۲۱- مسجد میں اونٹ داخل کرنا

۷۱٤- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ، يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ.

۷۱۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ آپ حجر اسود کو چھڑی سے چھوتے تھے۔

فائدہ: اونٹ پر طواف کا بڑا مقصد لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دینا تھا تاکہ لوگ آنکھوں سے دیکھ کر حج کے طریقے جان لیں۔ آپ نے سارا حج ہی اونٹ پر کیا تھا۔ یہ طواف زیارت (۱۰ ذوالحجہ) کی بات ہے۔ ایک ذیلی مقصد دشمنوں سے آپ کی حفاظت بھی تھا۔ بعض نے اسے آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن اس خصوصیت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنے کی اجازت دی

۷۱٤_ أخرجه البخاري، الحج، باب استلام الركن بالمحجن، ح:۱٦۰۷، ومسلم، الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره . . . الخ، ح:۱۲۷۲ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرى، ح:۷۹۲.

تھی۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الحج، باب من صلی رکعتي الطواف......، حدیث: ۱۶۲۶) لہٰذا اس سے خصوصیت کا دعویٰ مجروح ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی پر طواف کسی مرض یا بھیڑ کی وجہ سے کیا تھا، لیکن یہ بھی ایک توجیہ ہی ہے، اس کی بھی کوئی بنیاد نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ضرورت کو دیکھا جائے۔ اگر کسی دور میں اس کی ضرورت محسوس ہو تو شرعاً اس کی اجازت ہے اگرچہ اس دور میں اونٹ یا کسی دوسرے حلال جانور پر طواف عقلاً محال لگتا ہے لیکن بات ضابطے اور اصول کی ہے کیونکہ اگر آج یہ نوبت نہیں آئی تو آئندہ کسی بھی وقت اس قسم کے حالات پیش آ سکتے ہیں۔ جو لوگ اونٹ وغیرہ حلال جانوروں پر طواف کے قائل نہیں ہیں، دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کے پیشاب اور گوبر کو نجس اور پلید سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسی بات قطعاً نہیں۔ احادیث کی روشنی میں حق بات یہی ہے کہ ان کا پیشاب اور گوبر ناپاک اور پلید نہیں، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ انسان اپنی طبعی نفاست کی وجہ سے اس سے کراہت محسوس کرتا ہے، وگرنہ اس طرح تو وہ تھوک اور بلغم وغیرہ سے بھی گھن کھاتا ہے۔ کیا ان کے لگنے سے کپڑے پلید ہو جاتے ہیں یا نیچے گرنے سے زمین نجس ہو جاتی ہے؟ ترجمۃ الباب میں امام نسائی ؒ کا رجحان بھی یہی لگتا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر اونٹ وغیرہ کو مسجد میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٢) - اَلنَّهْيُ عَنِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ (التحفة ١٤٣)

باب: ٢٢- مسجد میں خرید وفروخت اور نماز جمعہ سے پہلے حلقے بنانے کی ممانعت

٧١٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّحَلُّقِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ.

۷۱۵- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ سے قبل حلقے بنانے اور مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① نماز جمعہ سے قبل علمی حلقے قائم کرنا جمعہ کی اہمیت کو کم کرتا ہے، اس لیے جمعہ کے دن دینی

٧١٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، ح: ١٠٧٩ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٩٣، وحسنه الترمذي، ح: ٣٢٢. * ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ١٧٩.

تعلیمی اداروں میں چھٹی کی جاتی ہے۔ یا جمعۃ المبارک کے خطبے کے دوران میں حلقے بنانا منع ہے بلکہ سب لوگ ایک حلقے کی صورت میں امام کی طرف منہ کر کے بیٹھیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ میں حلقے کی صورت میں نہ بیٹھیں بلکہ صفوں کی سیدھ میں بیٹھیں تاکہ بعد میں نماز کی ادائیگی میں دقت نہ ہو' البتہ صف کی سیدھ میں بیٹھ کر منہ امام کی طرف ہی کیا جائے۔ ② مسجد میں خرید و فروخت کا جمعہ سے تعلق نہیں بلکہ مسجد میں خرید و فروخت کرنا ہر وقت منع ہے کیونکہ اس میں شور و غل' جھگڑا اور تکرار ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں مسجد کے تقدس کے خلاف ہیں۔ مسجد تو عبادت' ذکر اور قراءت قرآن کے لیے بنائی جاتی ہے' نیز مسجد میں خرید و فروخت کی اجازت سے نماز وغیرہ میں رکاوٹ پڑے گی اور مسجد کو آنے والا خالص عبادت کے لیے نہیں بلکہ خرید و فروخت کی نیت سے بھی آئے گا، اس طرح وہ آنے کے ثواب سے محروم رہے گا۔ مسجد کی طرف نماز کی تیاری اور نیت کے ساتھ آنا بھی تو بڑے ثواب کا کام ہے۔

(المعجم ٢٣) - اَلنَّهْيُ عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٤)

باب:۲۳-مسجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت

٧١٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ.

۷۱۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: اشعار عام طور پر مبالغہ آرائی بلکہ کذب کا شاہکار ہوتے ہیں' اس لیے ان سے منع فرمایا ورنہ اگر کوئی شعر حمد و نعت اور وعظ و نصیحت کے قبیل سے ہو تو انھیں پڑھا جا سکتا ہے جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اسلامی اشعار' اس کے باوجود شعروں کی کثرت اچھی چیز نہیں' اس لیے کہ شعر قرآن سے غافل کر دیتے ہیں۔ شعروں کا قافیہ اور وزن دل کو لبھاتا ہے' اس لیے اللہ والوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو قرآن کی بجائے شعروں میں زیادہ مزہ آتا ہے۔

(المعجم ٢٤) - اَلرُّخْصَةُ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ الْحَسَنِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٥)

باب:۲۴-مسجد میں اچھے شعر پڑھنے کی رخصت

٧١٦ـ تخريج: [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية البيع والشراء . . . الخ، ح: ٣٢٢ عن قتيبة به، وقال: "حسن"، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٩٤. ﴿ ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ١٧٩. أطراف المسند: ٤/ ٣٢، ح: ٥١٧١.

٧١٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَّهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ أَنْشَدْتُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَجِبْ عَنِّي، اَللَّهُمَّ! أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ.» قَالَ: اَللَّهُمَّ نَعَمْ!.

۷۱۷-حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں گھور کر دیکھا تو وہ کہنے لگے: میں نے اس وقت بھی (مسجد میں) شعر پڑھے ہیں جب اس میں آپ سے بہتر شخصیت موجود تھی (یعنی نبی ﷺ) پھر وہ (حسان رضی اللہ عنہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''(اے حسان!) میری طرف سے (کافروں کو) جواب دو۔ اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تائید وحمایت اور دیگر اسی قسم کی باتوں کے لیے مساجد میں اشعار پڑھنا جائز ہے۔

(المعجم ٢٥) - اَلنَّهْيُ عَنْ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٦)

باب: ۲۵-مسجد میں گم شدہ جانور (وغیرہ) کا اعلان کرنے کی ممانعت

٧١٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَّنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا وَجَدْتَ».

۷۱۸-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آیا اور مسجد میں گم شدہ جانور کا اعلان کرنے لگا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کرے تجھے نہ ملے۔''

٧١٧ـ أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، ح:٣٢١٢، ومسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه، ح:٢٤٨٥/ ١٥١ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٩٥.

٧١٨ـ [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح:٧٩٦، وله شواهد عند مسلم، ح:٥٦٨، ٥٦٩ وغيره.

فوائد و مسائل: ① بعض روایات میں ہے کہ وہ آدمی مسجد میں منہ اندر کر کے کہنے لگا: کسی نے میرا سرخ اونٹ دیکھا ہے؟ تو آپ نے یہ فرمایا۔ (صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۵۶۹) ② مسجد کو ایسے اعلان کی جگہ بنانا درست نہیں۔ ہاں! اگر کوئی نمازی آدمی نماز پڑھنے آئے اور اپنی گم شدہ چیز کا تذکرہ ساتھیوں سے کر دے تو منع نہیں کیونکہ یہ عرفاً اعلان میں نہیں آتا۔ ③ حدیث میں صرف جانور کا ذکر ہے مگر اس کے علاوہ دیگر اشیاء جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے' ان کا بھی یہی حکم ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے' البتہ گم شدہ بچے کا اعلان اس میں نہیں آتا کیونکہ اس کو [ضَالَّة] نہیں کہتے۔

(المعجم ٢٦) - إِظْهَارُ السِّلَاحِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٧)

باب:۲۶- مسجد میں اسلحہ ننگا کر کے چلنا

٧١٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ الزُّهْرِيُّ بَصْرِيٌّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرٍو: أَسَمِعْتَ جَابِرًا يَقُولُ: مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خُذْ بِنِصَالِهَا؟» قَالَ: نَعَمْ.

۷۱۹- سفیان کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا: کیا آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایک آدمی اپنے تیر لے کر مسجد سے گزرا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''ان کی نوکوں کو ہاتھ میں پکڑ لو۔'' اس نے کہا: جی ہاں۔

فائدہ: تفصیلی روایت میں ہے کہ اس نے تیروں کو نوکوں کی جانب سے ننگا کیا ہوا تھا۔ خطرہ تھا کہ وہ کسی کو لگ نہ جائیں' اس لیے آپ نے فرمایا: ''تیروں کی نوکوں کو پکڑ لو تا کہ نقصان نہ پہنچائیں۔'' گویا مسجد میں اسلحہ لایا جا سکتا ہے مگر بند حالت میں تا کہ کسی کو اتفاقاً لگ نہ جائے۔ اگرچہ اسلحے سے پرہیز ہی بہتر ہے کیونکہ اسلحے کی موجودگی میں اشتعال آ جائے تو اسے چلایا جا سکتا ہے جس سے بہت بڑا فساد رونما ہونے کا خطرہ ہے۔

(المعجم ٢٧) - تَشْبِيكُ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٨)

باب:۲۷- مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں پھنسانا

٧٢٠- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۷۲۰- حضرت اسود سے روایت ہے کہ میں اور علقمہ

٧١٩_ أخرجه البخاري، الصلاة، باب: يأخذ بنصول النبل إذا مر في المسجد، ح: ٤٥١، ومسلم، البر والصلة، باب أمر من مر بسلاح في مسجد أو سوق ... الخ، ح: ٢٦١٤/ ١٢٠ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٩٧.

٧٢٠_ أخرجه مسلم، المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع ونسخ التطبيق، ح: ٥٣٤ من ◀◀

قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعَلْقَمَةُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ لَنَا: أَصَلَّى هٰؤُلَاءِ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: قُومُوا فَصَلُّوا، فَذَهَبْنَا لِنَقُومَ خَلْفَهُ، فَجَعَلَ أَحَدَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرَ عَنْ شِمَالِهِ، فَصَلَّى بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ، فَجَعَلَ إِذَا رَكَعَ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَجَعَلَهَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ آپ نے ہم سے پوچھا: ان لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو آپ نے ہم میں سے ایک کو اپنی دائیں اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کر لیا اور انھوں نے بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور جب رکوع کرتے تھے تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر گھٹنوں کے درمیان رکھ لیتے تھے۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد و مسائل: ① امام صاحب کا تشبیک پر استدلال واضح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشبیک نماز کے اندر کی۔ اور نماز عموماً مسجد میں پڑھی جاتی ہے' لہٰذا مسجد میں تشبیک جائز ہے' البتہ اس پر اعتراض ہے کہ رکوع میں تشبیک کر کے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنا جسے علمی اصطلاح میں تطبیق کہتے ہیں' بالاتفاق منسوخ ہے' لہٰذا منسوخ سے استدلال کیسے ہو سکتا ہے جس طرح کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ رکوع یا نماز کے اندر ہے' آگے پیچھے مسجد میں منع نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس نسخ کا علم نہ ہوا جبکہ دیگر صحابہ' مثلاً: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے صراحتاً اس کا نسخ ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' المساجد' حدیث: ۵۳۵) یہاں ایک اور قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو یا گھر سے نماز کی نیت سے نکلا ہو تو کیا تشبیک کر سکتا ہے؟ احادیث کو دیکھا جائے تو کچھ احادیث میں اس کی ممانعت ہے اور کچھ میں اس کا اثبات اور جواز ہے' یعنی بعض مواقع پر خود نبی ﷺ نے تشبیک کی ہے۔ اس کی تطبیق یہ ہے' جس کی وضاحت ابن منیر نے فرمائی ہے کہ بلاوجہ یا بلاضرورت ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا ممنوع ہے کیونکہ یہ عمل عبث اور بے فائدہ ہے۔ اگر تعلیم و تفہیم یا تمثیل کی خاطر ہو تو درست ہے۔ اور جہاں کہیں احادیث میں اس کا اثبات ہے' وہاں یہی مقصود ہے۔ بعض کے بقول اگر نماز میں ہو یا نماز کا قصد ہو تو منع ہے۔ ممانعت کی احادیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اگر نماز کا قصد نہ ہو بلکہ ویسے ہی مسجد میں بیٹھا ہو تو اس طرح تشبیک کر لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حرمت کی ایک خاص حالت یا خاص وقت

◀◀ حديث الأعمش به، وهو في الكبرى، ح: ٧٩٨.

ہے' لہٰذا اوقات نماز کے علاوہ جب بھی چاہے' جائز ہے۔ امام نسائی ؒ کی تبویب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ۷۳۲/۱' حديث: ۴۸۱) تشبیک کی حرمت پر دلالت کرنے والی بعض روایات کو کچھ علماء نے کمزور قرار دیا ہے لیکن ان کی حجیت وصحت ہی راجح ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: ۹۳/۳) ③ دو مقتدیوں کا امام کے دائیں بائیں کھڑا ہونا بھی منسوخ ہے۔ اس کا نسخ بھی متفق علیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر کے اندر نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے جس میں آپ نے انس اور ان کے بھائی کو اپنے پیچھے اور ان کی والدہ یا دادی کو ان کے پیچھے کھڑا کیا تھا۔ (صحيح البخاري' الصلاة' حديث: ۳۸۰ وصحيح مسلم' المساجد' حديث: ۶۵۸) ④ مسجد میں اذان اور جماعت ہو چکی ہو تو پھر مسجد کے اندر یا قریبی محلے میں بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اصل اذان واقامت کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان اصحاب وغیرہ کا موقف یہی ہے کہ جب اذان اور اقامت کے ساتھ نماز باجماعت ہو چکی ہو تو اس کے بعد آنے والے لوگ اذان اور اقامت کے بغیر نماز پڑھیں' یعنی انھیں پہلے والے لوگوں کی اذان اور اقامت ہی کافی ہے۔ اب وہ جماعت کرائیں تو بغیر اقامت کے کرائیں جبکہ جمہور علمائے سلف اور خلف کا موقف اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے والے لوگوں کی اقامت کافی نہیں ہوگی بلکہ ان کے حق میں اقامت کہنا مسنون ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبىٰ' شرح سنن النسائي: ۶۹/۹)

امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر معلقاً ذکر کیا ہے' فرماتے ہیں: [جَاءَ أَنَسٌ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ، فَأَذَّنَ، وَ أَقَامَ، وَصَلّٰى جَمَاعَةً] (صحيح البخاري' الأذان' باب فضل صلاة الجماعة' رقم الباب: ۳۰) ''حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک ایسی مسجد میں تشریف لائے جس میں نماز پڑھی جا چکی تھی تو انھوں نے اذان اور اقامت کہی اور باجماعت نماز پڑھی۔'' مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں یہ اثر موصولاً منقول ہے۔ شیخ البانی ؒ نے اس کی سند صحیح قرار دی ہے۔ دیکھیے: (مختصر صحيح البخاري بتحقيق الألباني: ۲۰۹/۱)

۷۲۱- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

۷۲۱- حضرت اعمش کی یہ حدیث حضرت اسحاق بن ابراہیم نے ہمیں بواسطہ نضر' شعبہ سے مذکورہ حدیث کے ہم معنی بیان کی ہے۔

فائدہ: یہ دونوں سندیں ایک ہی حدیث کی ہیں' دونوں میں حضرت اعمش ہیں۔ اتفاق یہ ہے کہ امام نسائی ؒ کو دونوں سندیں بیان کرنے والے استاد اسحاق بن ابراہیم ہی ہیں۔ سندوں کا اختلاف اسحاق اور اعمش

۷۲۱۔ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرىٰ، ح: ۷۹۹.

کے بین بین ہے۔ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ لیکن پہلی سند عالی ہے کہ اس میں مصنف اور اعمش کے درمیان دو واسطے ہیں جبکہ دوسری سند نازل کہ مصنف اور اعمش کے مابین تین واسطے ہیں۔ [فَذَكَرَ نَحْوَهُ] احتمال ہے کہ اس سے مراد امام نسائی کے شیخ اسحاق ہوں' انھوں نے یہ حدیث اپنی دوسری سند (نضر عن شعبة) کے ساتھ پہلی حدیث کے مفہوم کے قریب قریب بیان کی ہے اور ممکن ہے کہ اس سے مراد امام شعبہ ہوں کہ انھوں نے یہ حدیث عیسیٰ بن یونس کی حدیث کے ہم معنیٰ ذکر کی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢٨) - اَلْاِسْتِلْقَاءُ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٤٩)

باب:۲۸- مسجد میں چت (گدی کے بل) لیٹنا

٧٢٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ: أَنَّهُ رَأٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى.

۷۲۲- حضرت عباد بن تمیم کے چچا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں سیدھے (چت) لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

فائدہ: ایک روایت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنے کی ممانعت بھی وارد ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، اللباس، حدیث: (۷۲)-۲۰۹۹) بعض علماء کے بقول دونوں روایات میں تطبیق یوں ہے کہ ٹانگیں بچھی ہوئی ہوں تو پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنا جائز ہے کیونکہ اس طرح پردہ صحیح ہو جاتا ہے اور اگر گھٹنے کھڑے ہوں اور ٹانگ پر ٹانگ رکھی ہو تو یہ منع ہے کیونکہ یہ شکل دیکھنے میں قبیح لگتی ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ کے بقول ممانعت والی حدیث منسوخ ہے' لیکن اس کی دلیل ہونی چاہیے۔ راجح یہ ہے کہ اگر پردہ برقرار رہے تو چت لیٹ کر کسی بھی طرح ٹانگوں پر ٹانگیں رکھی جا سکتی ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں' یہ جائز ہے اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

(المعجم ٢٩) - اَلنَّوْمُ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٥٠)

باب:۲۹- مسجد میں سونا

٧٢٣- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ:

۷۲۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اللہ

٧٢٢_ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الاستلقاء في المسجد ومد الرجل، ح: ٤٧٥، ومسلم، اللباس، باب في إباحة الاستلقاء . . . الخ، ح: ٢١٠٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٧٣، والكبرٰى، ح: ٨٠٠.

٧٢٣_ أخرجه البخاري، الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد، ح: ٤٤٠ من حديث يحيى القطان، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، ح: ٢٤٧٩ من حديث عبيدالله بن عمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠١.

حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ عَزْبٌ لَا أَهْلَ لَهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ.

کے رسول ﷺ کے دور میں مسجد نبوی میں سو جایا کرتے تھے جب کہ وہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے اور ان کا گھر بار نہ تھا۔

فائدہ: مسجد سونے کے لیے نہیں بنائی گئی' لہٰذا مسجد کو بلا وجہ اور مستقل سونے کے لیے استعمال کرنا درست نہیں' البتہ ضرورت کے پیش نظر جائز ہے' مثلاً: نماز کے انتظار میں کچھ دیر ستا لینا یا اعتکاف کے دوران میں آرام کرنا یا بے گھر اور مسافر آدمی کا مسجد میں ٹھہرنا' اسی طرح طالب علم جو مسجد میں تعلیم حاصل کر رہا ہو' کا مسجد میں رہائش اختیار کرنا وغیرہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چونکہ غیر شادی شدہ تھے' لہٰذا بے گھر کے زمرے میں آتے تھے۔ اس حدیث سے مزید ایک اور بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اجازت صرف بوڑھے کے لیے نہیں بلکہ نوجوان بھی سو سکتا ہے۔

(المعجم ٣٠) - اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ١٥١)

باب:٣٠-مسجد میں تھوکنا

٧٢٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا».

٧٢٤- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا غلطی (گناہ) ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔''

فائدہ: تھوک غلاظت کا سبب ہے' لہٰذا مسجد میں تھوکنا منع ہے۔ کچی مسجد ہو تو اسے مٹی میں دفن کیا جا سکتا ہے اور اگر فرش پختہ ہو تو کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جائے۔ نماز کے اندر اگر تھوک ضبط نہ کیا جا سکے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر کپڑے کو مل دیا جائے تاکہ کپڑا بھی گندا محسوس نہ ہو' یا ٹشو پیپر ہو تو اس میں تھوک لیا جائے' اور یہ بہتر ہے۔

(المعجم ٣١) - اَلنَّهْيُ عَنْ أَنْ يَّتَنَخَّمَ الرَّجُلُ فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٥٢)

باب:٣١-مسجد کی سامنے والی دیوار کی طرف کھنکھارنے کی ممانعت

٧٢٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد ... الخ، ح: ٥٥٢ عن قتيبة، والبخاري، الصلاة، باب كفارة البزاق في المسجد، ح: ٤١٥ من حديث قتادة به، وهو في الكبرى، ح: ٨٠٢.

٧٢٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ، عَنْ نَّافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى».

٧٢٥- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلے والی دیوار پر تھوک لگا دیکھا۔ آپ نے اسے کھرچ دیا' پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب انسان نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے سامنے ہوتا ہے۔''

فائدہ: ''اللہ عزوجل اس کے سامنے ہوتا ہے۔'' کیسے ہوتا ہے؟ جیسے اس کی شان عظیم کے لائق ہے۔ اس کا انکار درست نہیں اور نہ تاویل کرنا ہی مناسب ہے۔ اہل سنت والجماعت اور محدثین رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل کے ظاہر الفاظ کا بھی یہی تقاضا ہے' اس لیے جب عام انسان سے ہم کلام ہوتے ہوئے اس کے سامنے تھوکنا اس کی توہین ہے تو نماز میں سامنے تھوکنا یقیناً اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔

(المعجم ٣٢) - ذِكْرُ نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ أَنْ يَّبْصُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَّمِينِهِ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ (التحفة ١٥٣)

باب: ٣٢- نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص نماز میں اپنے سامنے یا دائیں تھوکے

٧٢٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ، وَنَهَى أَنْ يَّبْصُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَّمِينِهِ وَقَالَ: «يَبْصُقُ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى».

٧٢٦- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد کی قبلے والی دیوار پر تھوک لگا دیکھا۔ آپ نے اسے کنکری سے کھرچ دیا اور منع فرمایا کہ نمازی اپنے سامنے یا دائیں تھوکے بلکہ فرمایا: ''وہ اپنے بائیں جانب تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے۔''

٧٢٥ـ أخرجه مسلم، المساجد، ح:٥٤٧/ ٥١ (انظر الحديث السابق) عن قتيبة، والبخاري، الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد، ح:٤٠٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيىٰ): ١/ ١٩٤، والكبرىٰ، ح:٨٠٣.

٧٢٦ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب: ليبصق عن يساره ... الخ، ح:٤١٤، ومسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد ... الخ، ح:٥٤٨/ ٥٢ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرىٰ، ح:٨٠٤.

فائدہ: دائیں طرف تھوکنا اس لیے منع ہے کہ دائیں طرف فرشتۂ رحمت ہوتا ہے اور بائیں طرف تھوکنا اس وقت جائز ہوگا جب کوئی دوسرا اس جانب نہ ہو کیونکہ یہ اس کی داہنی جانب ہوگی۔ یا قدم کے نیچے تھوک لے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے ان فرامین کو ان مساجد پر محمول کیا جائے گا جہاں زمین کچی ہو کہ تھوکنے کے بعد اسے دفن کرنا بھی آسان ہو نیز اس سے کسی کو اذیت بھی نہ پہنچے یعنی ان خاص حالات کو بھی مدنظر رکھا جائے جن میں اس قسم کے احکام صادر ہوئے۔ آج کل تقریباً تمام یا اکثر مساجد پکی ہی بنی ہوتی ہیں بلکہ فرش پر سنگِ مرمر لگا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ کچھ ایسی بھی ہیں جہاں چٹائیاں یا سرے سے پوری مسجد میں عمدہ اور نفیس قالین بچھے ہوتے ہیں۔ وہاں تھوکنا یقیناً نامناسب بلکہ تمام اہل مسجد کے لیے انتہائی اذیت کا باعث ہوگا۔ ممکن ہے آئندہ پیش آنے والے حالات کے پیش نظر ہی نبی ﷺ نے کپڑے وغیرہ میں تھوک کر مسلنے کی ہدایت فرمائی ہو۔ آج کل اسی صورت کو اپنانا چاہیے تاکہ ضرورت بھی پوری ہو جائے اور مسجد بھی صاف رہے۔ (مزید دیکھیے، حدیث: ۷۲۴)

(المعجم ٣٣) - اَلرُّخْصَةُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَّبْصُقَ خَلْفَهُ أَوْ تِلْقَاءَ شِمَالِهِ (التحفة ١٥٤)

باب: ۳۳- نمازی کو اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے

٧٢٧- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُحَارِبِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كُنْتَ تُصَلِّي فَلَا تَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَا عَنْ يَّمِينِكَ، وَابْصُقْ خَلْفَكَ أَوْ تِلْقَاءَ شِمَالِكَ إِنْ كَانَ فَارِغًا، وَإِلَّا فَهٰكَذَا» وَبَزَقَ تَحْتَ رِجْلِهِ وَدَلَكَهُ.

۷۲۷- حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تو نماز پڑھتا ہو تو اپنے سامنے یا دائیں جانب نہ تھوک۔ اگر خالی جگہ ہو (نمازی نہ ہوں) تو اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوک ورنہ ایسے کر۔“ اور آپ نے پاؤں کے نیچے تھوکا اور اسے مل دیا۔

(المعجم ٣٤) - بِأَيِّ الرِّجْلَيْنِ يَدْلُكُ [بُصَاقَهُ] (التحفة ١٥٥)

باب: ۳۴- کس پاؤں سے تھوک کو ملے؟

٧٢٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب [ماجاء] في كراهية البزاق في المسجد، ح: ٥٧١ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠٥، وسنن أبي داود، ح: ٤٧٨، وابن ماجه، ح: ١٠٢١.

٧٢٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَنَخَّعَ فَدَلَكَهُ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

٧٢٨-حضرت شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ نے کھنکھار پھینکا اور بائیں پاؤں سے مٹی میں مل دیا۔

(المعجم ٣٥) - تَخْلِيقُ الْمَسَاجِدِ (التحفة ١٥٦)

باب:٣٥-مسجد کو خلوق (خوشبو) لگانا

٧٢٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهُ، فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَحَكَّتْهَا وَجَعَلَتْ مَكَانَهَا خَلُوقًا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَحْسَنَ هٰذَا».

٧٢٩-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی سامنے والی دیوار پر کھنکھار لگا دیکھا تو آپ غصے میں آ گئے حتی کہ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا۔ انصار کی ایک عورت اٹھی' اس نے کھنکھار کو کھرچا اور اس کی جگہ خوشبو لگا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیا ہی خوب ہے!''

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو محقق کتاب نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین میں سے بعض نے اسے صحیح اور بعض نے حسن قرار دیا ہے اور انھی کی رائے اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے کیونکہ دیگر صحیح روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ دیگر روایات میں مذکور مضمون کی اس روایت سے تردید یا مخالفت بھی نہیں ہوتی' لہٰذا مذکورہ روایت قابل عمل ہے۔ مزید دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: ١٢٠/٧' حديث: ٣٠٥٠' و سنن ابن ماجه بتحقيق الدكتور بشار عواد' حديث: ٧٦٢) ② مسجد میں گند لگا ہو تو اسے کھرچ کر یا صاف کر کے خوشبو لگا دینا اچھا عمل ہے۔ خلوق ایک رنگ دار خوشبو ہے جسے عورتیں استعمال کرتی ہیں کیونکہ مرد کے لیے رنگ دار خوشبو کا استعمال منع ہے' البتہ مسجد کو یہ خوشبو لگانا جائز ہے۔

٧٢٨ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد . . . الخ، ح: ٥٥٤/ ٥٩ من حديث الجريري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠٦.

٧٢٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب كراهية النخامة في المسجد، ح: ٧٦٢ من حديث عائذ بن حبيب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠٧، وأعله البخاري في التاريخ الكبير: ٧/ ٦٠.

(المعجم ٣٦) - اَلْقَوْلُ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَعِنْدَ الْخُرُوجِ مِنْهُ (التحفة ١٥٧)

٧٣٠- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْغَيْلَانِيُّ بَصْرِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ وَّأَبَا أُسَيْدٍ يَقُولَانِ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ: إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ».

باب:٣٦-مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلتے وقت کیا پڑھیں؟

٧٣٠-حضرت ابوحمید اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے: [اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب مسجد سے باہر نکلے تو کہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔''

فائدہ: داخل ہوتے وقت رحمت الٰہی کا حصول مقصود ہوتا ہے اور باہر آ کر طلب رزق کا کام ہوتا ہے' اس لیے دونوں دعائیں موقع محل کے مطابق ہیں۔ رحمت سے اخروی نعمتیں اور مغفرت مراد ہے۔ فضل' دنیوی نعمت اور رزق دونوں پر بولا جاتا ہے۔

(المعجم ٣٧) - اَلْأَمْرُ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْجُلُوسِ فِيهِ (التحفة ١٥٨)

٧٣١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ»

باب:٣٧-مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم

٧٣١-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔''

٧٣٠ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد، ح: ٧١٣ من حديث سليمان بن بلال عن ربيعة بن أبي عبدالرحمٰن به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٠٨.

٧٣١ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحية المسجد بركعتين، ح: ٧١٤ عن قتيبة، والبخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، ح: ٤٤٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيىٰ): ١/ ١٦٢، والكبرٰى، ح: ٨٠٩.

فوائد و مسائل: ① ان دو رکعتوں کی مشروعیت واضح ہے۔ اس نماز کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ چونکہ مسجد نماز کے لیے بنائی گئی ہے، لہٰذا مسجد میں آنے والا شخص سب سے پہلے نماز پڑھے۔ اوقات مکروہہ میں داخل ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ پھر بھی دو رکعت پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ وہ صلاۃ سببی (جس نماز کا کوئی خاص سبب ہو) کو اوقات مکروہہ میں جائز سمجھتے ہیں۔ مطلق نفل منع ہیں، محدثین کی اکثریت یہی رائے رکھتی ہے جب کہ علمائے احناف مطلق نہی کے پیش نظر ہر قسم کی نفل نماز کو ان اوقات میں منع سمجھتے ہیں۔ ظاہر الفاظ ان کی تائید کرتے ہیں مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے سے تمام احادیث قابل عمل ٹھہرتی ہیں اور مختلف روایات میں واقع تعارض اور اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ أعلم. ② "بیٹھنے سے پہلے" اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیٹھنے کے بعد نہ پڑھے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ داخل ہوتے ہی پڑھے۔ چونکہ مقصد یہ ہے کہ مسجد میں آ کر نماز پڑھے، لہٰذا کوئی ضروری نہیں کہ مخصوص نفل ہی پڑھے بلکہ فرض، سنت، نفل جو بھی پڑھ لے کفایت ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ جماعت کے وقت مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے الگ تحیۃ المسجد پڑھے ہوں۔

(المعجم ٣٨) - اَلرُّخْصَةُ فِي الْجُلُوسِ فِيهِ وَالْخُرُوجِ مِنْهُ بِغَيْرِ صَلَاةٍ (التحفة ١٥٩)

باب:٣٨- مسجد میں آ کر بیٹھنے اور بغیر نماز پڑھے واپس جانے کی اجازت

٧٣٢- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حَدِيثَهُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَالَ: وَصَبَّحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَادِمًا، وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ

٧٣٢- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، کہ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے، اور آپ جب سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے مسجد میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ (اس دن بھی) جب آپ نے یہ کچھ کر لیا تو جو لوگ اس غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے آ کر اپنا اپنا عذر پیش کرنے لگے اور

٧٣٢ـ أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله: "لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والأنصار"، ح: ٤٦٧٦ من حديث ابن وهب به مختصرًا ومطولاً، ومسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين في المسجد لمن قدم من سفر أول قدومه، ح: ٧١٦ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١٠، وسيأتي أطرافه، وأخرجه أبوداود، ح: ٢٢٠٢، ٣٣١٧ عن سليمان بن داود به.

فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ فَطَفِقُوا يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ وَكَانُوا بِضْعًا وَّثَمَانِينَ رَجُلًا، فَقَبِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى جِئْتُ، فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ: «تَعَالَ» فَجِئْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي: «مَا خَلَّفَكَ أَلَمْ تَكُنِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي وَاللّٰهِ! لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ! لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ لِتَرْضٰى بِهِ عَنِّي لَيُوشِكُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُسْخِطُكَ عَلَيَّ، وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ! مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللهُ فِيكَ». فَقُمْتُ فَمَضَيْتُ. مُخْتَصَرٌ.

(یقین دلانے کے لیے) قسمیں کھانے لگے۔ یہ اَسّی سے زائد آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا اور ان سے بیعت اطاعت لے لی اور ان کے لیے بخشش طلب فرمائی اور ان کی باطنی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیا حتی کہ میں بھی آیا۔ جب میں نے سلام کہا تو آپ ناراض شخص کی طرح مسکرائے، پھر فرمایا: ''آگے آؤ۔'' میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا: ''تم کیسے پیچھے رہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر میں (آپ کی بجائے) کسی دنیا دار (سردار) کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں جانتا ہوں کہ یقیناً میں اس کی ناراضی اور غصے سے نکل جاتا کیونکہ مجھے بات کرنے کا طریقہ (خوب) عنایت ہوا ہے۔ لیکن واللہ! مجھے یقین ہے کہ آپ کو راضی کرنے کے لیے اگر میں نے آپ سے جھوٹ کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں نے آپ کو سچ سچ کہہ دیا تو آپ (وقتی طور پر) مجھ سے ناراض ہو جائیں گے، لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ واللہ! میں کبھی بھی اس قدر صاحب استطاعت و سہولت نہیں ہوا جس قدر اب تھا جب آپ سے پیچھے رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے (پھر مجھ سے فرمایا:) تم اٹھ جاؤ، حتی کہ تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائے۔'' میں اٹھ کے چلا آیا۔ یہ روایت مختصر ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ واقعہ بہت لمبا ہے، یہاں صرف ایک حصہ بیان ہوا ہے۔ تفصیل صحیحین میں مذکور ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، المغازي، حدیث: ٤٤١٨، و صحیح مسلم، التوبة، حدیث: ٢٧٦٩) ② حدیث

میں صراحت نہیں کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے تحیۃ المسجد پڑھی ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کی تبویب سے یہی غرض ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٩) - صَلَاةُ الَّذِي يَمُرُّ عَلَى الْمَسْجِدِ (التحفة ١٦٠)

باب: ٣٩- جو مسجد سے گزرے وہ بھی تحیۃ المسجد پڑھے

٧٣٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ بْنِ أَعْيَنَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ عُثْمَانَ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ: كُنَّا نَغْدُو إِلَى السُّوقِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَمُرُّ عَلَى الْمَسْجِدِ فَنُصَلِّي فِيهِ.

٧٣٣- حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں بازار کو جاتے ہوئے مسجد کے پاس سے گزرتے تو اس میں نماز پڑھتے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس سے عنوان باب پر استدلال صحیح نہیں، تاہم اگر اس کا اہتمام کر لیا جائے تو بہتر اور باعث برکت ہے لیکن ضروری نہیں۔

(المعجم ٤٠) - اَلتَّرْغِيبُ فِي الْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ (التحفة ١٦١)

باب: ٤٠- مسجد میں بیٹھ کر (اگلی) نماز کا انتظار کرنے کی ترغیب

٧٣٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ

٧٣٤- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تحقیق فرشتے اس شخص کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں جو اس جگہ بیٹھا رہتا ہے جس جگہ اس نے نماز پڑھی: اے اللہ! اسے معاف فرما،

٧٣٣- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني (الكبير: ٢٢/ ٣٠٣، ٣٠٤، ح: ٧٧٠) من حديث الليث بن سعد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١١. * مروان بن عثمان ضعفه النسائي والجمهور.

٧٣٤- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الحدث في المسجد، ح: ٤٤٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٦٠، والكبرٰى، ح: ٨١٢، وأخرجه مسلم، ح: ٦٦١/ ٢٧٣ من طريق آخر عن أبي هريرة به.

الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ». اے اللہ! اس پر رحم فرما' جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔''

فائدہ: مسجد میں بیٹھنا ذکر کے لیے ہوگا یا اگلی نماز کے انتظار کے لیے' دونوں صورتوں میں وضو ہونا چاہیے۔ بے وضو مسجد میں ٹھہرنا زیادہ فضیلت کا باعث نہیں کیونکہ اس حالت میں آدمی فرشتوں کی دعا سے محروم رہتا ہے جو کہ ایک فضیلت سے محرومی ہے۔

٧٣٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ ابْنُ مُضَرَ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّ يَحْيَى بْنَ مَيْمُونٍ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلًا السَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي الصَّلَاةِ».

۷۳۵- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جو شخص مسجد میں بیٹھ کر اگلی نماز کا انتظار کرتا ہے' وہ (حکماً اور ثواب کے لحاظ سے) نماز ہی میں ہوتا ہے۔''

(المعجم ٤١) - ذِكْرُ نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ (التحفة ١٦٢)

باب: ۴۱- اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے سے نبی ﷺ کی ممانعت کا بیان

٧٣٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ.

۷۳۶- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: اونٹوں کے باڑے میں نماز سے منع کی وجہ نجاست نہیں ورنہ بکریوں کے باڑے میں بھی منع ہونی چاہیے' حالانکہ اس میں نماز پڑھنے کی صراحتاً اجازت آئی ہے۔ فعلی روایت بھی گزر چکی ہے۔ (دیکھیے' حدیث: ۷۰۳) نہی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اونٹ کو شیطان الدواب کہا گیا ہے' یعنی یہ بڑا شریر جانور ہے۔ طاقت ور اور ضدی ہے۔ نمازی کو ہر وقت دھڑکا لگا رہے گا کہ کہیں منہ میں نہ ڈال لے یا اوپر ہی نہ بیٹھ جائے یا ٹانگ نہ دے مارے

٧٣٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٥/ ٣٣١ من حديث عياش به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١٣، وصححه ابن حبان، ح: ٤٢٣، ٤٢٤.

٧٣٦ـ [حسن] أخرجه ابن ماجه، المساجد، باب الصلاة في أعطان الإبل ومراح الغنم، ح: ٧٦٩ من حديث الحسن به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١٤، وله شواهد في صحيح مسلم، ح: ٣٦٠ وغيره.

تو اس کی توجہ نماز کی بجائے اونٹوں کی طرف لگی رہے گی۔ اس طرح خشوع وخضوع نہ رہے گا۔ اگر باڑہ اونٹوں سے خالی ہو تو کیا نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ ظاہر تو یہ ہے کہ پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ مذکورہ خطرہ نہیں رہا، مگر ممکن ہے کہ شیطان کی طرف نسبت کی بنا پر خالی باڑے میں شیطانی اثرات رہتے ہوں، اس لیے ظاہر الفاظ کے اعتبار سے اجتناب بہتر ہے۔

(المعجم ٤٢) - اَلرُّخْصَةُ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٦٣)

باب:۴۲- اس کی رخصت

٧٣٧- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا، أَيْنَمَا أَدْرَكَ رَجُلٌ مِّنْ أُمَّتِي الصَّلَاةَ صَلّٰى».

۷۳۷- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور ذریعۂ طہارت بنائی گئی ہے، لہٰذا میرے کسی امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے، وہ وہیں نماز پڑھ لے۔''

فائدہ: یہ روایت عام ہے۔ سابقہ روایت خاص ہے، لہٰذا اس عام کو اس سے خاص کیا جائے گا جس طرح پلید زمین پر، قبرستان اور مذبح میں نماز منع ہے، اسی طرح اونٹوں کے باڑے میں بھی منع ہے۔

(المعجم ٤٣) - اَلصَّلَاةُ عَلَى الْحَصِيرِ (التحفة ١٦٤)

باب:۴۳- چٹائی پر نماز پڑھنا

٧٣٨- أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَّأْتِيَهَا فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهَا فَتَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، فَأَتَاهَا

۷۳۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ ہمارے گھر تشریف لائیں اور نماز پڑھیں تاکہ ہم (تبرکاً) اس جگہ کو نماز کے لیے مقرر کر لیں۔ آپ تشریف لائے تو انھوں (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے ایک چٹائی اٹھائی اور اسے پانی سے گیلا کیا، پھر آپ نے نماز پڑھی

٧٣٧- [صحيح] تقدم، ح: ٤٣٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١٥.

٧٣٨- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الحصير، ح: ٣٨٠، وغيره، ومسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة . . . الخ، ح: ٦٥٨ من حديث إسحاق بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨١٦.

فَعَمِدَتْ إِلٰى حَصِيرٍ فَنَضَحَتْهُ بِمَاءٍ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلَّوْا مَعَهُ.

اورسب (گھروالوں) نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① تبرک کی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ (دیکھیے حدیث:۷۰۲) ② "حصیر" کھجور کی چٹائی کو کہتے ہیں۔ اس پر پانی ڈالنا صفائی یا نرم کرنے کے لیے تھا۔ ③ باب کا مقصد یہ ہے کہ زمین پر نماز پڑھنا ضروری نہیں اور نہ ماتھے کو مٹی کا لگنا ہی شرط ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے بلکہ کسی بھی مطمئن اور پاک چیز پر نماز پڑھی جا سکتی ہے وہ کپڑا ہو یا لکڑی پتے ہوں یا چمڑا جیسا کہ آئندہ روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ④ سورۂ بنی اسرائیل آیت:۸ میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾ "اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔" اس میں حصیر سے مراد قید خانہ ہے نہ کہ وہ چٹائی جو نماز کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ گویا اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید بھی ہوتی ہے جو چٹائی وغیرہ کو نماز کے لیے مکروہ سمجھتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ ممکن ہے امام صاحب اس قسم کی روایات سے جن میں چٹائی پر نماز پڑھنے کی مشروعیت ہے اس روایت کے ضعف یا شذوذ کی طرف اشارہ کر رہے ہوں جس میں اس کے استعمال کی نفی ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبىٰ شرح سنن النسائي:۹/۲۷۲)

(المعجم ٤٤) - اَلصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ (التحفة ١٦٥)

باب:۴۴- چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا

٧٣٩- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ - يَعْنِي الشَّيْبَانِيَّ - عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

۷۳۹- حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: حَصِیر بڑی چٹائی ہوتی ہے اور خُمْرَہ چھوٹی چٹائی۔ بعض کا خیال ہے کہ خمرہ صرف چہرے اور ہتھیلیوں کے نیچے ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔

(المعجم ٤٥) - اَلصَّلَاةُ عَلَى الْمِنْبَرِ (التحفة ١٦٦)

باب:۴۵- منبر پر نماز پڑھنا

٧٣٩- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الخمرة، ح:٣٨١ من حديث شعبة، ومسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة ... الخ، ح:٥١٣ بعد، ح:٦٦٠ من حديث سليمان الشيباني به، وهو في الكبرىٰ، ح:٨١٧.

٧٤٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمِ بْنُ دِينَارٍ: أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُودُهُ؟ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَعْرِفُ مِمَّ هُوَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، أَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ، أَنْ: «مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ» فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ بِهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا، ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَقِيَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي».

٧٤٠-حضرت ابوحازم بن دینار سے مروی ہے کہ کچھ آدمی حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ دراصل ان کا اختلاف ہو گیا تھا کہ منبر کس لکڑی سے بنا تھا؟ تو انھوں نے ان سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی سے بنا تھا۔ میں نے اسے اسی دن دیکھا تھا جس دن وہ پہلی مرتبہ رکھا گیا تھا اور جب پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کو' جس کا سہل نے نام لیا تھا' پیغام بھیجا: ''اپنے بڑھئی غلام سے کہہ کہ وہ میرے لیے منبر تیار کرے تاکہ میں جب لوگوں سے بات چیت کروں تو اس پر بیٹھا کروں۔'' اس عورت نے غلام کو حکم دیا تو اس نے مقام غابہ کے جھاؤ کے درخت سے منبر تیار کیا' پھر اسے وہ لے کر (اس عورت کے پاس) آیا تو اس عورت نے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے حکم دیا تو اسے اس جگہ رکھ دیا گیا' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ اس پر چڑھے اور نماز شروع کی' آپ نے منبر ہی پر تکبیر تحریمہ کہی' منبر ہی پر رکوع کیا' پھر پچھلے پاؤں نیچے اترے اور منبر ہی سے متصل ہو کر سجدہ کیا' پھر دوبارہ منبر پر چڑھ گئے۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری اقتدا کر سکو اور میری نماز (کا طریقہ) سیکھ لو۔''

٧٤٠- أخرجه البخاري، الجمعة، باب الخطبة على المنبر، ح:٩١٧، ومسلم، المساجد، باب جواز الخطوة والخطوتين في الصلاة . . . الخ، ح:٥٤٤/٤٥ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح:٨١٨.

فوائد و مسائل: ① یہ نفل نماز تھی اور نفل نماز میں کافی وسعت ہوتی ہے۔ اگرچہ منبر نماز کے لیے نہیں بنایا گیا تھا مگر آپ نے مناسب خیال فرمایا کہ اس کا افتتاح نماز سکھانے سے ہو۔ اس کا یہ فائدہ مقصود تھا کہ لوگ آپ کے اونچا ہونے کی وجہ سے آپ کو بخوبی دیکھ سکیں اور نماز کا طریقہ سیکھ لیں۔ آپ نے سب سے بلند سیڑھی پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائی۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۵۱۴، شرح حديث: ۹۱۷) ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کبھی رش یا جگہ کی تنگی یا ناہمواری کی وجہ سے نماز کا کوئی رکن کچھ ہٹ کر یا نیچے اتر کر یا کچھ آگے، پیچھے چل کر ادا کرنا پڑے تو نفل نماز میں گنجائش ہے، البتہ فرض نماز میں اضطراری حالت کے علاوہ ایسے نہ کیا جائے۔ ③ کہا گیا ہے کہ عورت کا نام سہلہ اور غلام کا نام میمون تھا۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۵۱۲، شرح حديث: ۹۱۷) ④ صحیح روایت میں صراحت ہے کہ منبر بنانے کی پیش کش اس عورت نے خود کی تھی۔ آپ نے منظوری یا یاددہانی کا پیغام بھیجا۔ ⑤ سجدہ کرنے کے لیے آپ کو کئی قدم اٹھانے پڑے کیونکہ سب سے اوپر والی سیڑھی سے اتر کر نیچے آنا اور مزید پیچھے ہٹ کر منبر کی قریب ترین جگہ پر سجدہ کرنا کئی قدموں کا متقاضی ہے، لہٰذا قدموں کی درجہ بندی کرنا کہ اگر مسلسل تین قدم اٹھائیں تو نماز باطل ہو جائے گی، درست نہیں۔ اس کی بجائے عمل کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنا چاہیے۔

(المعجم ٤٦) - اَلصَّلَاةُ عَلَى الْحِمَارِ (التحفة ١٦٧)

باب: ۴۶- گدھے پر نماز پڑھنا

٧٤١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ، وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلٰى خَيْبَرَ.

۷۴۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر سوار نماز پڑھتے دیکھا جب کہ آپ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔

٧٤١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ ابْنُ قَيْسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ

۷۴۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر سوار نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ خیبر کی طرف جا رہے تھے جب کہ قبلہ آپ

٧٤١- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، ح: ٧٠٠/٣٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى) ١/١٥٠، ١٥١، والكبرٰى، ح: ٨١٩.
٧٤٢- [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢٠، والحديث السابق شاهد له.

يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ رَاكِبٌ يُصَلِّي إِلَى خَيْبَرَ وَالْقِبْلَةُ خَلْفَهُ.

کی پشت کی جانب تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا نَعْلَمُ أَحَدًا تَابَعَ عَمْرَو بْنَ يَحْيٰى عَلٰى قَوْلِهِ يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ، وَحَدِيثُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ الصَّوَابُ مَوْقُوفٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

امام ابوعبدالرحمٰن (نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی اور راوی نے [يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ] کے الفاظ بیان کرنے میں عمرو بن یحییٰ کی موافقت کی ہو۔ صحیح بات یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید کی حضرت انس ؓ سے اس مفہوم کی روایت موقوف ہے۔ واللّٰہ أعلم.

فوائد و مسائل: ① بات یہ ہے کہ دوسرے راوی گدھے کی بجائے اونٹ کا ذکر کرتے ہیں' صرف عمرو بن یحییٰ گدھے کا ذکر کرتے ہیں۔ (یہ بحث حدیث: ۷۴۱ سے متعلق ہے) امام دارقطنی ؒ نے بھی امام نسائی ؒ کی تائید کی ہے مگر امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ عمرو ثقہ راوی ہے۔ ہوسکتا ہے کبھی آپ گدھے پر سوار ہوں' کبھی اونٹ پر' جب کہ امام نسائی ؒ کا مقصد یہ ہے کہ عمرو کی روایت شاذ ہے' گدھے کا ذکر صحیح نہیں۔ حدیث: ۷۴۲ میں بھی اگرچہ گدھے کا ذکر ہے مگر اس کے بارے میں امام نسائی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ دراصل حضرت انس ؓ کا اپنا فعل ہے' یعنی وہ خود گدھے پر سوار نفل نماز پڑھ رہے تھے۔ راوی نے غلطی سے اسے نبیٔ اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔ امام نسائی ؒ کا ابن عمر ؓ کی روایت کو [يُصَلِّي عَلٰى حِمَارٍ] کے اضافے کے ساتھ نا قابل حجت سمجھنا یقیناً محل نظر ہے کیونکہ اس میں دیگر ثقات راویوں کی کون سی مخالفت ہے بلکہ اس میں تو ایک زائد امر ہے۔ پھر عمرو نامی راوی بھی ثقہ ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی' جبکہ دیگر روایات کے منافی نہ ہو' قابل قبول ہوتی ہے' نیز یہ حدیث امام مسلم ؒ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' باب الصلاة في الرحال في المطر' حديث: (۳۵) ۷۰۰) مزید برآں یہ کہ اس حدیث کی تائید حضرت انس بن مالک کی حدیث سے بھی ہوتی ہے' جسے اصطلاح میں شاہد کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں تعارض اس لیے بھی نہیں رہتا کہ ممکن ہے کبھی گدھے پر سوار ہوں اور کبھی اونٹ پر' گویا یہ دو مختلف اوقات کی بات ہے جیسا کہ امام نووی ؒ نے فرمایا ہے' اس لیے روایت کو نا قابل حجت قرار دینے کی بجائے' جبکہ راوی بھی ثقہ ہو' تطبیق دینا ہی بہتر ہے۔ پھر یہ اعتراض کہ حدیث انس کا مرفوع ہونا درست نہیں اور وجہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید کے سوا دیگر رواۃ اسے حضرت انس سے موقوفاً ذکر کرتے ہیں جیسا کہ انس بن سیرین کی روایت میں ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' صلاة

المسافرين، حديث: ۷۰۲) یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ اگر ایک نے موقوفاً بیان کیا ہو اور دوسرے نے مرفوعاً اور بیان کرنے والا ثقہ ہو تو یہ کوئی قابل جرح بات نہیں بلکہ ایک مزید فائدہ ہے۔ گویا یہ روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح ثابت ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ یوں سمجھیے، اگر ایک روایت مرسلاً منقول ہو اور دوسری موصولاً، یا ایک منقطع ہو دوسری متصل، کیا آپس میں ان کا کوئی تضاد ہے؟ قطعاً نہیں بلکہ متصل اور موصول ہی کو قبول کیا جائے گا۔ یہاں بھی ایسے ہی ہے بلکہ اس موقوف روایت کا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع شاہد بھی ملتا ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ بہرحال حق یہی ہے کہ دونوں احادیث صحیح ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی دونوں کو صحیح قرار دیا ہے بلکہ انھوں نے ان روایات کو ایک دوسری کا شاہد بنایا ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۵۷٦، حديث: ۱۱۰۰) شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں روایات کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: (صحيح سنن النسائي) ② یہ نفل نماز کی بات ہے۔ چونکہ نفل ہر وقت پڑھے جا سکتے ہیں، لہٰذا نفل کے لیے سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ کھڑا ہو کر نہ پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر پڑھ لے، اتر کر نہیں پڑھ سکتا تو سواری ہی پر پڑھ لے اور رکوع اور سجدہ کی بجائے اشارہ ہی کر لے۔ ③ رسول اللہ ﷺ آپ خیبر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور خیبر شمال کی جانب ہے جب کہ مدینہ منورہ سے قبلہ جنوب کی جانب ہے۔
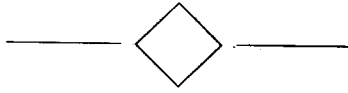
قبلے کی وجہ تسمیہ، فرضیت، اہمیت وفضیلت اور احکام ومسائل

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن کی ابتدا طہارت جیسے اہم اور بنیادی مسئلے سے کی۔ اس کے بعد نماز کا ذکر کیا جس کی اہمیت وفضیلت کسی سے مخفی نہیں۔ پھر اوقات نماز کے مسائل بیان کیے کیونکہ نماز مقررہ وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النسآء ۴:۱۰۳) ''تحقیق نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔'' پھر اذان کا ذکر کیا کیونکہ انسان دنیاوی مشاغل کی بنا پر اسے بروقت ادا کرنے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور اسے یاددہانی کی ضرورت ہوتی ہے، یہ کام اذان دیتی ہے۔ اس کے بعد مساجد کا ذکر کیا جہاں نماز ادا کی جاتی ہے۔ مسجد میں نمازی صرف ایک، یعنی قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا مکلف ہوتا ہے، اس لیے مساجد کے ذکر کے بعد قبلے کے مسائل بیان کیے۔

ذیل میں قبلے کی لغوی واصطلاحی تعریف، وجہ تسمیہ، فرضیت، اہمیت وفضیلت اور قبلے کے متعلق دیگر احکام ومسائل اختصار سے ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ آسانی سے اور بخوبی سمجھ میں آ سکے۔

* **قبلے کی لغوی تعریف:** قبلہ قُبُل سے ماخوذ ہے جو دُبُر کی ضد ہے۔ ہر چیز کے سامنے والے حصے کو قُبُل اور پچھلے حصے کو دُبُر کہتے ہیں۔ محاورہ ہے: [قَابَلَ الشَّيْئُ الشَّيْئَ] ''ایک چیز دوسری کے

بالکل سامنے ہے۔‘‘

٭ **اصطلاحی تعریف:** شرعی اصطلاح میں قبلے سے مراد وہ خاص جگہ (خانۂ کعبہ) ہے جس کی طرف رخ کر کے تمام دنیا کے مسلمان نماز ادا کرتے ہیں اور حج وعمرہ میں اس کا طواف کرتے ہیں۔

٭ **وجہ تسمیہ:** قبلے کو قبلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ دورانِ نماز میں نمازی اس کے سامنے ہوتا ہے اور یہ نمازی کے سامنے۔

٭ **فرضیت:** یہ بات تو متفقہ ہے کہ پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ کوئی نماز فرض نہیں تھی۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ صرف تہجد کی نماز فرض تھی۔ دیکھیے: (فتح الباري:۱/۶۰۳‘ تحت حديث: ۳۵۰) اہل علم کا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پانچ نمازوں سے پہلے فجر اور عصر کی دو نمازیں دو دو رکعتیں فرض تھیں۔ (فتح الباري:۲/۷۱‘ تحت حديث:۵۷۴‘ وتفسير القرطبي‘ سورة غافر‘ آيت:۵۵) اور اس کے متعلق چوتھا قول یہ ہے کہ نماز آغازِ نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی‘ دیکھیے: (رحمة للعالمين: ۱/۵۶‘ و تاريخ الطبري:۲/۵۳) مگر قبلے کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس بارے میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا‘ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے تھے‘ اس لیے مکہ کے تیرہ سالہ دور میں آپ نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا کیونکہ یہ اہل کتاب (یہود) کا قبلہ تھا‘ لیکن آپ ﷺ نماز کے لیے دو یمنی رکنوں کے درمیان کھڑے ہوتے جس سے بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف منہ ہو جاتا۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ صورت ممکن نہ تھی کیونکہ بیت المقدس مدینہ سے شمال اور بیت اللہ جنوب کی طرف تھا‘ اس لیے رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آپ ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ اس ملت ابراہیمی کے لیے وہی ابراہیمی مسجد قبلہ ہو جسے آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر فرمایا اور جو ان کا قبلہ تھی۔

نبیٔ اکرم ﷺ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے کہ قبلہ کے متعلق کوئی نیا حکم نازل ہو‘ بالآخر سولہ یا سترہ ماہ کے بعد رجب یا شعبان 2 ہجری میں تحویل قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي

السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰىهَا فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ﴾ (البقرۃ ۲:۱۴۴) ''ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتا دیکھ رہے ہیں، اب ہم آپ کو اس قبلے کی جانب ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کیا کرو۔''

جب یہ حکم نازل ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ قبیلۂ بنوسلمہ کے ہاں بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی وفات پر گئے ہوئے تھے۔ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے اور دو رکعتیں ادا فرما چکے تھے کہ یہ حکم نازل ہوا۔ آپ نے دوران نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ادا فرمائیں۔ اس مسجد کا نام ''مسجد قبلتین'' رکھا گیا کیونکہ اس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے ادا کی گئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري ۱/ ۹۷، وذخیرۃ العقبٰی، شرح سنن النسائي: ۶/ ۲۱۱)

عباد بن بشر یا عباد بن نہیک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد مدینہ آئے تو بنوحارثہ اپنی مسجد میں عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے انھیں خبر دی تو وہ بھی دوران نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الإیمان، حدیث: ۴۰)

جبکہ قباء والوں کو یہ خبر صبح کی نماز کے دوران میں پہنچی جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: [بَيۡنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبۡحِ إِذۡ جَاءَ هُمۡ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدۡ أُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اللَّيۡلَةَ قُرۡآنٌ، وَقَدۡ أُمِرَ أَنۡ يَّسۡتَقۡبِلَ الۡكَعۡبَةَ، فَاسۡتَقۡبَلُوهَا، وَكَانَتۡ وُجُوهُهُمۡ إِلَى الشَّامِ فَاسۡتَدَارُوا إِلَى الۡكَعۡبَةِ] ''لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا، اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات وحی نازل ہوئی ہے اور انھیں (نماز میں) کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ ان لوگوں نے کعبہ کی جانب اپنے رخ پھیر لیے اور وہ اس وقت شام کی جانب رخ کیے ہوئے تھے تو وہ کعبہ کی جانب پھر گئے۔'' (صحیح البخاري، الصلاۃ، حدیث: ۴۰۳)

پہلی پہلی نماز کون سی تھی جو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی؟ اس کے متعلق مختلف روایات میں جو بظاہر تعارض نظر آتا ہے، اس کا بہترین حل وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی

فتح الباری میں یہی وضاحت فرمائی ہے کہ بنو سلمہ میں ظہر کی نماز پہلی تھی جو بیت اللہ کی جانب منہ کر کے پڑھی گئی۔ مدینہ میں یہ خبر عصر کے وقت پہنچی۔ انھوں نے سب سے پہلے عصر کی نماز بیت اللہ کی جانب منہ کر کے پڑھی۔ اور قباء والوں کو صبح کی نماز میں یہ خبر پہنچی تو انھوں نے سب سے پہلے صبح کی نماز بیت اللہ کی جانب منہ کر کے پڑھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:۱/۹۷)

تحویل قبلہ کے حکم کے نزول سے آپ کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی اور امت مسلمہ کا قبلہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ بنا دیا گیا جو زمین پر عبادت الٰہی کے لیے بنائی گئی اولیں مسجد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (ال عمران ۳:۹۶) ''یقیناً اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت وہدایت والا ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! زمین میں سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد اقصیٰ۔'' میں نے کہا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ رہا؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال۔'' (صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث:۳۳۶۶، وصحيح مسلم، المساجد، حديث:۵۲۰)

بیت اللہ کی تعمیر سب سے پہلے کب ہوئی؟ بیت المقدس سب سے پہلے کس نے تعمیر کیا؟ اور بیت اللہ اور بیت المقدس کی کس تعمیر کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے؟ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ تاریخی اور اسرائیلی روایات اس بارے میں مختلف ہیں کیونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعمیر مختلف ادوار میں متعدد مرتبہ ہوئی، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مذکورہ حدیث میں بیت اللہ کی تعمیر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیت المقدس کی تعمیر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر مراد لینا درست نہیں کیونکہ دونوں نبیوں کے زمانۂ نبوت کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہے۔

اسلام نے قبلے کے لیے کسی خاص سمت کا نہیں بلکہ ایک مرکزی مسجد کا انتخاب کیا جس کے چاروں طرف، چاروں سمتوں سے نماز پڑھی جا سکے۔ اس طرح مشرق، مغرب، جنوب اور شمال سب بیک وقت مسلمانان عالم کا قبلہ ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سمت کے تعین سے اس سمت کی مرکزی چیز، مثلاً: آفتاب یا قطب شمالی

وغیرہ کی مسجودیت اور معبودیت کا جو تخیل پیدا ہوتا تھا اور جس طرح سے بت پرستی اور ستارہ پرستی کا رواج ہو گیا تھا' اس کا کلیتاً خاتمہ ہو گیا۔ (سیرت النبي از شبلي نعماني:۵/۸۴)

الختصر اللہ تعالیٰ نے تا قیامت بیت اللہ کو مسلمانان عالم کا قبلہ مقرر کر کے اس امت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جس طرح ان کا رسول' کتاب اور شریعت افضل ہیں' اسی طرح ان کے لیے قبلہ بھی افضل ہی پسند فرمایا کیونکہ یہ افضل ترین امت ہے جو جنت میں بھی بلند اور افضل مقام کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں بیت اللہ کی تعظیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

* **مقصد اور حکمت:** تحویل قبلہ کا مقصد اللہ رب العزت نے خود بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ﴾ (البقرۃ۲:۱۴۳) ''جس قبلے پر تم پہلے سے تھے' اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے' گو یہ کام مشکل تھا مگر جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے (ان پر کوئی مشکل نہیں۔)'' یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے اور پھر اسے پھیرنے میں مسلمانوں' مشرکوں' اہل کتاب اور منافقوں سب کا امتحان تھا۔ مسلمانوں نے تو یہ سن کر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا'' کہا' یعنی ''ہم نے اللہ کا حکم سنا اور اطاعت کی۔'' اور کہا: دونوں ہی حکم ہمارے اللہ کی طرف سے ہیں' اس لیے ان پر قبلے کا بدلنا گراں نہیں گزرا۔ مشرکوں نے کہا: جس طرح یہ ہمارے قبلے کی طرف لوٹ آیا ہے' تھوڑے دنوں تک ہمارے دین کی طرف بھی لوٹ آئے گا۔ یہودیوں نے کہا: اس نے انبیاء کے قبلے کی مخالفت کی ہے۔ منافقوں نے کہا: محمد (ﷺ) کو پتہ ہی نہیں کہ منہ کدھر کرنا ہے۔ اگر پہلا حکم برحق تھا تو اسے اس نے چھوڑ دیا ہے اور اگر دوسرا برحق ہے تو یہ باطل پر تھا۔ غرضیکہ بے وقوفوں نے اس سلسلے میں بڑھ چڑھ کر باتیں کیں اور یہ قبلہ ان کے حق میں اسی طرح ثابت ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ﴾ (البقرۃ۲:۱۴۳) یعنی ہدایت یافتہ لوگوں کے علاوہ تحویل قبلہ سب پر شاق ہے۔ دیکھیے: (مختصر سیرت رسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (اُردو)' ص:۲۳۴)

* **فضیلت:** بیت اللہ کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر مسلمان پر نماز میں اس

کی طرف منہ کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ نماز پڑھنے والا دن رات میں کئی دفعہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ کے حضور کھڑا ہو کر عاجزی اور بندگی بجا لاتا ہے۔ اگر جان بوجھ کر کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز اللہ کے دربار میں قابل قبول نہیں۔ ایک سچا سُچا مسلمان کسی اور طرف منہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہر مسلمان اس کی زیارت کا شوق دل میں لیے بیٹھا ہے۔ ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار اس کا حج کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (ال عمران ۳:۹۷) ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو وہاں جانے کی طاقت رکھتے ہوں، اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔'' اس حکم کی تعمیل کے لیے ہر سال دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں مسلمان دو اَن سلے کپڑوں میں اس کے زائر بن کر آتے ہیں، اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں اور اپنے گناہ بخشوا کر ایسے پاک صاف واپس لوٹتے ہیں جیسے اسی دن ان کی ماؤں نے انھیں جنا ہو۔ یہ ایک امن والا گھر ہے جس میں بڑے سے بڑے دشمن یہاں تک کہ باپ کے قاتل کو بھی امن مل جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (ال عمران ۳:۹۷) ''جو اس میں آ جائے، وہ امن والا ہو جاتا ہے۔''

یہ بیت اللہ ہی کی عظمت ہے کہ اس میں ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِّائَةِ صَلَاةٍ فِي هٰذَا] ''میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرنا اس (مسجد نبوی) میں سو نماز پڑھنے سے افضل ہے۔'' (مسند أحمد: ۴/۵) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى] ''تین مسجدوں کے سوا کسی اور کی طرف رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، یہ میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔'' (صحيح البخاري، فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، حديث: ۱۱۹۷، وصحيح مسلم، الحج، حديث: ۸۲۷، قبل الحديث: ۱۳۳۹)

اس فضیلت اور شرف کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ہمارا قبلہ بنا کر ہمیں بخشا' یہود ہم سے حسد کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُونَّا عَلٰى شَيْئٍ كَمَا يَحْسُدُونَّا عَلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا' وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَ ضَلُّوا عَنْهَا' وَعَلٰى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمِين] ''یہودی ہم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا جمعہ پر کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور یہ اس سے گمراہ ہوئے' اسی طرح جتنا حسد قبلے پر کرتے ہیں کسی اور چیز پر نہیں کرتے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور وہ گمراہ ہوئے اور امام کے پیچھے آمین کہنے پر بھی بہت حسد کرتے ہیں۔'' دیکھیے: (مسند أحمد:۶/۱۳۵'۱۳۶' والموسوعة الحديثية' مسند الإمام أحمد: ۴۱/۴۸۱' وسلسلة الأحاديث الصحيحة:۲/۳۰۶'۳۰۷ ' تحت حديث:۶۹۱)

یہ فضیلت بھی اس دھرتی کی جملہ مساجد میں سے بیت اللہ ہی کے حصے میں آئی کہ وہاں ہر وقت نماز ادا کی جاسکتی ہے' دن رات کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنا مکروہ یا ممنوع نہیں ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [يَا بَنِي عَبْدِمَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ' وَ صَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَّيْلٍ أَوْ نَهَارٍ] ''اے عبد مناف کی اولاد! بیت اللہ کا طواف کرنے والے اور (اس میں) نماز پڑھنے والے کسی شخص کو نہ روکو' خواہ وہ شب وروز کی کسی گھڑی میں یہ کام کرے۔'' (سنن أبي داود' المناسك' حديث: ۱۸۹۴' وجامع الترمذي' الحج' حديث:۸۶۸' وسنن النسائي' مناسك الحج' حديث:۲۹۲۷)

متعدد روایات میں مکہ کی اس قدر فضیلت کا بیان کہ وہاں لڑائی جھگڑا' قتل وغارت' شکار کرنا' شکار بھگانا درخت اور گھاس پھوس کاٹنا' گری پڑی چیز کو ذاتی تصرف میں لانے کے لیے اٹھانا اور ہتھیار سر عام لے کر چلنا منع ہے' نیز نبیٔ اکرم ﷺ کا ہجرت کے وقت اسے بہترین اور محبوب ترین زمین قرار دینا' غم فراق کا اظہار کرنا اور یہ فرمانا: ''اگر مجھے مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی یہاں سے نکل کر کسی اور جگہ کو مسکن نہ بناتا۔'' یہ سب بیت اللہ ہی کی وجہ سے تھا۔ مکہ کے باشندوں کی بے حد عزت واحترام اور ان کے تجارتی قافلوں کا نہ لوٹا جانا بھی اسی وجہ سے تھا کہ وہ بیت اللہ کے متولی تھے۔

* قبلے کے متعلق دیگر احکام ومسائل: ❁ نماز کے لیے قبلے کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ فرمان

باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (البقرة ۲:۱۴۴) ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو، اسی (بیت اللہ) کی طرف اپنے منہ کیا کرو۔''

❁ دوران سفر میں نفلی نماز کے لیے قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرنا جائز ہے، البتہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَ أَنْ يَتَطَوَّعَ، اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ] ''رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور نفلی نماز پڑھنا چاہتے تو (ایک مرتبہ) اپنی اونٹنی کا رخ قبلے کی طرف موڑ لیتے اور تکبیر کہتے۔ اس کے بعد پھر سواری کا رخ جس جانب بھی ہو جاتا، نماز پڑھتے رہتے۔'' (سنن أبي داود، صلاة السفر، حديث:۱۲۲۵)

بعض مفسرین کے نزدیک ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرة ۲:۱۱۵) ''اور مشرق اور مغرب کا مالک اللہ ہی ہے۔ تم جدھر بھی منہ کرو، ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔'' آیت کا سبب نزول بھی سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت کے متعلق ہے کہ سواری کا منہ جدھر بھی ہو نماز پڑھ سکتے ہو۔

❁ دوران سفر میں اگر نماز کا وقت ہو جائے اور جہت قبلہ کا علم نہ ہو تو آدمی کو ممکن حد تک کوشش کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ نماز ادا کرنے کے بعد اگر پتہ چلے کہ نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھی گئی ہے تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں جیسا کہ قباء والوں کو صبح کی نماز میں تحویل قبلہ کا حکم پہنچا تھا جبکہ اس کا حکم ایک دن قبل ظہر کی نماز میں نازل ہوا تھا تو انھوں نے پچھلے دن کی نمازیں نہیں دہرائیں اور نہ صبح کی نماز کا وہ حصہ دوبارہ پڑھا جو تحویل قبلہ کا حکم پہنچنے سے پہلے پڑھا جا چکا تھا۔ اسی طرح بنوسلمہ کو عصر کی نماز میں یہ حکم پہنچا، انھوں نے بھی پہلے پڑھی جا چکی نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

❁ اگر آدمی مکہ سے دور دراز علاقے کا مقیم ہے تو اس کے لیے عین قبلہ رخ ہونا لازمی نہیں کیونکہ یہ بڑا دشوار اور مشکل ہے۔ اس کے لیے بس یہی کافی ہے کہ اس جانب اپنا منہ کر لے، اگر کوشش کے باوجود تھوڑا بہت ادھر ادھر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کو فرمایا تھا: [مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ] ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔'' (جامع الترمذي،

الصلاة' حدیث:۳۴۲) مدینہ' مکہ کے شمال میں ہے۔ مدینے والے جب جنوب (قبلہ) کی طرف منہ کرتے ہیں تو مغرب دائیں اور مشرق بائیں پڑتا ہے' لہٰذا ان کا قبلہ ان دو سمتوں (مشرق اور مغرب) کے درمیان ہوا' جبکہ ہمارا قبلہ شمال اور جنوب کے درمیان ہے۔ حدیث کا منطوق اگرچہ خاص اہل مدینہ کے لیے ہے لیکن مفہوم یہ ہے کہ یہ وسعت اور گنجائش دیگر شہروں کے لیے بھی اسی طرح ہے جس طرح اہل مدینہ کے لیے ہے۔

❁ نماز پڑھنے والے کے سامنے (قبلہ کی جانب) اگر کوئی شخص لیٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں' نماز ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: [كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُّعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ] ''نبی ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلے کے درمیان آپ کے بستر پر عرض کے بل لیٹی ہوتی تھی۔ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔'' (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۵۱۲' و صحيح مسلم' الصلاة' حديث:۵۱۲' وسنن النسائي' القبلة' حديث:۷۶۰)

❁ اگر سامنے قبلے کی جانب قبر ہو تو نماز نہیں ہوتی' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا] ''قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔'' (صحيح مسلم' الجنائز' حديث:۹۷۲) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے' حدیث: ۷۶۱ اور اس کے فوائد ومسائل۔

❁ اگر قبلے کی جانب نقش ونگار' بیل بوٹوں یا تصویروں والا کپڑا آراستہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے' البتہ بہتر یہی ہے کہ ایسی کوئی چیز نمازی کے سامنے نہ ہو جس سے خشوع وخضوع میں فرق آئے اور نمازی کی توجہ نماز سے ہٹ جائے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میرے گھر میں ایک تصویروں والا کپڑا تھا۔ میں نے اسے ایک طاق کے سامنے (بطور پردہ) لٹکا لیا۔ رسول اللہ ﷺ اس طاق کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے' اس لیے آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اسے میرے سامنے سے ہٹا دو۔'' میں نے اسے اتار کر تکیے بنا لیے۔ (سنن النسائي' القبلة' حديث:۷۶۲)

❁ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی کپڑا حائل ہو تو کوئی حرج نہیں' نماز ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: [كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَصِيرَةٌ يَّبْسُطُهَا بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهَا بِاللَّيْلِ

فَيُصَلِّي فِيهَا، فَفَطَنَ لَهُ النَّاسُ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَهُمُ الْحَصِيرَةُ] ''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی جسے آپ دن کو بچھا لیتے تھے اور رات کو حجرہ سا بنا لیتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے۔ لوگوں کو آپ کی نماز کا پتا چل گیا تو وہ آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے جبکہ ان کے اور آپ کے درمیان وہ چٹائی حائل تھی۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:۷۳۰، واللفظ للنسائي، حديث:۷۶۳)

❁ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا درست ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور انھوں نے دروازہ بند کر لیا (تاکہ لوگ ہجوم نہ کریں۔) پھر جب انھوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا۔ میں بلال سے ملا اور ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبے میں نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ نے (اگلی صف کے بائیں طرف والے) دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔ (صحيح البخاري، الحج، حديث:۱۵۹۸ وصحيح مسلم، الحج، حديث:۱۳۲۹)

❁ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز کے لیے بیت اللہ کو جہت بنانے کا حکم ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرة ۲:۱۵۰) ''آپ اپنا چہرہ بیت اللہ کی جانب پھیریں۔'' جو شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھتا ہے، اس کی جہت بیت اللہ نہیں رہتی۔ والله أعلم.

❁ نماز میں اور نماز کے علاوہ قبلے کی طرف تھوکنا منع ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے قبلے کی دیوار پر تھوک دیکھا، آپ نے اسے کھرچ دیا، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: [إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلّٰى] ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔'' (صحيح البخاري، الصلاة، حديث:۴۰۶)

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی قوم کی امامت کرائی اور اس نے قبلے کی جانب تھوک دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے (اس کی قوم سے) فرمایا: ''آئندہ یہ تمھیں نماز نہ پڑھائے۔'' اس کے بعد اس نے انھیں نماز پڑھانا چاہی تو انھوں نے

اسے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا۔ اس نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' راوی حدیث کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۴۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَجِيئُ صَاحِبُ النُّخَامَةِ فِي الْقِبْلَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَهِيَ فِي وَجْهِهِ] ''قبلے کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ تھوک اس کے چہرے پر ہوگا۔'' (صحیح ابن حبان، حديث: ۱۶۳۸، و صحیح الترغيب والترهيب، حديث: ۲۸۳)

❁ پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَتٰى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ] ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے آئے تو وہ (پیشاب پاخانے کے وقت) قبلے کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔'' (صحیح البخاري، الوضوء، حديث: ۱۴۴، و صحیح مسلم، الطهارة، حديث: ۲۶۴)

❁ ضرورت کے پیش نظر دوران نماز میں سامنے قبلے کی طرف جوتے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، کسی صحیح حدیث میں اس کی ممانعت ثابت نہیں۔ اسی طرح کسی صحیح حدیث سے قبلے کی طرف پاؤں کرنے کی ممانعت بھی منقول نہیں، البتہ اگر کوئی بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس طرف پاؤں نہیں کرتا تو یہ بہتر ہے۔ ہر کام میں اصل اباحت ہے، ممانعت کے لیے دلیل چاہیے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے کتاب القبلة میں قبلے کے احکام ومسائل بیان کرنے کے بعد سترے کے مسائل ذکر کیے ہیں۔ اس کے بعد لباس کے کچھ احکام بیان کیے۔ بظاہر ان دونوں مسئلوں کی زیر بحث کتاب سے کوئی واضح مناسبت نظر نہیں آتی۔ واللہ أعلم.

امام صاحب کی ان مسائل کو کتاب القبلة میں ذکر کرنے سے غرض کیا ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے امام صاحب نے کتاب القبلة میں سترے کے مسائل بیان کر کے اس طرف اشارہ کیا ہو کہ بیت اللہ میں بھی سترے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ چونکہ نمازی اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے اس لیے اس کی مشروعیت، ضرورت، اہمیت اور حکم بیان کر دیا جس طرح کہ امام صاحب

نے نمازی اور قبلے کے درمیان حائل ہونے والی دوسری چیزوں (قبر جوتے اور سونے والے) کے بارے میں بیان کیا کہ ان کے درمیان میں ہونے سے نماز پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

نماز کے لیے ستر ڈھانپنا شرط ہے تو لباس کے کچھ احکام اس وضاحت کے لیے بیان کیے کہ (نماز میں) قبلہ رو کھڑا ہونے کے لیے کس قسم کے لباس سے ستر ڈھانپنا چاہیے جبکہ لباس کے زیادہ تر احکام امام صاحب نے كتاب الزينة میں بیان کیے ہیں۔ واللہ أعلم.

سترے اور لباس کے احکام احادیث کے تحت فوائد میں تفصیلاً آ رہے ہیں۔ استفادے کے لیے وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ۹) - كِتَابُ الْقِبْلَةِ (التحفة . . .)

قبلے کے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ۱) - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ (التحفة ۱٦٨)

باب:۱-(نماز میں) قبلے کی طرف منہ کرنا

۷٤٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، ثُمَّ أَنَّهُ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَمَرَّ رَجُلٌ قَدْ كَانَ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَوْمٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَانْحَرَفُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

۷۴۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو تقریباً سولہ (۱۶) مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے' پھر آپ کا رخ انور کعبے کی طرف کر دیا گیا۔ ایک آدمی جس نے نبی ﷺ کے ساتھ (کعبے کی طرف منہ کر کے) نماز پڑھی تھی' انصار کی ایک قوم (بنو حارثہ) کے پاس سے گزرا۔ (وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے) اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو کعبہ رخ نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا ہے' چنانچہ وہ (نماز ہی میں) کعبے کی طرف مڑ گئے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۴۹۰،۴۸۹۔

(المعجم ۲) - بَابُ الْحَالِ الَّتِي يَجُوزُ عَلَيْهَا اسْتِقْبَالُ غَيْرِ الْقِبْلَةِ (التحفة ١٦٩)

باب:۲-وہ حالت جس میں (دورانِ نماز میں) قبلے کے علاوہ کسی اور طرف منہ کرنا جائز ہے

۷٤٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكِ بْنِ

۷۴۴- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

٧٤٣ـ [صحيح] تقدم، ح: ٤٩٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٤٥

٧٤٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٤٩٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٤٦.

أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ فِي السَّفَرِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ.

رسول اللہ ﷺ سفر میں اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ سواری کا منہ جس طرف بھی ہوتا۔

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

امام مالک نے کہا: (حضرت ابن عمر ؓ کے شاگرد) عبداللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمر ؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ نماز کا آغاز کرتے وقت سواری کا رُخ قبلے کی طرف ہو۔ بعد میں چاہے اس کا رخ کسی طرف بھی ہو جائے۔ دوسری روایت میں اس امر کی صراحت موجود ہے۔

٧٤٥- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهُ بِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

٧٤٥- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر (نفل) نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہوتا۔ اور آپ سواری پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے' مگر فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۴۹۱۔

(المعجم ٣) - بَابُ اسْتِبَانَةِ الْخَطَإِ بَعْدَ الاِجْتِهَادِ (التحفة ١٧٠)

باب: ۳- باوجود کوشش کے (نماز پڑھ لینے کے بعد سمتِ قبلہ کی) غلطی کا واضح ہونا

٧٤٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَيْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ

٧٤٦- حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ لوگ قباء (کی مسجد) میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: تحقیق رسول اللہ ﷺ پر آج رات وحی اتری ہے اور آپ کو کعبے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' لہٰذا تم بھی کعبے

٧٤٥_[صحيح] تقدم، ح: ٤٩١، وهو في الكبرى، ح: ٩٤٧.
٧٤٦_[صحيح] تقدم، ح: ٤٩٤، وهو في الكبرى، ح: ٩٤٨.

الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

کی طرف منہ کر لو۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے' وہ کعبے کی طرف گھوم گئے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۴۹۴۔

(المعجم ٤) - سُتْرَةُ الْمُصَلِّي (التحفة ١٧١)

باب:۴- نمازی کا سترہ

٧٤٧- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ [الدُّورِيُّ] قَالَ: حَدَّثَنَا عبدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ: «مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ».

۷۴۷- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے غزوۂ تبوک میں نمازی کے سترے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونا چاہیے۔''

٧٤٨- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: «كَانَ يَرْكُزُ الْحَرْبَةَ ثُمَّ يُصَلِّي إِلَيْهَا».

۷۴۸- حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے سامنے نیزہ گاڑ لیتے' پھر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

فوائد و مسائل: ① سترے سے مراد وہ چیز ہے جو نمازی کی نماز کو شیطان اور گزرنے والوں سے محفوظ کرے۔ سترہ نمازی کے خیالات کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے' بشرطیکہ نظر سترے سے تجاوز نہ کرے جیسا کہ مسنون ہے۔ اسی طرح سترہ نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کے اثرات بد سے نماز اور نمازی کو محفوظ کرتا ہے۔ نمازی کے آگے سے گزرنا نمازی کے خشوع و خضوع کو ختم کرتا ہے اور گزرنے والے کو گناہ گار بناتا ہے۔

٧٤٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة . . . الخ، ح: ٥٠٠/ ٢٤٤ من حديث عبدالله بن يزيد المقرى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢١.

٧٤٨ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة إلى الحربة، ح: ٤٩٨ من حديث يحيى القطان، ومسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة . . . الخ، ح: ٥٠١/ ٢٤٦ من حديث عبيدالله بن عمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢٢.

سترے کے آگے سے گزرنا نمازی اور گزرنے والے کو ان دونوں چیزوں سے بچاتا ہے۔ ② اکیلے نمازی کو اگر وہ کھلی جگہ نماز پڑھ رہا ہے تو اسے اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے۔ امام کے پیچھے ہو تو صرف امام کے سامنے سترے کا ہونا کافی ہے۔ پہلے سے موجود چیز بھی سترہ بن سکتی ہے جیسے ستون وغیرہ۔ ③ سترہ تقریباً ڈیڑھ فٹ اونچا اور اتنا موٹا ہونا چاہیے کہ دور سے صاف نظر آئے‘ ایسا نہ ہو کہ کسی کو پتا ہی نہ چلے۔ پالان کی پچھلی لکڑی بھی تقریباً ڈیڑھ فٹ اونچی ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٥) - اَلْأَمْرُ بِالدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ (التحفة ١٧٢)

باب: ۵- سترے کے قریب کھڑے ہونے کا حکم

٧٤٩- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّإِسْحَاقُ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ».

۷۴۹- حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص سترے کی طرف نماز پڑھے تو اس سے قریب کھڑا ہو (تاکہ) شیطان اس کی نماز کو قطع نہ کر دے۔“

فوائد ومسائل: ① پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ سترہ شیطان سے بھی حفاظت کرتا ہے کیونکہ شیطان جہاں نمازی کے خیالات منتشر کرتا ہے‘ وہاں نماز توڑنے کی بھی کوشش کرتا ہے جبکہ سترہ اس سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ ② سترہ سجدے کی جگہ کے قریب ہی ہونا چاہیے تاکہ نظر سجدے کی جگہ سے آگے تجاوز نہ کرے۔ اگر سترہ دور ہو گا تو نظر آگے جائے گی اور شیطانی وار سے بچاؤ بھی مشکل ہو گا جس سے اصل مقصد فوت ہو جائے گا‘ اس لیے نماز پڑھنے والے کو سترے کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ خود بھی معصیت کا شکار نہ ہو اور دوسرے کو بھی موقع نہ دے۔ ③ آج کل اس سنت پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے‘ اس لیے اس کی اشاعت کی خوب ضرورت ہے۔ جس حدیث میں یہ آتا ہے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی‘ وہ سنداً ضعیف ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: (ضعیف سنن أبي داود‘ (مفصل) للألباني: ۹/ ۲۶۵‘ حدیث: ۱۱۶)

(المعجم ٦) - مِقْدَارُ ذٰلِكَ (التحفة ١٧٣)

باب: ۶- (نمازی اور سترے کے درمیان) فاصلے کی مقدار

٧٤٩- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الدنو من السترة، ح: ٦٩٥ من حديث سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع عند الحميدي، ح: ٤٠٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢٤، والحديث صححه ابن خزيمة، ح: ٨٠٣، وابن حبان، ح: ٤٠٩، والحاكم: ١/ ٢٥١، ٢٥٢ على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي.

٧٥٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ. فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ مَاذَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى وَجَعَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ.

٧٥٠- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ‘ اسامہ بن زید‘ بلال اور عثمان بن طلحہ حَجَبی رضی اللہ عنہم کعبے میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کعبے میں کیا کیا؟ انھوں نے کہا: آپ نے ایک ستون اپنے بائیں کیا اور دو ستون اپنے دائیں کیے اور تین ستون اپنے پیچھے‘ ان دنوں بیت اللہ چھ ستونوں پر قائم تھا‘ پھر آپ نے نماز پڑھی اور اپنے اور قبلے کی دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ کیا۔

فوائد و مسائل: ① عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کعبے کے حاجب اور دربان تھے۔ کعبے کی چابیاں ان کی تحویل میں تھیں۔ یہ بنوعبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کو دور جاہلیت سے حَجابت (دربانی) کعبہ کا عہدہ حاصل تھا۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے انھی کو قائم رکھا اور اب تک وہی خاندان اس ذمے داری کو سرانجام دے رہا ہے۔ عثمان بن طلحہ کو حَجبی اسی لیے کہا گیا ہے۔ ② آج کل کعبے میں ستون نہیں ہیں۔ ③ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔ تین ہاتھ تقریباً ساڑھے چار فٹ ہوئے۔ سجدے کے لیے عام صف چار یا ساڑھے چار فٹ ہی ہوتی ہے‘ گویا آپ کا سجدہ دیوار کے بالکل قریب پڑتا تھا‘ اس لیے سترہ سجدے والی جگہ سے تقریباً متصل ہونا چاہیے۔ بعض احادیث میں سجدے کی جگہ اور سترے کے درمیان سے بکری گزرنے کا فاصلہ ذکر ہے۔ ظاہر ہے بکری تنگ جگہ سے بھی گزر جاتی ہے‘ اس کے لیے زیادہ جگہ درکار نہیں۔ مزید فوائد کے لیے دیکھیے حدیث: ٦٩٣۔

٧٥٠- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة بين السواري في غير جماعة، ح: ٥٠٥، ومسلم، الحج، باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره . . . الخ، ح: ١٣٢٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٣٩٨، والكبرى، ح: ٨٢٥.

(المعجم ٧) - ذِكْرُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ وَمَا لَا يَقْطَعُ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي سُتْرَةٌ (التحفة ١٧٤)

باب: ۷- جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کون سی چیزیں نماز توڑتی ہیں اور کون سی نہیں؟

٧٥١- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ قَائِمًا يُصَلِّي فَإِنَّهُ يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ آخِرَةِ الرَّحْلِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ». قُلْتُ: مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَصْفَرِ، مِنَ الْأَحْمَرِ؟ فَقَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ: «اَلْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ».

۷۵۱- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو تو وہ سترہ بن جاتی ہے اور اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہو تو عورت گدھا اور کالا کتا اس کی نماز توڑ دیتے ہیں۔“ میں نے کہا: کالے زرد اور سرخ میں کیا فرق ہے؟ تو ابوذر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا جیسے تم نے مجھ سے پوچھا ہے تو آپ نے فرمایا تھا: ”کالا کتا شیطان ہے۔“

فائدہ: جمہور اہل علم کے نزدیک کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ ابوداود کی روایت ہے: [لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ] (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۷۱۹) یعنی ”کوئی چیز نماز نہیں توڑتی۔“ لہٰذا یہاں نماز ٹوٹنے سے مراد خشوع وخضوع کا ختم ہونا ہے۔ لیکن اہل علم کا دوسرا گروہ نماز ٹوٹ جانے کا قائل ہے۔ اس کی ان کے نزدیک دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ابوداود کی محولہ حدیث: [لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ] ضعیف ہے اس لیے وہ قابل استدلال نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود (مفصل):۹/۲۶۵، حديث:۱۱۶) دوسری دلیل ایک واضح حدیث ہے جو يَقْطَعُ الصَّلَاةَ کے مفہوم کو واضح تر کر دیتی ہے اس کے الفاظ ہیں: [تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ مَمَرِّ الْحِمَارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْكَلْبِ الْأَسْوَدِ] (صحيح ابن خزيمة، حديث:۸۳۱، و صحيح ابن حبان، حديث:۲۳۹۱، بتحقيق الشيخ شعيب، وانظر الصحيحة للألباني، حديث: ۳۳۲۳) ”گدھے عورت اور سیاہ کتے کے گزرنے سے (نماز ٹوٹ جاتی ہے) نماز دہرائی جائے گی۔“

٧٥١ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي، ح: ٥١٠ من حديث يونس بن عبيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢٦.

یہ حدیث قطع صلاۃ کے ظاہری مفہوم کو متعین اور اس کی تاویل (خشوع وخضوع ٹوٹ جانے) کو رد کر دیتی ہے۔ بنابریں اگلی تمام روایات میں بھی قطع صلاۃ کا ظاہری مفہوم ہی مراد ہوگا۔ واللہ أعلم.

٧٥٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ: مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: اَلْمَرْأَةُ الْحَائِضُ وَالْكَلْبُ.

٧٥٢- حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن زید سے پوچھا: کون سی چیز نماز کو توڑ دیتی ہے؟ انھوں نے کہا: حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: حیض والی عورت اور کتا۔

قَالَ يَحْيَى: رَفَعَهُ شُعْبَةُ.

حضرت یحییٰ بن سعید نے کہا کہ حضرت شعبہ نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں حضرت یحییٰ کے دو استاد ہیں: شعبہ اور ہشام۔ ہشام نے تو اس روایت کو موقوف (حضرت ابن عباس کا فتویٰ) ہی بیان کیا ہے مگر حضرت شعبہ نے مرفوع بھی بیان کیا ہے، یعنی یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے بھی بیان فرمائے ہیں اور خود بھی یہی فتویٰ دیا ہے اور ایسے عام ہوتا ہے۔ ② حیض والی عورت سے مراد بالغ عورت ہے، یعنی بچی کے گزرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ بالغ عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

٧٥٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جِئْتُ أَنَا وَالْفَضْلُ عَلَى أَتَانٍ لَّنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِعَرَفَةَ، ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَّعْنَاهَا

٧٥٣- حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ میں اور فضل بن عباس ؓ اپنی ایک گدھی پر آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ ہم کچھ صف کے آگے سے گزرے، پھر اتر پڑے اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے

٧٥٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما يقطع الصلاة، ح: ٧٠٣، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما يقطع الصلاة، ح: ٩٤٩ من حديث يحيى القطان به، حديث شعبة فقط، وهو في الكبرى، ح: ٨٢٧، وصححه ابن خزيمة، ح: ٨٣٢، وابن حبان، ح: ٤١٢.

٧٥٣ـ أخرجه البخاري، العلم، باب متى يصح سماع الصغير، ح: ٧٦ من حديث الزهري به، ومسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة ... الخ، ح: ٥٠٤/ ٢٥٦ من حديث سفيان بن عيينة، وهو في الكبرى، ح: ٨٢٨.

فَمَرَرْنَا عَلٰى بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْنَا وَتَرَكْنَاهَا تَرْتَعُ، فَلَمْ يَقُلْ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا.

ہمیں کچھ نہیں کہا۔

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سترہ تھا جیسا کہ دیگر مفصل روایات سے واضح ہوتا ہے لہٰذا امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الصلاة' حديث: ۴۹۳) اس لیے یہ روایت اس باب کے تحت نہیں آنی چاہیے تھی۔ بعض لوگوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ گدھے کا گزرنا نماز نہیں توڑتا' مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ توڑنے نہ توڑنے کی بحث اس وقت ہے جب آگے سترہ نہ ہو اور وہ سترے اور نمازیوں کے درمیان سے گزری ہو۔

٧٥٤- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: زَارَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَبَّاسًا فِي بَادِيَةٍ لَنَا، وَلَنَا كُلَيْبَةٌ وَحِمَارَةٌ، تَرْعٰى فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ وَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلَمْ يُزْجَرَا أَوْ لَمْ يُؤَخَّرَا.

۷۵۴- حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری بستی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملنے تشریف لائے۔ ہمارے ہاں ایک چھوٹی سی کتیا اور ایک گدھی تھی جو چرتی پھرتی تھی۔ نبی ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور یہ دونوں آپ کے آگے تھیں۔ نہ انھیں روکا گیا اور نہ پیچھے ہٹایا گیا۔

فائدہ: یہاں سترے کا ذکر ہے نہ کتیا کے سیاہ ہونے کی صراحت' لہٰذا جانبین کے لیے استدلال درست نہیں۔ علاوہ ازیں یہ روایت ہے بھی ضعیف۔

٧٥٥- أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنَّ الْحَكَمَ أَخْبَرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ الْجَزَّارِ

۷۵۵- حضرت صہیب سے منقول ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ وہ اور بنو ہاشم کا ایک لڑکا ایک گدھے پر سوار رسول اللہ ﷺ کے سامنے

٧٥٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من قال الكلب لا يقطع الصلاة، ح: ٧١٨ من حديث حمد بن عمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٢٩. * عباس بن عبيدالله لم يدرك عمه الفضل بن عباس، فالسند منقطع كما في التهذيب وغيره.

٧٥٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من قال: الحمار لا يقطع الصلاة، ح: ٧١٦، ٧١٧ من حديث الحكم به، وانظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣٠، وصححه ابن خزيمة: ٢/ ٢٤، ٢٥.

يُحَدِّثُ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ: أَنَّهُ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ هُوَ وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ عَلٰى حِمَارٍ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَنَزَلُوا وَدَخَلُوا مَعَهُ فَصَلَّوْا وَلَمْ يَنْصَرِفْ، فَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ تَسْعَيَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَأَخَذَتَا بِرُكْبَتَيْهِ، فَفَرَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَنْصَرِفْ.

سے گزرے جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم دونوں اترے اور آپ کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔ آپ نے نماز نہ چھوڑی اور بنوعبدالمطلب سے دو چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی آئیں اور انھوں نے آپ کے گھٹنوں کو پکڑ لیا۔ آپ نے ان دونوں کو الگ کیا لیکن نماز نہیں چھوڑی۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ تو یہی استدلال فرما رہے ہیں کہ گدھا اور عورت نماز نہیں توڑتے جبکہ دیگر احادیث میں صراحت ہے کہ ان سے نماز ٹوٹ جاتی ہے' اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہاں سترے کا ذکر ہے نہ بچیوں کے آگے سے گزرنے کا۔ اصل یہی ہے کہ آپ سترے کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ اگر ان کا آپ ﷺ اور سترے کے درمیان سے گزرنا تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ بچیاں بالغ نہ تھیں' اس لیے ان کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی کیونکہ نماز حائضہ یا بالغ عورت کے گزرنے سے ٹوٹتی ہے۔ واللہ أعلم.

٧٥٦- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُومَ كَرِهْتُ أَنْ أَقُومَ فَأَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ انْسَلَلْتُ انْسِلَالًا.

۷۵۶- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ جب میں اٹھنے کا ارادہ کرتی تو پسند نہ کرتی کہ سیدھی کھڑی ہوں اور آپ کے آگے سے گزروں' اس لیے میں لیٹی لیٹی کھسک جاتی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے عورت کا لیٹا ہوا ہونا اور بات ہے اور گزرنا اور بات۔ اول الذکر سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا' البتہ گزرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ گزرنے سے مراد کسی کا نمازی کے آگے سے اس کی ایک جانب سے دوسری جانب' پار کرنا ہے' حدیث میں وارد "مُرور" کی ممانعت سے یہی مقصود ہے' لہٰذا نمازی کے سامنے بیٹھے یا لیٹے انسان کے ایک طرف کھسکنے کو مُرور (گزرنا) نہیں کہتے۔

٧٥٦ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة إلى السرير، ح: ٥٠٨، ومسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ٥١٢/ ٢٧١ من حديث منصور بن المعتمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣١. * خالد هو ابن الحارث.

(المعجم ٨) - اَلتَّشْدِيدُ فِي الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي وَبَيْنَ سُتْرَتِهِ (التحفة ١٧٥)

باب:٨-نمازی اور سترے کے درمیان سے گزرنا سخت گناہ ہے

٧٥٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ: أَنَّ زَيْدَ ابْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ».

٧٥٧- حضرت زید بن خالد نے بسر بن سعید کو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے بارے میں کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر اس فعل کا کس قدر گناہ ہے تو اس کے لیے چالیس (سال یا مہینے یا دن) تک رکے رہنا اس کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہو۔“

فوائد ومسائل: ① اس روایت میں چالیس کے بعد سال کا ذکر نہیں۔ مسند بزار میں خریف کا لفظ ہے‘ اس کے معنی ”سال“ کے ہیں لیکن یہ لفظ سنداً ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (تمام المنة للألباني‘ ص:٣٠٢‘ وفتح الباري:١/٥٨٥‘ حدیث:٥١٠) ایک حدیث میں [مِائَةَ عَامٍ] ”سو سال“ کھڑے رہنے کا ذکر ہے‘ لیکن اس کی سند میں عبیداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن موہب ضعیف ہے اور اس کا چچا عبیداللہ بن عبداللہ بن موہب مجہول ہے۔ دیکھیے: (تهذيب الكمال:١٩/٨٠) شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف ابن ماجہ میں ضعیف کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معدود کی صراحت درست نہیں ہے۔ معدود مبہم رکھا گیا ہے۔ عربی میں اس طریقے سے زجر وتوبیخ اور معاملے کی سنگینی کا بیان مقصود ہوتا ہے بہرحال مقصود عدد نہیں کثرت اور مبالغہ ہے۔ واللہ أعلم. ② چالیس یا سو سال تک رکے رہنے کی بات بھی بفرض محال ہے ورنہ اتنی دیر تک ایک انسان کا نماز پڑھنا یا ایک جگہ رکے رہنا قابل تصور نہیں۔

٧٥٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي

٧٥٨- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھتا

٧٥٧ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، ح: ٥١٠، ومسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، ح: ٥٠٧ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٥٤، والكبرٰى، ح: ٨٣٢.

٧٥٨ـ أخرجه مسلم، ح: ٥٠٥، (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٥٤، والكبرٰى، ح: ٨٣٣.

سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ».

ہوتو وہ کسی کو اپنے آگے سے نہ گزرنے دے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑائی کرے۔"

فائدہ: نماز میں اپنے سامنے سترہ ضرور رکھنا چاہیے۔ سترہ نہ رکھنے کی صورت میں اگر کوئی آگے سے گزرے تو گزرنے والا اور نمازی دونوں گناہ گار رہوں گے اور اگر سترہ ہوتو آگے سے گزرا جا سکتا ہے البتہ اگر کوئی شخص سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے تو نمازی کا فرض ہے کہ اسے روکے۔ باز نہ آئے تو اسے دھکا بھی دے سکتا ہے البتہ دھینگا مشتی پر نہ آئے کہ یہ نماز کے منافی ہے۔ بعض حضرات نے ظاہر الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے دھینگا مشتی کو بھی جائز قرار دیا ہے مگر یاد رہنا چاہیے کہ اس قسم کے الفاظ کی دلالت موقع محل کی محتاج ہوتی ہے۔

(المعجم ٩) - اَلرُّخْصَةُ فِي ذٰلِكَ (التحفة ١٧٦)

باب:۹- اس امر کی رخصت کا بیان

٧٥٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِحِذَائِهِ فِي حَاشِيَةِ الْمَقَامِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ.

۷۵۹- حضرت کثیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے' پھر بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر مقام ابراہیم کے ایک کنارے کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہ تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے' بعض محدثین کا موقف بھی یہی ہے کہ مسجد حرام' یعنی بیت اللہ شریف میں سترے کے بارے میں نرمی ہے جس طرح کہ امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی "المصنف" میں ان الفاظ سے باب باندھا ہے: [باب: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ شَيْءٌ] (المصنف:۲/۳۵) پھر اس باب کے تحت جو مرفوع حدیث بیان کی ہے' وہ یہی "كثير بن كثير عن ابيه عن جده" یعنی سنن نسائی والی روایت ہے۔ یہ روایت دوسری کتب سنن میں بھی

٧٥٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، المناسك، باب الركعتين بعد الطواف، ح:٢٩٥٨ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرى، ح:٨٣٤، وله علة قادحة. * وكثير لم يسمع من أبيه، بينهما مجهول بدليل رواية ابن عيينة (سنن أبي داود، ح:٢٠١٦)، وأبوه لم يوثقه غير ابن حبان، فهو مستور.

موجود ہے۔ بیت اللہ میں سترے کی نرمی کے متعلق مرفوعاً یہی روایت بیان کی جاتی ہے' لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس روایت کے ضعف کی طرف بڑے خوبصورت اور نفیس انداز میں اشارہ فرمایا ہے۔ اس روایت کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [رِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ إِلَّا أَنَّهُ مَعْلُولٌ] ''اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ حدیث معلول (پوشیدہ علت کی وجہ سے ضعیف) ہے۔'' (فتح الباري:۱/۷۴۵' تحت حدیث:۵۰۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح الجامع میں ان الفاظ سے باب باندھا ہے: [بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا] یعنی ''مکہ اور مکہ کے علاوہ دوسری جگہ سترے کا بیان۔'' پھر حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان فرمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے: ابو جحیفہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء مکہ میں اپنے سامنے نیزہ گاڑ کر ہمیں نماز پڑھائی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الصلاة' حديث:۵۰۱) اسی طرح امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے "المصنف" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل فرمایا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام' یعنی بیت اللہ شریف میں (اپنے سامنے) لاٹھی گاڑ کر نماز پڑھی۔ (مصنف ابن أبي شيبة' قدركم يستر المصلي' حديث: ۲۸۵۳) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے لیے سترے کا حکم عام ہے' چاہے مکہ' مدینہ یا کوئی اور جگہ ہو۔ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی ہو یا کوئی اور مسجد' نمازی کے لیے سترہ بہرحال ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ [لَا تُصَلِّ إِلَّا إِلَى سُتْرَةٍ] (صحيح ابن خزيمة:۲/۱۰' حديث:۸۰۰) یعنی ''سترے ہی کی طرف نماز پڑھو۔'' نیز فرمایا: [إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ' وَلْيَدْنُ مِنْهَا] (سنن أبي داود' الصلاة' حديث: ۶۹۵) ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ سترے کی طرف پڑھے اور سترے کے قریب کھڑا ہو۔'' اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ نمازی اپنے آگے سے کسی کو گزرنے نہ دے بلکہ گزرنے والے کو روکے۔ اگر کوئی نہ رکے تو اسے زبردستی روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان قرار دیا ہے۔ مذکورہ دلائل سے جہاں سترے کا وجوب معلوم ہوتا ہے وہاں بیت اللہ شریف میں لوگوں کے ازدحام اور ان کی کثرت کا مسئلہ بھی درپیش ہے' لہٰذا اس کا لحاظ رکھنا بھی مناسب ہے' اس لیے ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن۶۴:۱۶) پر عمل کرنا چاہیے۔ حرمین شریفین میں بھی سترے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہاں' اضطراری صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ وہاں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کوشش کے باوجود بھی اگر سترے کا اہتمام نہیں ہو سکا تو ایسا شخص اس آیت کا مصداق قرار پائے گا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرة۲:۱۷۳) إن شاء الله. اس طرح کا مجبور شخص عدم سترہ کی سخت وعید سے بچ جائے گا۔ والله أعلم.

(المعجم ١٠) - اَلرُّخْصَةُ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ النَّائِمِ (التحفة ١٧٧)

باب:١٠-سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کی رخصت کا بیان

٧٦٠- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

٧٦٠-حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلے کے درمیان آپ کے بستر پر عرض کے رخ لیٹی ہوتی تھی۔ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

فائدہ: جگہ کی تنگی کے پیش نظر ایسا ہوتا ہوگا ورنہ بہتر تو یہی ہے کہ سجدہ گاہ تک کوئی چیز سامنے نہ ہو کیونکہ اس سے خیالات منتشر ہوں گے مگر چونکہ یہ رات کا وقت ہوتا تھا، کچھ نظر نہ آتا تھا، لہٰذا کوئی حرج نہیں۔ دن کے وقت بھی اگر اس قسم کی صورت پیش آ جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اگر شرعاً کوئی قباحت ہوتی تو آپ ﷺ ایسا قطعاً نہ کرتے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١١) - اَلنَّهْيُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَى الْقَبْرِ (التحفة ١٧٨)

باب:١١-قبر کی طرف نماز پڑھنے کی ممانعت

٧٦١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا».

٧٦١-حضرت ابو مرثد غنوی ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔“

فوائد ومسائل: ① قبر کی طرف نماز پڑھنا اس لیے منع ہے کہ اس میں ان کی عبادت کا شبہ ہے۔ قبر کے علاوہ

٧٦٠ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة خلف النائم، ح: ٥١٢ من حديث يحيى القطان، ومسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ٢٦٨/٥١٢ من حديث هشام بن عروة به نحو المعنى، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣٥

٧٦١ـ أخرجه مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، ح: ٩٧٢ عن علي بن حجر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣٦.

ہر اس چیز کا نمازی کے سامنے ہونا منع ہے جس کی پوجا ہوتی ہے' مثلاً: بت اور آگ وغیرہ۔ ⓶ ''قبر پر نہ بیٹھو'' یعنی راحت کے لیے ٹیک لگا کر یا ویسے ہی بیٹھنا منع ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے' چنانچہ جس طرح قبر کی زائد از ضرورت تعظیم منع ہے' اسی طرح ان کی توہین بھی ناجائز ہے۔ بعض نے بیٹھنے سے قضائے حاجت کے لیے بیٹھنا مراد لیا ہے مگر یہ بہت بعید ہے' قضائے حاجت کے لیے نشیبی جگہ تلاش کی جاتی ہے نہ کہ اونچی جگہ۔ اور بعض علماء نے مجاور اور معتکف بن کر بیٹھنے کو اس کی تفسیر قرار دیا ہے مگر یہ متبادر مفہوم کے خلاف ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دوسرے دلائل کی بنا پر قبر پر مجاورت یا اعتکاف بھی منع ہے لیکن اس کا صحیح معنی پہلا ہی ہے۔

(المعجم ١٢) - اَلصَّلَاةُ إِلٰى ثَوْبٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ (التحفة ١٧٩)

باب:۱۲- ایسے کپڑے کی طرف نماز پڑھنا جس میں تصویریں ہوں

٧٦٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ فِي بَيْتِي ثَوْبٌ فِيهِ تَصَاوِيرُ فَجَعَلْتُهُ إِلٰى سَهْوَةٍ فِي الْبَيْتِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ! أَخِّرِيهِ عَنِّي». فَنَزَعْتُهُ فَجَعَلْتُهُ وَسَائِدَ.

۷۶۲- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں ایک تصاویر والا کپڑا تھا۔ میں نے اسے گھر میں ایک طاق کے سامنے (بطور پردہ) لٹکا لیا۔ رسول اللہ ﷺ اس طاق کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے' اس لیے آپ نے کہا: ''اے عائشہ! اسے میرے سامنے سے ہٹا دو۔'' میں نے اتار کر اس کے تکیے بنا لیے۔

فائدہ: تصویریں یا تصویر والے کپڑے گھر میں لٹکانا منع ہے' خصوصاً جب کہ نماز میں وہ آ گے ہوں۔ ہاں' اگر انھیں پھاڑ کر تکیے یا چٹائی وغیرہ بنالی جائے تو جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی توہین ہے۔ احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر تصویریں ڈھانپ دی جائیں اور وہ نظر نہ آتی ہوں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن جہاں انھیں زائل کرنا بس میں نہ ہو' وہاں اس کی گنجائش ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ١٣) - اَلْمُصَلِّي يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِمَامِ سُتْرَةٌ (التحفة ١٨٠)

باب:۱۳- امام اور مقتدی کے درمیان کوئی پردہ ہو تو؟

٧٦٢- أخرجه مسلم، اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان . . . الخ، ح: ٢١٠٧/ ٩٢ من حديث شعبة، والبخاري، اللباس، باب ما وطىء من التصاوير، ح: ٥٩٥٤ من حديث ابن القاسم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣٧.

٧٦٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ حَصِيرَةٌ يَبْسُطُهَا بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهَا بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي فِيهَا، فَفَطَنَ لَهُ النَّاسُ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَهُمُ الْحَصِيرَةُ، فَقَالَ: «اُكْلُفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ [عَزَّ وَجَلَّ] لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ [عَزَّ وَجَلَّ] أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ». ثُمَّ تَرَكَ مُصَلَّاهُ ذٰلِكَ فَمَا عَادَ لَهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالٰى وَكَانَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ.

٧٦٣- حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی جسے آپ دن کو بچھا لیتے تھے اور رات کو اس سے حجرہ سا بنا لیتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے۔ لوگوں کو آپ کی نماز کا پتہ چل گیا تو وہ آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے جب کہ ان کے اور آپ کے درمیان وہ چٹائی حائل تھی۔ آپ نے فرمایا: ”اتنے عمل کے شائق بنو جس کی آسانی کے ساتھ طاقت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں اکتائے گا حتیٰ کہ تم ہی اکتا جاؤ گے (اور وہ نیک کام چھوڑ دو گے۔) اللہ تعالیٰ کا سب سے پسندیدہ کام وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔“ پھر آپ نے اس جگہ نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ دوبارہ نہیں پڑھی (پھر گھر میں پڑھنے لگے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی۔ اور آپ جب کوئی کام شروع کرتے تو اس پر ہمیشگی کرتے۔ (یہ نہیں کہ چار دن کیا‘ پھر چھوڑ دیا۔)

فوائد ومسائل: ① چٹائی کو کھڑا کر کے حجرہ سا بنانا لوگوں کی مداخلت روکنے اور خلوت مہیا کرنے کے لیے تھا کیونکہ خلوت خشوع وخضوع میں معاون ہے۔ ② کوئی نیک کام شروع کر کے چھوڑ دینا زیادہ برا ہے بجائے اس کے کہ شروع ہی نہ کیا جائے کیونکہ چھوڑنے میں اعراض ہے‘ البتہ اگر کبھی کبھار نیند‘ سستی یا مصروفیت کی بنا پر وہ رہ جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس کا ثواب لکھا جاتا ہے‘ بشرطیکہ مستقل نہ چھوڑے۔

(المعجم ١٤) - اَلصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ (التحفة ١٨١)

باب: ١٤- ایک کپڑے میں نماز پڑھنا

٧٦٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ

٧٦٤- حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ

٧٦٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب صلاة الليل، ح: ٧٣٠، ومسلم، صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره . . . الخ، ح: ٧٨٢ من حديث سعيد المقبري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٣٨، وأخرجه أبوداود، ح: ١٣٦٨ عن قتيبة به.

٧٦٤ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفًا به، ح: ٣٥٨، ومسلم، الصلاة، باب ◄◄

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [عَنْ سَعِيدِ] بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: «أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ».

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو دو کپڑے ہیں؟''

٧٦٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

٧٦٥- حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اس طرح کہ آپ نے اس کے دونوں کنارے اپنے دونوں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

فوائد و مسائل: ① عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے اور انھوں نے آپ ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔ ② ایک کپڑے میں نماز مجبوری کی حالت میں پڑھی جائے۔ اگر وہ چھوٹا ہو تو اسے ناف سے گھٹنوں تک باندھ لیا جائے اور اگر کچھ بڑا ہو تو بغلوں کے نیچے سے گزار کر دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر ڈال لیں۔ اگر کھلنے کا اندیشہ ہو تو گردن کے پیچھے گرہ دے لیں ورنہ کھلا چھوڑ لیں۔ اس طرح پیٹ اور کمر بھی چھپ جائیں گے۔ حدیث میں اسی طریقے کا ذکر ہے۔ اور اگر دو کپڑے ہوں تو پھر دو ہی میں نماز پڑھیں۔ ایک کو ازار اور دوسرے کو ردا یا قمیص بنائیں۔ ③ حدیث کے الفاظ سے واضح ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے' ایسی صورت میں یقیناً سر ننگا رہتا ہے' اس لیے ننگے سر نماز کے ہو جانے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب غربت و ناداری عام تھی جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔ اب آسانی کی حالت میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو عادت بنا لینا' اسے کوئی بھی پسند نہیں کرے گا' نہ اس کے لیے جواز کا فتویٰ ہی ڈھونڈے گا۔ اسی طرح ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے کہ اس کے جواز میں بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن اسے عادت اور شعار بنا لینا قطعاً پسندیدہ نہیں' نہ یہ رسول اللہ ﷺ' صحابۂ کرام اور اسلافِ عظام کے طرز عمل ہی سے مطابقت رکھتا ہے۔

◄◄ الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه، ح: ٥١٥ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيیٰ): ١/ ١٤٠، والكبرىٰ، ح: ٨٣٩.

٧٦٥ـ أخرجه البخاري، ح: ٣٥٤ـ٣٥٦، وانظر الحديث السابق، ومسلم، ح: ٥١٧، وانظر الحديث السابق من حديث هشام به، وهو في الموطأ(يحيیٰ): ١/ ١٤٠، والكبرىٰ، ح: ٨٤٠.

(المعجم ١٥) - اَلصَّلَاةُ فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ (التحفة ١٨٢)

باب:١٥- ایک قمیص میں نماز پڑھنا

٧٦٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَطَّافُ عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي لَأَكُونُ فِي الصَّيْدِ وَلَيْسَ عَلَيَّ إِلَّا الْقَمِيصُ، أَفَأُصَلِّي فِيهِ؟ قَالَ: «وَزُرَّهُ عَلَيْكَ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ».

٧٦٦- حضرت سلمہ بن اکوع ڈٹاٹنڈ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ کبھی میں شکار کے پیچھے ہوتا ہوں اور مجھ پر صرف ایک قمیص ہوتی ہے تو کیا اس میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''اسے بٹن لگا لیا کرو اگرچہ کانٹے ہی سے ہو۔''

فائدہ: قمیص اگر لمبی ہو' گھٹنوں سے نیچی ہو کہ کسی بھی رکن کی ادائیگی میں گھٹنے آگے یا پیچھے سے ننگے نہ ہوتے ہوں تو اس احتیاط کے ساتھ اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں کہ سامنے کے گلے میں بٹن لگا لیا جائے تاکہ سامنے سے ستر نہ کھلے۔

(المعجم ١٦) - اَلصَّلَاةُ فِي الْإِزَارِ (التحفة ١٨٣)

باب:١٦- ازار میں نماز پڑھنا

٧٦٧- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَاقِدِينَ أُزْرَهُمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

٧٦٧- حضرت سہل بن سعد ڈٹاٹنڈ سے منقول ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور انھوں نے اپنے ازار (چھوٹے ہونے کی وجہ سے) بچوں کی طرح گردن پر باندھے ہوتے تھے تو (احتیاطاً) عورتوں سے کہا گیا کہ تم سجدے سے سر نہ اٹھایا کرو حتی کہ مرد سیدھے بیٹھ جایا کریں۔

فائدہ: ازار چھوٹے ہوتے تھے' اس لیے گرہ دینا پڑتی تھی جیسے کہ حدیث نمبر ٧٦٥ میں بیان ہوا۔ عورتوں کو

٧٦٦_ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الرجل يصلي في قميص واحد، ح: ٦٣٢ من حديث موسى ابن إبراهيم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤١، وصححه ابن خزيمة، ح: ٧٧٧، ٧٧٨، وابن حبان(الإحسان)، ح: ٢٢٩١، والحاكم: ١/ ٢٥٠، والذهبي.

٧٦٧_ أخرجه البخاري، الصلاة، باب: إذا كان الثوب ضيقًا، ح: ٣٦٢ من حديث يحيى القطان، ومسلم، الصلاة، باب أمر النساء المصليات وراء الرجال أن لا يرفعن رؤوسهن . . . الخ، ح: ٤٤١ من حديث سفيان الثوري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٢.

کہنا صرف احتیاطاً تھا کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہیں کپڑا ادھر ادھر نہ ہو جائے ورنہ یہ نہیں کہ وہ سجدے میں پیچھے سے ننگے ہوتے تھے کیونکہ اس طرح تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اگر کپڑا اتنا چھوٹا ہو تو اسے گردن کی بجائے ازار کی طرح کمر پر باندھنا چاہیے کیونکہ شرم گاہ ڈھانپنا فرض ہے۔ یاد رہے! آپ کے دور مبارک میں عورتیں مردوں کے پیچھے با جماعت مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

٧٦٨- أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ قَوْمِي مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا: إِنَّهُ قَالَ: «لِيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قِرَاءَةً لِلْقُرْآنِ». قَالَ: فَدَعَوْنِي فَعَلَّمُونِي الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَكُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ مَفْتُوقَةٌ، فَكَانُوا يَقُولُونَ لِأَبِي: أَلَا تُغَطِّي عَنَّا اسْتَ ابْنِكَ.

٧٦٨- حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میری قوم کے لوگ نبی ﷺ کے پاس سے لوٹے تو انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا: ”تمھاری امامت وہ شخص کرائے جو قرآن مجید زیادہ پڑھا ہوا ہو۔“ تو انھوں نے مجھے بلایا (کیونکہ مجھے زیادہ قرآن یاد تھا) اور مجھے رکوع اور سجدے کا طریقہ سکھایا تو میں انھیں نماز پڑھایا کرتا تھا اور مجھ پر ایک پھٹی ہوئی چادر تھی۔ لوگ میرے والد سے کہتے تھے: کیا تم ہماری نظروں سے اپنے بیٹے کی شرم گاہ نہیں ڈھانپ سکتے؟

فوائد ومسائل: ① ابوداود کی ایک روایت میں ہے کہ سجدہ کرتے وقت بے پردگی ہوتی تھی۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٨٦) ② عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے۔ سات سال کی عمر تھی، لیکن یہ قبیلہ قافلوں کی گزرگاہ پر واقع تھا، اس لیے آنے جانے والے لوگوں سے قرآن مجید کی بہت سی آیات اور سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ باقی لوگ اس سعادت سے محروم رہے۔ چونکہ عمرو بن سلمہ بچے تھے اس لیے انھیں نماز کا طریقہ سکھایا گیا۔ ③ دیگر روایات میں ہے کہ پھر قبیلے کے لوگوں نے مشترکہ رقم سے کپڑا خرید کر مجھے ایک لمبی قمیص بنوا دی جس سے میں بہت خوش ہوا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، المغازي، حديث: ٤٣٠٢)

(المعجم ١٧) - صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ بَعْضُهُ عَلَى امْرَأَتِهِ (التحفة ١٨٤)

باب:١٧- آدمی کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کا کچھ حصہ اس کی بیوی پر ہو

٧٦٨ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب(٥٤)، ح: ٤٣٠٢ من طريق آخر عن عمرو بن سلمة، وأبوداود، الصلاة، باب من أحق بالإمامة؟، ح: ٥٨٦ من حديث عاصم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٣ تقدم طرفه، ح: ٦٣٧، ويأتي، ح: ٧٩٠.

٧٦٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَيَّ مِرْطٌ بَعْضُهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٧٦٩- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے ایک طرف لیٹی ہوتی جب کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جس کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ پر ہوتا تھا۔

فائدہ: سردیوں میں کپڑوں کی قلت کی وجہ سے ایسے ہوتا ہوگا۔ اگر نماز کے دوران میں حائضہ عورت کا جسم نمازی سے لگ جائے تو نماز میں خرابی نہ آئے گی، خصوصاً جب کہ مجبوری بھی ہو۔ حائضہ عورت کا جسم ظاہراً پلید نہیں ہوتا۔

(المعجم ١٨) - صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ (التحفة ١٨٥)

باب: ١٨- آدمی کا ایک ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا کہ اس کے کندھوں پر کچھ بھی کپڑا نہ ہو

٧٧٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ».

٧٧٠- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس طرح ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ بھی کپڑا نہ ہو۔“

فائدہ: یہ اس وقت ہے جب کپڑا وسیع ہو۔ اگر کپڑا چھوٹا ہو تو اسے ازار کے طور پر باندھ لیا جائے۔ اگر کوئی اور کپڑا میسر نہ ہو تو ناف سے گھٹنوں تک پردہ کفایت کر جائے گا اور شرعاً یہ جائز ہے کیونکہ مجبوری میں اس معاملے میں تخفیف ہے۔

٧٦٩ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ٥١٤ من حديث وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٤.

٧٧٠ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه، ح: ٥١٦ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، الصلاة، باب إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه، ح: ٣٥٩ من حديث أبي الزناد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٥.

(المعجم ١٩) - اَلصَّلَاةُ فِي الْحَرِيرِ (التحفة ١٨٦)

باب:١٩- ریشم کے کپڑے میں نماز پڑھنا

٧٧١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ وَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَرُّوجُ حَرِيرٍ، فَلَبِسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ ثُمَّ قَالَ: «لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ».

٧٧١- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشم کی اچکن یعنی شیروانی سے ملتا جلتا لباس تحفے میں دیا گیا۔ آپ نے اسے پہنا' پھر اس میں نماز پڑھی۔ سلام پھیرا تو اسے بڑی تیزی اور سختی سے اتار دیا' گویا کہ آپ اسے ناپسند فرما رہے ہیں' پھر فرمایا: ''یہ پرہیزگاروں کے لیے جائز نہیں۔''

فائدہ: ریشم پہننا مرد کے لیے ناجائز ہے۔ اس میں نماز پڑھنا بدرجۂ اولیٰ ناپسندیدہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حرمت سے قبل پہنی ہوگی۔ پھر ناپسندیدگی کی وجہ سے اتاری۔ یہ نہیں کہ حرام ہونے کے بعد پہنی یا اتاری۔ آپ کے یہ الفاظ: [لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ] بھی دلیل ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ریشم حرام نہ ہوا تھا۔ حرمت کے بعد تو متقی اور غیر متقی برابر ہیں' البتہ ریشم میں پڑھی ہوئی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں' اس لیے کہ نماز کے اندر کوئی خرابی نہیں ہوئی اور نہ اس کی کوئی شرط یا رکن مفقود ہوا۔ ریشم کا حرام ہونا نماز سے الگ مسئلہ ہے' گویا ریشم پہننے کا گناہ الگ ہے اور نماز کی صحت ایک الگ چیز ہے۔

(المعجم ٢٠) - اَلرُّخْصَةُ فِي الصَّلَاةِ فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ (التحفة ١٨٧)

باب:٢٠- دھاری دار منقش چادر میں نماز پڑھنے کی رخصت

٧٧٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ ثُمَّ قَالَ:

٧٧٢- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دھاری دار منقش چادر میں نماز پڑھی' پھر فرمایا: ''مجھے اس کے نقش و نگار نے اپنی طرف متوجہ رکھا۔ اسے ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس سے اس کی انبجانی چادر لے آؤ۔''

٧٧١_ أخرجه البخاري، اللباس، باب القباء وفروج حرير . . . الخ، ح: ٥٨٠١، ومسلم، اللباس، باب: تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، ح: ٢٠٧٥ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٦.

٧٧٢_ أخرجه البخاري، الأذان، باب الالتفات في الصلاة، ح: ٧٥٢ عن قتيبة، ومسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة في ثوب له أعلام، ح: ٥٥٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٤٧.

«شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هٰذِهِ، اِذْهَبُوا [بِهَا] إِلٰى أَبِي جَهْمٍ وَائْتُونِي بِأَنْبِجَانِيِّهِ».

فوائد ومسائل: ① یہ منقش چادر ابوجہم رضی اللہ عنہ ہی نے بطور تحفہ بھیجی تھی چونکہ تحفے کی واپسی سے ان کی دل شکنی کا خطرہ تھا' لہٰذا تحفے کا تبادلہ کرلیا۔ ② انبجانی بغیر دھاریوں کے سادہ چادر ہوتی تھی۔ انبجان علاقہ تھا جہاں وہ چادریں بنتی تھیں۔ ③ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مقدس اس قدر صاف تھا کہ اس میں ہلکی سی لہر بھی آپ کو محسوس ہوتی تھی۔ معمولی سا خیال بھی آپ کو بہت زیادہ محسوس ہوا ہوگا ورنہ آپ جیسا خشوع وخضوع کسے نصیب ہوگا؟ ④ مصنف رحمہ اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ منقش کپڑے میں نماز ہوسکتی ہے۔ آپ نے نماز دہرائی نہیں۔ ویسے بھی دھاری دار کپڑا پہننا منع نہیں۔ پہنا ہوا یا جائے نماز کا کپڑا دھاری دار ہو تو نماز میں کوئی خرابی لازم نہ آئے گی لیکن اس سے پرہیز بہتر ہے۔ ہمارے دل اس قدر صاف نہیں ہیں کہ اتنی معمولی سی دھاریاں ہماری نماز کے خشوع وخضوع میں فرق ڈالیں کیونکہ ہمارا خشوع وخضوع پہلے ہی بہت کم ہوتا ہے' البتہ اگر کسی شخص کا لباس یا مصلے کی دھاریوں' رنگوں وغیرہ سے' خشوع وخضوع کم ہوتا ہو تو وہ ایسے کپڑے سے پرہیز کرے۔ آج کل مصلے پر مسجد' مینار اور گنبد وغیرہ کی تصاویر ہوتی ہیں جو نماز کی مناسبت سے ہیں' لہٰذا ان میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا' لیکن اس حدیث کی رُو سے یہ بھی ناپسندیدہ ہیں' ان سے بھی بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے' البتہ ایسا کپڑا یا مصلّٰی بالکل ناجائز ہے جس میں کسی جاندار کی یا کسی ایسی چیز کی تصویر ہو جس کی پوجا ہوتی ہو۔

(المعجم ٢١) - اَلصَّلَاةُ فِي الثِّيَابِ الْحُمْرِ (التحفة ١٨٨)

باب:٢١-سرخ کپڑوں میں نماز پڑھنا

٧٧٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، فَرَكَزَ عَنَزَةً فَصَلّٰى إِلَيْهَا يَمُرُّ مِنْ وَرَائِهَا الْكَلْبُ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

٧٧٣- حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلے (جوڑے) میں تشریف لائے' ایک برچھا گاڑا اور اس کی طرف نماز پڑھی۔ کتے' گدھے اور عورتیں اس کے آگے سے گزرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق وہ حلہ خالص سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ دھاریاں

٧٧٣ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي والندب إلى الصلاة إلى سترة . . . الخ، ح:٥٠٣ من حديث سفيان الثوري به مطولاً، وهو في الكبرى، ح:٨٤٨، وأصله متفق عليه، من حديث عون به.

تھیں، سطح سفید تھی۔ دیکھیے: (زادالمعاد: ۱/ ۱۳۷) لہٰذا اس روایت کا ان روایات سے تعارض نہ ہوگا جن میں سرخ کپڑا پہننے سے روکا گیا ہے۔ ② حلے سے مراد ہے، دو چادریں ایک رنگ کی اور ایک جیسی۔ ایک ازار اور دوسری ردا۔ ③ برچھا یا چھوٹا نیزہ بطور سترہ گاڑا گیا تھا۔ اس کی بحث حدیث: ۷۴۸ میں گزر چکی ہے۔

(المعجم ٢٢) - اَلصَّلَاةُ فِي الشِّعَارِ (التحفة ١٨٩)

باب: ۲۲-جسم سے لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا

٧٧٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ قَالَ: سَمِعْتُ خِلَاسَ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ، أَبُو الْقَاسِمِ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَعْدُهُ إِلَى غَيْرِهِ وَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ يَعُودُ مَعِي، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ لَمْ يَعْدُهُ إِلَى غَيْرِهِ.

۷۷۴- حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میں اور ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے میں سوتے تھے۔ کبھی میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اگر اس کپڑے کو مجھ سے کوئی حیض وغیرہ لگ جاتا تو اتنی جگہ دھو لیتے، مزید جگہ نہیں دھوتے تھے اور اس میں نماز بھی پڑھتے تھے، پھر دوبارہ میرے ساتھ لیٹ جاتے۔ اگر پھر کوئی چیز لگ جاتی تو دوبارہ اسی طرح دھوتے۔ اس سے زائد جگہ نہ دھوتے تھے۔

فائدہ: اگر عورت کے جسم والا کپڑا پاک ہو تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ اس نے اسے حیض کی حالت میں پہنا ہو۔ اگر کچھ خون لگ گیا ہو تو اتنی جگہ دھو لی جائے، باقی جگہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

(المعجم ٢٣) - اَلصَّلَاةُ فِي الْخُفَّيْنِ (التحفة ١٩٠)

باب: ۲۳-موزوں میں نماز پڑھنا

٧٧٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

۷۷۵- حضرت ہمام نے کہا کہ میں نے حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کو دیکھا کہ انھوں نے پیشاب کیا،

٧٧٤ـ [إسناده حسن] تقدم، ح: ٢٨٥، وهو في الكبرى، ح: ٨٤٩.

٧٧٥ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، ح: ٣٨٧ من حديث شعبة، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٢ من حديث سليمان الأعمش به، وهو في الكبرى، ح: ٨٥٠.

سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيرًا بَالَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى، فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا.

پھر پانی منگوایا اور وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر اٹھے اور نماز پڑھی۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے: میں نے نبی ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

فائدہ: موزوں میں نماز پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(المعجم ٢٤) - اَلصَّلَاةُ فِي النَّعْلَيْنِ (التحفة ١٩١)

باب: ۲۴- جوتوں میں نماز پڑھنا

٧٧٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ زُرَيْعٍ وَغَسَّانَ بْنِ مُضَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا [أَبُو مَسْلَمَةَ] - وَاسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ - بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ - قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

۷۷۶- حضرت ابومسلمہ سعید بن یزید بصری نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ جوتوں میں نماز پڑھ لیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔

فوائد ومسائل: ① جوتوں میں نماز پڑھی جا سکتی ہے مگر چند باتیں قابل لحاظ ہیں: ○ جوتے پاک اور صاف ستھرے ہوں۔ ○ بہتر ہے کہ جوتے اس قسم کے ہوں کہ ان میں سجدے اور قعدے میں دقت پیش نہ آئے، یعنی ان پر بیٹھنے میں تکلیف نہ ہو۔ یہ سب کچھ تب ہے جب مسجد جوتوں سے میلی نہ ہوتی ہو۔ اگر فرش جوتوں سے میلا ہوتا ہو یا صفیں ٹوٹتی ہوں تو جوتوں سمیت مسجد میں نماز نہ پڑھی جائے، البتہ کھلی جگہ (مسجد سے باہر) یا کچے فرش پر کوئی حرج نہیں۔ چونکہ آج کل مساجد میں عموماً فرش بنے ہوتے ہیں، صفیں، دریاں اور قالین بچھے ہوتے ہیں، لہٰذا جوتوں میں نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ مساجد میں میل کچیل اور آلودگی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مساجد کچی ہوتی تھیں۔ ② ابوداود کی ایک روایت میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا امر بھی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٥٠، ٦٥٢) لیکن وہ امر استحباب پر محمول ہے کیونکہ ابوداود ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ننگے پاؤں بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٤٨) یہ امر یہود کی مخالفت کی بنا پر ہے۔ یہود سے آپ کی موافقت اور مخالفت وقتی چیز ہے۔ یہود کا نماز میں

٧٧٦- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في النعال، ح: ٣٨٦، ومسلم، المساجد، باب جواز الصلاة في النعلين، ح: ٥٥٥ من حديث أبي مسلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥١.

جوتے پہننے کو ناپسند کرنا شاید اس بنا پر ہو کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے موقع پر موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ مقدس میں جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا تھا: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (طٰہٰ ۲۰:۱۲)

(المعجم ٢٥) - أَيْنَ يَضَعُ الْإِمَامُ نَعْلَيْهِ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ (التحفة ١٩٢)

باب: ۲۵- جب امام لوگوں کو نماز پڑھائے تو جوتے کہاں رکھے؟

٧٧٧- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَشُعَيْبُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ الْفَتْحِ، فَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ.

۷۷۷- حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن نماز پڑھی تو آپ نے اپنے جوتوں کو اپنی بائیں طرف رکھا۔

فائدہ: چونکہ رسول اللہ ﷺ امام تھے اور آپ کے بائیں جانب کوئی نہ تھا' لہٰذا آپ نے اپنے جوتے بائیں طرف رکھے۔ اگر بائیں طرف کوئی آدمی کھڑا ہو تو بائیں طرف جوتے نہیں رکھنے چاہئیں۔ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا ضروری نہیں' صرف جائز ہے' البتہ آپ کے دور میں جب یہودی بھی مدینہ منورہ میں رہتے تھے' جوتوں میں نماز پڑھنا مستحب تھا کیونکہ اس سے امتیاز ہوتا تھا۔ آج کل اسلامی ممالک میں یہودی نہیں ہیں' لہٰذا جوتے میں نماز مستحب نہیں بلکہ حسب ضرورت صرف جائز ہے۔ واللہ أعلم.
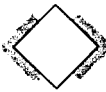
٧٧٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، ح:٦٤٨، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في أين توضع النعل ... الخ، ح:١٤٣١ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وهو في الكبرٰى، ح:٨٥٢، وصححه ابن خزيمة، ح:١٠١٤، ١٠١٥، وابن حبان(الإحسان)، ح:٢١٨٦.

امامت کا مفہوم، فضیلت اور اس سے متعلق احکام و مسائل

امام صاحب رحمہ اللہ قبلے سے متعلق احکام و مسائل بیان کرنے کے بعد امامت کے بارے میں کتاب لائے ہیں کیونکہ نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے جس میں ایک حافظِ قرآن یا صاحب علم و فضل شخص آگے کھڑا ہوتا ہے اور باقی نمازی صف بنا کر اس کے پیچھے نماز سے متعلق تمام حرکات و سکنات میں اس کی پیروی کے پابند ہوتے ہیں۔ امامت ایک عظیم الشان اور مقدس عہدہ ہے جسے یہ نصیب ہو جائے، وہ نہایت خوش بخت انسان ہوتا ہے اور اسے ''امام'' جیسے مبارک لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذیل میں امامت کا مفہوم، فضیلت، انواع، آداب اور احکام کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

* مفہوم: [إمامت] أَمَّ ، يَـؤُمُّ سے مصدر ہے۔ تقدم کے معنی میں ہے۔ محاورہ ہے: [أَمَّ النَّاسَ] ''اس نے لوگوں کی امامت کرائی۔'' یعنی ایک آدمی کی حیثیت سے نمازیوں کے آگے کھڑا ہوا تاکہ نماز میں لوگ اس کی پیروی کریں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز سے چند شرائط کے ساتھ مربوط ہونا امامت کہلاتا ہے۔ اسے امامت صغریٰ کہتے ہیں اور یہی اس کتاب میں زیر بحث ہے جبکہ امامت کبریٰ خلافت کو کہتے ہیں۔

[امام] ہر وہ چیز جسے امور و معاملات میں مقدم رکھا جائے، امام کہلاتی ہے، مثلاً: نبی ﷺ امام الائمہ ہیں۔ خلیفہ، رعایا کا امام ہوتا ہے۔ قرآن، امام المسلمین ہے۔ امیر، لشکر کا امام ہوتا ہے جبکہ امام الصلاۃ سے

مراد وہ شخص ہے جو نمازیوں کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے اور وہ اس کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔

* فضیلت: امامت کی فضیلت مشہور و معروف ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ تاحیات اس منصب جلیل پر فائز رہے۔ بعد ازاں یہ سعادت خلفائے راشدین کے حصے میں آئی۔ علم و فضل میں فائق شخصیات ہی اس عظیم عہدے پر فائز ہوتی رہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس کا معیار یہی مقرر کیا کہ قوم کا افضل آدمی جماعت کرائے۔ شارع علیہ السلام نے فضیلت کا معیار بجائے مال و دولت‘ خاندان اور قبیلے کے علم کو مقرر کیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى] ”لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا ہو۔“ (صحيح مسلم‘ المساجد‘ حديث:٦٧٣) اور یہ بات معلوم ہے کہ زیادہ قرآن پڑھنے والا افضل ہوتا ہے‘ لہٰذا اس حدیث سے امامت کی فضیلت معلوم ہوئی۔ نبی ﷺ نے ائمہ کے لیے دعا فرمائی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: [اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ‘ اَللّٰهُمَّ! أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ] ”امام ضامن اور ذمہ دار ہے اور مؤذن امین اور قابل اعتماد ہے۔ اے اللہ! اماموں کو (صحیح علم و عمل کی) توفیق دے اور مؤذنوں کو بخش دے۔“ (سنن أبي داود‘ الصلاة‘ حديث:٥١٧‘ و جامع الترمذي‘ الصلاة‘ حديث:٢٠٧) اس حدیث سے بھی امام اور امامت کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو آگے بڑھاتے تھے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان سے کہا گیا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں‘ حالانکہ آپ کو قدیم الاسلام صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے‘ آپ نے فرمایا: ”امام ذمہ دار ہے۔ اگر اچھے طریقے سے نماز پڑھائے گا تو اسے بھی ثواب ہوگا اور مقتدیوں کو بھی۔ اگر اس نے غلطی کی تو وہ گناہ گار ہوگا‘ مقتدی گناہ گار نہیں ہوں گے۔“ (سنن ابن ماجه‘ إقامة الصلوات‘ حديث:٩٨١)

اس حدیث سے امام کی فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امامت ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ امام کو اپنی اس ذمے داری کا احساس ہونا چاہیے‘ وہ اسے معمولی کام نہ سمجھے۔ اگر وہ کوتاہی برتتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا‘ البتہ امام مقرر کرتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ آیا وہ اس عہدے کی اہلیت رکھتا ہے اور وہ ذمہ دار ہے یا نہیں؟ بے پروا امام کے تقرر کے ذمے دار خود مقتدی ہوں گے۔ یا جہاں مقتدی بے بس ہوں وہاں انتظامیہ ذمے دار ہوگی۔

* منصب امامت کی طلب: اگر امامت کے اوصاف موجود ہوں اور آدمی سمجھے کہ میں یہ ذمہ داری دوسروں کی نسبت احسن انداز میں نبھا سکتا ہوں تو منصب امامت کے مطالبے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا حکم دنیاوی امارت (حکمرانی) والا نہیں کہ اگر کوئی اس کا مطالبہ کرے تو اسے نہ دینے کا حکم ہے' نیز اگر اسے مطالبے کی بنا پر امارت مل ہی جائے تو اللہ کی نصرت شامل حال نہیں ہوتی۔ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَنْتَ إِمَامُهُمْ' وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ' وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهِ أَجْرًا] ''تم ان کے امام ہو۔ ان کے کمزور ترین شخص کا خیال رکھنا اور مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔''

(سنن أبي داد' الصلاة' حديث:٥٣١' و سنن النسائي' الأذان' حديث:٦٧٣)

* مراتب ائمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ' فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً' فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا' وَفِي رِوَايَةٍ : سِنًّا] ''لوگوں کا امام ایسا شخص ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر اس وصف میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جسے سنت نبوی کا زیادہ علم ہو۔ اور اگر سنت کے علم میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اگر اس وصف میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو۔'' اور ایک روایت میں [سِلْمًا] کی بجائے [سِنًّا] کے لفظ ہیں' یعنی اگر مذکورہ تینوں اوصاف میں سب برابر ہوں تو پھر ان میں سے جس کی عمر زیادہ ہو' اسے امام بنایا جائے۔ (صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٧٣)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دن قیام کیا۔ آپ بہت رحم دل اور رقیق القلب تھے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہمیں اپنے گھر جانے کا شوق ہے تو فرمایا: [ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا' فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ] ''لوٹ جاؤ' اپنی قوم میں رہو اور انھیں (دین کی باتیں) سکھاؤ اور (سفر میں) نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز

کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔" (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٢٨، و صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٧٤) مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ نے انھیں عمر میں بڑے کو امام بنانے کا حکم دیا کیونکہ باقی خصال اور شرائط میں سب برابر تھے، یعنی انھوں نے اکٹھے ہجرت کی، اکٹھے اسلام قبول کیا اور بیس دن تک اکٹھے آپ ﷺ سے کتاب و سنت کا علم حاصل کیا۔ عمر کا لحاظ باقی تھا، اس لیے نبی ﷺ نے عمر میں بڑے کو امام بنانے کا حکم دیا۔

ان احادیث کی روشنی میں ائمہ کے بالترتیب مندرجہ ذیل پانچ مراتب ہیں: ① قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا۔ ② سنت نبوی سے زیادہ باخبر۔ ③ پہلے ہجرت کرنے والا۔ ④ پہلے اسلام قبول کرنے والا۔ ⑤ عمر رسیدہ۔ احناف اعلم (زیادہ علم والے) کو اقرأ (زیادہ اچھا قرآن پڑھنے والے) پر ترجیح دیتے ہیں۔ حدیث سے ان کے موقف کا رد ہوتا ہے۔

امامت کی مختلف انواع

① بچے کی امامت: فرض ہوں یا نفل، نابالغ لڑکے کی امامت، جب کوئی وجہ ترجیح پائی جائے، بلا کراہت جائز ہے، مثلاً: اسے قرآن مجید زیادہ یاد ہو وغیرہ۔ حضرت عمرو بن سلمہ ؓ فرماتے ہیں: جب میرے والد محترم نبی ﷺ سے مل کر واپس آئے تو اپنی قوم سے کہا: میں تمھارے پاس نبیٔ برحق کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں، ان کا ارشاد گرامی ہے: "فلاں نماز فلاں وقت پر پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پر پڑھو۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور امامت ایسا شخص کرائے جو قرآن مجید زیادہ پڑھنے والا ہو۔" عمرو بن سلمہ ؓ کہتے ہیں: میری قوم والوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ کوئی قرآن پڑھنے والا نہیں تھا، چنانچہ انھوں نے مجھے آگے کر دیا۔ اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔ (صحيح البخاري، المغازي، حديث:٤٣٠٢) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے، اگر اسے دوسروں کی نسبت قرآن زیادہ یاد ہو۔ لیکن اگر نماز کے ضروری مسائل سے کماحقہ واقف نہیں تو اسے نماز کا طریقہ اور مسائل سکھائے جائیں، امامت کا حق دار اس صورت میں بہرحال وہی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن نسائی، حدیث: ۷۹۰ کے فوائد و مسائل)

④ نابینے شخص کی امامت: نابینے شخص کی امامت بھی بلا کراہت درست ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (اپنے سفر غزوہ کے موقع پر) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا تھا اور یہی لوگوں کی امامت کراتے تھے اور یہ نابینے تھے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٩٥) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں دو مرتبہ مدینے میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الخراج، حديث:٢٩٣١، و مسند أحمد:٣/١٣٢)

امام صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تیرہ دفعہ جانشین بنایا گیا۔ دیکھیے: (سبل السلام:٢/ ٧٧، تحت حديث:٣٣٨)

حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ نابینا تھے۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٦٧)

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نابینے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ بعض حضرات نابینے کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ ناپاکی سے نہیں بچ سکتا اور کماحقہ طہارت بھی حاصل نہیں کر سکتا، مگر ان کی اس بات میں زور نہیں کیونکہ بعض نابینا افراد بینا افراد سے زیادہ صفائی پسند ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: (سنن نسائی، حدیث:٧٨٩ کے فوائد و مسائل)

⑤ غلام کی امامت: غلام کی امامت درست ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب اولین مہاجر عقبہ پہنچے، جو قباء میں ایک جگہ ہے، تو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل، سالم مولیٰ ابوحذیفہ ان کی امامت کراتے تھے۔ انھیں قرآن سب سے زیادہ یاد تھا۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٦٩٢) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب باندھ کر غلام، ولد زنا، دیہاتی اور نابالغ بچے کی امامت کا جواز ثابت کیا ہے۔ ایک روایت کے لفظ ہیں: سالم مولیٰ ابوحذیفہ، نبی ﷺ کے صحابہ اور اولین مہاجرین کی، مسجد قباء میں امامت کراتے رہے۔ ان میں ابوبکر، عمر، ابوسلمہ، زید بن حارثہ اور عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہم) بھی تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأحكام، حديث:٧١٧٥) حضرت سالم رضی اللہ عنہ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ اس نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔ ان کی امامت آزاد ہونے سے پہلے تھی۔ انھیں مولیٰ ابوحذیفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس عورت کے آزاد کرنے کے بعد یہ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس

رہے۔ انھوں نے انھیں اپنا متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا۔ جب اس کی ممانعت وارد ہوئی تو انھیں ابوحذیفہ کا مولیٰ کہا جانے لگا۔ (فتح الباري:۲/۲۴۱، تحت حديث:۶۹۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام (ذکوان نامی) کو مدبر (وہ غلام جسے اس کا مالک یہ کہہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔) بنایا تھا، وہ ان کی رمضان المبارک میں مصحف سے دیکھ کر امامت کراتا تھا۔ دیکھیے: (مصنف ابن أبي شيبة: ۲/۳۳۷، حديث: ۷۲۸۷) مذکورہ دلائل سے مسئلے پر دلالت واضح ہے۔

④ **عورت کی امامت:** عورت عورتوں کی جماعت کراسکتی ہے، لیکن وہ صف کے آگے نہیں بلکہ درمیان میں کھڑی ہوگی۔ جناب عبدالرحمٰن بن خلاد حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے گھر ملنے آیا کرتے تھے اور اس کے لیے ایک مؤذن مقرر کیا تھا جو اس کے لیے اذان دیتا تھا۔ اور آپ نے انھیں (ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرایا کرے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۹۲) واضح رہے کہ عورت مردوں کی کسی صورت جماعت نہیں کراسکتی۔ خیرالقرون میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس حدیث کے الفاظ [أَهْلَ دَارِهَا] سے جو وہم پڑتا ہے کہ گھر کے مرد حضرات اور مؤذن بھی ان کے پیچھے ہی نماز پڑھتے ہوں گے، یہ محض وہم ہی ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں کیونکہ سنن دارقطنی کی ایک روایت میں ہے: [وَتَؤُمَّ نِسَاءَ هَا] ''وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرائے۔'' دیکھیے: (سنن الدارقطني، حديث:۱۰۶۹) ان الفاظ سے [أَهْلَ دَارِهَا] کا مفہوم متعین ہوجاتا ہے۔

ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان فرماتی ہیں: [أَنَّ عَائِشَةَ أَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي صَلَاةٍ مَّكْتُوبَةٍ] ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نماز میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیے اور وہ ان کے درمیان کھڑی ہوئیں۔'' (مصنف عبدالرزاق، الصلاة، باب المرأة تؤم النساء:۳/۱۴۱، رقم:۵۰۸۶)

تمیمہ بنت سلمہ بیان فرماتی ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مغرب کی نماز میں عورتوں کی امامت کرائی تو وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں اور جہری قراءت کی۔ دیکھیے: (المحلی لابن حزم: ۴/۲۱۹)

حضرت حجیرہ بنت حصین رحمہا اللہ فرماتی ہیں: [أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ قَامَتْ بَيْنَنَا] ''سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نماز عصر میں ہماری امامت کرائی۔ آپ ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔'' (مصنف

عبدالرزاق، الصلاة، باب المرأة تؤم النساء، رقم:۵۰۸۲، و مصنف ابن أبي شيبة، الصلوات، باب المرأة تؤم النساء، رقم:۴۹۵۳) حضرت ام حسن رحمہا اللہ فرماتی ہیں: [أَنَّهَا رَأَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَؤُمُّ النِّسَاءَ تَقُومُ مَعَهُنَّ فِي صَفِّهِنَّ] ''میں نے دیکھا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیے اور وہ ان کے ساتھ صف ہی میں کھڑی ہوئیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة، الصلوات، باب المرأة تؤم النساء:۴۳۰/۱، رقم:۴۹۵۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عورت، عورت کی امامت کرا سکتی ہے لیکن وہ ان کے ساتھ صف کے درمیان ہی میں کھڑی ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۴۰/۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی مروی ہے کہ وہ اپنی لونڈی کو حکم دیتے تھے اور وہ رمضان المبارک میں عورتوں کو باجماعت نماز پڑھاتی تھیں۔ (المحلّٰی لابن حزم:۲۲۰/۴)

ان تمام دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ عورت، عورتوں کی فرض اور نفل ہر دو نمازوں میں امامت کروا سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ آگے کھڑی ہونے کی بجائے صف کے درمیان کھڑی ہوگی۔

⑤ **مرد کی عورتوں کے لیے امامت:** مرد کی اقتدا میں عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ دور نبوی میں عورتیں مسجد میں آ کر امام مسجد کے پیچھے نماز ادا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: [كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ] ''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں مسلمان عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں، پھر نماز پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتیں۔ اندھیرے کی وجہ سے کوئی انھیں پہچان نہ سکتا تھا۔'' (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: ۵۷۸، و صحيح مسلم، المساجد، حديث:۶۴۵)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُو أُزُرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا] ''نبی اکرم ﷺ کے ساتھ لوگ اپنے تہ بندوں میں گردن پر گرہ لگا کر نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ تہ بند چھوٹے ہوتے تھے۔ تو (احتیاطاً) عورتوں سے کہہ دیا گیا: تم اس وقت تک اپنے سر

(سجدے سے) نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔" (صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۸۱۴، و صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث:۴۴۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا] "میں اور ایک یتیم لڑکے نے اپنے گھر میں نبی ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور میری والدہ محترمہ ام سلیم ہم دونوں کے پیچھے (اکیلی) کھڑی ہوئیں۔" (صحیح البخاري، الأذان، حدیث: ۷۲۷، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۶۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَ شَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَ شَرُّهَا أَوَّلُهَا] "مردوں کی بہترین (زیادہ خیر و بھلائی والی) صف پہلی ہے اور بری (کم بھلائی والی) صف آخری ہے اور خواتین کی بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے۔" (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث:۴۴۰)

مردوں کی پہلی اور عورتوں کی آخری صف کے بہترین ہونے کی وجہ یہی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے دوسری صفوں کی نسبت زیادہ دور ہوتی ہے۔ اسی طرح مردوں کی آخری صف اور عورتوں کی پہلی صف کے کم افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بالکل قریب ہوتی ہیں۔ ضمناً یہ مسئلہ بھی سمجھ میں آیا کہ عورتیں مرد کے پیچھے باجماعت نماز پڑھ سکتی ہیں۔ اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو، تب بھی عورت مرد کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتی ہے، بشرطیکہ عورت غیر محرم نہ ہو کیونکہ غیر محرم عورت کے ساتھ علیحدگی حرام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ] "کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ علیحدگی اختیار نہ کرے، سوائے اس صورت کے کہ اس (عورت) کے ساتھ محرم مرد موجود ہو۔" (صحیح البخاري، الجھاد و السیر، حدیث:۳۰۰۶، و صحیح مسلم، الحج، حدیث: ۱۳۴۱) دوسرا یہ کہ اس صورت میں عورت مرد کی طرح امام کی دائیں جانب نہیں بلکہ پیچھے کھڑی ہو گی کیونکہ اکیلی عورت کی صف ہو جاتی ہے جیسا کہ پیچھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا] "جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسے نہ روکے۔" (صحیح البخاري،

النكاح، حديث:۵۲۳۸، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث:۴۴۲) مذکورہ احادیث سے واضح ہوا کہ مرد عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے۔

⑥ **مفضول کی امامت:** مفضول، یعنی کم فضیلت والا آدمی اپنے سے افضل شخص کی امامت کرا سکتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں پیچھے رہ گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا...... جب ہم اپنے لوگوں میں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے انھیں اشارہ کیا (کہ اپنی جگہ پر رہو) چنانچہ انھوں نے نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑا ہوا اور ایک رکعت جو ہم سے پہلے ہو چکی تھی، پڑھ لی۔ (صحيح البخاري، الوضوء، حديث: ۱۸۲، و صحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية و العمامة، حديث:۲۷۴(۸۱)) مذکورہ روایت صحیح بخاری میں نو مقام پر آئی ہے مگر ہر جگہ مختصر ہے۔ نماز والا واقعہ مذکور نہیں، یہ الفاظ صحیح مسلم میں ہیں۔

⑦ **مہمان کی امامت:** مہمان کو میزبان قوم کی جماعت کرانے سے منع کیا گیا ہے اگرچہ مہمان، میزبان سے افضل شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ] ''جو شخص کسی قوم کو ملنے کے لیے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرائے بلکہ انھی میں سے کوئی شخص امامت کرائے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:۵۹۶، و جامع الترمذي، الصلاة، حديث:۳۵۶) ہاں، اگر مہمان امامت کا اہل ہو اور میزبان اسے دعوت یا اجازت دے تو پھر امامت کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّؤُمَّ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ] ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی قوم کی امامت کرائے مگر ان کی اجازت سے۔'' (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:۹۱)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [لَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ، وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ] ''کوئی آدمی کسی آدمی کے

دائرۂ اقتدار میں امامت نہ کرائے اور نہ گھر میں اس کی مخصوص نشست پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔"

(صحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٧٣) اگر مہمان امامت کا اہل نہ ہو تو پھر اس کا امامت کرانا درست نہیں، مثلاً: مہمان عورت ہو، اگرچہ کتنی ہی فاضلہ ہو اور میزبان مرد۔ یا مہمان ان پڑھ ہو اور میزبان حافظ قرآن وغیرہ۔

⑧ **فاسق اور ظالم کی امامت:** فاسق اور ظالم امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے بشرطیکہ اس کی معصیت اسلام سے خروج کا باعث نہ ہو، لیکن ایسے آدمی کو امام مقرر نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: [كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا، أَوْ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا؟ قَالَ: قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: [صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ، فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ، وَلَا تَقُلْ: إِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ فَلَا أُصَلِّي] "تمھاری کیا حالت ہوگی جب تمھارے اوپر ایسے امیر (حکمران) ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کریں گے یا نماز (کا وقت) فوت کردیں گے؟" میں نے عرض کیا: تو مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نماز کو وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز ملے تو پڑھ لینا کہ یہ تمھارے لیے نفل ہو جائیں گے اور یہ نہ کہنا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں، اس لیے اب نہیں پڑھتا۔"

(صحيح مسلم، المساجد، حديث:(٢٣٨-٢٤٢)(٦٤٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ائمہ تمھیں نماز پڑھائیں گے۔ اگر وہ درستی کو پہنچیں تو تمھارے لیے بھی اجر ہے اور ان کے لیے بھی۔ اور اگر وہ غلطی کریں تو تمھارے لیے ثواب ہے (غلطی کا) گناہ ان پر ہے۔" (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٩٤)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام ذمہ دار ہے۔ اگر تو وہ درستی کو پہنچے تو اسے بھی اجر ملے گا اور مقتدیوں کو بھی اور اگر وہ غلطی کرے تو اس کا گناہ امام پر ہے۔ مقتدیوں پر نہیں۔" (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث:٩٨١)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فساق ائمہ کے پیچھے نمازیں، جمع اور عیدین پڑھ لیا کرتے تھے اور انھیں دہراتے بھی نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم حجاج بن یوسف کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے اور حجاج بن یوسف کا ظلم و فسق معروف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ولید بن عقبہ بن ابومعیط کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک دن اس نے صبح کی نماز دو رکعتیں پڑھائی' پھر پوچھا اور پڑھاؤں؟ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے چالیس کوڑے شراب کی حد لگوائی۔ (صحيح مسلم' الحدود' حديث:۱۷۰۷) حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: جن دنوں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ محصور تھے' عبیداللہ بن عدی بن خیار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ امیر المومنین ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ ہمیں نماز باغیوں کا امام پڑھاتا ہے جو ہم پر بہت گراں ہے۔ آپ نے فرمایا: نماز انسان کے اعمال میں سب سے اچھی چیز ہے' اس لیے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے بچو۔
(صحيح البخاري' الأذان' حديث:۶۹۵)

⑨ مسافر کی امامت: مسافر مقیم کی امامت کرا سکتا ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم حضرات کھڑے ہو کر باقی دو رکعتیں ادا کریں گے۔ اگر مسافر امام پوری نماز پڑھانا چاہے تو بھی جائز ہے مگر یہ افضلیت کے خلاف ہے۔ افضل یہ ہے کہ وہ سفر کی نماز (دو رکعتیں) ہی پڑھے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شرکت کی اور فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے۔ ان دنوں میں آپ دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے اور فرماتے: [يَا أَهْلَ الْبَلَدِ! صَلُّوا أَرْبَعًا فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ] ''اے اہل شہر! تم چار رکعتیں پڑھو' ہم لوگ مسافر ہیں۔'' (سنن أبي داود' صلاة السفر' حديث: ۱۲۲۹) اس حدیث کی سند علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن مسئلہ دیگر احادیث صحیحہ کی روشنی میں اسی طرح ہے۔ دلائل سے واضح ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا اور وہاں اٹھارہ انیس راتیں قیام کیا اور اس دوران میں نماز قصر ادا کرتے رہے اور ظاہری بات ہے کہ مقیم حضرات چار رکعتیں پڑھتے تھے کیونکہ ان پر پوری نماز فرض تھی' نیز موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ آتے تو انھیں دو رکعت نماز پڑھاتے' پھر فرماتے: [يَا أَهْلَ مَكَّةَ! أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ] ''اے اہل مکہ!

اپنی نماز مکمل کر لو' ہم مسافر قوم ہیں۔'' (الموطأ للإمام مالك' قصر الصلاة في السفر' باب صلاة المسافر إذا كان إمامًا أو كان وراء إمام' رقم:۱۸۵) اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت کے معاملے میں بڑے حساس اور محتاط تھے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: [أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمُقِيمَ إِذَا ائْتَمَّ بِالْمُسَافِرِ' وَسَلَّمَ الْمُسَافِرُ مِنْ رَّكْعَتَيْنِ' أَنَّ عَلَى الْمُقِيمِ إِتْمَامَ الصَّلَاةِ] ''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مقیم جب مسافر کی اقتدا کرے اور مسافر دو رکعتوں پر سلام پھیر دے تو مقیم (بعد میں) نماز پوری کرے گا۔'' (المغني:۲/۱۶۵)

جب مقیم پہلے (فرض) نماز پڑھ چکا ہو اور مسافر کے پیچھے جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھے تو پھر وہ مسافر کی نماز کی طرح دو رکعتیں ہی پڑھے گا کیونکہ وہ اس کے حق میں نفل ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (مجموع فتاوى لابن باز:۱۲/۲۵۹-۲۶۱)

⑩ **مقیم کی امامت:** مقیم آدمی مسافر کی امامت کرا سکتا ہے۔ اس صورت میں مسافر مقیم کی طرح پوری نماز پڑھے گا' قصر نہیں کرے گا' چاہے وہ شروع نماز میں امام کے ساتھ ملے یا سلام کے قریب تشہد میں۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے: [إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ' فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ' فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا' وَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ' فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ' وَ إِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا' وَ إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعِينَ] ''امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے' لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنالك الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث: ۷۲۲' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث:۴۱۴) موسیٰ بن سلمہ ہذلی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ جب میں مکہ میں ہوں (یعنی سفر میں) اور امام کے ساتھ نماز نہ ہو تو کیسے نماز پڑھوں؟ انھوں نے فرمایا: دو رکعتیں پڑھو (یعنی قصر کرو۔) یہ ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔ (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:۶۸۸) مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے:

موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ میں تھے۔ میں نے پوچھا: جب ہم آپ کے ساتھ ہوتے ہیں تو چار رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور جب اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو دو رکعتیں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔'' (مسند أحمد: ۱/ ۲۱۶)

ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: مسافر، مقیمین کے ساتھ آخری دو رکعتوں میں ملتا ہے تو کیا اسے دو رکعتیں کفایت کر جائیں گی یا ان کی نماز کی طرح (چار رکعتیں) پڑھے گا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہنس پڑے اور فرمایا: ان کی نماز کی طرح نماز پڑھے گا۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۳/ ۱۵۷)

⑪ متنفّل کی مفترض کے لیے امامت: امام نفل نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض نماز کی نیت سے اس کی اقتدا کر رہے ہوں تو یہ درست ہے۔ دونوں کی نماز ہو جائے گی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں عشاء کی جماعت کراتے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۷۰۰، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: (۱۸۰، ۱۸۱) ۴۶۵) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دوسری نماز نفل تھی کیونکہ فرض نماز ایک دن میں دو دفعہ نہیں پڑھی جا سکتی جبکہ مقتدی ان کے پیچھے فرض نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ نے بعض دفعہ نمازِ خوف ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیرا، پھر دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ کی دوسری دو رکعتیں نفل ہوتی تھیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن نسائی، حدیث: ۸۳۶، ۸۳۷ کے فوائد و مسائل)

⑫ مفترض کی متنفل کے لیے امامت: امام فرض نماز پڑھا رہا ہو تو اس کے پیچھے نفل کی نیت سے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے حج کے موقع پر مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھائی تو فراغت کے بعد دیکھا کہ دو آدمی پیچھے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے گھر میں نماز پڑھ لی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے نہ کرو۔ جب تم گھر میں نماز پڑھ چکے ہو، پھر مسجد میں آؤ جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ تمھارے لیے نفل بن جائے گی۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ۵۷۵، وجامع الترمذي، الصلاة، حديث: ۲۱۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''کیا کوئی آدمی اس پر صدقہ نہیں کر سکتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔'' (سنن

أبي داود، الصلاة، حديث:۵۷۴) ترمذی کی روایت میں ہے: [فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهُ] ''تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔'' (جامع الترمذي، الصلاة، حديث:۲۲۰) یعنی نیت کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ اقتدا انتقالات میں ہے، نیت میں موافقت لازمی نہیں۔

⑬ **متیمم (تیمّم والے) کی متوضیء (باوضو) کے لیے امامت:** تیمّم والا باوضو شخص کی امامت کرا سکتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ ذات سلاسل میں مجھے ایک ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا، لٰہذا میں نے تیمّم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ انھوں نے یہ واقعہ نبی ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے پوچھا: ''اے عمرو! کیا تو نے جنبی ہوتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو جماعت کرائی تھی؟'' تو میں نے وہ وجہ ذکر کر دی جس بنا پر میں نے غسل نہیں کیا تھا اور (یہ بھی) کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر بہت ہی مہربان ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہ فرمایا۔ (سنن أبي داود، الطهارة، حديث:۳۳۴) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: (صحيح بخاري، حدیث:۳۴۵ کا باب)

⑭ **ناپسندیدہ شخص کی امامت:** ایسا شخص جسے قوم کے اکثر افراد ناپسند کرتے ہوں، اس کی امامت مکروہ ہے۔ ایسے امام کی نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی بلند نہیں ہوتی (قبول نہیں ہوتی): وہ آدمی جو لوگوں کی امامت کرائے، حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ وہ عورت جس کی رات اس حال میں گزرے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ اور وہ دو بھائی جو ایک دوسرے سے قطع تعلق کیے ہوئے ہوں۔'' (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث:۹۷۱) ایک دو آدمیوں کی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی، نیز کراہت کی وجہ شرعی ہو، مثلاً: بے وقت نماز پڑھنا، خلاف سنت پڑھانا، مقتدیوں کا لحاظ نہ رکھنا یا قراءت میں لحن فاحش کرنا وغیرہ۔ اگر ناپسندیدگی کی وجہ ذاتی ہے، یا اس بنا پر کہ وہ عامل بالقرآن والسنہ ہے اور نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تو اس کا گناہ ناپسند کرنے والوں کو ہو گا۔

⑮ **بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی امامت:** عذر کی بنا پر امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ

نے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٨٧، ٧١٣، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث:٤١٨) ایسی صورت میں آیا مقتدی پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں یا کھڑے ہو کر؟ اس میں قدرے تفصیل ہے جو سنن نسائی، حدیث:۸۳۳ کے فوائد و مسائل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مقتدی کہاں کھڑا ہو؟

مقتدی کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے کی مختلف حالتیں ہیں جن کا ذکر درج ذیل ہے:

① **جب مقتدی ایک مرد ہو تو؟:** اگر مقتدی ایک مرد ہو تو وہ امام کے ساتھ دائیں جانب کھڑا ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے...... رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آ کر آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ (اور آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگا۔) آپ ﷺ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٦٩٨، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٧٦٣)

② **اگر مقتدی دو یا دو سے زیادہ ہوں؟:** دو یا دو سے زیادہ آدمی امام کے پیچھے صف بنائیں گے۔ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب آ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے انھیں اپنی دائیں جانب کر لیا، پھر جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو دھکیل کر پیچھے کر دیا۔ (صحيح مسلم، الزهد، حديث:٣٠١٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (نماز کے لیے) چٹائی پر کھڑے ہوئے۔ میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ایک بوڑھی عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔

(صحيح البخاري، الصلاة، حديث:٣٨٠، وصحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٥٨)

③ **اگر مقتدی ایک عورت ہو تو؟:** ایک عورت امام کے ساتھ کھڑی نہیں ہو گی بلکہ امام کے پیچھے کھڑی ہو گی کیونکہ اکیلی عورت کی صف جائز ہے۔ دیکھیے حضرت انس کی مذکورہ حدیث۔ لیکن اس صورت میں عورت غیر محرم نہ ہو کیونکہ غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

④ **مقتدی ایک مرد اور ایک عورت ہو تو؟:** اگر مقتدی ایک مرد اور ایک عورت ہو تو مرد امام کے

دائیں جانب کھڑا ہو گا اور عورت پیچھے کھڑی ہو گی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی (باجماعت) نماز پڑھ رہی تھیں جبکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آپ کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھ رہا تھا۔ (سنن النسائي' الإمامة' حديث:۸۰۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے دیگر گھر والوں میں سے ایک عورت کو اس طرح نماز پڑھائی کہ مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کیا اور عورت کو پیچھے۔ (سنن النسائي' الإمامة' حديث:۸۰۶)

⑤ **اگر مقتدی دو یا دو سے زیادہ مرد اور ایک عورت ہو تو؟**: اگر مقتدی دو یا دو سے زیادہ مرد ہوں اور ایک عورت ہو تو امام کے پیچھے مرد حضرات صف بنائیں گے اور مردوں کے پیچھے اکیلی عورت صف بنائے گی۔ دیکھیے مذکورہ حدیث انس رضی اللہ عنہ' یعنی عورت کسی صورت میں مرد کے ساتھ کھڑی نہیں ہو سکتی حتی کہ اپنے لخت جگر یا شوہر کے ساتھ بھی نہیں' وہ ایک ہو یا زیادہ' صف مردوں کے پیچھے ہی بنے گی' دیکھیے: (سنن نسائی' حدیث:۸۰۳' ۸۰۴ اور ان کے فوائد)

⑥ **امام عورت ہو اور مقتدی بھی ایک ہی عورت ہو تو؟**: اگر عورت امام ہو اور مقتدی بھی ایک ہی عورت ہو تو وہ امام کے ساتھ دائیں جانب کھڑی ہو گی کیونکہ عورت جب امام ہو گی تو کسی صورت بھی وہ آگے کھڑی نہیں ہو سکتی۔ تفصیلی دلائل پیچھے ''عورت کی امامت'' کے تحت گزر چکے ہیں۔

⑦ **امام عورت ہو اور مقتدی دو یا دو سے زیادہ عورتیں ہوں تو؟**: امام عورت ہو اور مقتدی دو یا دو سے زیادہ عورتیں ہوں تو وہ امام کے دائیں بائیں کھڑی ہوں گی اور امام ان کے درمیان صف میں کھڑی ہو گی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: گزشتہ عنوان ''عورت کی امامت۔''

⑧ **مقتدی کب کھڑے ہوں؟**: مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ وہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہو سکتے ہیں' درمیان میں بھی اور آخر میں بھی' البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوں جب امام کو آتا دیکھ لیں' اس سے قبل کھڑا ہونا درست نہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک مجھے (آتا ہوا) نہ دیکھ لو۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٣٧' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٠٤) ایک

روایت میں ہے کہ اقامت کے بعد لوگ نبیٔ اکرم ﷺ کے تشریف لانے سے قبل صفیں بنا لیتے تھے۔"
(صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٦٣٩، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: ٦٠٥)
ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ ایسا شاذ و نادر ہوا کہ مقتدی نبی ﷺ کے تشریف لانے سے قبل کھڑے ہوئے، نیز یہ بیان جواز کے لیے تھا۔ اصل حکم یہی ہے کہ امام کو دیکھ کر کھڑا ہوا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ممانعت کا سبب یہی چیز بنی ہو، یعنی پہلے مقتدی آپ کو دیکھے بغیر کھڑے ہو جاتے تھے، نبیٔ اکرم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تاکہ لوگ مشقت میں نہ پڑیں کیونکہ بسا اوقات کسی عذر کی بنا پر تاخیر ہو سکتی تھی۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۱۵۸/۲، تحت حديث: ٦٣٧، وشرح صحيح مسلم للنووي: ۱۴۴/۵، تحت حديث: ٦٠٥)

صف بندی کا اہتمام

صفوں کو درست کرنا واجب ہے کیونکہ صفوں کی درستی نماز کا حصہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ بڑے اہتمام سے صفیں سیدھی کرایا کرتے تھے۔ صفوں کی درستی کے حوالے سے آپ ﷺ کے بہت سے فرامین ہیں جو آپ صفیں درست کراتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے جس سے صفوں کی درستی کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفیں درست کر لو کیونکہ صفوں کو سیدھا کرنا نماز قائم کرنے سے ہے۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٧٢٣، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٤٣٣)
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تیر کی طرح صفیں سیدھی کرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے محسوس کیا کہ ہم اس بات کو سمجھ چکے ہیں۔ پھر آپ ایک دن نکلے، (مصلے پر) کھڑے ہوئے، تکبیر (تحریمہ) کہنے لگے تو دیکھا ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ کے بندو! تم ضرور بالضرور صفیں سیدھی کرو گے یا پھر اللہ تمھارے چہروں میں اختلاف ڈال دے گا۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٤٣٦) نیز نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''برابر ہو جاؤ، آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں ورنہ تمھارے دلوں میں اختلاف پڑ جائے گا۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٤٣٢)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفوں کو درست کر لو،

کندھوں کو برابر رکھو، درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم بن جاؤ اور شیطان کے لیے خلا نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا، اللہ اسے ملائے اور جس نے صف کو کاٹا، اللہ اسے کاٹے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٦٦٦) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوا کرو۔ انھیں قریب قریب بناؤ اور گردنوں کو بھی برابر رکھو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ خالی جگہوں سے تمھاری صفوں میں گھس آتا ہے گویا وہ بکری کا بچہ ہو۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٦٦٧)
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم صفیں ایسے کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے ہاں صفیں بناتے ہیں؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! فرشتے کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ پہلے اگلی صفیں کو مکمل کرتے ہیں اور خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٤٣٠)
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٧٢٥)

صف بندی کے اصول و احکام

① صفوں کی ترتیب: صف بندی میں صفوں کی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے مردوں کی صفیں ہوں گی، اس کے بعد بچوں کی اور آخر میں عورتوں کی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [لِيَلِنِي مِنكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ] ''میرے قریب وہ کھڑے ہوں جو نہایت سمجھدار اور عقل مند ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث:٤٣٢)
یہ بات معلوم ہے کہ مرد عقل میں زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ عورت کو شریعت میں ناقص العقل کہا گیا ہے۔ اس کے بعد بچوں کی صف ہوگی کیونکہ وہ بھی مرد ہی ہیں۔ عورتوں کی صف آخر میں ہوگی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیچھے گزری ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ بزرگ حضرات کو پہلے آنا چاہیے کیونکہ ان کی جگہ آگے ہے، یہ نہیں کہ بعد میں آئیں اور بچوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیں کیونکہ اس

سے ان کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اگر انھیں پیچھے کرنا پڑے تو نہایت احسن انداز اور پیار سے تاکہ انھیں محسوس نہ ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن نسائی، حدیث: ۸۰۸ اور ۸۰۹ اور ان کے فوائد)

② صفوں کو برابر کرنا: صفوں کو برابر کرنے کا حکم ہے۔ برابر کرنے میں پاؤں سے پاؤں ملانا، پاؤں سیدھے قبلہ رخ رکھنا، پاؤں کا درمیانی فاصلہ جسم کے مطابق رکھنا، امام کی طرف ملنا، دوران نماز میں اگر کسی نمازی کو صف سے نکلنا پڑے تو اس خلا کو پر کرنا، پہلے اگلی صف مکمل کرنا اور صفوں کو قریب قریب بنانا وغیرہ شامل ہیں۔ امام کو چاہیے کہ ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالے اور صفوں کے درمیان چل پھر کر بڑے اہتمام کے ساتھ صفیں سیدھی کرائے کیونکہ یہ اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس مقصد کے لیے اگر اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان زیادہ فاصلہ بھی ہو جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ضرورت کی بنا پر اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فاصلہ جائز ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، حدیث: ۹۲، ۹۳، ۹۷ اور ان کے فوائد و مسائل) مقتدی حضرات کو بھی اس سلسلے میں امام صاحب سے تعاون کرنا چاہیے کیونکہ صفوں کو ملانے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور فرشتے ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔ اور جو شخص صف کا شگاف پُر کرے گا، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دے گا۔'' (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: ۹۹۵)

③ پہلی صف کی فضیلت: پہلی صف سب صفوں سے افضل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا] ''اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کی فضیلت کا اندازہ ہو جائے، پھر قرعہ اندازی کے علاوہ ان کا کوئی بس نہ چلے تو وہ قرعہ ڈال کر آیا کریں۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۶۱۵، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ۴۳۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی بہترین صف پہلی ہے۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ۴۴۰) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پہلی صف پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔'' (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث: ۹۹۷) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لیے تین مرتبہ دعائے مغفرت فرمایا کرتے تھے اور دوسری صف کے لیے ایک مرتبہ۔

(سنن النسائي، الإمامة، حديث:۸۱۸) نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو پچھلی صفوں میں دیکھ کر فرمایا: ''آگے (پہلی صف میں) آؤ اور میری اقتدا کرو۔ بعد والے تمھاری اقتدا کریں۔ جو لوگ (صف اوّل سے) پیچھے رہتے (اور اسے اپنی عادت بنا لیتے) ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں اپنی رحمت سے پیچھے رکھے گا۔'' (صحيح مسلم، الصلاة، حديث:۴۳۸) اس لیے کوشش کر کے جلدی آنا چاہیے اور پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

④ صفوں کی داہنی جانب کی فضیلت: کسی صحیح حدیث میں اس کی خصوصی فضیلت مذکور نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ صفوں کے دائیں اطراف والوں پر اپنی رحمت (خاص) نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٧٦) اس حدیث کی بابت موسوعہ حدیثیہ کے محققین فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ہشام [مَيَامِنِ الصُّفُوفِ] کے الفاظ بیان کرنے میں منفرد ہے۔ یہ روایت مذکورہ الفاظ کی بجائے ان الفاظ سے زیادہ محفوظ ہے: [إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ] ''بے شک اللہ تعالیٰ صفوں کو ملانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔'' دیکھیے: (الموسوعة الحديثية، مسند الإمام أحمد: ۴۰/۴۴۴، حديث: ۲۴۳۸۱) شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو انھی الفاظ کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل فضیلت صف بندی کا صحیح طریقے سے اہتمام کرنے میں ہے، لہٰذا دائیں جانب جگہ ہونے کے باوجود صف کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اگر بائیں جانب کھڑا ہونے کی ضرورت ہو تو بائیں جانب ہی کھڑا ہونا چاہیے۔ اگر دونوں طرف کھڑا ہونا برابر ہو تو پھر ہر معاملے میں دائیں جانب کی جو عمومی فضیلت ہے، اس کے پیش نظر دائیں جانب کو ترجیح دینی چاہیے۔ واللہ أعلم.

⑤ ستونوں کے درمیان صف: ستونوں کے درمیان صف بنانا منع ہے کیونکہ ستونوں والی صف کئی جگہ سے ٹوٹ جاتی ہے اور صف کا توڑنا گناہ ہے جبکہ صفیں ملانے کا تاکیدی حکم ہے۔ حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے منع کیا

جاتا تھا اور اس سے سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ (سنن ابن ماجه‘ إقامة الصلوات‘ حديث: ۱۰۰۲) عبدالحمید بن محمود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم نے حکام میں سے ایک حاکم کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگوں نے ہمیں دھکیل دیا حتی کہ ہم نے دوستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ستونوں والی صف سے پیچھے ہٹنے لگے اور فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس (ستونوں کے درمیان صف بنانے) سے بچا کرتے تھے۔ (سنن النسائي‘ الإمامة‘ حديث: ۸۲۲)

⑥ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز: صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صف کے پیچھے اکیلے آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ (سنن أبي داود‘ الصلاة‘ حديث: ۶۸۲‘ وجامع الترمذي‘ الصلاة‘ حديث: ۲۳۱) حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے دیکھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور فرمایا: ”نئے سرے سے نماز پڑھو۔ صف کے پیچھے (اکیلے) کھڑے ہونے والے کی کوئی نماز نہیں۔“ (سنن ابن ماجه‘ إقامة الصلوات‘ حديث: ۱۰۰۳) یہ اس صورت میں ہے جب صف میں جگہ ہونے کے باوجود کوئی شخص پیچھے کھڑا ہو کر اکیلا نماز پڑھے۔ اگر اگلی صف میں جگہ ہی نہ ہو تو پھر پیچھے کھڑے ہونے والے کو معذور سمجھا جائے گا کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة ۲:۲۸۶) ”اللہ کسی کو اس کی برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔“ اور امید ہے کہ اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگلی صف سے کسی کو کھینچ کر ساتھ ملانے والی روایت ضعیف ہے‘ نیز اس سے صف بھی ٹوٹ جاتی ہے جبکہ صف توڑنے والے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی ہے: [مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ] ”جو صف کو کاٹے (توڑے) اللہ اسے کاٹے۔“ (سنن النسائي‘ حديث: ۸۱۹) کسی کے انتظار میں ویسے ہی کھڑے رہنا بے کار عمل لگتا ہے جبکہ اس صورت میں ایک دو رکعت یا کبھی پوری نماز ہی فوت ہونے کا قوی امکان موجود ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

⑦ عذر کی بنا پر امام کی اقتدا سے نکلنا: عذر کی بنا پر نماز توڑ کر صف سے نکل جانا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ لینا جائز ہے‘ لیکن یہ شدید عذر کی بنا پر ہے۔ معمولی وجہ قابل التفات نہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے

جب عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی تھی تو کام کاج سے تھکے ماندے انصاری صحابی نے نماز توڑ کر علیحدہ اپنی نماز پڑھ لی تھی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الصلاة' حدیث:٤٦٥) تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: (سنن نسائی' حدیث:٨٣٢ کے فوائد و مسائل۔)

⑧ **منفرد کو امام بنا دینا:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں (رات کو) نماز پڑھا کرتے تھے۔ (ایک دن) میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ ایک اور شخص آیا' وہ بھی کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ ایک جماعت جمع ہو گئی۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مختصر کر دی۔ پھر گھر تشریف لے گئے اور ایسی نماز پڑھی کہ ہمارے ساتھ نہ پڑھتے تھے (لمبی نماز پڑھی)۔ ہم نے صبح کو پوچھا کہ کیا آپ کو رات ہماری اقتدا کی خبر ہو گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں' اسی وجہ سے تو میں نے ایسے کیا (کہ نماز مختصر کر دی)۔'' (صحیح مسلم' الصیام' حدیث:١١٠٤) اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں حجرے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی اقتدا میں تین راتیں نماز پڑھتے رہے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرضیت کے ڈر سے انھیں اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:٧٣١)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آدمی اگر اکیلے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے امام بنا کر اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے۔

⑨ **مقتدی کو دوران نماز میں امام بنا دینا:** اگر امام کو کوئی عذر لاحق ہو جائے' مثلاً: کوئی زخم وغیرہ لگ جائے تو وہ مقتدیوں میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دے جو انھیں نماز مکمل کرائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دوران نماز میں حملہ ہوا تھا تو انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کیا' پھر انھوں نے نماز مکمل کرائی۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث:٣٧٠٠)

اسی طرح اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے یا نکسیر پھوٹ جائے یا یاد آئے کہ میں بے وضو ہوں تو اس صورت میں بھی امام کسی مقتدی کو اپنی جگہ کھڑا کرے گا اور وضو کرنے کے بعد اس کے پیچھے نماز ادا کرے گا کیونکہ یہ نماز نئے سرے سے شروع کرے گا اور مقتدی چونکہ نماز کا کچھ حصہ پڑھ چکے ہوں گے جس کی

وجہ سے اس کا امام بننا ممکن نہیں۔

امام کے فرائض

❁ صف کے درمیان کھڑا ہونا: امام کو مقتدیوں کے آگے صف کے درمیان کھڑا ہونا چاہیے‘ یعنی امام کے پیچھے صف دونوں طرف برابر ہونی چاہیے۔ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ دیکھیے: (مجموع فتاوٰی لابن باز: ۱۲/۲۰۵)

❁ نماز مختصر پڑھانا: امام کے فرائض میں سے ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور نماز مختصر مگر مکمل پڑھائے‘ یعنی قیام اور قراءت وغیرہ کم ہو اور رکوع و سجود میں طمانیت برقرار رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز مختصر پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں چھوٹے‘ بڑے‘ ضعیف و ناتواں‘ مریض اور مصروف سبھی لوگ ہوتے ہیں اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کر لے۔“ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث: ۷۰۳‘ ۷۰۴‘ وصحیح مسلم‘ الصلاۃ‘ حدیث: ۴۶۷‘ ۴۶۸) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہ کرو۔ انھیں چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔“ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث: ۷۰۵‘ وصحیح مسلم‘ الصلاۃ حدیث: ۴۶۵) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نماز شروع کرتا ہوں تو اسے لمبا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے‘ پھر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں تا کہ اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔“ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث: ۷۰۷‘ وصحیح مسلم‘ الصلاۃ حدیث: ۴۷۰)

❁ پہلی رکعت دوسری سے لمبی پڑھانا: امام کو چاہیے کہ پہلی رکعت دوسری کی نسبت لمبی پڑھائے تا کہ پیچھے رہنے والے بھی پہلی رکعت میں شامل ہو سکیں۔ نبی ﷺ پہلی رکعت دوسری سے لمبی پڑھاتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث: ۷۷۶‘ وصحیح مسلم‘ الصلاۃ‘ حدیث: ۴۵۱)

❁ پہلی دو رکعتیں دوسری دو رکعتوں سے لمبی پڑھانا: نبیٔ اکرم ﷺ پہلی دو رکعتیں دوسری دو رکعتوں کی نسبت لمبی پڑھاتے تھے کیونکہ آپ پہلی دو رکعتوں میں عموماً فاتحہ کے علاوہ قراءت بھی کرتے

تھے جبکہ دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ دیکھیے: (بخاری و مسلم حوالۂ مذکورہ)

❁ **مقتدیوں کی مصلحت کا خیال رکھنا:** نبیٔ اکرم ﷺ جب دیکھتے کہ صحابۂ کرام ﷺ لیٹ ہیں تو آپ نماز کچھ مؤخر کر دیتے اور جب صحابۂ کرام ﷺ جلد جمع ہو جاتے تو آپ ﷺ انھیں جلدی نماز پڑھا دیتے۔ ایسا زیادہ تر عشاء کی نماز میں ہوتا تھا۔ (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث: ٥٦٠، وصحيح مسلم، المساجد، حديث: ٦٤٦) باقی نمازیں رسول اللہ ﷺ اول وقت میں پڑھتے تھے سوائے ظہر کے کہ گرمیوں میں تھوڑی تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔ بہرحال اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسجد کے مستقل نمازی زیادہ تعداد میں لیٹ ہیں تو امام چند منٹ ان کا انتظار کر سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ وہ بھی تکبیر تحریمہ پا سکیں۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے جبکہ نبیٔ اکرم ﷺ امت پر مشقت کے خوف سے اول وقت میں پڑھا دیا کرتے تھے۔ الغرض! امام کو مقتدیوں کی مصلحت کا خیال رکھنا چاہیے۔

❁ **سلام کے بعد کچھ دیر اسی حالت میں بیٹھے رہنا:** سلام پھیرنے کے بعد امام کو تھوڑے سے وقفے کے لیے قبلہ رخ اسی حالت میں بیٹھے رہنا چاہیے۔ حضرت عائشہ ﷞ بیان فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ جب سلام پھیرتے تو اسی حالت میں بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ] ''اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اور اے بزرگی اور عزت والے! تو بہت بابرکت ہے۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث: ٥٩٢)

❁ **مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا:** مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیے۔ حضرت سمرہ بن جندب ﷜ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھا لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٨٤٥)

مقتدیوں کی طرف دائیں اور بائیں دونوں طرف سے مڑنا درست ہے۔ کسی ایک طرف کو خاص کرنا درست نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں سے شیطان کو کچھ بھی نہ دے، اس طرح کہ اپنی دائیں طرف سے لوٹنا ضروری سمجھ لے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ

کو اکثر اپنی بائیں جانب سے لوٹتے دیکھا۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٨٥٢، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث: ٧٠٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف سے پھرنا درست ہے، کسی ایک جانب کو خاص کرنا درست نہیں۔

❁ **مصحف سے امامت:** امام کو اگر قرآن مجید زبانی یاد نہیں تو وہ مصحف سے دیکھ کر قراءت کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کو ان کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر امامت کراتا تھا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، قبل حديث:٦٩٢، معلقاً) اسی طرح اگر لمبی قراءت مقصود ہو جیسا کہ نماز فجر اور نماز تراویح میں ہوتا ہے اور کسی کو اتنا قرآن مجید یاد نہیں تو مصحف سے دیکھ کر قراءت کی جا سکتی ہے، البتہ امام کو قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

❁ **سترے کا اہتمام کرنا:** امام کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے کیونکہ اس کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الصلاة، حديث:٤٩٣، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث:٥٠٤) نیز فرمان نبوی ہے: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترے کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس کے قریب کھڑا ہو۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٦٩٨)

❁ **مکبر بنانا:** اگر جماعت میں لوگ زیادہ تعداد میں موجود ہیں اور سب تک آواز پہنچانا مشکل ہے تو امام، مکبر کھڑا کر سکتا ہے جو امام کی تکبیرات سن کر آگے پہنچائے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث:٧١٢، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث:(٩٦)٤١٨)

❁ **ضرورت کے تحت نماز میں اضافی حرکت کرنا:** کسی ضرورت اور مجبوری کے پیش نظر یا اصلاح نماز کے لیے نماز میں اضافی حرکت جائز ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھا کر جماعت کرائی۔ آپ جب رکوع فرماتے تو اسے اتار دیتے اور جب سجدے کے بعد اٹھتے تو اسے دوبارہ اٹھا لیتے۔ (سنن النسائي، الإمامة، حديث:٨٢٨) ثابت ہوا کہ اس قسم کی کوئی مجبوری ہو تو نماز میں زائد حرکت درست ہے۔ اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے نماز خسوف پڑھائی تو دوران نماز ہی میں آگے بڑھے، پھر پیچھے ہٹے۔ استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت اور جہنم دکھائی گئی تھی، میں انگوروں کا گچھا توڑنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ (صحيح

البخاري' الأذان' حديث:۷۴۸' و صحیح مسلم' الکسوف' حدیث:۹۰۷) اسی طرح نبیٔ کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی' سجدہ نیچے اتر کر کیا اور باقی نماز منبر پر پڑھائی۔ (صحیح البخاري' الصلاۃ' حدیث:۳۷۷' و صحیح مسلم' المساجد' حدیث:۵۴۴)

❁ **نماز کی تربیت دینا:** امام کی ذمہ داری ہے کہ مقتدیوں کو مسنون نماز کی مشق کرائے اور ان کے سامنے عملی نمونہ پیش کرے تاکہ وہ کماحقہ سنت کے مطابق نماز ادا کر سکیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کر نماز کا طریقہ سکھایا۔ دیکھیے: (بخاری و مسلم' حوالۂ مذکورہ)

❁ **نمازیوں کی حاضری کا جائزہ لینا:** امام کو مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہیے اور نماز کے بعد دیکھنا چاہیے کہ کون نماز میں حاضر ہوا ہے اور کون نہیں ہوا۔ ان سے غیر حاضری کی وجہ پوچھنی چاہیے۔ اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہو گی، نیز اس سے انھیں تنبیہ ہو گی اور نماز کا مزید شوق بھی پیدا ہو گا۔ دیکھیے: (سنن النسائي' الإمامة' حدیث:۸۴۴)

❁ **غیر حاضری کی صورت میں اپنا نائب مقرر کرنا:** امام جب کسی سفر پر جائے، بیمار ہو یا علاوہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نہ آ سکے تو اسے چاہیے کہ اپنا نائب مقرر کرے جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ نبیٔ اکرم ﷺ جب کسی غزوے یا کسی اور سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنا نائب مقرر فرماتے۔ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ وہ لوگوں کی امامت کراتے تھے حالانکہ وہ نابینے تھے۔ (سنن أبي داود' الصلاۃ' حدیث:۵۹۵)' نیز رسول اللہ ﷺ جب بنو عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما کر گئے تھے۔ (صحیح البخاري' الأحکام' حدیث:۷۱۹۰) سنن نسائی میں آپ ﷺ کے امر کی صراحت ہے۔ دیکھیے' حدیث:۷۹۴.

مقتدی کے آداب

① **نماز کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ آنا:** نماز کے لیے مسجد کی طرف بڑے سکون اور وقار کے

ساتھ آنا چاہیے۔ دوڑ کر آنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اقامت سنو تو سکون اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف آؤ، دوڑ کر نہ آؤ، پھر جتنی نماز تمھیں امام کے ساتھ مل جائے، پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔'' (صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۶۳۶، و صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۶۰۲) تاہم بغیر دوڑے اتنی تیزی سے چل کر نماز کے لیے آنا جائز ہے جو انسانی وقار کے منافی نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد بنو عبدالاشہل کے ہاں تشریف لے جاتے اور مغرب کے وقت واپس تشریف لاتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ مغرب کے وقت (نماز کے لیے) جلدی اور تیزی سے آ رہے تھے۔ دیکھیے: (سنن النسائي، الإمامة، حدیث:۸۶۳)

② صف میں داخل ہونے سے پہلے نماز شروع کرنا: مقتدی کو چاہیے کہ صف میں شامل ہو کر نماز شروع کرے۔ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کرنا درست نہیں۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں شامل ہونے سے پہلے نماز شروع کر دی تھی، پھر صف میں شامل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں آئندہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الأذان، حدیث: ۷۸۳)

③ امام کی اقتدا کرنا: مقتدی کی امام کے ساتھ چار ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں: مسابقت، مقارنت، تأخیر اور اقتدا و متابعت۔ پہلی تینوں صورتیں درست نہیں، صرف آخری صورت، یعنی اقتدا جائز ہے۔ اور اقتدا کا مطلب ہے کہ امام کے پیچھے پیچھے تمام افعال بجا لانا، مثلاً: جب امام رکوع میں جائے تو اس کے بعد رکوع میں جایا جائے۔ اور جب سجدے میں جائے تو اس کے بعد سجدے میں جایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب وہ تکبیر کہہ لے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ سجدے میں چلا جائے تو تم سجدے میں جاؤ اور جب وہ سر اٹھا لے تو تم سر اٹھاؤ......'' (صحیح البخاري، الصلاة، حدیث:۳۷۸، و صحیح مسلم، الصلاة، حدیث:۴۱۴)

④ دوسری صف والے پہلی صف والوں کی اقتدا کریں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگے آؤ (صف اوّل میں) اور میری اقتدا کرو۔ تم سے پیچھے کھڑے ہونے والے تمھاری اقتدا کریں۔'' (صحیح مسلم، الصلاة، حدیث:۴۳۸) یہ نظم و ضبط کی

بہترین مثال ہے کیونکہ بسا اوقات امام سے آواز کے ساتھ اقتدا میں سبقت ہو جاتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ پہلی صف والے امام کو دیکھ کر افعال بجا لائیں اور دوسری والے پہلی صف کو دیکھ کر' اس طرح آخر صف تک۔

⑤ لقمہ دینا: امام نماز میں بھول جائے تو اسے لقمہ دینا چاہیے۔ اگر امام قراءت میں بھول جائے تو آیات پڑھ کر سنائے اور اگر کسی اور چیز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت الٹے ہاتھ سے تالی بجائے۔ نبی ﷺ نے ایک دفعہ نماز میں قراءت فرمائی اور اس میں سے کچھ آیات چھوٹ گئیں۔ فراغت کے بعد ایک آدمی نے نبی ﷺ کو بتایا کہ آپ فلاں فلاں آیت چھوڑ گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرا دیں؟'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٩٠٧)

⑥ جماعت کے پیچھے کھڑے ہو کر انفرادی نماز پڑھنا: جب جماعت ہو رہی ہو تو اس وقت جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھنی چاہیے۔ انفرادی طور پر سنتیں وغیرہ نہیں پڑھنی چاہئیں اگرچہ صبح کی نماز ہی کی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب فرض نماز کی اقامت کہہ دی جائے تو پھر (اس) فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں ہوتی۔'' (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:٧١٠)

حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صبح کی اقامت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جب کہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھے گا؟'' (سنن النسائي' الإمامة' حديث:٨٦٨) یہ روایت اس بات میں صریح ہے کہ اقامت شروع ہو جائے تو صبح کی سنتیں بھی شروع نہیں کرنی چاہئیں چہ جائیکہ جماعت ہو رہی ہو جیسا کہ احناف کا موقف ہے۔

⑦ امام کی آمد سے قبل جماعت کھڑی کرنا: مقرر امام کے آنے سے قبل ہی کسی کو امام بنا کر نماز پڑھنا درست نہیں جبکہ مقرر امام لیٹ بھی نہ ہو۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے کسی کے دائرۂ اقتدار میں بغیر اجازت کے امامت کرانے سے منع فرمایا ہے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' المساجد' حديث:٦٧٣) اگر امام وقت سے زیادہ لیٹ ہو جائے تو پھر حاضرین اپنے میں سے افضل آدمی کو امامت کے لیے آگے کریں جیسا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ سے تاخیر ہوئی تو صحابۂ کرام نے

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے کیا اور انھوں نے فجر کی نماز پڑھائی۔ نبیِ اکرم ﷺ دوران نماز میں پہنچے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم‘ الطهارة‘ حدیث:(۸۱)۲۷۴)

امام صاحب نے اس کتاب میں باجماعت نماز کے بھی چند احکام بیان کیے ہیں۔ ذیل میں ان کا نہایت اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے:

❁ **جماعت کی فضیلت:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”باجماعت نماز، انفرادی نماز سے ستائیس (۲۷) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث:۶۴۵‘ وصحیح مسلم‘ المساجد‘ حدیث:۶۵۰) اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں پچیس (۲۵) درجے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم‘ المساجد‘ حدیث:۶۴۹) دونوں حدیثوں کے درمیان علمائے کرام نے مختلف تطبیقات دی ہیں جو حدیث:۷۴۰ کے فوائد ومسائل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

❁ **نماز باجماعت چھوڑنے پر وعید:** حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی بستی یا صحرا میں تین آدمی اکٹھے رہتے ہوں اور ان میں نماز (باجماعت) قائم نہ کی جاتی ہو تو یقیناً ان پر شیطان غالب آ جاتا ہے۔“ (سنن أبي داود‘ الصلاة‘ حدیث:۵۴۷) اس لیے جماعت کو ترک کرنا درست نہیں۔ اس کا اہتمام ضروری ہے اگرچہ دو آدمی ہی ہوں کیونکہ دو آدمیوں کی جماعت بھی ہو جاتی ہے۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

❁ **جماعت سے پیچھے رہنے پر وعید:** جماعت سے پیچھے رہنے پر بہت سخت وعید ہے کیونکہ نبیِ اکرم ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا کہ جو لوگ مسجد میں جماعت کے لیے حاضر نہیں ہوتے‘ میں ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (صحیح البخاري‘ الأذان‘ حدیث:۶۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم گھروں میں (فرض) نمازیں پڑھتے رہے اور مسجد میں جانا چھوڑ دیا تو تم اپنے نبی کا معروف طریقہ چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم‘ المساجد‘ حدیث:۶۵۴) نیز فرماتے ہیں کہ جماعت سے صرف منافق آدمی ہی پیچھے رہتا اور مریض آدمی دو آدمیوں کے سہارے چل کر مسجد میں آتا تھا۔ (حوالۂ مذکور)

❁ **جماعت کا ثواب پانے کی حد:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے احسن انداز سے وضو کیا' پھر (جماعت کے ارادے سے) مسجد کی طرف چلا اور لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جماعت میں حاضرین جیسا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اس سے ان کے ثواب میں کمی نہیں آتی۔'' (سنن النسائي' الإمامة' حديث:۸۵٦) کیونکہ اس آدمی نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت کی تھی' پھر کوئی کوتاہی بھی نہیں کی اور اس کے پہنچتے پہنچتے جماعت نکل گئی' لہٰذا ایسے شخص کو نماز با جماعت کا ثواب ملے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

❁ **فوت شدہ نماز کی جماعت:** اگر چند آدمیوں کی اکٹھی نماز رہ جائے تو وہ جماعت کرا کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جب سفر میں نماز رہ گئی تھی تو انھوں نے با جماعت نماز پڑھی تھی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:۵۹۵) اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر فوت شدہ نمازیں بھی با جماعت ادا کی گئی تھیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' حديث:۵۹٦' وصحيح مسلم' المساجد' حديث:٦۳۱) اس مسئلے میں کچھ تفصیل ہے جو حدیث:٦۲۲ کے فوائد و مسائل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

❁ **نفل نماز کی جماعت:** نفل نماز کی جماعت درست ہے۔ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر آ کر انھیں نفل نماز کی جماعت کرائی تھی۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' حديث:۳۳' بعد حديث:٦۵۷)

❁ **عذر کی بنا پر جماعت ترک کرنا:** عذر کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہنا جائز ہے' مثلاً: قضائے حاجت کی ضرورت ہو یا شدید بھوک لگی ہو اور کھانا حاضر ہو یا بارش یا آندھی وغیرہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ حج یا عمرے کے لیے نکلے، ان کی معیت میں کچھ اور لوگ بھی تھے اور آپ ان کے امام تھے۔ ایک دن نماز فجر کی اقامت ہوئی تو انھوں نے کہا: تم میں سے کوئی آگے ہو (اور نماز پڑھائے) اور خود قضائے حاجت کے لیے چل دیے اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے: ''جب تم میں سے کسی کو بیت الخلا جانے کی ضرورت ہو اور

نماز بھی کھڑی ہو رہی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ پہلے قضائے حاجت کے لیے جائے۔'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٨٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات کا کھانا (پک کر) سامنے آ جائے اور ادھر جماعت کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔'' (صحيح مسلم، المساجد، حديث:٥٥٧) نیز حضرت ابو ملیح اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں تھے کہ ہم پر بارش برسنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اعلان کیا کہ اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو۔ (سنن النسائي، الإمامة، حديث:٨٥٥)
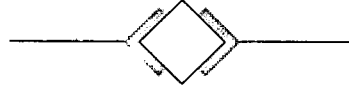
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(المعجم ١٠) - كِتَابُ الْإِمَامَةِ (التحفة . . .)

امامت سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - ذِكْرُ الْإِمَامَةِ وَالْجَمَاعَةِ (التحفة . . .)

باب:۱-امامت اور جماعت کے مسائل

إِمَامَةُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ (التحفة ١٩٣)

علم وفضیلت والے لوگوں کو امام بنانا چاہیے

٧٧٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَأَتَاهُمْ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَيُّكُمْ تَطِيبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ؟ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللهِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ.

۷۷۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم (مہاجرین) میں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: کیا تم جانتے نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو تم میں سے کون چاہے گا کہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟ انھوں نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔

فوائد ومسائل: ① انصار یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ مدینہ منورہ اصلاً ہماری بستی ہے لہٰذا امیر (رسول اللہ ﷺ کا جانشین) ہم میں سے ہونا چاہیے لیکن یہ صرف شہر مدینہ کے امیر کے انتخاب کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ پوری مملکت اسلامیہ کے امیر کا مسئلہ تھا۔ ظاہر ہے کہ مملکت اسلامیہ کا امیر ایسا شخص ہونا چاہیے تھا جسے وسیع تر پیمانے پر سیاسی حمایت حاصل ہو اور اس کا تعلق ایسے قبیلے سے ہو جسے شہرت، سیادت اور عزت کم از کم عربوں کی حد تک ضرور

٧٧٨- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ١/ ٣٩٦ عن حسين بن علي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥٣.

حاصل ہو کیونکہ اس وقت اسلام عربوں ہی تک محدود تھا اور اس دور میں قریش کے علاوہ کوئی قبیلہ ان شرائط پر پورا نہ اترتا تھا۔ بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے انھیں پورے عرب میں بے پناہ عزت واحترام حاصل تھا۔ ان کی سیادت کو سب عرب مانتے تھے اور وہ پورے عرب میں مشہور ومعروف تھے۔ یہ چیزیں انصار کو حاصل نہ تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی یا رہنمائی فرما دی تھی: [اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ] ''خلفاء قریش سے ہوں گے۔'' (مسند أحمد: ۱۲۹/۳، ومسند أبي داود الطيالسي، حديث: ۲۲۴۷) اور قریش میں سے حضرت ابوبکر ؓ کو جو مقام ومرتبہ حاصل تھا، وہ کسی اور کو نہ تھا۔ سب سے پہلے اسلام لانے والے، نبوت سے قبل بھی آپ کے دوست، تادم وفات آپ کے ساتھی اور مشیر، آپ کے سسر، ہجرت میں آپ کے رفیق، عشرۂ مبشرہ میں سے اولین شخصیت، تقویٰ وسخاوت اور دوراندیشی میں تمام صحابہ سے فائق اور سب کے نزدیک محترم ومکرم، انھی وجوہات کی بنا پر نبی ﷺ نے اپنی بیماری کے دنوں میں انھیں امامت کے لیے مقرر فرمایا۔ (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۶۷۸، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: ۴۱۸) یہ واضح اشارہ تھا کہ آئندہ امیر اور خلیفہ بھی ابوبکر صدیق (ؓ) ہی ہوں گے کیونکہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ امیر کوئی اور ہو اور جماعت کوئی اور کرائے۔ انصار اس طرف توجہ نہ کر سکے۔ حضرت عمر ؓ کے توجہ دلانے سے انصار کے ذہن میں یہ نکتہ آ گیا اور مسئلہ حل ہو گیا۔ ② حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو امامت کے لیے مقرر فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم وفضل ہی کو امامت جیسے جلیل القدر منصب پر فائز کیا جانا چاہیے، نیز أَعْلَم کو أَقْرَأ پر ترجیح دینا جائز ہے جب دیگر مقاصد مدنظر ہوں کیونکہ أقرأ تو صحیح حدیث کی رو سے ابی بن کعب ؓ تھے۔ (جامع الترمذي، المناقب، حديث: ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، وسنن ابن ماجه، السنة، حديث: ۱۵۴) جبکہ مطلقاً أَعْلَم کو أَقْرَأ پر مقدم کرنے کا استدلال درست نہیں کیونکہ ابوبکر صدیق ؓ کی تقدیم کا مقصد صرف نماز کی امامت نہ تھا بلکہ یہ امامت کبریٰ، یعنی ان کی خلافت کی طرف بھی اشارہ تھا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ۲) - اَلصَّلَاةُ مَعَ أَئِمَّةِ الْجَوْرِ (التحفة ۱۹۴)

باب: ظالم ائمہ (حکام) کے پیچھے نماز پڑھنا

۷۷۹- أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ: أَخَّرَ زِيَادٌ الصَّلَاةَ، فَأَتَانِي ابْنُ صَامِتٍ فَأَلْقَيْتُ

۷۷۹- حضرت ابوالعالیہ براء نے کہا کہ ایک دن زیاد (گورنر کوفہ وبصرہ) نے نماز کو مؤخر کیا تو میرے پاس عبداللہ بن صامت آئے، میں نے ان کے لیے کرسی رکھی۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ میں نے ان سے زیاد

۷۷۹۔ أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة تأخير الصلاة عن وقتها المختار ... الخ، ح: ۶۴۸/ ۲۴۲ من حديث إسماعيل ابن علية به، وهو في الكبرٰى، ح: ۸۵۴.

لَهُ كُرْسِيًّا فَجَلَسَ عَلَيْهِ، فَذَكَرْتُ لَهُ صُنْعَ زِيَادٍ فَعَضَّ عَلَى شَفَتَيْهِ وَضَرَبَ عَلَى فَخِذِي وَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ أَبَا ذَرٍّ كَمَا سَأَلْتَنِي فَضَرَبَ فَخِذِي كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَمَا سَأَلْتَنِي فَضَرَبَ فَخِذِي كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَ مَعَهُمْ فَصَلِّ وَلَا تَقُلْ إِنِّي صَلَّيْتُ فَلَا أُصَلِّي».

کے اس فعل کا ذکر کیا تو انھوں نے اپنے ہونٹ کاٹے اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہنے لگے: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا جیسے کہ تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو انھوں نے میری ران پر اسی طرح ہاتھ مارا تھا جس طرح میں نے تیری ران پر مارا ہے اور فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو آپ نے بھی میری ران پر ہاتھ مارا تھا جس طرح میں نے تیری ران پر مارا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''وقت پر نماز پڑھ لینا' پھر اگر ان (مؤخر کرنے والوں) کے ساتھ نماز پالے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا۔ یہ نہ کہنا کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے' لہٰذا میں (ان کے ساتھ) نہیں پڑھوں گا۔''

فوائد ومسائل: ① راویٔ حدیث [بَـرَّاء] ہیں (تیر ٹھیک کرنے والے) نہ کہ حضرت براء بن عازب صحابی رضی اللہ عنہ۔ ② ہونٹ کاٹنا افسوس کی بنا پر تھا کہ امراء نماز وقت سے مؤخر کر دیتے ہیں اور ران پر ہاتھ مارنا متنبہ کرنے کے لیے تھا کہ امراء کے اس فعل کی بنا پر ان سے بغاوت جائز نہ ہوگی۔ ③ وہ (امراء) نماز کو اوّل اور معتاد وقت سے مؤخر کرتے تھے' تبھی وقت پر پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وقت مختار سے مؤخر کرتے ہوں۔ وقت مختار سے تاخیر کبھی کبھار تو جائز ہے مگر ہمیشہ کے لیے عادت بنا لینا درست نہیں۔ ④ وقت پر نماز پڑھنا تو نماز کی حفاظت کے لیے ہے جب کہ بعد میں امراء کے ساتھ نماز پڑھنا فتنے سے بچنے کے لیے ہے کہ بغاوت کے جراثیم پرورش نہ پائیں۔ اگر امام مقرر کرنے کا اختیار ہو تو صالح اور عالم شخص ہی کو مقرر کرنا چاہیے لیکن اگر یہ اختیار نہ ہو یا امام بالجبر مسلط ہو جائے اور اس کی مخالفت ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو مگر اس سے فتنے کا خدشہ ہو تو حدیث میں بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا جائے۔ مستقل طور پر گھر میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ جماعت سے محرومی بہت سے مفاسد کا ذریعہ بن سکتی ہے' لہٰذا بڑے نقصان سے بچنے کے لیے چھوٹا اور تھوڑا نقصان قبول کر لیا جائے۔

٧٨٠- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ:

۷۸۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

٧٨٠ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما إذا أخروا الصلاة عن وقتها، ح: ١٢٥٥، وابن خزيمة، ح: ١٦٤٠، كلاهما من حديث أبي بكر بن عياش به، وهو ضعيف من جهة حفظه، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق وغيره.

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَعَلَّكُمْ سَتُدْرِكُونَ أَقْوَامًا يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ وَقْتِهَا، فَإِنْ أَدْرَكْتُمُوهُمْ فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا وَصَلُّوا مَعَهُمْ وَاجْعَلُوهَا سُبْحَةً».

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم ایسے لوگوں کو پاؤ جو بے وقت نماز پڑھیں گے۔ اگر تم پر ایسا دور آ جائے تو نماز وقت پر پڑھ لیا کرنا' پھر ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا اور اسے نفل سمجھ لینا۔''

فوائد ومسائل: ① ثابت ہوا کہ اگر امام میں کوئی خرابی ہو تو مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی۔ امام کی کمی بیشی کا سوال اس سے ہوگا' لہٰذا کسی امام کے پیچھے اس بنا پر نماز پڑھنے سے انکار نہ کیا جائے کہ اس میں فلاں خرابی یا عیب ہے۔ عیوب سے منزہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہے۔ ② اگر ایک دفعہ وقت پر نماز پڑھ لی جائے' پھر جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے یا فتنے سے بچنے کے لیے دوبارہ پڑھنی پڑے تو دوسری نماز نفل ہوگی' فرض پہلی ہوگی۔ ظالم اور فاسق کی امامت کے متعلق مزید تفصیل کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٣) - مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ (التحفة ١٩٥)

باب:٣-امامت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

٧٨١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ ابْنُ عِيَاضٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ فِي الْهِجْرَةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا، وَلَا تَؤُمَّ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا تَقْعُدْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَكَ».

٧٨١- حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر وہ قراءت میں برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر وہ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زیادہ جانتا ہو۔ اگر سنت کے علم میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔ اور تو کسی شخص کی سلطنت واختیار میں اس کی امامت نہ کرا اور نہ اس کی مسند عزت پر بیٹھ' مگر یہ کہ وہ تجھے اجازت دے۔''

٧٨١_ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، ح: ٦٧٣ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرى، ح: ٨٥٥.

فوائد ومسائل: ① یہ روایت السنن الکبریٰ میں بھی موجود ہے' دونوں جگہ (صغریٰ اور کبریٰ میں) اعمش سے بیان کرنے والے فضیل بن عیاض ہیں جو أَقْرَأُ کے بعد أَقْدَم في الهجرة اور اس کے بعد أَعْلَم بالسنة کا درجہ بیان کرتے ہیں، جبکہ یہی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے۔ وہاں اعمش سے روایت کرنے والے ابوخالد احمر ہیں جو أَقْرَأ کے بعد أَعْلَم بِالسُّنة کا درجہ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد أَقْدَم فِي الْهِجْرَة کا۔ اس روایت کے دیگر طرق پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اعمش کے باقی شاگرد: ابومعاویہ' جریر' ابن فضیل' سفیان اور عبداللہ بن نمیر وغیرہ ابوخالد احمر کی مطابقت کرتے ہیں جو أَعْلَم بِالسّنة کا دوسرا درجہ بیان کرتا ہے اور فضیل بن عیاض کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ فضیل بن عیاض أَعلم بِالسّنة سے أَقْدَم فِي الْهِجْرَة کو مقدم بیان کرنے میں متفرد ہے جبکہ فی الحقیقت أَعْلَم بِالسُّنَّة، أَقْدَم فِي الْهِجْرَة سے مقدم ہے جیسا کہ اعمش کے دیگر حفاظ شاگرد بیان کرتے ہیں' لہٰذا پہلا درجہ أَقْرَأُ لِكِتَابِ اللّٰه کا ہے' دوسرا أَعْلَم بِالسُّنة کا' تیسرا أَقْدَم فِي الْهِجْرَة کا اور چوتھا عمر میں بڑے کا۔ ② امام کسی نہ کسی فضیلت میں مقتدیوں سے زائد ہونا چاہیے' علم ہو یا مرتبہ یا عمر۔ ہجرت بھی مرتبہ اور فضیلت میں اضافے کا موجب ہے۔ ③ اس درجہ بندی سے معلوم ہوا کہ جو حفظ وقراءت میں مقدم ہو اور اسے قرآن مجید زیادہ یاد ہو' امامت کے لیے اسے ہی آگے کیا جائے گا۔ جو صرف عالم دین ہو' سنت کی معرفت زیادہ رکھتا ہو' اس کا درجہ قاریٔ قرآن کے بعد ہے' بشرطیکہ وہ نماز کے واجبات و ارکان سے واقف ہو۔ اگر یہ اہلیت نہ رکھتا ہو تو اسے اس کی تربیت دی جائے کیونکہ امامت کا زیادہ حق دار وہی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے عمرو بن سلمہ کے قبیلے کے افراد کو بھی اس بات کی تلقین کی تھی' حالانکہ افرادِ قبیلہ ان سے أعلم (علم میں فائق) تھے اور عمر میں بھی بڑے' چونکہ عمرو بن سلمہ چھ سات سال کے تھے' اس لیے بڑوں نے پہلے ان کی تربیت کی اور بعد ازاں امامت کے لیے آگے کیا۔ یاد رہے! دیگر کچھ مقاصد کے پیش نظر صرف عالم دین کو بھی امامت کے لیے آگے کیا جا سکتا ہے' نیز یہ مسئلہ وہاں قابل عمل ہے جہاں کسی کا باقاعدہ تقرر نہ ہو' یعنی اگر کسی کی باقاعدہ امام کی حیثیت سے نماز پڑھانے کی ذمہ داری ہو تو اسی کو مقدم کیا جائے گا۔ ہاں' یہ ضروری ہے کہ اس عظیم منصب کے لیے کسی صاحب علم ودین اور حافظ قرآن ہی کا انتخاب کیا جائے۔ ④ کسی کی سلطنت و امامت والی جگہ میں بلا اجازت امامت منع ہے۔ جب وہ خود اجازت دے یا درخواست کرے تو امامت بھی کرا سکتا ہے اور اس کی مسند پر بیٹھ بھی سکتا ہے' جیسے استاد وشاگرد۔ بعض حضرات نے اجازت کی قید صرف مسند پر بیٹھنے کے لیے قرار دی ہے گویا امامت اجازت کے ساتھ بھی نہیں کرا سکتا مگر یہ بات صحیح نہیں اور نہ نبی ﷺ کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے بلکہ بعض مواقع پر نا قابل عمل بھی ہے' مثلاً: تراویح وغیرہ میں حافظ' امام وقت کی امامت کرا سکتا ہے۔

(المعجم ٤) - تَقْدِيمُ ذَوِي السِّنِّ (التحفة ١٩٦)

باب: ۴- بڑی عمر والے کو آگے کیا جائے

٧٨٢- أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَنْبِجِيُّ عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِي وَقَالَ مَرَّةً: أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَقَالَ: «إِذَا سَافَرْتُمَا فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا».

۷۸۲-حضرت مالک بن حویرث ؓ سے منقول ہے کہ میں اور میرا ایک چچازاد بھائی یا ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ”جب سفر میں نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہنا اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“

فائدہ: بڑی عمر والا امامت اس وقت کرائے گا جب سب علم میں برابر ہوں۔ یہ دونوں اکٹھے مسلمان ہوئے، اکٹھے آئے اور اکٹھے آپ کے پاس رہے لہٰذا علم میں برابر تھے۔

(المعجم ٥) - اِجْتِمَاعُ الْقَوْمِ فِي مَوْضِعٍ هُمْ فِيهِ سَوَاءٌ (التحفة ١٩٧)

باب:۵-جب چند لوگ کسی جگہ جمع ہوں اور وہاں ان کی حیثیت یکساں ہو تو؟

٧٨٣- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ، وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ».

۷۸۳-حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے اور امامت کا زیادہ حق دار ان میں سے وہ ہے جو ان میں سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو۔“

(المعجم ٦) - اِجْتِمَاعُ الْقَوْمِ وَفِيهِمُ الْوَالِي (التحفة ١٩٨)

باب:۶-جب چند لوگ جمع ہوں اور ان میں حاکم بھی ہو تو؟

٧٨٤- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ

۷۸۴-حضرت ابومسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی صاحب اقتدار شخص کی

٧٨٢ـ [صحيح] تقدم، ح: ٦٣٥، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥٦.

٧٨٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟، ح: ٦٧٢ من حديث يحيي القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥٧.

٧٨٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧٨١، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥٨.

شُعْبَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ ابْنِ ضَمْعَجٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

سلطنت میں اس کی امامت نہ کرائی جائے اور نہ اس کی مسند خاص پر بیٹھا جائے مگر اس کی اجازت سے۔''

فائدہ: یعنی جب مختلف لوگ جمع ہوں اور حکمران یا والی بھی موجود ہو تو بلا امتیاز کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر امامت نہیں کرا سکتا' امام صاحب رحمہ اللہ کا ترجمۃ الباب سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ تب ہے جب حکمران دیندار اور باشرع ہو' فاسق حکمران کی امامت مراد نہیں کیونکہ زیر بحث اصول وضوابط اور مسائل کا انطباق تبھی ممکن ہے جب معاشرہ اسلامی اور حکمران دیندار ہو۔ بعض نے [فِي سُلْطَانِهِ] سے کسی کا دائرۂ اختیار مراد لیا ہے' معروف معنی سلطنت یا حکمرانی مراد نہیں لیے' تب اس سے صرف حکمران یا صاحب اقتدار شخص مراد نہ ہوگا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٧) - إِذَا تَقَدَّمَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّعِيَّةِ ثُمَّ جَاءَ الْوَالِي هَلْ يَتَأَخَّرُ (التحفة ١٩٩)

باب: ٧- جب رعایا میں سے کوئی شخص (امامت کے لیے) آگے بڑھ جائے' پھر حاکم آ جائے تو کیا وہ پیچھے ہٹے؟

٧٨٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ - وَهُوَابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَحَانَتِ الْأُولَى، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَأَقَامَ

٧٨٥- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف (اہل قباء) کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان صلح کروانے کے لیے نکلے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو وہاں دیر ہو گئی اور ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ تو وہاں رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے تو کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ وہ فرمانے لگے: اگر تم چاہو تو ٹھیک ہے۔ حضرت بلال

٧٨٥_ أخرجه البخاري، السهو، باب الإشارة في الصلاة، ح: ١٢٣٤، ومسلم، الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم ... الخ، ح: ٤٢١/١٠٣ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٥٩.

بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَكَبَّرَ بِالنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ إِلَّا الْتَفَتَ إِلَيْهِ، يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟». قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

ؓ نے اقامت کہی۔ حضرت ابوبکر ؓ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کہا۔ (اتنے میں) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور صفوں میں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے۔ (حضرت ابوبکر کو متوجہ کرنے کے لیے) لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے کثرت سے ایسا کیا تو انھوں نے توجہ فرمائی۔ وہاں اللہ کے رسول ﷺ کھڑے تھے۔ رسول اللہ نے انھیں اشارے سے حکم دیا کہ نماز پڑھاتے رہیں مگر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اللہ عز وجل کی حمد و تعریف کی (کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں امامت کے لائق سمجھا) اور الٹے پاؤں پیچھے ہٹ آئے اور صف میں مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! تمھیں کیا ہوا؟ جب تمھیں نماز میں کوئی ضرورت پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ (ایسی صورت میں) تالی بجانے کا حکم تو عورتوں کے لیے ہے۔ جس آدمی کو نماز میں کوئی حاجت پیش آئے تو (امام کو متوجہ کرنے کے لیے) وہ ''سبحان اللہ'' (اللہ پاک اور منزہ ہے) کہے۔ جونہی کوئی اسے ''سبحان اللہ'' کہتا سنے گا' اس کی طرف متوجہ ہوگا۔'' (پھر ابوبکر ؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:) ''اے ابوبکر! تجھے نماز پڑھانے سے کون سی چیز مانع ہوئی جب کہ میں نے تجھے اشارہ کر دیا تھا؟'' ابوبکر ؓ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر ؓ) کو لائق نہ تھا کہ

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جماعت کرائے۔ (اور آپ سے آگے کھڑا ہو)۔

فوائد ومسائل: ① امام صاحب اورارباب اختیار صرف اس انتظار میں نہ رہیں کہ لوگ لڑنے کے بعد آئیں گے تو فیصلہ کروں گا بلکہ جھگڑے کی اطلاع ملنے پر فوراً کارروائی کریں اور صلح کی کوشش کریں۔ ② بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر مجھے دیر ہو جائے تو ابوبکر سے کہنا جماعت کرا دیں۔ ③ دوران نماز میں صفوں کو کاٹنے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کی ممانعت ہے کیونکہ ایسا کرنا نمازیوں کی تکلیف کا باعث ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے' مثلاً: وہ اہل علم وفضل جسے امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے تھا تاکہ امام بوقت ضرورت اسے اپنا نائب بنا سکے یا وہ شخص اگلی صف میں موجود خلا کو پُر کرنا چاہتا ہو تو ایسی صورتیں امتناعی حکم میں شمار نہیں ہوں گی۔ یاد رہے کہ امام کے سامنے موجود سترہ مقتدیوں کے لیے کفایت کرتا ہے جس سے نمازیوں کے درمیان سے گزرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:۲/۲۲۰' تحت حديث:۶۸۴) ④ ''تالی بجانے کا حکم تو عورتوں کے لیے ہے۔'' یہ معنی جمہور اہل علم کے قول کے مطابق ہیں' یعنی اگر عورت کے لیے امام کو متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں مارے کیونکہ ہتھیلی پر مارنا لہو ولعب کے لیے ہوتا ہے جو نماز کے لائق نہیں۔ نماز میں مذکورہ طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ تالی بجانے کا مطلب یہی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس جملے کے معنی یوں کیے ہیں۔ ''تالی بجانا عورتوں کا کام ہے۔'' یعنی یہ تو عورتوں کی فضول عادت ہے۔ گویا آپ تالی کی حرمت فرما رہے ہیں۔ نماز میں یہ مردوں کے لیے جائز ہے نہ عورتوں کے لیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عورتیں بھی ضرورت کے موقع پر ''سبحان الله'' ہی کہیں گی لیکن یہ مفہوم صحیح احادیث کے خلاف ہے جن میں صراحت ہے کہ ''مرد سبحان الله کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔'' دیکھیے: (صحيح البخاري' العمل في الصلاة' حديث:۱۲۵۳' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث: ۴۲۲) اس کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز جاری رکھنے کا اشارہ کرنا بطور تکریم و تشریف تھا' نہ کہ بطور حکم' ورنہ ان کے لیے پیچھے ہٹنا جائز نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر اپنی بے حیثیتی کا اظہار کرنا اور حمد وثنا کرنا اور پیچھے ہٹ آنا اس توجیہ کی تائید کرتا ہے۔ نماز کے بعد آپ کا استفسار کرنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا لوگوں کو اسی توجیہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تھا۔ کسر نفسی کا عظیم اظہار ہے کہ اپنے آپ کو معروف نام سے ذکر کرنے کی بجائے ''ابوقحافہ کا بیٹا'' کہا جو غیر معروف تھا۔ رضي الله عنه وأرضاه. ⑥ مستقل امام کی جگہ مقتدیوں میں سے کوئی نماز پڑھا رہا ہو تو جب امام آ جائے تو اس کا پیچھے ہٹنا اور مستقل امام کا آگے بڑھ کر امامت کرانا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اسے جائز قرار دیتے ہیں

جبکہ مالکی اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ لیکن اس موضوع سے متعلق تمام احادیث اور واقعات کو جمع کیا جائے تو راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مستقل امام کا آگے بڑھ کر امامت کرانا اور پہلے امام کا پیچھے ہٹنا اس صورت میں جائز ہے جب مستقل امام نماز کے ابتدا میں آئے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے، لیکن اگر نماز کا کچھ حصہ ادا کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں مستقل امام کو عارضی امام کی اقتدا ہی میں نماز ادا کر لینی چاہیے جیسا کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا کی تھی کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ اگر اسے مطلقاً جائز سمجھ لیا جائے، یعنی امام نماز کا کچھ حصہ ادا کر چکا ہو، پھر بھی آگے پیچھے ہونا جائز ہے، تو یہ کسی صورت مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ بعد میں پیچیدگیوں کا باعث بنے گا، مثلاً: سلام وغیرہ کے مسئلہ میں، لہٰذا راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ابتدا میں جائز ہے۔ واللّٰه أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۲۲۰)

(المعجم ۸) - صَلَاةُ الْإِمَامِ خَلْفَ رَجُلٍ مِّنْ رَعِيَّتِهِ (التحفة ۲۰۰)

باب:۸- امام کا اپنی رعیت میں سے کسی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا

۷۸٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: آخِرُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَ الْقَوْمِ صَلّٰى فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ.

۷۸٦- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ پڑھی، وہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک کپڑے میں پڑھی تھی جسے آپ نے اپنے جسم پر لپیٹ رکھا تھا۔

فائدہ: صاحب فضیلت انسان یا امیر عام رعایا کے کسی فرد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، اس میں کوئی شرعی اور اخلاقی قباحت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے موقع پر دوران سفر میں لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب وہ قوم کے پاس پہنچے تو انھیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، الطهارة، حديث:۲۷۴) نبیٔ اکرم ﷺ کی اس نماز کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ اس میں امام تھے یا مقتدی؟ نیز یہ واقعہ ایک دفعہ کا ہے یا دو دفعہ کا؟ بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ کا ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ امام تھے اور ایک دفعہ مقتدی۔ اگر بات ایسے ہی ہے تو پھر تو امام صاحب کا ان احادیث سے استدلال واضح ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک دفعہ کا ہے، لہٰذا اس

۷۸٦ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ۳/ ۱۵۹ من حديث إسماعيل بن جعفر به، وهو في الكبرٰى، ح: ۸٦۰، وأشار إليه الترمذي، ح: ۳٦۳، وله علة في مسند أحمد: ۳/ ۲٤۳، وللحديث شواهد كثيرة عند الترمذي وغيره، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وانظر الحديث الآتي.

صورت میں آپ امام تھے یا مقتدی؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مقتدی تھے جیسا کہ سنن نسائی کی حدیث: ۷۸۶، ۷۸۷ کے الفاظ ہیں لیکن راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ امام تھے کیونکہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھے اور یہ بات واضح ہے کہ امام بائیں جانب ہوتا ہے نیز اس روایت کے الفاظ ہیں: [يَقْتَدِي أَبُوبَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ] "ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔" (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۷۱۳، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: ۴۱۸)

حافظ ابن حجر، امام نووی اور صاحب تحفۃ الاحوذی رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ اس صورت میں امام نسائی رحمہ اللہ کا ان احادیث سے استدلال محل نظر ہے۔ بہر حال اس بارے میں اختلاف ہے۔ دونوں طرف اہل علم ہیں۔ کسی ایک رائے کو حتمی کہنا مشکل ہے۔ واللّٰہ أعلم.

۷۸۷- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عِيسَى - صَاحِبُ الْبُصْرِيِّ - قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ يَذْكُرُ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ صَلَّى لِلنَّاسِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الصَّفِّ.

۷۸۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب کہ رسول اللہ ﷺ صف میں تھے۔

(المعجم ۹) - إِمَامَةُ الزَّائِرِ (التحفة ۲۰۱)

باب: ۹- مہمان کا امامت کرانا

۷۸۸- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ أَبَانَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا بُدَيْلُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَطِيَّةَ مَوْلًى لَنَا عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ

۷۸۸- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب تم میں سے کوئی دوسرے لوگوں سے ملنے جائے تو انھیں نماز نہ پڑھائے۔"

۷۸۷- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب منه، ح: ۳۶۲ من حديث شعبة به، وقال الترمذي: "حسن صحيح غريب"، وهو في الكبرى، ح: ۸٦۱.

۷۸۸- [حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب إمامة الزائر، ح: ۵۹٦، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء فيمن زار قومًا لا يصلي بهم، ح: ۳۵٦ من حديث أبان بن يزيد به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرى، ح: ۸٦۲، وله شواهد ذكرت بعضها في نيل المقصود، ق: ۱/ ۲۱۱.

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا زَارَ أَحَدُكُمْ قَوْمًا، فَلَا يُصَلِّيَنَّ بِهِمْ».

فائدہ: تاہم امام کی اجازت سے امامت کرا سکتا ہے۔ یہ روایت مختصر ہے۔ دیکھیے حدیث نمبر: ۷۸۱ کا فائدہ نمبر: ۳۔

(المعجم ۱۰) - إِمَامَةُ الْأَعْمٰى (التحفة ۲۰۲)

باب: ۱۰- نابینے شخص کا امامت کرانا

۷۸۹- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح: قَالَ: وَحَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ: أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ: كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمٰى، وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالْمَطَرُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ، فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللهِ! فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ؟» فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَصَلّٰى فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

۷۸۹- حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ نابینے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ کبھی اندھیرا، بارش یا بارشی پانی ہوتا ہے اور میں نابینا شخص ہوں (ایسی حالت میں مسجد نہیں جا سکتا)، لہٰذا آپ میرے گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں جسے میں اپنی نماز کے لیے مقرر کر لوں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟“ تو انھوں نے گھر میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① نابینے کی امامت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے بچ نہیں سکتا۔ بعض نے اس کے برعکس کہا ہے کہ اس کی امامت افضل ہے کیونکہ نظر نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خشوع وخضوع زیادہ ہوگا۔ یہ دونوں قول محض رائے کی بنیاد پر ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ نابینے کی امامت صرف

۷۸۹۔ أخرجه البخاري، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله، ح: ٦٦٧، ومسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا، ح: ٣٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/١٧٢، والكبرٰى، ح: ٨٦٣.

جائز ہے' لیکن قاری قرآن اور پرہیزگار صاحب علم کو مقدم کرنا افضل ہے۔ نجاست تو آنکھوں والے کو بھی لگ سکتی ہے بلکہ لگ جاتی ہے اور نابینے کا والی بھی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اسے بصیرت عطا فرماتا ہے۔ بڑے بڑے اجل صحابہ نابینا تھے تو کیا وہ پلید ہی رہتے تھے؟ نعوذ باللہ من ذلك. ④ نبی ﷺ سے گھر میں نماز کی گزارش بطور تبرک تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حدیث نمبر: ۷۰۲ کا فائدہ نمبر: ۴ اور اس کتاب کا ابتدائیہ۔

(المعجم ١١) - إِمَامَةُ الْغُلَامِ قَبْلَ أَنْ يَّحْتَلِمَ (التحفة ٢٠٣)

باب: ١١- نابالغ لڑکے کا امامت کرانا

٧٩٠- أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَسْرُوقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ الْجَرْمِيُّ قَالَ: كَانَ يَمُرُّ عَلَيْنَا الرُّكْبَانُ فَنَتَعَلَّمُ مِنْهُمُ الْقُرْآنَ فَأَتَى أَبِي النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لِيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا». فَجَاءَ أَبِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لِيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا». فَنَظَرُوا فَكُنْتُ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَأَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ.

٧٩٠- حضرت عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ ہم ان سے قرآن سیکھ لیتے تھے۔ میرے والد محترم نبی ﷺ کے پاس (اپنی قوم کا نمائندہ بن کر) گئے۔ (واپسی کے وقت) آپ نے فرمایا: ''تم میں سے امامت وہ کرائے جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔'' میرے والد واپس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''تمھاری امامت وہ شخص کرائے جو قرآن زیادہ پڑھا ہوا ہو۔'' لوگوں نے تلاش کیا تو میں ان سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تھا' لہٰذا میں ان کی امامت کراتا تھا' حالانکہ میں آٹھ سال کا تھا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بچہ صاحب تمیز ہو اور قرآن پڑھا ہوا ہو تو امامت کرا سکتا ہے۔ عام طور پر سات سال کی عمر کو تمیز کے لیے کافی خیال کیا جاتا ہے' تبھی تو سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر سات سال کا بچہ نماز پڑھ سکتا ہے تو پڑھا کیوں نہیں سکتا؟ احناف نے نابالغ کی امامت اس بنا پر ناجائز قرار دی ہے کہ اس کی نماز نفل ہوگی جب کہ مقتدی بالغ ہوں تو ان کی نماز فرض ہوگی۔ اور نفل کے پیچھے فرض نہیں ہوتے' مگر یہ بات بلا دلیل ہے۔ بعض احناف تراویح وغیرہ میں بھی' جو کہ نفل ہیں' نابالغ کی امامت جائز نہیں سمجھتے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. حدیث رسول کے مقابلے میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل دینا نہایت خطرناک ہے۔ اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے اسی کتاب کا ابتدائیہ دیکھیے۔

٧٩٠- [صحيح] تقدم، ح: ٦٣٧، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٦٤.

(المعجم ١٢) - قِيَامُ النَّاسِ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ (التحفة ٢٠٤)

باب:١٢-جب لوگ امام کو (آتا) دیکھیں تب (جماعت کے لیے) کھڑے ہوں

٧٩١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ وَحَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي».

٧٩١- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہو حتی کہ مجھے (آتا) دیکھ لو۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے دور میں بسا اوقات ایسے ہوتا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نماز کے وقت کی اطلاع دیتے تو آپ فرماتے: ''تم اقامت کہو میں آرہا ہوں۔'' وہ آکر اقامت کہہ دیتے۔ کبھی آپ کو گھر میں کچھ دیر ہو جاتی' اس لیے لوگوں کو بے فائدہ کھڑے ہونے سے روکنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ بالتبع معلوم ہوا کہ اقامت امام کی اجازت سے اس کے آنے سے قبل بھی کہی جا سکتی ہے۔

(المعجم ١٣) - اَلْإِمَامُ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ (التحفة ٢٠٥)

باب:١٣-اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو؟

٧٩٢- أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَجِيٌّ لِرَجُلٍ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

٧٩٢-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نماز کی اقامت ہو گئی جب کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک آدمی سے باتیں کر رہے تھے' چنانچہ آپ جماعت کے لیے کھڑے نہ ہوئے حتی کہ لوگ سو گئے۔

فوائد ومسائل: ① اس آدمی سے بات چیت کسی ضروری مسئلے میں ہو گی' لہٰذا کوئی ضرورت پڑ جائے تو

٧٩١-[صحيح] تقدم، ح:٦٨٨، وهو في الكبرٰى، ح:٨٦٥.

٧٩٢-أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل على أن نوم الجالس لا ينقض الوضوء، ح:٣٧٦ من حديث إسماعيل ابن علية، والبخاري، الاستئذان، باب طول النجوى، ح:٦٢٩٢ من حديث عبدالعزيز بن صهيب به، وهو في الكبرٰى، ح:٨٦٦.

اقامت اور تکبیر تحریمہ میں فاصلہ ہوسکتا ہے بلکہ صفوں کی تصحیح وترصیص کے لیے امام اقامت کے بعد ہدایات دے سکتا ہے۔ صفوں کی درستی کے بعد تکبیر تحریمہ کہی جائے۔ ② ''لوگ سو گئے۔'' یعنی اونگھنے لگے۔ ارکان نماز کی حالتوں میں سے کسی حالت میں اونگھنا اس وقت تک وضو کے لیے مضر نہیں جب تک شعور اور فہم وادراک زائل نہ ہو، یعنی گہری نیند نہ سوئے۔

(المعجم ١٤) - اَلْإِمَامُ يَذْكُرُ بَعْدَ قِيَامِهِ فِي مُصَلَّاهُ أَنَّهُ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ (التحفة ٢٠٦)

باب:۱۴- امام کو اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے کہ وہ طہارت کی حالت میں نہیں تو......؟

٧٩٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَالْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَفَّ النَّاسُ صُفُوفَهُمْ وَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِلْ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: «مَكَانَكُمْ». ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ، فَاغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ.

۷۹۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کی اقامت ہوگئی، لوگوں نے صفیں درست کر لیں اور اللہ کے رسول ﷺ بھی تشریف لے آئے حتی کہ جب آپ اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے تو آپ کو یاد آیا کہ میں نے (فرض) غسل نہیں کیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔'' پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ واپس لوٹے تو آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ (یعنی غسل فرما کر آئے تھے۔) جب کہ ہم اسی طرح صفوں میں کھڑے رہے۔

فائدہ: ایسا واقعہ کبھی کبھار ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ آج کل بھی امام لوگوں کو صفوں میں کھڑا کر کے نہانے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بات ہی اور تھی۔ آپ کے انتظار میں تو لوگ آدھی آدھی رات تک بیٹھے رہتے تھے۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو امام اپنی جگہ کسی کو کھڑا کر کے جماعت شروع کروائے اور خود چلا جائے۔ [أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ] یعنی ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام ومرتبہ کے مطابق پیش آنا چاہیے۔ بالفرض اگر کسی امام کے مقتدی بخوشی اس کا انتظار کریں یا کوئی اور جماعت کے قابل نہ ہو تو مندرجہ بالا صورت پر

٧٩٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة؟، ح: ١٥٨/٦٠٥ من حديث الوليد بن مسلم، والبخاري، الأذان، باب: إذا قال الإمام: مكانكم، حتى نرجع، انتظروه، ح: ٦٤٠ من حديث الأوزاعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٦٧.

عمل کیا جاسکتا ہے۔

(المعجم ١٥) - اِسْتِخْلَافُ الْإِمَامِ إِذَا غَابَ (التحفة ٢٠٧)

٧٩٤- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ثُمَّ ذَكَرَ كَلِمَةً مَّعْنَاهَا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ: قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ: كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَتَاهُمْ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ قَالَ لِبِلَالٍ: «يَا بِلَالُ! إِذَا حَضَرَ الْعَصْرُ وَلَمْ آتِ فَمُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ». فَلَمَّا حَضَرَتْ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ، فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: تَقَدَّمْ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَدَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ يَشُقُّ النَّاسَ حَتّٰى قَامَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، وَصَفَّحَ الْقَوْمُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَلْتَفِتْ، فَلَمَّا رَأَى أَبُو بَكْرٍ التَّصْفِيحَ لَا يُمْسَكُ عَنْهُ الْتَفَتَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ فَحَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى قَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَهُ: «اِمْضِهْ» ثُمَّ مَشٰى أَبُو بَكْرٍ الْقَهْقَرٰى عَلٰى عَقِبَيْهِ فَتَأَخَّرَ، فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ،

باب:۱۵-جب امام کہیں جائے تو کسی کو اپنا نائب مقرر کردے

۷۹۴-حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عمرو بن عوف میں لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد ان میں صلح کروانے تشریف لے گئے' پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بلال! اگر عصر کا وقت ہو جائے اور میں نہ آسکوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔'' جب نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی' پھر اقامت کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آگے تشریف لائیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کردی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ لوگوں میں سے گزرتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کر لیتے تھے تو ادھر ادھر توجہ نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تالیاں رک ہی نہیں رہیں تو انھوں نے توجہ کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے انھیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس (حالی) فرمان پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا' پھر الٹے پاؤں چلتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے۔ جب

٧٩٤_ أخرجه البخاري، الأحكام، باب الإمام يأتي قومًا فيصلح بينهم، ح: ٧١٩٠ من حديث حماد بن زيد به نحو المعنٰى، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٦٨.

فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ إِذَا أَوْمَأْتُ إِلَيْكَ أَنْ لَّا تَكُونَ مَضَيْتَ؟» فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يَّؤُمَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَقَالَ لِلنَّاسِ: «إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ».

رسول اللہ ﷺ نے یہ صورت حال دیکھی تو آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز پوری کر لی تو فرمایا: ''اے ابوبکر! تجھے کون سی چیز مانع ہوئی کہ تو نے جماعت جاری نہ رکھی جب کہ میں نے تجھے اشارہ کر دیا تھا؟'' انھوں نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی امامت کرائے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''جب تمھیں (امام کو متوجہ کرنے کی) کوئی ضرورت پیش آئے تو مرد ''سبحان اللہ'' کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔''

فائدہ: اکیلے آدمی کو نماز کے دوران میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرنی چاہیے مگر امام کو مقتدیوں کی طرف بھی توجہ رکھنی چاہیے۔ اسی طرح مقتدیوں کو امام کی طرف توجہ رکھنی چاہیے تاکہ صحیح معنوں میں نماز باجماعت ادا ہو۔ (مزید فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث: ۷۸۵)

(المعجم ١٦) - اَلِائْتِمَامُ بِالْإِمَامِ (التحفة ٢٠٨)

باب:۱۶- امام کی اقتدا کرنا

٧٩٥- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَقَطَ مِنْ فَرَسٍ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ يَعُودُونَهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

۷۹۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ایک گھوڑے سے اپنے دائیں پہلو پر گر پڑے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی بیمار پرسی کے لیے آپ کے ہاں حاضر ہوئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا: ''امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے' لہٰذا جب وہ رکوع میں چلا جائے تو تم رکوع کرو' جب سر اٹھا لے تو تم سر اٹھاؤ۔ جب سجدہ کے لیے جا چکے تو تم سجدہ کرو۔ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه (اللہ نے اس شخص کی بات سن

٧٩٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب يهوي بالتكبير حين يسجد، ح: ٨٠٥، ومسلم، الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، ح: ٤١١ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٦٩.

لی جس نے اس کی تعریف کی) کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے) کہو۔''

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارکان کی ادائیگی میں امام سے سبقت کرنا تو ناجائز ہے لیکن برابری جائز ہے، یعنی امام کے ساتھ ساتھ چلنے میں قباحت نہیں۔ یہ ایک احتمال ہے جو درست نہیں۔ جس طرح امام سے سبقت ناجائز ہے، اسی طرح اس کی برابری بھی ممنوع ہے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: [وَلَا تَرْكَعُوا حَتّٰى يَرْكَعَ...... وَلَا تَسْجُدُوا حَتّٰى يَسْجُدَ......] ''رکوع نہ کرو جب تک امام رکوع نہ کرے...... اور نہ سجدہ کرو جب تک وہ سجدہ نہ کرے......'' (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٠٣) یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ امام سے نہ سبقت جائز ہے اور نہ اس کی برابری۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٧) - اَلْاِئْتِمَامُ بِمَنْ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ (التحفة ٢٠٩)

باب: ١٧- ان کی اقتدا کرنا جو امام کی اقتدا کریں

٧٩٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا فَقَالَ: «تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ».

٧٩٦- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے اصحاب کچھ پیچھے پیچھے رہتے ہیں (صف اول میں شریک نہیں ہوتے)۔ آپ نے فرمایا: ''آگے بڑھو (صف اوّل میں کھڑے ہوا کرو) اور میری اقتدا کیا کرو۔ تم سے پیچھے کھڑے ہونے والے تمھاری اقتدا کریں گے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو (اگلی صفوں سے) پیچھے ہی رہتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ بھی انھیں (اپنی رحمت، اپنے فضل اور بلندئ درجات وغیرہ میں) پیچھے کر دیتا ہے۔''

فائدہ: پہلی صف امام کو دیکھ اور سن کر اس کی اقتدا کرے۔ دوسری صف پہلی صف کو دیکھ کر ان کی اقتدا کرے۔ اس طرح آخری صف تک۔ یہ نظم وضبط کی بہترین صورت ہے۔ اگر صرف آواز سن کر اقتدا کی جائے

٧٩٦ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها . . . الخ، ح: ٤٣٨ من حديث جعفر بن حيان به، وهو في الكبرى، ح: ٨٧٠.

تو اس سے بسا اوقات امام سے پہل بھی ہو جاتی ہے اور بدنظمی کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے' اس لیے آپ نے سمجھ دار لوگوں کے لیے ہدایت فرمائی کہ تم میرے قریب کھڑے ہوا کرو تاکہ میری صحیح اقتدا ہو سکے۔ اس جملے کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اچھی طرح مجھ سے تربیت حاصل کرو تاکہ بعد میں آنے والے لوگ (تابعین) تمھاری اقتدا کریں۔

۷۹۷- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، نَحْوَهُ.

۷۹۷- عبداللہ بن مبارک نے جریری سے' انھوں نے ابونضرہ سے اسی طرح (اس روایت کے ہم معنی) بیان کیا۔

۷۹۸- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى ابْنِ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، قَالَتْ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ، فَصَلَّى قَاعِدًا وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ.

۷۹۸- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ ؓ نے فرمایا: نبی ﷺ ابوبکر ؓ سے آگے تھے' چنانچہ آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ ابوبکر ؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگ ابوبکر ؓ کے پیچھے تھے۔

فوائد ومسائل: ① زیادہ صحیح روایات کے مطابق حضرت ابوبکر ؓ رسول اکرم ﷺ کی دائیں جانب برابر کھڑے تھے۔ امام بخاری ؒ کا رجحان اسی طرف ہے۔ ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں: [باب: يَقُومُ عَنْ يَّمِينِ الْإِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ] ''مقتدی امام کے بالکل برابر دائیں جانب کھڑا ہوگا جبکہ (نماز پڑھتے وقت) صرف دو ہوں۔'' (صحيح البخاري، الأذان، باب: ۵۷) اس کی دلیل ابن عباس ؓ کی طویل حدیث ہے۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: [مَاشَأْنِي أَجْعَلُكَ حِذَائِي فَتَخْنِسُ] ''کیا وجہ ہے میں تجھے اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں اور تو پیچھے ہٹتا ہے۔'' (مسند

۷۹۷ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ۸۷۱، وأخرجه مسلم، ح: ٤٣٨ من حديث الجريري به.

۷۹۸ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ۸۷۲، والحديث أخرجه البخاري، ح: ٦٨٧، ومسلم، ح: ٤١٨ من حديث موسى به، انظر الحديث الآتي: (۸۳٥).

أحمد:۱/۳۳۰) اس کی مزید تائید اس اثر سے ہوتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک آدمی کھڑا ہوا' انھوں نے اسے قریب کیا اور اپنی دائیں طرف بالکل برابر کر لیا۔ موطا امام مالک میں صحیح سند کے ساتھ یہ اثر موجود ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (مختصر صحيح البخاري للألباني:۱/۲۲۶) ان دلائل سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو مقتدی کے امام کے عین برابر کھڑے ہونے کے قائل نہیں' بلکہ ان کے ہاں مستحب یہ ہے کہ جب صرف دو نمازی ہوں تو مقتدی امام سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہو لیکن یہ موقف مرجوح ہے۔ عین برابر کھڑا ہونے کا موقف حنابلہ اور احناف میں سے امام محمد رحمہ اللہ کا ہے جیسا کہ موطا میں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مزید دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث:۲۰۶) ② لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے تھے' البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ امام نسائی رحمہ اللہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے' ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے مقتدی اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقتدی۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیثیت مکبر و مبلغ کی تھی جیسا کہ بعد میں آنے والی حدیث جابر اس پر دلالت کرتی ہے۔ مزید ملاحظہ ہو: (ذخيرة العقبیٰ' شرح سنن النسائي:۱۰/۱۱۹) ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر سے آگے تھے' مفصل اور واضح روایات کے منافی نہیں کیونکہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر امامت کروائی تھی اور بیٹھا آدمی کھڑے کی نسبت آگے ہی لگتا ہے۔ واللہ أعلم.

۷۹۹- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى - يَعْنِي ابْنَ يَحْيَى - قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ، فَإِذَا كَبَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُنَا.

۷۹۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے۔

(المعجم ۱۸) - مَوْقِفُ الْإِمَامِ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً وَالْاِخْتِلَافُ فِي ذٰلِكَ (التحفة ۲۱۰)

باب:۱۸- جب تین آدمی ہوں تو امام کہاں کھڑا ہو؟ اور اس میں اختلاف

۷۹۹- أخرجه مسلم، الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، ح:۴۱۳/ ۸۵ عن يحيى بن يحيى التميمي الحنظلي النيسابوري به، وهو في الكبرٰى، ح:۸۷۳.

٨٠٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْكُوفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ الْأَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ قَالَا: دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِاللهِ نِصْفَ النَّهَارِ فَقَالَ: [إِنَّهُ] سَيَكُونُ أُمَرَاءُ يَشْتَغِلُونَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلُّوا لِوَقْتِهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ.

۸۰۰- حضرت اسود اور علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دوپہر کے وقت حاضر ہوئے۔ انھوں نے فرمایا: تحقیق (وہ وقت) قریب ہے کہ ایسے امراء ہوں گے جو نماز کے وقت (اور کاموں میں) مصروف رہیں گے چنانچہ تم نماز وقت پر پڑھ لیا کرو۔ پھر وہ اٹھے اور ہمارے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت ان کثیر صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں دو مقتدیوں کو امام کے پیچھے کھڑا کرنے کا ذکر ہے لہٰذا یہ روایت منسوخ ہے یعنی آغاز میں نبی اکرم ﷺ نے ایسے کیا، پھر ترک کر دیا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا موقف ہے۔ یا پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھول گئے ہوں گے۔ انسان تھے اور نسیان بشر کا لازمہ ہے۔ اس کی تائید دیگر قرائن سے بھی ہوتی ہے جیسے ان کا رکوع میں تطبیق کرنا (دونوں ہاتھوں کو بجائے دونوں گھٹنوں پر رکھنے کے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے میں پیوست کر کے گھٹنوں کے درمیان رکھ لینا) وغیرہ۔ بہر حال حقیقت جو بھی ہو آغاز میں یہ صرف ابن مسعود اور ان کے صاحبین کا موقف تھا۔ باقی تمام صحابہ اور دیگر ائمہ عظام کثیر احادیث کی روشنی میں اسی بات کے قائل ہیں کہ جب تین افراد ہوں تو ایک کو آگے ہی امامت کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ اور یہی حق ہے۔ اسی پر سب کا اتفاق ہے۔ احادیث و آثار کی تفصیل کے لیے دیکھیے (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي: ۱۰/۸۰-۸۴) ② بعض نے اس حدیث کو ہارون بن عنترہ کی وجہ سے سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ موقف درست نہیں۔ ان کے بقول یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذاتی فعل ہے جو مرفوع احادیث کے خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں۔ لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً درست ہے اور جمہور کے نزدیک ہارون ثقہ ہے۔ الغرض یہ حدیث اب قابل عمل نہیں۔ مزید دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني، رقم الحديث: ٦٢٦)

٨٠١- أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:

۸۰۱- حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

٨٠٠- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون، ح: ٦١٣ من حديث محمد بن فضيل به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٧٤.

٨٠١- [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٠/ ٣٣٠، ٣٣١، ح: ٧٨٤ من حديث زيد بن الحباب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٧٥. * بريدة ضعفه الجمهور، وأما صلاة الرجلين خلف الإمام دون أن يكونا حذاءه فصحيح ◄◄

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَفْلَحُ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدَةُ بْنُ سُفْيَانَ بْنِ فَرْوَةَ الْأَسْلَمِيُّ عَنْ غُلَامٍ لِجَدِّهِ يُقَالُ لَهُ مَسْعُودٌ فَقَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ: يَا مَسْعُودُ! اِئْتِ أَبَا تَمِيمٍ - يَعْنِي مَوْلَاهُ - فَقُلْ لَهُ: يَحْمِلْنَا عَلَى بَعِيرٍ وَيَبْعَثُ إِلَيْنَا بِزَادٍ وَدَلِيلٍ يَدُلُّنَا، فَجِئْتُ إِلَى مَوْلَايَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَبَعَثَ مَعِي بِبَعِيرٍ وَوَطْبٍ مِّنْ لَبَنٍ، فَجَعَلْتُ آخُذُ بِهِمْ فِي إِخْفَاءِ الطَّرِيقِ، وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي وَقَامَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ وَقَدْ عَرَفْتُ الْإِسْلَامَ وَأَنَا مَعَهُمَا، فَجِئْتُ فَقُمْتُ خَلْفَهُمَا فَدَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ فَقُمْنَا خَلْفَهُ.

ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ میرے پاس سے گزرے۔ حضرت ابوبکر مجھے کہنے لگے: اے مسعود! اپنے آقا ابوتمیم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہمیں سواری کے لیے ایک اونٹ دیں۔ کچھ خرچ بھی بھیجیں اور ایک رہنما بھی ساتھ کر دیں جو ہمیں مدینے کی راہ بتلائے۔ میں اپنے آقا کے پاس آیا اور انھیں پیغام پہنچایا تو انھوں نے میرے ہاتھ ایک اونٹ اور دودھ کا ایک مشکیزا بھیجا (اور مجھے رہنما بنا دیا)۔ میں انھیں پوشیدہ راستے سے لے چلا۔ نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے۔ حضرت ابوبکر ؓ آپ کے دائیں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت تک میں بھی اسلام قبول کر چکا تھا۔ (اس لیے) میں ان دونوں کے ساتھ آیا۔ میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کے سینے پر ہاتھ مارا (کہ وہ پیچھے ہٹ کر میرے ساتھ کھڑے ہو جائیں) پھر ہم دونوں آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: بُرَيْدَةُ هٰذَا لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ (سند میں مذکور) یہ بریدہ حدیث میں قوی نہیں۔ (یعنی ضعیف ہے۔)

فائدہ: معلوم ہوا کہ مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں' نہ کہ دائیں بائیں۔ اگرچہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن دیگر دلائل کی روشنی میں مسئلہ اسی طرح ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى' شرح سنن النسائي: ۱۰/۸۰-۸۴)

(المعجم ۱۹) - إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً وَامْرَأَةً (التحفة ۲۱۱)

باب: ۱۹- جب (امام سمیت نمازی) تین مرد اور ایک عورت ہوں تو......؟

◄◄ كما في صحيح مسلم، الزهد، باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر، ح: ۳۰۱۰/ ۷٤.

٨٠٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ قَدْ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: «قُومُوا فَأُصَلِّي لَكُمْ». قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ خَلْفَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

٨٠٢- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو انھوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا' پھر فرمایا: ''اٹھو! میں تمھیں نماز پڑھاؤں۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو زیادہ استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ میں نے اور ایک یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا (دادی محترمہ) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں' پھر آپ تشریف لے گئے۔

فائدہ: چونکہ عورت مردوں کے برابر کھڑی ہو کر باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتی' خواہ وہ اس کے محرم ہی ہوں' اس لیے دادی محترمہ حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا الگ کھڑی ہوئیں۔ عورت کے لیے اکیلے کھڑے ہونے کی ممانعت منقول نہیں ہے' لہٰذا کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ٢٠) - إِذَا كَانُوا رَجُلَيْنِ وَامْرَأَتَيْنِ (التحفة ٢١٢)

باب: ٢٠- جب (نمازی) دو مرد اور دو عورتیں ہوں تو......؟

٨٠٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَالْيَتِيمُ وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي، فَقَالَ: «قُومُوا

٨٠٣- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم گھر والے صرف میں' میری والدہ' ایک یتیم لڑکا اور میری خالہ ام حرام (رضی اللہ عنہا) ہی تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اٹھو! میں تمھیں نماز پڑھاؤں۔'' حالانکہ کسی فرض نماز کا وقت

٨٠٢ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الحصير، ح: ٣٨٠، ومسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة . . . الخ، ح: ٦٥٨ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٥٣، والكبرٰى، ح: ٨٧٦.

٨٠٣ـ أخرجه مسلم، ح: ٦٦٠، (انظر الحديث السابق) من حديث سليمان بن المغيرة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٧٧.

فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ»، قَالَ: فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ، قَالَ: فَصَلَّى بِنَا.

نہ تھا' پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی۔

٨٠٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ مُخْتَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُ كَانَ هُوَ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ وَأُمُّهُ وَخَالَتُهُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَجَعَلَ أَنَسًا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمَّهُ وَخَالَتَهُ خَلْفَهُمَا.

۸۰۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں اور رسول اللہ ﷺ اور میری والدہ اور خالہ نماز پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ مجھے اپنے دائیں اور میری والدہ اور خالہ کو پیچھے کھڑا کیا۔

فائدہ: چونکہ امام کے علاوہ ایک ہی مرد تھا' لہٰذا اسے ساتھ کھڑا کیا گیا اور دونوں عورتوں کو الگ صف میں' کیونکہ عورتیں کسی صورت میں بھی مردوں کے ساتھ باجماعت نماز میں کھڑی نہیں ہو سکتیں۔ سابقہ حدیث میں دو مرد امام کے علاوہ تھے' لہٰذا وہ دونوں امام کے پیچھے تھے اور عورتیں ان کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ ایک مرد بچہ تھا مگر اسے بھی مردوں ہی کی صف میں کھڑا کیا گیا۔ گویا بچوں کے لیے الگ صف کی ضرورت نہیں' نیز ایک مرد اور ایک بچہ مکمل صف ہیں جیسے دو مرد ہوں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٢١) - مَوْقِفُ الْإِمَامِ إِذَا كَانَ مَعَهُ صَبِيٌّ وَامْرَأَةٌ (التحفة ٢١٣)

باب: ۲۱- جب امام کے ساتھ ایک بچہ اور ایک عورت ہو تو امام کہاں کھڑا ہو؟

٨٠٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا زِيَادٌ أَنَّ قَزَعَةَ مَوْلًى لِعَبْدِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّيْتُ إِلَى

۸۰۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ ہی نماز (باجماعت) پڑھ رہی تھیں جب کہ میں نبی ﷺ کے پہلو میں آپ کے ساتھ (باجماعت)

٨٠٤ـ أخرجه مسلم، ح: ٦٦٠، (انظر الحديث السابق) من حديث محمد بن جعفر به، وهو في الكبرى، ح: ٨٧٨.

٨٠٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٣٠٢ عن حجاج بن محمد به، وهو في الكبرى، ح: ٩١٥، وصححه ابن خزيمة: ٣/ ١٨، ١٩، ح: ١٥٣٧، وابن حبان (موارد)، ح: ٤٠٦، وله شواهد من حديث أنس رضي الله عنه. * زياد هو ابن سعد، وشيخه ثقة.

جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَائِشَةُ خَلْفَنَا تُصَلِّي مَعَنَا ، وَأَنَا إِلٰى جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ أُصَلِّي مَعَهُ .

نماز پڑھ رہا تھا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابالغ تھے۔ بالغ ہوتے تب بھی یہی طریقہ تھا کیونکہ سمجھ دار بچہ بھی بالغ ہی کے مرتبے میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باوجود نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہونے کے آپ کے ساتھ کھڑی نہیں ہوئیں کیونکہ نماز باجماعت میں عورت اور مرد اکٹھے کھڑے نہیں ہو سکتے' چاہے کوئی بھی رشتہ ہو۔

٨٠٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُخْتَارِ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّى بِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَبِامْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِي ، فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَنَا .

۸۰۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے دیگر گھر والوں میں سے ایک عورت کو اس طرح نماز پڑھائی کہ مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کیا اور عورت کو پیچھے۔

(المعجم ٢٢) - مَوْقِفُ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومُ صَبِيٌّ (التحفة ٢١٤)

باب: ۲۲- مقتدی بچہ ہو تو امام کیسے کھڑا ہو؟

٨٠٧- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ، فَقُمْتُ عَنْ شِمَالِهِ ، فَقَالَ بِي هٰكَذَا ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِينِهِ .

۸۰۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری۔ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز (تہجد) پڑھنے کے لیے اٹھے تو میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اس طرح سر سے پکڑا اور دائیں طرف کھڑا کر لیا۔

فائدہ: پیچھے گزر چکا ہے کہ جماعت کے مسئلے میں سمجھ دار بچہ بالغ کی طرح ہے' لہٰذا وہ اگر ایک ہے تو امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو گا' نیز معلوم ہوا کہ مقتدی ایک ہو تو وہ امام کی دائیں طرف کھڑا ہو گا۔

٨٠٦_ [صحيح] تقدم، ح: ٨٠٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٧٩.

٨٠٧_ أخرجه البخاري، الأذان، باب إذا لم ينو الإمام أن يؤم ثم جاء قوم فأمهم، ح: ٦٩٩ من حديث إسماعيل ابن علية به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٨٠.

(المعجم ٢٣) - مَنْ يَلِي الْإِمَامَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ (التحفة ٢١٥)

باب:٢٣-کون سا شخص امام سے متصل ہو؟ پھر جو اس سے متصل ہو؟

٨٠٨- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ: «لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا.

٨٠٨-حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز سے قبل ہمارے کندھوں کو پکڑ پکڑ کر سیدھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ”آگے پیچھے کھڑے نہ ہوا کرو ورنہ تمھارے دل بھی ایک دوسرے سے بگڑ جائیں گے (ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔) میرے قریب تم میں سے سمجھ دار (بالغ) اور عقل مند لوگ کھڑے ہوں، پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں۔“ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آج تم میں سخت اختلاف ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَبُو مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (سند میں مذکور) ابومعمر کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے۔

فوائد ومسائل: ① مقتدیوں کی صفوں کو سیدھا کرنا امام کا فرض ہے۔ خود کرے یا نائب مقرر کر دے۔ اس کام کی وجہ سے اقامت اور تکبیر تحریمہ میں فاصلہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ② [لَا تَخْتَلِفُوا] ایک معنی تو ترجمہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ آپس میں جھگڑا نہ کیا کرو۔ دل ایک دوسرے سے متنفر ہو جائیں گے۔ ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ سیدھے اور مل کر کھڑے ہوں تو دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ آگے پیچھے اور دور دور کھڑے ہونے سے دلوں میں دوری پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ فطری چیز ہے۔ اس کا انکار ممکن نہیں۔ دوست مل کر بیٹھتے ہیں اور دشمن ایک دوسرے کے سائے سے بھی بھاگتے ہیں۔ ③ صف اول میں علم و فضل اور بڑی عمر والے لوگ کھڑے ہونے چاہئیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالغ، عاقل نوجوان، جماعت اور نماز کے شوقین اور پابند کو جو پہلے آ کر اگلی صف میں بیٹھا ہو، بعد میں آنے والا بزرگ اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھ جائے۔ یہ نوجوانوں کی دل شکنی بھی ہے، حق تلفی بھی اور شریعت کے خلاف بھی۔ شریعت کی رُو سے جو پہلے آ کر جس جگہ بیٹھ گیا ہے، اسی کا حق ہے۔ اہل عقل و دانش کو امام کے قریب کھڑے ہونے کا جو حکم ہے، وہ

٨٠٨- أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها . . . الخ، ح: ٤٣٢ من حديث أبي معاوية محمد بن خازم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٨١.

ترغیبی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سمجھ دار نو جوان اس کے اہل نہیں ہے۔دوسری صف میں ان سے ملتی جلتی عقل اور عمر والے۔تیسری میں ان سے ملتی ہوئی عقل اور عمر والے حتی کہ چھوٹے بچے آخری صف میں الا یہ کہ بچوں کے اکٹھے کھڑے ہونے سے شرارتوں کا خطرہ ہو تو انھیں بڑوں کے ساتھ کھڑا کیا جا سکتا ہے مگر پہلی صف سے پیچھے۔④ ''آج تم میں سخت اختلاف ہے۔'' یعنی تم بہت آگے پیچھے کھڑے ہوتے ہو۔صفوں کو توڑتے ہو۔مل کر کھڑے نہیں ہوتے۔مطلب یہ ہے کہ آج تم میں بہت معاشرتی اختلاف پایا جاتا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ تم صفیں سیدھی اور درست نہیں بناتے۔

٨٠٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ مُقَدَّمٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: أَخْبَرَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِي رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِي جَبْذَةً فَنَحَّانِي وَقَامَ مَقَامِي فَوَاللّٰهِ! مَا عَقَلْتُ صَلَاتِي، فَلَمَّا انْصَرَفَ فَإِذَا هُوَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ: يَا فَتٰى! لَا يَسُؤْكَ اللّٰهُ، إِنَّ هٰذَا عَهْدٌ مِّنَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْنَا أَنْ نَلِيَهُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ: هَلَكَ أَهْلُ الْعُقَدِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: وَاللّٰهِ! مَا عَلَيْهِمْ آسٰى، وَلٰكِنْ آسٰى عَلٰى مَنْ أَضَلُّوا، قُلْتُ: يَا أَبَا يَعْقُوبَ! مَا يَعْنِي بِأَهْلِ الْعُقَدِ؟ قَالَ: اَلْأُمَرَاءُ.

٨٠٩-حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا۔ مجھے میرے پیچھے سے ایک آدمی نے کھینچا اور مجھے پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا۔اللہ کی قسم! (مجھے اس قدر غصہ آیا کہ) میں اپنی نماز بھی توجہ سے نہ پڑھ سکا۔جب وہ شخص فارغ ہوا تو میں نے دیکھا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ کہنے لگے: اے جوان! اللہ تعالیٰ تجھے ہر تکلیف سے بچائے۔تحقیق یہ نبی ﷺ کی ہمیں نصیحت ہے کہ ہم (سمجھ دار اور بڑی عمر کے لوگ) آپ کے قریب (پہلی صف میں) کھڑے ہوں۔پھر آپ (ابی بن کعب) قبلے کی طرف متوجہ ہوئے اور تین دفعہ فرمایا: کعبے کے رب کی قسم! اہل حل وعقد ہلاک ہو گئے۔پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے ان پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان پر ہے جنھوں نے انھیں گمراہ کیا۔میں نے کہا: اے ابو یعقوب! آپ اہل حل وعقد سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا: امراء یعنی حکام۔

٨٠٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه ابن خزيمة في صحيحه: ٣/ ٣٣، ح: ١٥٧٣ عن محمد بن عمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٨٢، وزواه ابن حبان (موارد)، ح: ٣٩٨ عن ابن خزيمة به، وللحديث طرق عند عبدالرزاق: ٢/ ٥٣، ٥٤، ح: ٢٤٦٠، وأحمد: ٥/ ١٤٠، والطيالسي، ح: ٦٤٤ وغيرهم. * يوسف هو السدوسي، وشيخه سليمان ابن طرخان أبوالمعتمر، وشيخه أبومجلز هو لاحق بن حميد.

فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر کوئی بچہ یا کم عقل انسان پہلی صف میں کھڑا ہو جائے تو اسے اچھے طریقے، یعنی پیار محبت سے پیچھے ہٹا دیا جائے تاکہ اس کی جگہ کوئی سمجھ دار معمر آدمی کھڑا ہو سکے، تاہم یہ معمول درست نہیں کہ بڑے لوگ جماعت سے پیچھے بیٹھ رہیں جب صف مکمل کر کے لوگ نماز شروع کرنے لگیں تو یہ نوجوانوں کو گھسیٹنا شروع کر دیں۔ اس سے دل شکنی کے علاوہ بدنظمی پھیلتی ہے۔ کبھی کبھار کوئی اہل علم وفضل بزرگ جس کا سب احترام کرتے ہوں، پیچھے رہ جائے تو وہ کسی بچے کی جگہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس بزرگ کے احترام کے پیش نظر نہ اس بچے کی دل شکنی ہوگی نہ جھگڑا۔ ہر آدمی کا یہ مقام نہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سید القراء تھے جن کا احترام حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور بارعب خلیفہ بھی کرتے تھے، پھر انھوں نے کیسے پیار سے سمجھایا کہ متعلقہ شخص کی ناراضی ختم ہو گئی۔

(المعجم ٢٤) - إِقَامَةُ الصُّفُوفِ قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ (التحفة ٢١٦)

باب: ۲۴- امام کے آنے سے پہلے صفیں سیدھی کی جاسکتی ہیں

٨١٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَقُمْنَا فَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ فَانْصَرَفَ فَقَالَ لَنَا: «مَكَانَكُمْ». فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا قَدِ اغْتَسَلَ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً، فَكَبَّرَ وَصَلَّى.

۸۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جماعت کی اقامت ہوگئی تو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل صفیں درست کر لی گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حتی کہ جب اپنی نماز گاہ میں کھڑے ہو گئے تو تکبیر تحریمہ سے قبل ہی آپ واپس مڑے اور ہم سے فرمایا: ''اپنی جگہ کھڑے رہو۔'' ہم کھڑے انتظار کرتے رہے حتی کہ آپ تشریف لائے تو آپ نہائے ہوئے تھے اور آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ پھر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز پڑھائی۔

فائدہ: اگرچہ امام کو دیکھ کر کھڑے ہونا چاہیے مگر اتنی دیر پہلے بھی کھڑے ہو سکتے ہیں کہ امام صاحب کے آنے تک صفیں سیدھی ہو سکیں۔ (مزید فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث نمبر ۷۹۳)

٨١٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة؟، ح:٦٠٥ من حديث عبدالله بن وهب، والبخاري، الغسل، باب: إذا ذكر في المسجد أنه جنب . . . الخ، ح:٢٧٥ من حديث يونس بن يزيد الأيلي به، وهو في الكبرى، ح:٨٨٣.

(المعجم ٢٥) - كَيْفَ يُقَوِّمُ الْإِمَامُ الصُّفُوفَ (التحفة ٢١٧)

باب:۲۵-امام صفوں کو کیسے سیدھا کرے؟

٨١١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُقَوِّمُ الصُّفُوفَ كَمَا تُقَوَّمُ الْقِدَاحُ، فَأَبْصَرَ رَجُلًا خَارِجًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

۸۱۱-حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کو ایسے سیدھا فرماتے تھے جیسے تیر سیدھے کیے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے آگے نکلا ہوا تھا۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا' آپ فرما رہے تھے: ''یقیناً تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور تمھارے چہروں کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔''

فوائد ومسائل: ① تیر سیدھا نہ ہو تو نشانے پر نہیں لگ سکتا' اس لیے تیر باقاعدہ شکنجے کے ساتھ سیدھے کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ پورے اہتمام سے صفیں سیدھی فرمایا کرتے تھے کیونکہ صفوں کی درستی دراصل پوری امت کی اصلاح ہے۔ ② ''ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہروں کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔'' اس جملے کے مختلف مفہوم ہیں: ❁ اللہ تعالیٰ تمھارے چہرے پچھلی جانب لگا دے گا۔ ❁ تمھارے چہرے بگاڑ دے گا' مسخ کر دے گا۔ ❁ تم میں اختلاف پیدا کر دے گا' جس طرف کسی کا منہ اٹھے گا' چل دے گا۔ اور یہی مفہوم اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم.

٨١٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَخَلَّلُ الصُّفُوفَ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا وَصُدُورَنَا

۸۱۲-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (تکبیر تحریمہ کہنے سے قبل) ایک سرے سے دوسرے سرے تک صفوں کے درمیان چلا کرتے تھے۔ ہمارے کندھوں اور سینوں کو ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر سیدھا کرتے اور فرماتے تھے: ''آگے پیچھے کھڑے نہ ہوؤ ورنہ تمھارے دل ایک دوسرے سے

٨١١ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها . . . الخ، ح:٤٣٦/ ١٢٨ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح: ٨٨٤.

٨١٢ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، ح:٦٦٤ من حديث أبي الأحوص به، وهو في الكبرى، ح: ٨٨٥، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٥١، ١٥٥٦، وابن حبان، ح: ٣٨٦ وغيرها.

[وَ]يَقُولُ : «لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ» وَكَانَ يَقُولُ : «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْمُتَقَدِّمَةِ».

مختلف ہو جائیں گے (ان میں پھوٹ پڑ جائے گی)۔'' اور آپ فرماتے تھے: ''تحقیق اللہ تعالیٰ اگلی صفوں کے لیے خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس کے فرشتے ان کے لیے خصوصی رحمتیں طلب کرتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① امام کا فرض ہے کہ صفوں کو درست کرے۔ اگرچہ آج کل ایک ہی سائز کی صفیں بچھی ہوتی ہیں اور قالین وغیرہ پر لائنیں لگی ہوتی ہیں جن کی مدد سے صف سیدھی کرنا بہت آسان ہوتا ہے مگر پھر بھی جہالت اور سستی کی بنا پر صفیں سیدھی کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ② اگلی صفوں سے مراد ہر مسجد اور جماعت کی اگلی صف ہے۔ مساجد کی کثرت کی بنا پر جمع کا لفظ ذکر کیا ورنہ مراد صرف اگلی صف ہے۔ یا ایک سے زائد اگلی صفیں مراد ہوسکتی ہیں۔

(المعجم ٢٦) - مَا يَقُولُ الْإِمَامُ إِذَا تَقَدَّمَ فِي تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ (التحفة ٢١٨)

باب: ۲۶- جب امام جماعت کے لیے آگے بڑھے تو صفیں سیدھی کرنے کے لیے کون سے کلمات کہے؟

٨١٣- أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَوَاتِقَنَا وَيَقُولُ : «اِسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَلِيَلِيَنِّي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ».

۸۱۳- حضرت ابومسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں کو پکڑتے اور فرماتے: ''سیدھے ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ کھڑے ہوؤ ورنہ تمھارے دل بدل جائیں گے (ان میں پھوٹ پڑ جائے گی)۔ اور میرے قریب تم میں سے عقل مند (بالغ) اور سمجھ دار لوگ کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں۔''

فائدہ: دیکھیے فائدہ نمبر۳ حدیث نمبر ۸۰۸۔

(المعجم ٢٧) - كَمْ مَرَّةً يَقُولُ اسْتَوُوا (التحفة ٢١٩)

باب: ۲۷- امام کتنی دفعہ کہے: ''برابر ہو جاؤ؟''

٨١٣ـ [صحيح] تقدم، ح: ٨٠٨، وهو في الكبرى، ح: ٨٨٦.

٨١٤- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ : حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: «اِسْتَوُوا، اِسْتَوُوا، اِسْتَوُوا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ».

۸۱۴- حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ تین دفعہ فرمایا کرتے تھے: ''برابر ہو جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تحقیق میں تمھیں اپنے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے تمھیں سامنے سے دیکھتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① تین دفعہ کہنا مستحب ہے ورنہ یہ ضرورت پر موقوف ہے۔ اگر صفیں درست ہوں تو ایک دفعہ کہنا بھی ضروری نہیں اور اگر صفوں میں خرابی' تین دفعہ کہنے کے باوجود' باقی رہے تو ظاہر ہے زیادہ مرتبہ کہا جائے گا۔ ② نبی ﷺ کا نماز کی حالت میں پچھلی صفوں کو دیکھنا آپ کا معجزہ تھا۔ امام بخاری وغیرہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے درست اور قولِ مختار اسی کو قرار دیا ہے' نیز یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ دیکھیے: (فتح الباري: ١/ ٦٦٦' تحت حديث: ٤١٨) اس کی تاویل کر کے اسے اس کے ظاہری مفہوم سے پھیرنا' مسلک سلف کے خلاف ہے' تاہم یہ دیکھنا صرف نماز کی حد تھا (یعنی دوران امامت میں) نہ کہ ہر وقت آپ اپنے پیچھے کا مشاہدہ کر سکتے تھے' نیز کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی کمر پر ایک آنکھ تھی' اس سے آپ ہمیشہ دیکھتے رہتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کے دونوں کندھوں پر سوئی کے ناکے کے برابر دو چھوٹی چھوٹی آنکھیں تھیں۔ بہر حال یہ سب تخمینے اور اندازے ہیں' دلیل ان کی پشت پناہی نہیں کرتی۔ والله أعلم. مزید دیکھیے: (فتح الباري: ١/ ٦٦٦)

(المعجم ٢٨) - حَثُّ الْإِمَامِ عَلَى رَصِّ الصُّفُوفِ وَالْمُقَارَبَةِ بَيْنَهَا (التحفة ٢٢٠)

باب: ۲۸- صفوں کو ملانے اور قریب قریب بنانے کے سلسلے میں امام کا رغبت دلانا

٨١٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَجْهِهِ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ

۸۱۵- حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کہنے سے قبل ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اپنی صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہوو کیونکہ میں تمھیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

٨١٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٦٨، ٢٨٦ من حديث حماد بن سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٨٧.

٨١٥- أخرجه البخاري، الأذان، باب إقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف، ح: ٧١٩ من حديث حميد الطويل به، وصرح بالسماع، والحديث في الكبرٰى، ح: ٨٨٨.

وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي».

٨١٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «رَاصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ».

۸۱۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفوں کو ملاؤ' یعنی مل کر کھڑے ہوو اور انھیں قریب قریب بناؤ' یعنی ان میں فاصلہ کم رکھو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے شگاف میں اس طرح داخل ہوتے ہیں جیسے کہ وہ بھیڑ بکریوں کے بچے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① دوران نماز صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہونا چاہیے' مثلاً: پاؤں کے ساتھ پاؤں' کندھے کے ساتھ کندھا اور ٹخنے کے ساتھ ٹخنہ وغیرہ۔ ② اسی طرح دو صفوں کا درمیانی فاصلہ صرف اتنا ہو کہ آسانی سے سجدہ کیا جا سکے' مثلاً: تین ہاتھ۔ صفیں قریب ہوں گی تو امام کی آواز بھی سنائی دے گی۔ نمازیوں کی گنجائش بڑھ جائے گی۔ ③ گردنیں ایک سیدھ میں رکھنے کا مطلب ہے صفیں سیدھی کرنا۔ ④ دو آدمیوں کے درمیان خالی جگہ نہ ہو ورنہ شیطان ان کے درمیان داخل ہوگا' یعنی ان میں اختلافات اور فاصلہ پیدا کرے گا۔ ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ واللہ أعلم.

٨١٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟» قَالُوا: وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: «يُتِمُّونَ الصَّفَّ

۸۱۷- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا: ''تم اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں صف بندی کرتے ہیں؟'' صحابہ نے پوچھا: فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صف بندی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(پہلے) صف اول کو پورا کرتے ہیں' نیز صفوں میں مل کر کھڑے

٨١٦- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، ح: ٦٦٧ من حديث أبان بن يزيد العطار به، وهو في الكبرى، ح: ٨٨٩، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٤٥، وابن حبان، ح: ٣٨٧، ٣٩١.

٨١٧- أخرجه مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الإشارة باليد ... الخ، ح: ٤٣٠ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرى، ح: ٨٩٠.

الْأَوَّلَ ثُمَّ يَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ».

ہوتے ہیں۔"

(المعجم ٢٩) - فَضْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ عَلَى الثَّانِي (التحفة ٢٢١)

باب:۲۹-پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت

٨١٨- أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ: كَانَ يُصَلِّي عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثَلَاثًا وَعَلَى الثَّانِي وَاحِدَةً.

۸۱۸-حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف کے لیے تین دفعہ دعا فرماتے تھے اور دوسری صف کے لیے ایک دفعہ۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صف اوّل میں جگہ پانا اس قدر فضیلت والا عمل ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف والوں کے لیے تین بار دعا فرمائی ہے، لہٰذا پہلی صف میں جگہ پانے کی ہر نمازی کو کوشش کرنی چاہیے۔ ② یہ وہی فرق ہے جو آپ نے حج وعمرے میں محلقین اور مقصرین (بال منڈوانے والوں اور کتروانے والوں) کے درمیان کیا تھا۔

(المعجم ٣٠) - اَلصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ (التحفة ٢٢٢)

باب:۳۰-آخری صف کا بیان

٨١٩- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا [سَعِيدٌ] عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتِمُّوا الصَّفَّ الْأَوَّلَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَإِنْ كَانَ نَقْصٌ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ».

۸۱۹-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پہلی صف مکمل کرو، پھر وہ جو اس (پہلی) سے ملی ہوئی ہے (دوسری)۔ اگر کوئی کمی ہو تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے (نہ کہ پہلی صف میں)۔"

٨١٨ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ١٢٨/٤ من حديث بقية به، وصرح بالسماع عنده، وهو في الكبرى، ح: ٨٩١، وصححه الحاكم: ٢١٤/١، ووافقه الذهبي، وأخرجه ابن ماجه، ح: ٩٩٦ من حديث خالد بن معدان عن عرباض به.

٨١٩ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، ح: ٦٧١ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وتابعه شعبة عند ابن خزيمة، ح: ١٥٤٧، وأبان بن يزيد عند ابن حبان، ح: ٣٩١، وهو في الكبرى، ح: ٨٩٢.

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ترتیب وار پہلے اگلی صفوں کو مکمل کیا جائے۔ ان میں کوئی کمی نہ ہو۔ اگر کمی ہو (نمازیوں کی کمی کی وجہ سے) تو وہ آخری صف میں ہو۔

(المعجم ٣١) - مَنْ وَصَلَ صَفًّا (التحفة ٢٢٣)

باب:۳۱- جو صف کو ملائے (اس کی فضیلت)

٨٢٠- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَثْرُودٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ».

۸۲۰- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے (اپنے ساتھ) ملائے گا اور جو صف کو کاٹے (توڑے) گا اللہ تعالیٰ اسے کاٹے (توڑے) گا۔''

فائدہ: جوڑنے توڑنے کا مطلب اپنی رحمت سے جوڑنا یا توڑنا ہے اور صف کو جوڑنے سے مراد خالی جگہ پر کرنا ہے۔ ہوسکتا ہے نماز کے دوران میں کسی شخص کو نکلنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے نکلنے کے بعد صف کو ملایا جائے۔ درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑی جائے۔ یاد رہے! صف امام کی طرف ملائی جاتی ہے۔ امام کی دائیں طرف والے بائیں طرف کو ملیں گے اور بائیں طرف والے دائیں طرف کو۔ صف کو ملانے کے لیے بہت سے نمازیوں کو حرکت کرنی پڑے گی مگر صف کی درستی یا نماز کی اصلاح کے لیے جو حرکت بھی کرنی پڑے' ضروری ہے۔ صف کو توڑنے کا مطلب ہے کہ فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہونا یا اگر صف میں گنجائش موجود ہو تو وہاں کھڑے ہونے سے کسی کو روکنا جبکہ کسی ضرر کا اندیشہ بھی نہ ہو یا نماز باجماعت کے دوران میں صف کے درمیان فارغ بیٹھے رہنا۔

(المعجم ٣٢) - ذِكْرُ خَيْرِ صُفُوفِ النِّسَاءِ وَشَرِّ صُفُوفِ الرِّجَالِ (التحفة ٢٢٤)

باب:۳۲- عورتوں کی بہترین صف اور مردوں کی بدترین صف کا بیان

٨٢١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

۸۲۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے

٨٢٠ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، ح: ٦٦٦، (انظر الحديث السابق) عن عيسى بن إبراهيم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٩٣، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٤٩، والحاكم علٰى شرط مسلم: ١/ ٢١٣، ووافقه الذهبي.

٨٢١ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها ... الخ، ح: ٤٤٠ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٩٤.

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا».

اور بدترین صف آخری صف ہے۔اور عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہےاور بدترین صف پہلی صف ہے۔" (جو مردوں سے ملی ہوئی ہو)۔

فائدہ: مردوں کے لیے پہلی صف ہر لحاظ سے بہترین ہے کیونکہ صف اول افضل بھی ہے اور عورتوں سے دور بھی۔ بہترین سے مراد بہت زیادہ ثواب والی۔ مردوں کی آخری صف ثواب اور درجے کے لحاظ سے بھی کم ثواب والی ہے اور اگر وہ عورتوں سے قریب ہے تو مزید نقص پیدا ہو جائے گا کیونکہ مردوں اور عورتوں کا قرب نماز سے غفلت اور فتنے کا موجب ہے۔ عورتوں کی اول صف کا بدترین اور آخری صف کا بہترین ہونا تب ہے کہ اگر وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہیں۔ اگر وہ مردوں سے الگ ہیں تو یہ فرق نہیں ہوگا۔ ویسے عورت کی افضل نماز گھر ہی میں ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ عورت کے مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھنے کو اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل یا اس کے برابر کر دے تو کوئی بعید امر نہیں مگر ہم ظاہری نص کی روشنی میں یہی کہیں گے کہ عورت کی نماز گھر ہی میں افضل ہے الا یہ کہ مسجد میں نماز باجماعت کے علاوہ تعلیم وتربیت کی محفل کا بھی اہتمام ہو تو ممکن ہے اس غرض سے آنے والی خاتون افضلیت کو پا لے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٣) - اَلصَّفُّ بَيْنَ السَّوَارِي (التحفة ٢٢٥)

باب:٣٣-ستونوں کے درمیان صف بنانا

٨٢٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِيءٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ أَنَسٍ فَصَلَّيْنَا مَعَ أَمِيرٍ مِّنَ الْأُمَرَاءِ، فَدَفَعُونَا حَتّٰى قُمْنَا وَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَجَعَلَ أَنَسٌ يَتَأَخَّرُ وَقَالَ: قَدْ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

٨٢٢-حضرت عبدالحمید بن محمود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم نے حکام میں سے ایک حاکم کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگوں نے ہمیں دھکیل دیا حتی کہ ہم کھڑے ہوئے اور دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ستونوں والی صف سے پیچھے ہٹنے لگے اور فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس (ستونوں کے درمیان صف بنانے) سے بچا کرتے تھے۔

٨٢٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الصفوف بين السواري، ح: ٦٧٣ من حديث سفيان الثوري به، وصرح بالسماع عند البيهقي: ٣/ ١٠٤ وغيره، وقال الترمذي، ح: ٢٢٩: "حسن صحيح"، وصححه الحاكم: ١/ ٢١٠، ٢١٨، ووافقه الذهبي، والحديث في الكبرٰى، ح: ٨٩٥.

فائدہ: ستونوں والی صف کئی جگہ سے کٹ جائے گی اور صف توڑنا گناہ ہے، لہٰذا ستونوں والی صف میں کھڑے ہونے کی بجائے اس سے اگلی یا پچھلی صف میں کھڑے ہونا چاہیے۔ صحیح حدیث میں صراحتاً ستونوں کے درمیان صف بنانے سے روکا گیا ہے۔ حضرت قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے منع کیا جاتا تھا اور اس سے سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، حديث:١٠٠٢) البتہ یہ نہی جماعت کی صورت میں ہے۔ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھنا چاہے تو ستونوں کے درمیان کھڑا ہو سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ شریف کے اندر دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کی تھی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الصلاة، حديث:٤٦٨)

(المعجم ٣٤) - اَلْمَكَانُ الَّذِي يُسْتَحَبُّ مِنَ الصَّفِّ (التحفة ٢٢٦)

باب:۳۴- صف میں کس جگہ کھڑا ہونا مستحب ہے؟

٨٢٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ ابْنِ الْبَرَاءِ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَحْبَبْتُ أَنْ أَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ.

۸۲۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو میری خواہش ہوتی تھی کہ میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہوں۔

فائدہ: صحیح مسلم وغیرہ میں صیغۂ واحد کی بجائے صیغۂ جمع مذکور ہے، یعنی ہم دائیں طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، صلاة المسافرين، حديث:٧٠٩) علاوہ ازیں اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش ہوتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ انور پہلے پہل ہماری طرف ہو۔ (ایضاً) نیز یہ کہ آپ کے سلام کے اولین مستحق ہم بنیں کیونکہ پہلے سلام دائیں طرف پھیرا جاتا ہے۔ (صحيح ابن خزيمة، حديث:١٥٦٤)

(المعجم ٣٥) - مَا عَلَى الْإِمَامِ مِنَ التَّخْفِيفِ (التحفة ٢٢٧)

باب:۳۵- امام کے لیے نماز ہلکی پڑھانے کی جو ذمہ داری ہے

٨٢٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ

۸۲۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی

٨٢٣ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الإمام، ح:٧٠٩ من حديث مسعر به، وهو في الكبرٰى، ح:٨٩٦.

٨٢٤ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، ح:٧٠٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيٰى): ١/ ١٣٤، والكبرٰى، ح:٨٩٧، وأخرجه مسلم، ح:٤٦٧ من طريق آخر عن أبي الزناد به.

أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ، [فَإِذَا] صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ».

ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی پڑھے۔''

٨٢٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَخَفَّ النَّاسِ صَلَاةً فِي تَمَامٍ.

٨٢٥- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سب لوگوں سے ہلکی مگر مکمل نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز قراءت کے لحاظ سے ہلکی مگر رکوع، سجود اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے پرسکون اور کامل واعلیٰ ہوتی تھی۔

٨٢٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأُوجِزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ».

٨٢٦- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''بسا اوقات میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پر مشقت کا سبب نہ بن جاؤں۔''

فوائد ومسائل: ① فرض نماز ہر ایک نے باجماعت پڑھنی ہوتی ہے، لوگ ہر قسم کے ہوتے ہیں، ان میں معذور بھی ہو سکتے ہیں، فطرتاً کمزور بھی، مریض وغیرہ بھی، بوڑھے بھی، بچے بھی، بچوں والی عورتیں بھی، کام کاج کرنے والے لوگ بھی اور مصروفیت والے بھی، لہٰذا امام کو چاہیے کہ فرض نماز ہلکی پڑھائے۔ اس قدر کہ مندرجہ بالا نمازی بھی آسانی سے نماز ادا کر سکیں۔ دل تنگ نہ ہوں ورنہ نماز کا مقصد فوت ہو جائے گا، البتہ نفل نماز جو ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ نشاط پر موقوف ہے، اسے مناسب لمبا کیا جا سکتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ نمازی نماز سے

٨٢٥- أخرجه مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، ح: ٤٦٩/ ١٨٩ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٩٨.

٨٢٦- أخرجه البخاري، الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، ح: ٧٠٧ من حديث الأوزاعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٨٩٩.

بیزار ہو جائے۔ تراویح اگرچہ فرض نہیں مگر امت مسلمہ کا شعار ہے' لہٰذا اس میں بھی تخفیف ضروری ہے۔ ② اکیلا آدمی اپنی چستی اور نشاط کے مطابق نماز لمبی کر سکتا ہے۔ ③ کسی مقتدی کی تکلیف کے مدنظر یا کسی حادثے کی بنا پر نماز مختصر کی جا سکتی ہے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر ہوا۔ اسی طرح نمازیوں کے مفاد میں نماز لمبی بھی کی جا سکتی ہے' مثلاً: کثیر لوگ وضو کر رہے ہوں۔ نبی ﷺ اسی وجہ سے پہلی رکعت لمبی پڑھایا کرتے تھے۔

(المعجم ٣٦) - اَلرُّخْصَةُ لِلْإِمَامِ فِي التَّطْوِيلِ (التحفة ٢٢٨)

باب:۳۶-امام کو نماز لمبی کرنے کی اجازت

٨٢٧- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ.

۸۲۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ہلکی پڑھانے کا حکم دیتے تھے مگر خود سورۂ صافات کے ساتھ ہماری امامت فرماتے۔

فائدہ: امام کو مقتدیوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نبی ﷺ کے پیچھے لوگ شوق سے نماز پڑھتے تھے۔ دل تنگ ہونے یا بےزاری کا خدشہ نہ تھا' اس لیے آپ لمبی نماز پڑھاتے تھے مگر پھر بھی کبھی بچے کا رونا سنتے تو نماز مختصر فرما دیتے۔ ہر امام اپنے مقتدیوں کے لحاظ سے نماز پڑھائے مگر ارکان کی ادائیگی صحیح ہونی چاہیے۔ نماز میں سکون واطمینان ہو۔ صرف قراءت وتسبیحات اور ادعیہ میں تخفیف ہوگی۔

(المعجم ٣٧) - مَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٢٩)

باب:۳۷-امام کے لیے نماز میں کس قسم کا کام کرنا جائز ہے؟

٨٢٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ

۸۲۸- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ لوگوں کی امامت کرا رہے تھے جب کہ آپ نے امامہ بنت ابوالعاص کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ جب آپ رکوع فرماتے تو

٨٢٧ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٢/٢٦، ٤٠، ١٥٧ من حديث ابن أبي ذئب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٠٠، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٦٠٦. * حارث بن عبدالرحمٰن هو العامري المدني القرشي.

٨٢٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧١٢، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٠١.

يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَإِذَا رَفَعَ مِنْ سُجُودِهِ أَعَادَهَا .

اسے اتار دیتے اور جب سجدے کے بعد اٹھتے تو اسے دوبارہ اٹھا لیتے۔

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے حدیث: ۷۱۲.

(المعجم ٣٨) - مُبَادَرَةُ الْإِمَامِ (التحفة ٢٣٠)

باب: ۳۸- امام سے آگے بڑھنا

٨٢٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ: «أَلَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ» .

۸۲۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے' کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر جیسا بنا دے۔''

فوائد ومسائل: ① یعنی بطور سزا کیونکہ اس کا یہ فعل حماقت میں گدھے جیسا ہے۔ گدھا حماقت میں ضرب المثل ہے یا اگر فعل کے مطابق شکل بنائی جائے تو پھر ایسے شخص کا چہرہ گدھے جیسا ہونا چاہیے یا اسے گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ ② یہ حدیث تشدید پر محمول ہے۔ جب کوئی شخص امام سے قبل نماز سے فارغ نہیں ہو سکتا تو پھر پہلے سر اٹھانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن ظاہری مفہوم کے مطابق اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے سر کو گدھے کے سر جیسا بھی بنا سکتا ہے۔ اس وعید سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

٨٣٠- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ يَخْطُبُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَّوْا مَعَ رَسُولِ

۸۳۰- حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اور وہ جھوٹے نہ تھے' کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو صحابہ کھڑے رہتے حتی کہ آپ کو دیکھ لیتے کہ آپ سجدے میں چلے گئے ہیں تو پھر سجدہ کرتے۔

٨٢٩ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود ونحوهما، ح: ٤٢٧ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٠٢، وأخرجه البخاري، ح: ٦٩١ من حديث محمد بن زياد به.

٨٣٠ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، ح: ٧٤٧ من حديث شعبة، ومسلم، الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعده، ح: ٤٧٤ من حديث أبي إسحاق السبيعي به، وهو في الكبرى، ح: ٩٠٣.

اللهِ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ سَاجِدًا، ثُمَّ سَجَدُوا.

فائدہ: ہوسکتا ہے امام صاحب بزرگ ہوں یا انھیں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے انھیں سجدے تک جاتے جاتے دیر لگ جائے۔ اگر مقتدی ان کے سر جھکاتے ہی سجدے میں جانا شروع کر دیں تو ممکن ہے تیز رفتار یا نوجوان مقتدی ان سے پہلے سجدے میں پہنچ جائیں' اس لیے ضروری ہے کہ مقتدی اس وقت سجدے کے لیے جھکیں جب امام صاحب سجدے میں سر زمین پر رکھ لیں۔ اسی طرح رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت بھی انتظار کیا جائے کہ امام صاحب سیدھے کھڑے ہو جائیں' پھر مقتدی اٹھنا شروع کریں تاکہ امام سے آگے بڑھنے کا امکان بھی نہ رہے۔

٨٣١- أَخْبَرَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلّٰى بِنَا أَبُو مُوسٰى فَلَمَّا كَانَ فِي الْقَعْدَةِ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَبُو مُوسٰى أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، قَالَ: يَا حِطَّانُ! لَعَلَّكَ قُلْتَهَا؟ قَالَ: لَا، وَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُعَلِّمُنَا صَلَاتَنَا وَسُنَّتَنَا فَقَالَ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَالَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا آمِينَ يُجِبْكُمُ اللهُ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَقَالَ: سَمِعَ اللهُ

٨٣١- حضرت حِطّان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب وہ (آخری) قعدے میں تھے تو ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے کہا: نماز کو نیکی اور زکاۃ سے ملایا گیا ہے۔ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں سے کس نے یہ بات کہی ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ فرمانے لگے: اے حطان! شاید تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ویسے مجھے خطرہ تھا کہ آپ مجھے ہی اس بات پر ڈانٹیں گے۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہماری نماز اور دوسرے طریقے سکھائے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے' چنانچہ جب وہ اللّٰہ أکبر کہہ لے تو تم اللّٰہ اکبر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہہ لے تو تم ''آمین'' کہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول فرمائے

٨٣١- أخرجه مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح:٤٠٤ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٠٤.

لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعِ اللهُ لَكُمْ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ». قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ».

گا۔ اور جب امام رکوع میں چلا جائے تو تم رکوع کرو۔ اور جب وہ سر اٹھائے اور کہے: سمع الله لمن حمده تو تم کہو: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اللہ تعالیٰ تمھاری حمد سنے گا۔ اور جب وہ سجدے میں چلا جائے، تو تم سجدہ کرو۔ اور جب وہ سر اٹھا لے تو پھر تم سر اٹھاؤ۔ امام تم سے پہلے سجدے میں جاتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جلدی سر اٹھانا جلدی جانے کے مقابلے میں ہے۔'' (یعنی ادھر کی کسر ادھر نکل گئی)۔

فوائد و مسائل: ① ''نماز کو نیکی اور زکاۃ سے ملایا گیا ہے۔'' کا مطلب ہے کہ جس طرح نیکی اور زکاۃ کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح نماز بھی مامور بہ ہے۔ جس طرح وہ دونوں چیزیں اجر و ثواب کا باعث ہیں، نماز بھی موجب اجر و ثواب ہے۔ ② حدیث میں امام کی اقتدا کرنے کی تاکید اور اقتدا کرنے کے مفہوم کا بیان ہے۔

(المعجم ٣٩) - خُرُوجُ الرَّجُلِ مِنْ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَفَرَاغُهُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ (التحفة ٢٣١)

باب: ۳۹- کسی آدمی کا امام کی جماعت سے نکل کر مسجد کے ایک کونے میں الگ نماز پڑھ کر فارغ ہونا

٨٣٢- أَخْبَرَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ مُعَاذٍ فَطَوَّلَ بِهِمْ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَصَلَّى فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَمَّا قَضَى مُعَاذٌ الصَّلَاةَ قِيلَ لَهُ: إِنَّ فُلَانًا فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ مُعَاذٌ: لَئِنْ أَصْبَحْتُ لَأَذْكُرَنَّ

۸۳۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی آیا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ مسجد میں آیا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ انھوں نے نماز لمبی کر دی۔ وہ آدمی (صفوں سے) نکل گیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھی، پھر چلا گیا۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو انھیں بتایا گیا کہ فلاں شخص نے ایسے ایسے کیا ہے۔ حضرت معاذ نے کہا: اگر مجھے صبح نصیب ہوئی تو میں یہ بات ضرور رسول اللہ ﷺ سے بیان کروں گا۔

٨٣٢ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طوّل، ح: ٧٠٥ من حديث محارب بن دثار وحده به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٠٥.

ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتٰى مُعَاذٌ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِ فَقَالَ: «مَا حَمَلَكَ عَلَى الَّذِي صَنَعْتَ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! عَمِلْتُ عَلٰى نَاضِحِي مِنَ النَّهَارِ فَجِئْتُ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَرَأَ سُورَةَ كَذَا وَكَذَا فَطَوَّلَ، فَانْصَرَفْتُ فَصَلَّيْتُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ!؟».

معاذ ؓ نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے اس واقعے کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا: ”تجھے کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا؟“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سارا دن اونٹ پر پانی ڈھوتا رہا۔ میں آیا تو جماعت کھڑی تھی۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا تو انھوں نے فلاں فلاں سورت (سورۃ البقرہ) شروع کر دی اور بہت لمبی قراءت کی۔ میں نے نماز توڑ کر مسجد کے ایک کونے میں الگ نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈال رہا ہے؟ اے معاذ! کیا تو لوگوں کو سخت تکلیف میں مبتلا کر رہا ہے؟ اے معاذ! کیا تو لوگوں کو آزمائش میں ڈال رہا ہے؟“

فوائد و مسائل: ① امام نسائی ؒ کا خیال ہے کہ اب بھی اگر کوئی معقول وجہ بن جائے تو آدمی نماز باجماعت سے نکل کر اپنی الگ نماز پڑھ سکتا ہے، مثلاً: جماعت کھڑی ہے کہ ٹرین آ گئی۔ امام صاحب لمبی قراءت کر رہے ہیں تو ٹرین کا مسافر اپنی نماز الگ سے پڑھ لے۔ امام بخاری ؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ اس قسم کی کوئی اور معقول وجہ بھی عذر بن سکتی ہے۔ واللہ أعلم. ② یہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے۔ اس انصاری کو ادائیگی نماز کی داد دیجیے کہ سارا دن کام کرنے بلکہ رات کا ایک حصہ بھی گزر جانے کے باوجود اس نے کھانے اور آرام کرنے کی بجائے نماز کو ترجیح دی۔ ③ حضرت معاذ ؓ کو تنبیہ کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾، ﴿وَالضُّحٰى﴾، ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ اور ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ جیسی سورتیں پڑھا کرو۔“ دیکھیے: (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ۷۰۵، و صحيح مسلم، الصلاة، حديث: ۴۶۵) ④ عصر اور مغرب کی نماز میں قرآن مجید کی آخری چھوٹی سورتیں، ظہر اور عشاء میں آخری درمیانی سورتیں اور صبح کی نماز میں آخری بڑی سورتیں مسنون ہیں۔ ویسے مقتدیوں کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔

(المعجم ٤٠) - اَلْاِئْتِمَامُ بِالْإِمَامِ يُصَلِّي قَاعِدًا (التحفة ٢٣٢)

باب: ۴۰- بیٹھ کر نماز پڑھنے والے امام کی اقتدا کرنا

٨٣٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ، فَصَلّٰى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ».

۸۳۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا۔ آپ نے کوئی ایک نماز بیٹھ کر پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ”امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے‘ لہٰذا جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ نے جب بیٹھ کر نماز شروع فرمائی تو صحابہ کھڑے تھے‘ پھر نماز میں آپ نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا تو وہ بھی بیٹھ گئے۔ (صحیح مسلم‘ الصلاۃ‘ حدیث:۴۱۲) ② ”تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ اہل ظاہر نے ان الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے جالس امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو واجب کہا ہے جب کہ جمہور اہل علم نے اِس روایت کو اُس روایت سے منسوخ قرار دیا ہے جس میں آپ ﷺ بیٹھے تھے جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ وہ مجمع عام میں آپ کی آخری نماز ہے۔ بعد والی روایت پہلی روایت کے لیے ناسخ ہے مگر اس میں اشکال ہے کہ بعد والی روایت فعلی ہے جب کہ پہلی روایت قولی ہے۔ قول وفعل کے تعارض کے وقت قول کو ترجیح دی جاتی ہے مگر پہلی روایت سے چونکہ بیٹھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت سے بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے کھڑے رہنے کا جواز ثابت ہوتا ہے‘ اس لیے یہ فعل‘ وجوب کا بہرحال ناسخ ہے‘ البتہ امام احمد رحمہ اللہ اور بعض دیگر محدثین نے ان دونوں روایات میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر نماز کی ابتدا بیٹھنے سے ہوئی تو پھر مقتدیوں کو قولی روایت کے مطابق بیٹھ کر ہی نماز پڑھنی چاہیے‘ لیکن اگر درمیان میں امام بیٹھے‘ ابتدا کھڑے ہونے سے ہوئی ہو تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ اس طرح دونوں روایات پر عمل ہو جائے گا۔ یوں بھی تطبیق دی گئی ہے کہ پہلی روایت کے امر [فَصَلُّوا جُلُوسًا] کو استحباب پر محمول کر لیا جائے‘ یعنی بیٹھے امام کے پیچھے بہتر ہے کہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن اگر کھڑے ہو کر بھی پڑھ لیں تو جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی

٨٣٣ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام، ح: ٤١١ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب: إنما جعل الإمام ليؤتم به، ح: ٦٨٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيىٰ): ١/ ١٣٥، والكبرىٰ، ح: ٩٠٦.

روایت کو منسوخ کہنے کی بجائے یہ تطبیق مناسب ہے تاکہ کوئی روایت عمل سے خالی نہ رہے۔ بہرحال امام احمد ؒ وغیرہ کی توجیہ و تطبیق راجح معلوم ہوتی ہے۔ والله أعلم. ③ بعض لوگوں نے آخری جملے کے معنی یہ کیے ہیں کہ جب امام قعدے کے لیے بیٹھے تو تم بھی بیٹھو۔ مگر یہ بات اپنی جگہ صحیح ہونے کے باوجود اس جملے کا صحیح مفہوم نہیں کیونکہ نماز میں نبی ﷺ کا اشارہ فرما کر مقتدیوں کو بٹھانا اس کے خلاف ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الصلاة، حدیث: ۴۱۲)

٨٣٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ» قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُومُ فِي مَقَامِكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ، فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ». فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ. فَقَالَتْ لَهُ، فَقَالَ: «إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ». قَالَتْ: فَأَمَرُوا أَبَا بَكْرٍ، فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً، قَالَتْ فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، [فَلَمَّا] دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ فَذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

۸۳۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، جب رسول اللہ ﷺ زیادہ بیمار ہوئے تو بلال ؓ آپ کو نماز کی اطلاع دینے آئے۔ آپ نے فرمایا: ”ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوبکر بہت نرم دل آدمی ہیں۔ جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (رونے کی وجہ سے) لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے۔ اگر آپ حضرت عمر ؓ کو حکم دیں (تو اچھی بات ہے)۔ آپ نے فرمایا: ”(نہیں) ابوبکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ میں نے حفصہ سے کہا: تم بھی رسول اللہ ﷺ سے کہو۔ انھوں نے بھی آپ سے کہا۔ آپ نے فرمایا: ”تم حضرت یوسف ؑ کے واقعے والی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر سے کہو، لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ لوگوں نے حضرت ابوبکر ؓ سے کہا۔ پھر جب انھوں نے نماز شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ میں کچھ آرام اور افاقہ محسوس کیا۔ آپ اٹھے۔ دو آدمیوں کے درمیان آپ کو ان کے کندھوں کے سہارے چلایا گیا۔ پھر بھی آپ کے

٨٣٤ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الرجل يأتم بالإمام ويأتم الناس بالمأموم، ح: ٧١٣، ومسلم، الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر . . . الخ، ح: ٤١٨/ ٩٥ من حديث أبي معاوية الضرير، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٠٧.

«أَنْ قُمْ كَمَا أَنْتَ». قَالَتْ: فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى قَامَ عَنْ يَّسَارِ أَبِي بَكْرٍ جَالِسًا، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَّقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، وَالنَّاسُ يَقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

پاؤں مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ (آپ میں پاؤں اٹھانے کی سکت نہ تھی)۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی آہٹ محسوس کر کے پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اشارہ فرمایا کہ ''اسی طرح کھڑے رہیں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے' چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر آپ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔

فوائد ومسائل: ① [صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ] یعنی تم بھی ان عورتوں کی طرح' اصل مقصد چھپائے ہوئے ظاہر کچھ اور کر رہی ہو۔ [صَوَاحِبَات] سے مراد وہ عورتیں ہیں جنھوں نے مکر کے ساتھ ہاتھ کاٹے تھے۔ ہاتھ کاٹنے والی عورتیں یوسف علیہ السلام کو رجھانے (مائل کرنے) کا مقصد رکھتی تھیں مگر بظاہر امرأۃ العزیز (عزیز مصر کی بیوی) کو شرافت کا درس دے رہی تھیں۔ ② ''رسول اللہ ﷺ نے افاقہ محسوس فرمایا۔'' ظاہر الفاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید جس نماز میں ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا تھا اسی نماز کے دوران میں آپ نے افاقہ محسوس فرمایا اور مسجد کو تشریف لے گئے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ یہ کئی دن بعد کی بات ہے۔ گویا آپ کے حکم کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعت کراتے رہے۔ ایک دن جماعت شروع کی تو رسول اکرم ﷺ کو افاقہ محسوس ہوا اور آپ تشریف لے گئے۔ یاد رہے کہ یہ جماعت جو آپ نے اس طرح ادا فرمائی' ظہر کی نماز تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٨٧) ③ بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے مقتدی کس طرح نماز پڑھیں؟ اس کی تفصیلی بحث پچھلی روایت میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے' حدیث:٨٣٣.

٨٣٥- أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى

٨٣٥- عبید اللہ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کے بارے میں بیان نہیں فرمائیں؟ وہ فرمانے لگیں: جب رسول اللہ ﷺ

٨٣٥- أخرجه البخاري، الأذان، باب: إنما جعل الإمام ليؤتم به، ح:٦٨٧، ومسلم، الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر . . . الخ، ح:٤١٨ من حديث زائدة بن قدامة به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٠٨.

عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَّرَضِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَصَلَّى النَّاسُ؟» قُلْنَا: لَا، وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ». فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: «أَصَلَّى النَّاسُ؟» قُلْنَا: لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ» فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ مِثْلَ قَوْلِهِ قَالَتْ: وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَجَاءَهُ الرَّسُولُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا رَقِيقًا، فَقَالَ: يَا عُمَرُ! صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَجَاءَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ، فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ لَّا يَتَأَخَّرَ وَأَمَرَهُمَا فَأَجْلَسَاهُ إِلٰى جَنْبِهِ، فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ،

زیادہ بیمار ہو گئے تو فرمانے لگے: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' ہم نے کہا: نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میرے لیے ٹب میں پانی ڈالو۔'' ہم نے تعمیل کی۔ آپ نے غسل فرمایا (تاکہ بخار کی حدت کم ہو۔) پھر آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو فرمانے لگے: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! نہیں بلکہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میرے لیے ٹب میں پانی رکھو۔'' ہم نے تعمیل کی۔ آپ نے پھر غسل کیا اور اٹھنے کا ارادہ کیا مگر دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔ پھر تیسری دفعہ بھی ایسے ہی فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ قاصد ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی تھے۔ کہنے لگے: اے عمر! تم نماز پڑھاؤ۔ انھوں نے کہا: آپ ہی اس اعزاز (امامت) کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر ان دنوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس کیا تو آپ نماز ظہر کے لیے دو آدمیوں کے سہارے تشریف لائے۔ ان دو آدمیوں میں سے ایک عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں اشارہ

وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَدَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ مَّرَضِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَدَّثْتُهُ فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ.

فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ اور آپ نے (لانے والے) ان دو آدمیوں کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بٹھا دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے رہے۔ عبیداللہ نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا میں آپ پر وہ روایت پیش نہ کروں جو مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے رسول ﷺ کے مرض الموت کے بارے میں بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے پوری روایت بیان کی۔ انھوں نے کسی بھی لفظ کا انکار نہیں کیا مگر انھوں نے کہا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تجھے اس آدمی کا نام بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ (آپ کو سہارا دینے والے) تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: وہ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ تھے۔

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کو تپ محرقہ تھی اور شدید تھی، اس لیے باوجود تین مرتبہ غسل فرمانے کے بخار کم نہ ہوا اور آپ اٹھ نہ سکے بلکہ بار بار بے ہوش ہوتے رہے۔ ② حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے اس لیے کہا کہ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد جماعت قائم کروانا ہے، نہ کہ مجھے مقرر فرمانا، لہٰذا کوئی جماعت کروا دے۔ انھیں اس مکالمے کا علم نہ تھا جو آپ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے درمیان ہوا تھا۔ ③ ”وہ حضرت علی تھے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا نام نہیں لیا کیونکہ وہ متعین نہیں تھے بلکہ ایک طرف تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی رہے، دوسری طرف بدلتے رہے، کبھی حضرت علی، کبھی حضرت بلال اور کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم جیسا کہ مختلف روایات سے پتہ چلتا ہے۔ (مزید فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث: ۸۳۴،۸۳۳)

(المعجم ٤١) - اِخْتِلَافُ نِيَّةِ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ (التحفة ٢٣٣)

باب: ۴۱- امام اور مقتدی کی نیت کا مختلف ہونا

٨٣٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: كَانَ مُعَاذٌ يُّصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى قَوْمِهِ يَؤُمُّهُمْ، فَأَخَّرَ ذَاتَ لَيْلَةٍ الصَّلَاةَ وَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى قَوْمِهِ يَؤُمُّهُمْ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، فَلَمَّا سَمِعَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ تَأَخَّرَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالُوا: نَافَقْتَ يَا فُلَانُ! فَقَالَ: وَاللّٰهِ! مَا نَافَقْتُ وَلَآتِيَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَأُخْبِرُهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ مُعَاذًا يُّصَلِّي مَعَكَ ثُمَّ يَأْتِينَا فَيَؤُمُّنَا، وَإِنَّكَ أَخَّرْتَ الصَّلَاةَ الْبَارِحَةَ فَصَلّٰى مَعَكَ ثُمَّ رَجَعَ فَأَمَّنَا فَاسْتَفْتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَلَمَّا سَمِعْتُ ذٰلِكَ تَأَخَّرْتُ فَصَلَّيْتُ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ أَنْتَ، اِقْرَأْ بِسُورَةِ كَذَا وَسُورَةِ كَذَا».

٨٣٦- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کی طرف واپس جاتے اور ان کی امامت کراتے تھے۔ ایک رات آپ نے نماز مؤخر کی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر اپنی قوم کو نماز پڑھانے کے لیے ان کی طرف لوٹے اور سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ جب ایک آدمی نے یہ سورت پڑھتے سنا تو وہ جماعت سے پیچھے نکل گیا' پھر الگ نماز پڑھ کر چلا گیا۔ لوگوں نے کہا: اے شخص! تو منافق ہو گیا ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں منافق نہیں ہوا اور میں ضرور نبی ﷺ کے پاس جاؤں گا اور آپ کو بتلاؤں گا۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! تحقیق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں' پھر ہمارے پاس آ کر ہماری امامت کراتے ہیں۔ اور رات آپ نے نماز مؤخر کی تو انھوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' پھر واپس آ کر ہمیں پڑھائی اور سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ جب میں نے یہ سنا تو میں (جماعت سے) پیچھے نکل گیا اور (الگ) نماز پڑھ لی۔ ہم اونٹوں پر پانی ڈھونے والے لوگ ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے ہیں۔ (اتنی دیر تک اتنی لمبی نماز نہیں پڑھ سکتے)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تو فتنہ باز ہے؟ فلاں فلاں سورت پڑھا کر۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور وہی نماز جا کر اپنی قوم

٨٣٦- أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، ح: ٤٦٥ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٠٩.

کو پڑھاتے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے اور اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے' البتہ جس دن یہ واقعہ ہوا' اس دن انھوں نے بالاتفاق عشاء کی نماز بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی۔ ② ظاہر ہے آپ کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز فرض ہوتی تھی اور جو اپنی قوم کو پڑھاتے تھے' وہ ان (معاذ رضی اللہ عنہ) کے لیے نفل ہوتی تھی اور مقتدیوں کے لیے فرض۔ اور یہی امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال ہے کہ امام نفل کی نیت سے پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض کی نیت سے تو کوئی حرج نہیں۔ محدثین اسے جائز سمجھتے ہیں مگر احناف کے نزدیک نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نہیں پڑھے جا سکتے۔ اس حدیث کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں مگر نسخ ثابت نہیں' لہٰذا حدیث میں مذکورہ صورت جائز ہے' یعنی امام نماز پہلے پڑھ چکا ہو' وہ نفل نماز کی نیت کے ساتھ ہو جب کہ مقتدیوں کی نیت فرض کی ہو تو یہ صورت بالکل صحیح ہے اور حدیث معاذ اس کی واضح دلیل ہے۔ والله أعلم. مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث نمبر: ۸۳۲۔ ③ امام اور مقتدی کے اختلافِ نیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام' مثلاً: عصر کی نماز پڑھا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے جس کی نماز ظہر رہ گئی ہو اور نماز عصر وہ بعد میں اکیلا پڑھ لے۔ اور جن کے نزدیک ترتیب کے بغیر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے' ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ وہ امام کے ساتھ نماز عصر ہی ادا کرے اور سلام پھیرنے کے بعد وہ ظہر کی قضا پڑھ لے۔ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔ والله أعلم.

۸۳۷- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ صَلّٰى صَلَاةَ الْخَوْفِ، فَصَلّٰى بِالَّذِينَ خَلْفَهُ رَكْعَتَيْنِ وَبِالَّذِينَ جَاءُوا رَكْعَتَيْنِ، فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعًا وَلِهٰؤُلَاءِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ.

۸۳۷- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز خوف پڑھائی۔ آپ نے ان لوگوں کو جو آپ کے پیچھے تھے' دو رکعتیں پڑھائیں اور جو بعد میں آئے انھیں بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس طرح نبی ﷺ کی چار رکعتیں ہو گئیں اور ان سب کی دو دو رکعتیں۔

فائدہ: باب سے مناسبت تب ہوگی اگر آپ ﷺ کو آخری دو رکعتوں میں متنفل مانا جائے اور یہی قرین قیاس ہے۔ گویا نبی ﷺ نے دو سلام سے چار رکعتیں پڑھیں اور باقی نے دو دو۔

(المعجم ٤٢) - فَضْلُ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٣٤)

باب: ۴۲- جماعت کی فضیلت

۸۳۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من قال يصلي بكل طائفة ركعتين، ح: ١٢٤٨ من حديث أشعث بن عبدالملك به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٠ . * الحسن البصري تقدم في، ح: ٣٦ لم أجد تصريح سماعه، وانظر الحديث الآتي: ١٥٥٥ .

٨٣٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلَى صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِينَ دَرَجَةً».

٨٣٨- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز باجماعت اکیلے کی نماز سے ستائیس (٢٧) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

٨٣٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ جُزْءًا».

٨٣٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز باجماعت اکیلے کی نماز سے پچیس (٢٥) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

٨٤٠- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاةِ الْفَذِّ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ دَرَجَةً».

٨٤٠- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''نماز باجماعت اکیلے کی نماز سے پچیس (٢٥) درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

فائدہ: نماز باجماعت میں نمازی کو بہت سے زائد کام کرنے پڑتے ہیں۔ وقت بھی زائد صرف کرنا پڑتا ہے۔ نیکی کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں، اس لیے نماز باجماعت اکیلے کی نماز سے بہت افضل ہے۔ اکثر روایات میں پچیس درجے کا ذکر ہے جب کہ بعض روایات میں ستائیس درجے کا بھی ذکر ہے۔ بعض اہل علم نے پچیس کو ترجیح دی ہے کیونکہ کم یقینی ہوتا ہے اور زائد مختلف فیہ، جب کہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ دونوں اعداد سے

٨٣٨ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، ح:٦٤٥، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها وأنها فرض كفاية، ح:٦٥٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٢٩، والكبرٰى، ح: ٩١١.

٨٣٩ـ أخرجه مسلم، ح:٦٤٩ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيٰى): ١/ ١٢٩، والكبرٰى، ح: ٩١٢.

٨٤٠ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٣.

کثرت مراد ہے نہ کہ معین عدد۔ بعض نے سری اور جہری کا فرق بتلایا ہے' یعنی سری نماز پچیس درجے اور جہری ستائیس درجے افضل ہے کیونکہ جہری نماز میں مقتدی کو دو کام زائد کرنے پڑتے ہیں: بلند آواز سے آمین کہنا اور قراءت سننا۔ اکیلے کی سب نمازیں ہی سری ہوتی ہیں۔ بہرحال حق یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی صریح صحیح دلیل منقول نہیں جس کی وجہ سے کوئی معتبر یا مستند بات یا توجیہ کی جا سکتی ہو' اس لیے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (مزید دیکھیے' حدیث: ۴۸۷)

(المعجم ٤٣) - اَلْجَمَاعَةُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً (التحفة ٢٣٥)

باب: ۴۳- جب تین آدمی ہوں تو جماعت کیسے ہوگی؟

٨٤١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ».

۸۴۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نمازی تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے۔ اور ان میں سے امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو زیادہ قاری ہو۔''

فائدہ: تفصیل کے لیے دیکھیے: حدیث: ۷۸۱' ۸۰۰ اور ان کے فوائد ومسائل۔

(المعجم ٤٤) - اَلْجَمَاعَةُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً، رَجُلٌ وَصَبِيٌّ وَامْرَأَةٌ (التحفة ٢٣٦)

باب: ۴۴- جب نمازی تین ہوں' یعنی ایک مرد' ایک بچہ اور ایک عورت تو جماعت کیسے ہوگی؟

٨٤٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ قَزَعَةَ مَوْلًى لِعَبْدِ الْقَيْسِ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ

۸۴۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی ایک جانب نماز پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہی تھیں۔ اور میں نبی ﷺ کے پہلو میں (دائیں جانب) آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔

٨٤١ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧٨٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٤.

٨٤٢ـ [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٨٠٥، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٥.

وَعَائِشَةُ خَلْفَنَا تُصَلِّي مَعَنَا، وَأَنَا إِلَى جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ أُصَلِّي مَعَهُ.

فائدہ: جب امام کے علاوہ ایک بچہ اور ایک عورت ہو تو بچہ امام کی دائیں جانب اور عورت پیچھے اکیلی ہی کھڑی ہوگی اگرچہ اپنی بیوی یا کوئی محرم خاتون ہی کیوں نہ ہو' شرعاً اس قسم کی صورت میں باجماعت نماز کا یہی طریقہ ہے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ (مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر ۸۰۴' ۸۰۵ کے فوائد ومسائل دیکھیے۔)

(المعجم ٤٥) - اَلْجَمَاعَةُ إِذَا كَانُوا اثْنَيْنِ (التحفة ٢٣٧)

باب: ۴۵- جب نمازی دو ہوں تو جماعت کیسے ہوگی؟

٨٤٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِي بِيَدِهِ الْيُسْرٰى فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

۸۴۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کرلیا۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۸۰۷۔

٨٤٤- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَقَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُولُ: صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَالَ: «أَشَهِدَ

۸۴۴- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: ''کیا فلاں شخص نماز میں حاضر ہے؟'' لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''فلاں؟'' لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ دو نمازیں (عشاء اور فجر) منافقین پر انتہائی بوجھل ہیں۔ اگر وہ ان کی فضیلت جان لیں تو ضرور حاضر ہوں اگرچہ گھسٹ کر آنا پڑے۔

٨٤٣_ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٦٣/ ١٩٣ من حديث عبدالملك ابن أبي سليمان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٦.

٨٤٤_ [إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، المساجد، باب فضل الصلاة في جماعة، ح: ٧٩٠ من حديث أبي إسحاق السبيعي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٧، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٤٧٦، وابن حبان، ح: ٤٣٠، وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ٥٥٤ من حديث شعبة عن أبي إسحاق عن عبدالله بن أبي بصير عن أبي بن كعب به.

فُلَانٌ الصَّلَاةَ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فُلَانٌ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ أَثْقَلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَالصَّفُّ الْأَوَّلُ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ تَعْلَمُونَ فَضِيلَتَهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَانُوا أَكْثَرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ». (التحفة ٢٣٨)

پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے۔ اگر تم اس کی فضیلت جان لو تو تم (اس کے حصول کے لیے) ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ اور آدمی کی نماز ایک اور آدمی کے ساتھ مل کر اکیلے کی نماز سے افضل ہے۔ اور دو آدمیوں کے ساتھ مل کر پڑھی ہوئی نماز ایک آدمی کے ساتھ مل کر پڑھی ہوئی نماز سے افضل ہے۔ اور وہ جس قدر زیادہ ہوں اتنا ہی اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے۔“

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا نماز کے بعد نمازیوں کی حاضری معلوم کی جا سکتی ہے۔ ② عشاء اور فجر کی نمازیں منافقین پر اس لیے بوجھل ہیں کہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نیند اور آرام چھوڑنا ایمان کی قوت ہی سے ممکن ہے اور ان میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ وہ تو صرف دکھاوے کے لیے مسجد میں آتے ہیں۔ یہ دو نمازیں اندھیرے کی ہیں' ان میں دکھلاوا نہیں ہوتا' لہٰذا وہ آتے ہی نہیں۔ شوق تو ویسے ہی نہیں۔ ③ ”فرشتوں کی صف کی طرح۔“ یعنی افضل ہے اور اس کا ثواب زیادہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کی صف انسانوں کی صف سے افضل ہے۔ ④ ”جس قدر زیادہ ہوں۔“ معلوم ہوا' جامع مسجد کی نماز محلے کی مسجد کی نماز سے افضل ہوگی' لہٰذا اگر کوئی شخص ثواب کی خاطر بڑی مسجد میں جائے تو جا سکتا ہے۔

(المعجم ٤٦) - اَلْجَمَاعَةُ لِلنَّافِلَةِ (التحفة ٢٣٨)

باب:۴۶- نفل نماز کے لیے جماعت کرانا

٨٤٥- أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ

۸۴۵- حضرت عتبان بن مالک انصاری ؓ سے مروی ہے' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری قوم

٨٤٥_ أخرجه مسلم، المساجد، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، ح: ٣٣ بعد، ح: ٦٥٧ من حديث معمر، والبخاري، الصلاة، باب: إذا دخل بيتًا يصلي حيث شاء . . . الخ، ح: ٤٢٤ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩١٨.

الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودٍ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ السُّيُولَ لَتَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَأُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي فَتُصَلِّي فِي مَكَانٍ مِّنْ بَيْتِي أَتَّخِذُهُ مَسْجِدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سَنَفْعَلُ»، فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَيْنَ تُرِيدُ؟» فَأَشَرْتُ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ.

کی مسجد اور میرے (گھر کے) درمیان بسا اوقات بارشی پانی حائل ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں جسے میں نماز کی جگہ بنالوں۔ آپ نے فرمایا: ''ہم ایسے کریں گے۔'' جب (اگلے دن) رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا: ''تم کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟'' میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں تو آپ نے ہمیں دو رکعتیں (نفل) پڑھائیں۔

فائدہ: نفل نماز کی جماعت اتفاقاً ہو جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن لوگوں کو دعوت دے کر نہ بلایا جائے، البتہ مخصوص نمازیں اس سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً: نماز کسوف، نماز استسقاء، نماز عیدین اور نماز تراویح وغیرہ۔ ان کے لیے لوگوں کو بلانا جائز ہے کیونکہ ان کا سنت سے ثبوت ملتا ہے مگر ان کے لیے اذان و اقامت درست نہیں۔

(المعجم ٤٧) - اَلْجَمَاعَةُ لِلْفَائِتِ مِنَ الصَّلَاةِ (التحفة ٢٣٩)

باب: ۴۷- فوت شدہ نماز کی جماعت کرانا

٨٤٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِوَجْهِهِ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي».

۸۴۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''صفیں سیدھی کرو اور آپس میں مل کر کھڑے ہو۔ میں تمھیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

فائدہ: اس روایت کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً راوی کتاب یا ناسخ کی غلطی سے یہاں لکھی گئی، نیز یہ روایت پیچھے گزر چکی ہے۔ (فوائد کے لیے دیکھیے، حدیث: ۸۱۵، ۸۱۶)

٨٤٦_ [صحيح] تقدم، ح: ٨١٥.

٨٤٧- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو زُبَيْدٍ - وَاسْمُهُ عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ - عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ». قَالَ بِلَالٌ: أَنَا أَحْفَظُكُمْ، فَاضْطَجَعُوا فَنَامُوا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ، فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ: «يَا بِلَالُ! أَيْنَ مَا قُلْتَ؟» قَالَ: مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ فَرَدَّهَا حِينَ شَاءَ، قُمْ يَا بِلَالُ! فَآذِنِ النَّاسَ بِالصَّلَاةِ» فَقَامَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ فَتَوَضَّؤُوا - يَعْنِي حِينَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ - ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِهِمْ.

۸۴۷-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ (سفر میں) تھے‘ کسی شخص نے کہا: اگر آپ ہمیں آرام کا موقع عطا فرمائیں (تو کیا ہی اچھا ہو۔) آپ نے فرمایا: ”مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز سے سوئے رہ جاؤ گے۔“ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھارا خیال رکھوں گا۔ وہ لیٹ کر سو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت کی ٹیک اپنی سواری سے لگا لی۔ اللہ کے رسول ﷺ جاگے تو سورج کا کنارہ طلوع ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”او بلال! کدھر گئی تیری بات؟“ انھوں نے کہا: آج جیسی نیند تو مجھے کبھی نہیں آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمھاری روحوں کو قبض فرما لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔ اے بلال! اٹھو لوگوں کو نماز کی اطلاع دو۔“ بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور اذان کہی‘ پھر سب نے وضو کیا جب کہ سورج اونچا آ چکا تھا‘ پھر آپ اٹھے اور انھیں نماز پڑھائی۔

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے: حدیث:۶۲۲۔

(المعجم ٤٨) - اَلتَّشْدِيدُ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٤٠)

باب:۴۸-جماعت چھوڑ دینے پر سختی

٨٤٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا

۸۴۸-معدان بن ابوطلحہ یعمری سے روایت ہے‘ وہ

٨٤٧ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت، ح:٥٩٥ من حديث حصين به نحو المعنى، وهو في الكبرى، ح:٩١٩، وأخرجه أبوداود، ح:٤٤٠ عن هناد به مختصرًا.

٨٤٨ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، ح:٥٤٧ من حديث زائدة به،

عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ الْكَلَاعِيُّ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَيْنَ مَسْكَنُكَ؟ قُلْتُ: فِي قَرْيَةٍ دُوَيْنَ حِمْصَ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ».

کہتے ہیں: مجھ سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری رہائش گاہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: حمص کے قریب ایک بستی میں۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''کسی بستی یا صحرا میں جو بھی تین آدمی اکٹھے رہتے ہوں اوران میں جماعت قائم نہ کی جاتی ہو تو یقین رکھو کہ ان پر شیطان غالب آ چکا ہے۔ جماعت قائم رکھو کیونکہ بھیڑیا اسی بھیڑ بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور رہتی ہے۔''

قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الْجَمَاعَةَ فِي الصَّلَاةِ.

سائب راوی نے کہا کہ یہاں جماعت سے نماز کی جماعت مراد ہے۔

فائدہ: انسان مدنی الطبع ہے' اکیلا رہنا اس کے لیے ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنی تمام ضروریات اکیلا پوری نہیں کر سکتا۔ اکیلے سے افزائش نسل بھی نہیں ہو سکتی' بالکل اسی طرح دینی زندگی بھی اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں۔ نماز' روزہ' حج اور زکاۃ جیسے اہم اور بنیادی ارکان اسلام کی ادائیگی بھی اکیلے کے لیے کماحقہ ممکن نہیں' اس لیے ضروری ہے کہ جہاں بھی ایک سے زائد مسلمان رہتے ہوں' وہ مل جل کر رہیں۔ اپنے میں سے افضل شخص کو امیر اور امام بنائیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اس کی ہدایات کے تحت زندگی بسر کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ دکھ سکھ میں شریک ہوں۔ نظم وضبط کے ساتھ کام کریں۔ نماز چونکہ اسلامی زندگی کا لازمی اور دائمی جز ہے بلکہ جزو اعظم ہے' لہٰذا اس میں اجتماعیت ضروری ہے۔ نماز باجماعت پڑھنا لازمی ہے۔ اکیلا آدمی آسانی سے شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جب کہ جماعت میں بندھا ہوا شخص محفوظ رہتا ہے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے ریوڑ اور بھیڑیے کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع امت کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے اور بلاوجہ جمہور اہل علم سے جدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تفرد اور شذوذ (اکیلا ہو جانا) انسان کو شیطان کے قریب کر دیتا ہے بلکہ دراصل یہ شیطانی داؤ ہے۔ صحابہ وتابعین کی جماعت کی پیروی کرنی چاہیے اور اس سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

◀◀ وهو في الكبرى، ح:٩٢٠، وصححه ابن خزيمة، ح:١٤٨٦، وابن حبان، ح:٤٢٥، والحاكم: ١/ ٢٤٦، والذهبي وغيرهم.

(المعجم ٤٩) - اَلتَّشْدِيدُ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٤١)

باب:۴۹- جماعت سے پیچھے رہنے پر سختی

٨٤٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ».

۸۴۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ میں ایندھن (اکٹھا کرنے) کا حکم دوں، اسے اکٹھا کیا جائے، پھر حکم دوں کہ نماز کی اذان کہی جائے، پھر ایک آدمی کو حکم دوں اور وہ لوگوں کی امامت کرائے، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز پڑھنے نہیں آئے) اور ان کے گھروں کو ان پر جلا دوں۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کوئی شخص جان لے کہ اسے چربی والی ہڈی یا دو بہترین کھر ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوگا۔“

فائدہ: نبی ﷺ نے یہ ارادہ تو فرمایا مگر اس پر عمل اس لیے نہ کیا کہ گھروں کو آگ لگانے سے عورتیں اور بچے بھی بے گھر ہو جائیں گے جن پر مسجد میں حاضری ضروری نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں جماعت فرض ہے جیسا کہ امام احمد اور بعض محدثین کا خیال ہے۔ اہل ظاہر نے تو اسے نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ اگر جماعت فرض نہ ہوتی تو نبی ﷺ یہ رائے ظاہر نہ فرماتے۔ اور بعض دیگر اہل علم نے اسے تشدید پر محمول کیا ہے جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جماعت فرض کفایہ ہے جب کہ دیگر ائمہ ومحدثین نے جماعت کو سنت مؤکدہ کہا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ تو امام احمد کے مسلک کی تائید کرتے ہیں۔ اگر جماعت فرض کفایہ ہوتی تو پھر ہر شخص کی حاضری ضروری نہ تھی۔ پھر آپ ﷺ کے اظہار غضب کے کیا معنی؟ البتہ عذر کی بنا پر جماعت سے غیر حاضری جائز ہے، اس لیے جن بزرگوں نے جماعت کو نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا ہے، ان کی بات بلا دلیل ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٨٤٩ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة، ح: ٦٤٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيي): ١/ ١٢٩، والكبرى، ح: ٩٢١.

(المعجم ٥٠) - **اَلْمُحَافَظَةُ عَلَى الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰي بِهِنَّ** (التحفة ٢٤٢)

باب:۵۰-نمازوں کی اس جگہ پابندی کرنا جہاں ان کی اذان کہی جائے

٨٥٠- **أَخْبَرَنَا** سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّلْقَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ ﷺ سُنَنَ الْهُدٰى فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَإِنِّي لَا أَحْسَبُ مِنْكُمْ أَحَدًا إِلَّا لَهُ مَسْجِدٌ يُّصَلِّي فِيهِ فِي بَيْتِهِ، فَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَمْشِي إِلٰى صَلَاةٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً أَوْ يَرْفَعُ لَهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ يُكَفِّرُ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نُقَارِبُ بَيْنَ الْخُطَا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُومٌ نِفَاقُهُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ.

۸۵۰-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جس آدمی کی یہ خواہش ہے کہ کل اللہ تعالیٰ کو (مکمل طور پر) اسلام کی حالت میں ملے تو اسے ان پانچ نمازوں کی پابندی اس جگہ کرنی چاہیے جہاں ان کی اذان کہی جائے (یعنی مسجد میں باجماعت۔) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے طریقے جاری فرمائے۔ تحقیق یہ (پانچوں) نمازیں (باجماعت مسجد میں پڑھنا بھی) ہدایت کے طریقوں میں سے ہے۔ بلاشبہ میں سمجھتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں مسجد بنا رکھی ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے۔ اس طرح اگر تم گھروں میں (فرض) نمازیں پڑھتے رہے اور مسجدوں میں جانا چھوڑ دیا تو تم اپنے نبی کا (معروف) طریقہ چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو بھی مسلمان آدمی وضو کرتا ہے اور اچھا وضو کرتا ہے پھر وہ نماز کے لیے چل کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا ہے ایک نیکی لکھ دیتا ہے یا اس کی بنا پر ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے یا اس کی کوئی نہ کوئی غلطی معاف فرما دیتا ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ہم (اس وجہ سے) قریب قریب قدم رکھا کرتے تھے۔ اور واللہ! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے دور اقدس میں نماز سے کوئی شخص

٨٥٠- أخرجه مسلم، المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى، ح: ٦٥٤/ ٢٥٧ من حديث علي بن الأقمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٢٢. * عبدالله هو ابن مسعود رضي الله عنه.

پیچھے نہیں رہتا تھا مگر وہ منافق جس کا نفاق ہر ایک کو معلوم تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے (اس دور مبارک میں) دیکھا کہ ایک آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے چلا کر مسجد میں لایا جاتا تھا حتی کہ اسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں سنت نبی ﷺ سے وہ معنی مراد نہیں جو بعد میں فقہاء کی اصطلاح بنا، یعنی جس کا کرنا ضروری نہیں، بلکہ اس سے مراد نبی ﷺ کا طریقہ ہے جسے چھوڑنا گمراہی کا موجب ہے اور وہ فرض وواجب کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقریر کے دیگر الفاظ اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔ ② ''تم گمراہ ہو جاؤ گے۔'' ابوداود کی روایت میں ہے اور تم کافر بن جاؤ گے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث:٥٥٠) ③ ''ہم قریب قریب قدم رکھتے تھے۔'' اس سے مقصود زیادہ ثواب حاصل کرنا تھا، گویا اس طرح کرنا جائز ہے، البتہ گھوم کر مسجد میں آنا درست نہیں کیونکہ اصل مقصد تو مسجد کی حاضری ہے۔ مسجد کی حاضری اور نفل نماز کی ادائیگی زیادہ ثواب والی چیز ہے۔

٨٥١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ أَعْمٰى إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الصَّلَاةِ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَأَذِنَ لَهُ، فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لَهُ: «أَتَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَجِبْ».

٨٥١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے کوئی ہاتھ پکڑ کر چلانے والا نہیں جو مجھے مسجد میں نماز کے لیے لائے اور اس نے آپ سے گزارش کی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے اسے اجازت دے دی۔ جب وہ واپس جانے کے لیے مڑا تو آپ نے فرمایا: ''تم اذان سنتے ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''پھر (نماز کے لیے) ضرور آؤ۔''

فائدہ: یہ روایت بھی جماعت کو فرض کہنے والوں کی دلیل ہے ورنہ نبی ﷺ بے سہارا نابینے صحابی کو رخصت دے دیتے۔ پہلے آپ نے رخصت دے دی تھی، پھر معلوم ہوا کہ وہ مسجد سے زیادہ دور نہیں رہتا، وہاں نماز کی اذان سنائی دیتی ہے، اتنے قریب سے وہ اکیلا بھی آ سکتا ہے۔ ویسے بھی جماعت کے وقت اتنے فاصلے سے

٨٥١- أخرجه مسلم، المساجد، باب: يجب إتيان المسجد على من سمع النداء، ح:٦٥٣ عن إسحاق بن إبراهيم، يعني ابن راهويه به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٢٣.

آنے والے بہت ہوتے ہیں، کوئی نہ کوئی پکڑ کر لے آئے گا۔ ایسے لگتا ہے کہ پہلے آپ نے سمجھا ہوگا کہ یہ آدمی دور رہتا ہے، ساتھی کوئی نہیں، اکیلا نہیں آ سکے گا۔ یہ کوئی اجتہاد کی تبدیلی نہیں، نہ اس کے لیے کسی نئی وحی کا اترنا ضروری ہے بلکہ یہ فتویٰ سائل کے حالات پر موقوف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حاضری کا حکم استحباب کے لیے ہے، وجوب کے لیے نہیں لیکن مندرجہ بالا توجیہ کی صورت میں یہ بات کوئی قوی نہیں۔

٨٥٢- **أَخْبَرَنَا** هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ ابنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ، قَالَ: «هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَحَيَّ هَلًا». وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ.

٨٥٢- حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! تحقیق مدینہ منورہ میں زہریلے کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں (لہٰذا مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیجیے۔) آپ نے فرمایا: ”کیا تم حَيَّ عَلَى الصَّلَاة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کی ندا سنتے ہو؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر ضرور آؤ۔“ اور آپ نے انھیں گھر میں (فرض) نماز پڑھنے کی رخصت نہیں دی۔

(المعجم ٥١) - اَلْعُذْرُ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٤٣)

باب:۵۱- عذر کی بنا پر جماعت ترک کرنا

٨٥٣- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَرْقَمَ كَانَ يَؤُمُّ أَصْحَابَهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ

٨٥٣- حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو جماعت کراتے تھے۔ ایک دن نماز کا وقت ہو گیا تو وہ قضائے حاجت

٨٥٢ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، ح: ٥٥٣ عن هارون بن زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٢٤، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٤٧٨، وله شواهد عند مسلم، ح: ٦٥٣، وأحمد: ٣/ ٤٢٣، وابن خزيمة، ح: ١٤٧٩، والحاكم: ١/ ٢٤٧ وغيرهم.

٨٥٣ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب: أيصلي الرجل وهو حاقن؟، ح: ٨٨، والترمذي، ح: ١٤٢، وابن ماجه، ح: ٦١٦ من حديث هشام به، وهو في الموطأ(يحيیٰ): ١/ ١٥٩، والكبرٰى، ح: ٩٢٥، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم * هشام صرح بالسماع عند أحمد.

يَوْمًا فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلْيَبْدَأْ بِهِ قَبْلَ الصَّلَاةِ».

کے لیے گئے' پھر واپس آئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کی ضرورت محسوس کرے تو نماز سے پہلے قضائے حاجت کر لے۔''

فوائد و مسائل: ① اس دن وہ خود تشریف نہ لائے تھے۔ اپنی جگہ ایک آدمی بھیج دیا تھا جس نے امامت کروائی۔ نماز کے بعد پہنچے تو معذرت فرمائی۔ ② قضائے حاجت محسوس ہو تو نماز سے پہلے فارغ ہو لینا چاہیے' خواہ جماعت گزر ہی جائے کیونکہ فراغت کے بغیر نماز کی صورت میں توجہ بٹی رہے گی' ذہن منتشر رہے گا اور پیٹ میں گڑ بڑ ہوتی رہے گی۔ فراغت کے بعد سکون سے نماز پڑھی جائے گی۔ باقی رہا جماعت کا ثواب تو إن شاء الله جماعت کے پابند شخص کو عذر کی صورت میں ملے گا جیسا کہ شرعی اصل (اصول) ہے۔ واللہ أعلم.

٨٥٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ».

۸۵۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رات کا کھانا (پک کر) سامنے آجائے اور (ادھر) جماعت کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔''

فائدہ: یہ تب ہے جب کھانے کی شدید حاجت ہو۔ اگر اسی طرح نماز پڑھے تو یکسوئی نہ ہو گی' طبیعت بے چین رہے گی۔ یا پھر کھانا ضائع ہونے کا خدشہ ہو کیونکہ نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے روکا ہے۔ یہ دو باتیں نہ ہوں تو نماز پہلے پڑھنی چاہیے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ گوشت کھا رہے تھے کہ نماز کی اطلاع دی گئی تو آپ نے چھری رکھ دی اور نماز کے لیے چلے گئے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الوضوء' حديث:۲۰۸)

٨٥٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

۸۵۵- حضرت ابوالملیح اپنے والد سے بیان کرتے ہیں' انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین

٨٥٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام، الذي يريد أكله في الحال . . . الخ، ح: ٥٥٧ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٢٦.

٨٥٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الجمعة في اليوم المطير، ح: ١٠٥٧ من حديث قتادة به، وتابعه خالد الحذاء، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٢٧، وأخرجه ابن ماجه، ح: ٩٣٦، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم: ١/ ٢٩٣، والذهبي وغيرهم.

قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِحُنَيْنٍ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ، فَنَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ.

میں تھے کہ ہم پر بارش برسنے لگی تو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اعلان کیا کہ اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لو۔

فائدہ: یہ اعلان اذان ہی میں کیا گیا ہے۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد یا حَيَّ عَلَى الصَّلَاة، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی جگہ یا اذان کے اختتام پر۔ اب بھی اگر بارش برس رہی ہو یا بہت زیادہ کیچڑ ہو یا ٹخ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو اور مسجد میں پہنچنا ممکن نہ ہو تو مؤذن یہ اعلان کر سکتا ہے۔ واللہ أعلم.

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے کتاب الاذان کا ابتدائیہ دیکھیے۔

(المعجم ٥٢) - حَدُّ إِدْرَاكِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٤٤)

باب:۵۲- جماعت (کا ثواب) پانے کی حد

٨٥٦- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ طَحْلَاءَ، عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ الْفِهْرِيِّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، كَتَبَ اللهُ لَهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ حَضَرَهَا وَلَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا».

۸۵۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا‘ پھر جماعت کی نیت سے مسجد کی طرف گیا مگر لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جماعت میں حاضر ہونے والے جیسا ثواب لکھ دیتا ہے لیکن اس سے ان کے ثواب میں کمی نہیں آتی۔“

فائدہ: اس شخص کی نیت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے ہی کی تھی‘ پھر اس نے کوئی کوتاہی بھی نہیں کی بلکہ اپنی پوری کوشش کی لیکن پھر بھی جماعت نہ مل سکی۔ اس نے افسوس کیا تو اس کی نیت اور کوشش کے لحاظ سے اسے جماعت کا ثواب ملے گا‘ بشرطیکہ وہ جماعت کا پابند ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس سے مراد وہ شخص نہیں جو نماز باجماعت میں سستی کا عادی ہے یا زیادہ پروا نہیں کرتا۔ مل جائے تو ٹھیک‘ نہ ملے تو کوئی افسوس نہیں۔ ایسے شخص کے لیے کم از کم ایک رکعت باجماعت پڑھنے کی صورت میں جماعت کا ثواب ملے گا‘ کم میں نہیں۔ اور یہ بات صحیح

٨٥٦ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب فيمن خرج يريد الصلاة فسبق بها، ح: ٥٦٤ من حديث عبدالعزيز الدراوردي به، وهو في الكبرى، ح: ٩٢٨، وصححه الحاكم: ١/ ٢٠٨، ٢٠٩، والذهبي، وله شواهد.

احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، حديث:٥٨٠، وصحيح مسلم، المساجد، حديث:٦٠٧)

٨٥٧- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ: أَنَّ الْحُكَيْمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ: أَنَّ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمْرَانَ - مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ - عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ».

٨٥٧- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے نماز کے لیے وضو کیا اور اچھا وضو کیا، پھر فرض نماز (کی ادائیگی کے لیے مسجد) کی طرف چلا اور لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی یا (اکیلے نے) مسجد میں پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔''

(المعجم ٥٣) - إِعَادَةُ الصَّلَاةِ مَعَ الْجَمَاعَةِ بَعْدَ صَلَاةِ الرَّجُلِ لِنَفْسِهِ (التحفة ٢٤٥)

باب:٥٣- اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ لے تو جماعت ملنے کی صورت میں دوبارہ پڑھنا

٨٥٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي الدِّيلِ يُقَالُ لَهُ بُسْرُ بْنُ مِحْجَنٍ، عَنْ مِحْجَنٍ: أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأُذِّنَ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ

٨٥٨- حضرت محجن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں تھے کہ نماز کی اذان کہی گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ اٹھے، پھر (نماز پڑھ کر) واپس تشریف لائے تو (دیکھا کہ) محجن اپنی جگہ ہی میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں نماز

٨٥٧- أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، ح: ١٣/٢٣٢ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرى، ح: ٩٢٩، وأخرجه البخاري، ح: ٦٤٣٣ من حديث معاذ بن عبدالرحمن به.

٨٥٨- [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٤ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٣٢، والكبرى، ح: ٩٣٠، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم: ١/ ٢٤٤.

وَمِحْجَنٌ فِي مَجْلِسِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ؟ أَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ؟» قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ».

پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا تم مسلمان آدمی نہیں ہو؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں گھر میں نماز پڑھ آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مسجد میں آؤ (اور جماعت مل جائے) تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ تم (اکیلے) نماز پڑھ چکے ہو۔''

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا اکیلے آدمی کی نماز بھی ہو جاتی ہے' چاہے گھر ہی میں پڑھ لے بشرطیکہ کوئی عذر ہو' ورنہ بلاعذر نماز باجماعت ترک کرنا گناہ ہے' نیز جماعت شرط نہیں ہے جیسا کہ اہل ظاہر کا موقف ہے' بہر حال عذر کی صورت میں معمول کے مطابق اجر ملتا ہے۔ ② اگر انسان اکیلا نماز پڑھ لے یہ سمجھ کر کہ جماعت نہ ملے گی یا جماعت ہو چکی ہے یا شاید میں مسجد میں نہ جا سکوں وغیرہ' پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز باجماعت مل جائے تو اسے نماز باجماعت دہرانی چاہیے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے۔ احناف تین نمازوں کو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ مغرب' فجر اور عصر کیونکہ بعد میں پڑھی جانے والی نماز نفل ہوگی۔ فجر اور عصر کے بعد نفل جائز نہیں۔ مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے' حالانکہ یہ خاص حکم ہے۔ عصر اور فجر کے بعد نفل کی ممانعت عام ہے۔ عام کو خاص سے مقید کیا جا سکتا ہے۔ باقی رہے تین نفل تو شریعت کا حکم آجانے کے بعد ممانعت جاتی رہی' نیز اگر ان نمازوں کا دہرانا منع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ صراحت فرماتے کیونکہ اکثر کا استثنا مناسب نہیں۔ اگر صرف دو نمازیں ہی دہرانی ضروری یا جائز ہوتیں تو صرف ان دو نمازوں ہی کا نام لے لیتے کیونکہ یہاں وضاحت ضروری تھی۔ غلط فہمی کا امکان تھا۔ نبی ﷺ کا وضاحت نہ فرمانا دلیل ہے کہ ہر نماز دہرائی جا سکتی ہے۔ یہ خاص حکم ہے۔ اسے عام پر ترجیح ہوگی۔

(المعجم ٥٤) - إِعَادَةُ الْفَجْرِ مَعَ الْجَمَاعَةِ لِمَنْ صَلّٰى وَحْدَهُ (التحفة ٢٤٦)

باب: ۵۴- جو آدمی فجر کی نماز اکیلا پڑھ چکا ہو' جماعت مل جانے کی صورت میں وہ دوبارہ پڑھے

٨٥٩- أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا

۸۵۹- حضرت یزید بن اسود عامری ؓ نے کہا کہ

٨٥٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة، ح: ٢١٩ من حديث هشيم به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣١، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٢٧٩، وابن حبان، ح: ٤٣٤، ٤٣٥، وله شواهد، انظر الحديث السابق، وأخرجه أبوداود، ح: ٥٧٥، ٥٧٦ من حديث يعلى نحوه.

هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ الْعَامِرِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: شَهِدْتُّ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ إِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي آخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ، قَالَ: «عَلَيَّ بِهِمَا»، فَأُتِيَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ: «مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟» قَالَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ: «فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ، فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ».

میں نے فجر کی نماز مسجد خیف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ نے نماز پوری فرمالی تو آپ نے لوگوں (نمازیوں) کے آخر میں دو آدمی دیکھے جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''انھیں میرے پاس لاؤ۔'' انھیں آپ کے پاس لایا گیا تو ان کے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تمھیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسے مت کرو۔ جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہو، پھر تم مسجد میں آؤ اور جماعت پاؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو۔ وہ (بعد والی) تمھارے لیے نفل ہو جائے گی۔''

فوائد و مسائل: ① مسجد خیف منیٰ میں ہے اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ منسوخ ہونے کا احتمال نہیں۔ ② ''کانپ رہا تھا۔'' رسول اللہ ﷺ میں قدرتی طور پر رعب اور ہیبت تھی۔ جو نیا آدمی آپ کو دیکھتا تھا یا جو کبھی کبھار دیکھتا تھا' مرعوب ہو جاتا تھا۔ انھیں تو بلایا گیا تھا بلکہ پکڑ کر لایا گیا تھا' لہٰذا مرعوب ہونے کے علاوہ ان کا خوف زدہ ہونا قرین قیاس تھا۔ ③ اس روایت میں صریح طور پر فجر کی نماز کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اکیلا رہنے والا جماعت پائے تو دوبارہ پڑھے' لہٰذا اس صریح روایت کو چھوڑ کر ایک عام روایت سے استدلال کرنا خلاف انصاف ہے۔ ④ ''نفل ہو جائے گی۔'' کون سی؟ اس میں اختلاف ہے' اسی لیے محققین نے کہا یہ اللہ کے سپرد ہے جسے چاہے فرض بنائے جسے چاہے نفل۔ لیکن ظاہر ہے کہ پہلی نماز جب پڑھی تھی تو وہ فرض تھی اور فرض ہی کی نیت سے پڑھی تھی' اس لیے دوسری نماز ہی نفل ہونی چاہیے۔ احادیث کی روشنی میں اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٥٥) - إِعَادَةُ الصَّلَاةِ بَعْدَ ذَهَابِ وَقْتِهَا مَعَ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٢٤٧)

باب:۵۵-(افضل) وقت گزر جانے کے بعد بھی نماز جماعت کے ساتھ دہرانا

٨٦٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى

۸۶۰- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان

٨٦٠ـ [صحيح] تقدم، ح: ٧٧٩، وهو في الكبرى، ح: ٩٣٢.

وَمُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ صُدْرَانَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَضَرَبَ فَخِذِي: «كَيْفَ أَنْتَ إِذَا بَقِيتَ فِي قَوْمٍ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا؟» قَالَ: مَا تَأْمُرُ؟ قَالَ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ اذْهَبْ لِحَاجَتِكَ، فَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَأَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلِّ».

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری ران پر ہاتھ مارتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''تمھارا کیا حال ہوگا جب تم ان لوگوں میں باقی رہ جاؤ گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کریں گے؟'' میں نے کہا: آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نماز وقت پر پڑھ لیا کرنا' پھر اپنا کام کرنا' پھر اگر مسجد میں تمھاری موجودگی کے دوران میں جماعت شروع ہو جائے تو پڑھ لینا۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے جماعت اور لزوم جماعت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے' خواہ لوگ افضل اور مستحب وقت کے بعد بھی جماعت کروائیں' تب بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔ ہاں! اپنی نماز وقت پر محفوظ کر لے۔ گویا کسی حال میں جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے اور تفرد وشذوذ کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ بہت سے صحابہ نے اپنے اجتہاد پر جماعت کے عمل کو ترجیح دی ہے کیونکہ ایک میں غلطی کا امکان زیادہ ہے۔ جتنے زیادہ اہل علم ہوں گے' اتنا ہی غلطی کا احتمال کم ہو جائے گا حتی کہ جب اجماع (تمام معتبر اہل علم کا اتفاق جس کے خلاف کچھ منقول نہ ہو) ہو جاتا ہے تو غلطی کا احتمال بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے۔ ② ران پر ہاتھ مارنا تنبیہ کے لیے ہے کہ یہ بات تجھ سے متعلق ہے' اچھی طرح سمجھ لے۔ آپ نے اس قسم کے بہت سے مسائل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خصوصی ہدایات دیں۔ واقعتاً انھیں ایسے حالات سے سابقہ پیش آیا اور انھوں نے باوجود اختلاف کے جماعت کو نہیں چھوڑا۔ اگرچہ مفسدین اور امت مسلمہ کے بدخواہ انھیں اشتعال دلانے کی کوششیں کرتے رہے مگر رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی بنا پر وہ محفوظ رہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ.

(المعجم ٥٦) - سُقُوطُ الصَّلَاةِ عَمَّنْ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً (التحفة ٢٤٨)

باب:۵۶- جو شخص مسجد میں امام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ چکا ہو' اس سے نماز کا ساقط ہو جانا

٨٦١- أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۸۶۱- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سلیمان

٨٦١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب إذا صلى في جماعة ثم أدرك جماعة يعيد، ح: ٥٧٩ من ◄◄

التَّيْمِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ - مَوْلَى مَيْمُونَةَ - قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ جَالِسًا عَلَى الْبَلَاطِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، قُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! مَا لَكَ لَا تُصَلِّي؟ قَالَ: إِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تُعَادُ الصَّلَاةُ فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ».

نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرش پر بیٹھے دیکھا جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا وجہ ہے کہ آپ نماز نہیں پڑھ رہے؟ انھوں نے کہا: میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایک نماز دن میں دو مرتبہ نہیں پڑھی جا سکتی۔''

فائدہ: امام نسائی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت سے یہ سمجھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے باجماعت نماز پڑھ چکے تھے۔ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے تھے' یا ممکن ہے کہ دوسری جماعت ہو' تب یہ مکالمہ ہوا ہو۔ اگر صورت حال یہی تھی تو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جواب اور استنباط صحیح ہے۔ لیکن ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت ہو رہی تھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے اکیلے پڑھ کر بیٹھے تھے۔ اس صورت میں ان کا استنباط محل نظر ہے کیونکہ صریح حدیث کے خلاف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی مذکورہ حدیثیں ان کے علم میں نہیں تھیں ورنہ دوسری مرتبہ نماز پڑھنا اسی وقت منع ہے جب پہلے نماز باجماعت کامل طریقے سے پڑھی گئی ہو' یا لوٹانے کی کوئی وجہ نہ ہو' یا دونوں دفعہ فرض کی نیت کی گئی ہو۔ یہ آخری توجیہ وتطبیق امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کی ہے اور حدیث سے یہی مراد ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى' شرح سنن النسائي: ١٠/ ٣٤٨)

(المعجم ٥٧) - اَلسَّعْيُ إِلَى الصَّلَاةِ (التحفة ٢٤٩)

باب: ٥٧- نماز کے لیے دوڑنا

٨٦٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

٨٦٢- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چلتے

◄◄ حديث حسين المعلم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣٣، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٦٤١، وابن حبان، ح: ٤٣٢ وغيرهما.

٨٦٢ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة ... الخ، ح: ٦٠٢ من حديث سفيان ابن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣٤.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوا».

ہوئے آؤ۔ جو نماز جماعت کے ساتھ مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پوری کر لو۔"

فوائد ومسائل: ① نماز کی طرف دوڑ کر آنا سنجیدگی کے خلاف ہے، بے ادبی ہے، مسجد کی حرمت کے خلاف ہے۔ رب العالمین کے حضور حاضری معمولی بات نہیں۔ اس میں کامل سکون اور وقار چاہیے۔ عام معاملات میں بھی جلد بازی نامناسب ہے۔ اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس میں عام طور پر جانی اور مالی نقصان ہو جاتا ہے۔ عزت کا نقصان تو ہے ہی۔ ② جو نماز امام کے ساتھ مل جائے، وہ ابتدائے نماز ہے یا امام والی؟ اس میں اختلاف ہے، یعنی مقتدی کی وہ کون سی رکعتیں شمار ہوں گی؟ پہلی شمار ہوں گی تو وہ بقیہ رکعتیں آخری رکعتوں کی طرح پڑھے گا اور اگر امام کی ترتیب کے حساب سے شمار ہوں گی تو بقیہ رکعتیں وہ ابتدائی رکعتوں کی طرح پڑھے گا۔ شوافع پہلی اور احناف دوسری بات کے قائل ہیں۔ دونوں طرف دلائل ہیں۔ اس حدیث کے آخری لفظ [فَاقْضُوا] امام شافعی رحمہ اللہ کے مؤید ہیں اور یہی راجح ہے۔ واللہ أعلم. نیز اکثر روایات میں [فَأَتِمُّوا] کے الفاظ وارد ہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مقتدی جہاں سے آغاز کرے گا، وہی اس کی ابتدائے نماز ہوگی۔ جو رہ چکی ہوگی، بعد میں اس کی تکمیل کرے گا، لہٰذا بعض احادیث میں منقول الفاظ [فَاقْضُوا] کے معنی بھی یہی ہوں گے، یعنی جو نماز رہ چکی ہو، اسے بعد میں ادا کر لیا جائے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخیرة العقبٰی، شرح سنن النسائي: ۱۰/۳۵۵)

(المعجم ٥٨) - اَلْإِسْرَاعُ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ غَيْرِ سَعْيٍ (التحفة ٢٥٠)

باب: ۵۸- دوڑے بغیر تیزی کے ساتھ نماز کے لیے آنا

٨٦٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مَنْبُوذٍ، عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: كَانَ

۸۶۳- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو بنو عبدالاشہل کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں باتیں کرتے حتی کہ مغرب کے وقت واپس تشریف لاتے۔ ابو رافع

٨٦٣_ [حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٩٢ من حديث عبدالله بن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣٥، وصححه ابن خزيمة، ح: ٢٣٣٧، وللحديث طرق أخرى عند الطبراني (الكبير: ١/ ٩٦١، ٩٦٨، ٩٧٤، ٩٨٨) وغيره. * منبوذ هو رجل من آل بني رافع، وثقه ابن خزيمة، وشيخه ابن أبي رافع حسن الحديث.

رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَيَتَحَدَّثُ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَنْحَدِرَ لِلْمَغْرِبِ، قَالَ أَبُو رَافِعٍ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يُسْرِعُ إِلَى الْمَغْرِبِ مَرَرْنَا بِالْبَقِيعِ فَقَالَ: «أُفٍّ لَكَ أُفٍّ لَكَ». قَالَ: فَكَبُرَ ذٰلِكَ فِي ذَرْعِي فَاسْتَأْخَرْتُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُنِي فَقَالَ: «مَا لَكَ؟ امْشِ». فَقُلْتُ: أَحدَثَ حَدَثٌ، قَالَ: «مَا ذَاكَ؟» قُلْتُ: أَفَّفْتَ بِي، قَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ هٰذَا فُلَانٌ بَعَثْتُهُ سَاعِيًا عَلٰى بَنِي فُلَانٍ فَغَلَّ نَمِرَةً فَدُرِّعَ الْآنَ مِثْلَهَا مِنْ نَارٍ».

نے کہا: ایک دفعہ نبی ﷺ مغرب کے وقت جلدی اور تیزی سے آ رہے تھے کہ ہم بقیع سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ''افسوس تجھ پر! افسوس تجھ پر!'' مجھے یہ الفاظ دل میں بہت تکلیف دہ محسوس ہوئے۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے سمجھا کہ آپ مجھ سے مخاطب ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پیچھے کیوں رہ گئے ہو؟ چلتے آؤ۔'' میں نے کہا: مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا مطلب؟'' میں نے کہا: آپ نے مجھ پر اظہار افسوس کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں' بلکہ (میری) اس بات کا سبب یہ ہے کہ میں نے ایک آدمی کو فلاں قبیلے کی زکاۃ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے ایک چادر چھپالی۔ اب اسے اس جیسی آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اگر وقت تنگ ہو یا جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو نماز کے لیے ایسی تیزی سے چلا جا سکتا ہے جس سے مسجد و نماز کی توہین ہو نہ انسانی وقار ہی کے خلاف ہو۔ ② فوت شدہ کو تصور میں حاضر کر کے اظہار افسوس و ملامت کے لیے اس سے خطاب کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سلام و دعا میں اس سے خطاب کیا جا سکتا ہے' جیسے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ وغیرہ' دعا ہے' بشرطیکہ میت کو حقیقتاً حاضر ناظر نہ سمجھے۔

٨٦٤- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْبُوذٌ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي رَافِعٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ نَحْوَهُ.

۸۶۴- حضرت ابو رافع ؓ سے یہ روایت دوسری سند کے ساتھ بھی اوپر والی روایت کے ہم معنی منقول ہے۔

فائدہ: یہ دونوں سندیں حضرت ابن جریج پر اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ اوپر ساری سند ایک ہی ہے۔ امام نسائی ؒ کا مقصد متابعت بیان کرنا ہے۔ متابعت سے روایت قوی ہو جاتی ہے۔

٨٦٤- [حسن] انظر الحديث السابق.

(المعجم ٩٠) - اَلتَّهْجِيرُ إِلَى الصَّلَاةِ (التحفة ٢٥١)

باب:٥٩- نماز کے لیے جلدی (اوّل وقت میں) نکلنا

٨٦٥- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَغَرُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَجِّرِ إِلَى الصَّلَاةِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي الْبَدَنَةَ، ثُمَّ الَّذِي عَلٰى إِثْرِهِ كَالَّذِي يُهْدِي الْبَقَرَةَ، ثُمَّ الَّذِي عَلٰى إِثْرِهِ كَالَّذِي يُهْدِي الْكَبْشَ، ثُمَّ الَّذِي عَلٰى إِثْرِهِ كَالَّذِي يُهْدِي الدَّجَاجَةَ، ثُمَّ الَّذِي عَلٰى إِثْرِهِ كَالَّذِي يُهْدِي الْبَيْضَةَ».

٨٦٥- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کے لیے جلدی آنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک اونٹ صدقہ کرتا ہے۔ پھر جو اس کے بعد آتا ہے' وہ اس شخص کی طرح ہے جو گائے صدقہ کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو ایک مینڈھا صدقہ کرتا ہے۔ پھر جو اس کے بعد آتا ہے' وہ اس شخص کی طرح ہے جو مرغی صدقہ کرتا ہے۔ پھر جو اس کے بعد آتا ہے' وہ اس شخص کی طرح ہے جو انڈا صدقہ کرتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں نماز سے مراد نماز جمعہ ہے۔ مصنف نے عام نماز کو بھی نماز جمعہ پر محمول کیا ہے کیونکہ بعض روایات سے ہر نماز میں جلدی آنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ..... الخ (سنن النسائي' الأذان' حديث:٦٧٢) ② روایت میں لفظ [يُهْدِي] ہے جس سے مراد جانور کو حرم بھیجنا ہے تاکہ وہاں ذبح ہو اور تقرب حاصل ہو۔ یہاں مجازاً صدقے کے معنی میں ہے کیونکہ مرغی اور انڈا قربان نہیں کیے جاتے' البتہ ان سے ثواب ضرور حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے قربانی والا معنی کر کے اس حدیث سے مرغی کی قربانی ثابت کی ہے مگر انڈے کو کیسے اور کہاں سے ذبح کیا جائے گا؟ اس قسم کے مضحکہ خیز مسائل سے جمہور اہل علم کی مخالفت کرنا اور اپنے آپ کو تماشا بنانا ہے۔ سیاق وسباق اور مجموعی تناظر سے ہٹ کر صرف لفظوں سے استدلال بسا اوقات گمراہی کا موجب بن جاتا ہے' اس لیے ضروری ہے کہ جمہور صحابۂ کرام ؓ اور تابعین کے منہج اور تعبیر کو مدنظر رکھا جائے۔

٨٦٥- أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، ح:٣٢١١، ومسلم، الجمعة، باب فضل التهجير يوم الجمعة، ح:٨٥٠ بعد، ح:٨٥٦ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٣٦، والمراد بالصلاة: صلاة الجمعة.

(المعجم ٦٠) - مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ (التحفة ٢٥٢)

باب:٦٠-اقامت کے وقت نماز (نفل وغیرہ پڑھنے) کی کراہت

٨٦٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ ابْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

٨٦٦- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو اس (باجماعت) فرض کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں۔''

فائدہ: جب کسی فرض نماز کی اقامت ہو جائے تو کوئی نفل یا کوئی فرض نماز شروع نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ جماعت کے اصول کے خلاف ہے اور اس سے جماعت کی اہمیت ختم ہو جائے گی‘ البتہ اگر کوئی شخص پہلے سے سنتیں وغیرہ پڑھ رہا ہے اور اسے جاری رکھنے میں فرض سے کچھ بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے (جیسے وہ تشہد میں ہو) تو علماء کی ایک رائے کے مطابق وہ نماز جاری رکھے اور جلد مکمل کرنے کی کوشش کرے تاکہ فرض نماز باجماعت پڑھ سکے۔ اگر اسے خطرہ ہے کہ جاری رکھنے کی صورت میں کچھ فرض نماز جماعت سے رہ جائے گی یا کوئی رکعت فوت ہو جائے گی تو نماز منقطع کر دے اور جماعت کے ساتھ مل جائے جبکہ بہتر یہ ہے کہ جونہی اقامت شروع ہو نماز ترک کر دی جائے‘ خواہ نماز کے کسی بھی مرحلے میں ہو کیونکہ [فَلَا صَلَاةَ] کی واضح نص سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جاتا اگرچہ بزعم خویش نماز جاری رکھے ہو۔

٨٦٧- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَرْقَاءَ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

٨٦٧- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے‘ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔''

٨٦٦ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن . . . الخ، ح: ٧١٠/ ٦٤ من حديث زكريا بن إسحاق به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣٧.

٨٦٧ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٣٨.

٨٦٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ: أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا يُصَلِّي وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ، فَقَالَ: «أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا».

۸۶۸-حضرت ابن بُحَینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جب کہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھے گا؟“

فائدہ: یہ روایت صریح ہے کہ اقامت شروع ہو جائے تو صبح کی سنتیں بھی شروع نہیں کر سکتا۔ اوپر والی احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مگر احناف حضرات صبح کی سنتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں، خواہ اقامت کیا، جماعت ہی ہو رہی ہو، بشرطیکہ تشہد مل جائے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ اقامت کے دوران میں سنتیں شروع کرنے پر ڈانٹ رہے ہیں۔ احناف ان احادیث کی دوراز کار تاویلات کرتے ہیں، مثلاً: یہ روایات مسجد میں الگ نماز پڑھنے سے روکتی ہیں نہ کہ مسجد سے باہر۔ یا صف کے اندر نماز پڑھنے سے مانع ہیں کہ صف منقطع ہو گی۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ کیا مندرجہ بالا احادیث پڑھ کر ذہن میں یہ بات آتی ہے؟ اگر یہ قیود کسی اور حدیث سے لی گئی ہیں تو براہ کرام ان کا حوالہ دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ توجیہ خود ساختہ ہے۔ کوئی حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی اور نہ کوئی روایت ہی مندرجہ بالا روایات کے منافی آئی ہے جس کی بنا پر تاویل کی گئی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حکم سے صبح کی سنتیں خاص ہیں کیونکہ پہلے نہ پڑھنے کی صورت میں وہ قضا سے بھی رہ جائیں گی کیونکہ فرضوں کے بعد نفل جائز نہیں اور طلوع شمس کے بعد نماز کا وقت ہی ختم ہو جائے گا، حالانکہ یہ روایت تو ہے ہی صبح کی سنتوں کے بارے میں۔ باقی رہی قضا تو وہ فرض نماز کے بعد ہو سکتی ہے جیسا کہ سنن ابوداود اور جامع ترمذی میں ایک صحابی کے فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھنے اور رسول اللہ ﷺ کے انھیں برقرار رکھنے کی روایت آئی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، التطوع، حديث: ۱۲۶۷، و جامع الترمذي، الصلاة، حديث: ۴۲۲)

(المعجم ٦١) - فِيمَنْ يُصَلِّي رَكْعَتَي الْفَجْرِ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٥٣)

باب: ۶۱- جو شخص فجر کی سنتیں پڑھتا ہو جب کہ امام فرض پڑھ رہا ہو

٨٦٩- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ

۸۶۹-حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے

٨٦٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن في إقامة الصلاة... الخ، ح: ٧١١/٦٦ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة، ح: ٦٦٣ من حديث سعد بن إبراهيم به، وهو في الكبرى، ح: ٩٣٩.

٨٦٩ـ أخرجه مسلم، ح: ٧١٢ (انظر الحديث السابق) من حديث حماد بن زيد به، وهو في الكبرى، ح: ٩٤٠.

عَرَبِيٌّ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ فَرَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاتَهُ قَالَ: «يَا فُلَانُ! أَيُّهُمَا صَلَاتُكَ، اَلَّتِي صَلَّيْتَ مَعَنَا أَوِ الَّتِي صَلَّيْتَ لِنَفْسِكَ؟».

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں' پھر نماز میں شامل ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''او فلاں! تیری کون سی نماز معتبر ہے؟ وہ جو تو نے ہمارے ساتھ پڑھی یا وہ جو تو نے اکیلے پڑھی؟''

فائدہ: اس حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ فجر کی نماز کے دوران میں سنتیں نہیں پڑھی جا سکتیں' البتہ احناف کے نزدیک مسجد سے باہر پڑھی جا سکتی ہیں۔ یہ متقدمین کا مسلک تھا' بعد والوں نے تو مسجد کے اندر جماعت والی صف سے پچھلی صف میں کھڑے ہو کر پڑھنے کی اجازت دے دی ہے' حالانکہ صحیح مسلم کی روایت میں صراحت ہے کہ مذکورہ شخص نے مسجد کے ایک طرف نماز پڑھی تھی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' حدیث: ۷۱۲) پھر آپ ﷺ نے اسے روکا۔ ایسی صریح روایات کی موجودگی میں مسجد کے اندر جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنے کی اجازت دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ مسجد سے باہر بھی اقامت کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ظاہر الفاظ اسی کی تائید کرتے ہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٢) - اَلْمُنْفَرِدُ خَلْفَ الصَّفِّ (التحفة ٢٥٤)

باب: ٦٢- صف سے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز

٨٧٠- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِنَا فَصَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ لَنَا خَلْفَهُ، وَصَلَّتْ أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

۸۷۰- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اور ہمارے ایک یتیم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور (ہماری والدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی۔

◀◀ عاصم هو الأحول.

٨٧٠- أخرجه البخاري، الأذان، باب: المرأة وحدها تكون صفًا، ح: ٧٢٧ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٤١. ※ شيخ البخاري: عبدالله بن محمد هو المسندي غير الزهري شيخ النسائي، فليتنبه.

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت ایک ہو تو وہ مردوں کے ساتھ کھڑی نہیں ہوگی بلکہ اکیلی کھڑی ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گی، لیکن اگر مرد صف کے پیچھے اکیلا ہو تو اس کے لیے نہی موجود ہے الا یہ کہ کوئی عذر ہو کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا: ''صف کے پیچھے اکیلے مرد کی نماز نہیں ہوتی۔'' یہ روایت کتب حدیث میں موجود ہے اور حسن درجے کی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٨٢، و مسند أحمد: ٤/٢٣) اس لیے امام احمد، اسحاق اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے صف کے پیچھے اکیلے کی نماز کو ناجائز اور قابل اعادہ قرار دیا ہے، بشرطیکہ وہ اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود اکیلا کھڑا ہوا ہو جب کہ دیگر حضرات اسے جائز سمجھتے ہیں مگر یہ قول بلادلیل ہے۔ صف کے پیچھے اکیلا آدمی کیا کرے؟ اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ اگر صف میں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے اور دوسرا نمازی بھی ساتھ کھڑا ہونے والا نہیں ہے تو پھر اکیلا شخص ہی صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ اس کی نماز ان شاء اللہ درست ہوگی۔ اگلی صف سے نمازی کھینچ کر اپنے ساتھ ملانے والی روایت ضعیف ہے، اس لیے اگلی صف سے آدمی نہیں کھینچنا چاہیے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ واللہ أعلم. تفصیل کے لیے دیکھیے: (مجموع الفتاویٰ: ٢٣/٣٩٦)

٨٧١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا نُوحٌ - يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ - عَنِ ابْنِ مَالِكٍ - وَهُوَ عَمْرٌو - عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتِ امْرَأَةٌ تُصَلِّي خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَسْنَاءُ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ قَالَ: وَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا وَيَسْتَأْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتَّى يَكُونَ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ فَإِذَا رَكَعَ يَعْنِي نَظَرَ مِنْ تَحْتِ إِبْطِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَئْخِرِينَ﴾ [الحجر: ٢٤]

٨٧١- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بہت خوب صورت عورت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی۔ کچھ (نیک) لوگ قصداً پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے تاکہ وہ نظر نہ آئے۔ اور کچھ (منافق قسم کے) لوگ جان بوجھ کر پیچھے رہتے تھے حتی کہ آخری صف میں کھڑے ہوتے (تاکہ اسے دیکھیں)۔ پھر جب رکوع کرتے تو بغل کے نیچے سے اسے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں تم میں سے آگے رہنے والوں کو اور خوب جانتے ہیں پیچھے رہنے والوں کو۔''

٨٧١- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب: ومن سورة الحجر، ح: ٣١٢٢ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٤٢ * عمرو بن مالك النكري ضعيف كما حققته في تسهيل الحاجة في تخريج سنن ابن ماجه، ح: ١٠٤٦.

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے‘ اس لیے آیت کی یہ شان نزول صحیح نہیں‘ تاہم سیاق وسباق کی رو سے آیت کے مناسب معنی یہ ہیں کہ ہم ان لوگوں کو بھی جانتے ہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مر چکے ہیں اور انھیں بھی جو ابھی زندہ ہیں یا قیامت تک آئیں گے۔

(المعجم ٦٣) - اَلرُّكُوعُ دُونَ الصَّفِّ (التحفة ٢٥٥)

باب:۶۳-صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرنا

٨٧٢- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ رَاكِعٌ فَرَكَعَ دُونَ الصَّفِّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ».

۸۷۲- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (ایک دفعہ) مسجد میں داخل ہوئے تو نبی ﷺ رکوع کی حالت میں تھے‘ چنانچہ انھوں نے صف سے پیچھے ہی رکوع کر لیا۔ (اور رکوع ہی کی حالت میں چل کر صف میں پہنچے۔) نبی ﷺ نے (نماز کے بعد) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھاری (نیکی کی) حرص میں اضافہ فرمائے لیکن دوبارہ ایسے نہ کرنا۔“

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے اس طرح کرنے میں نماز کے اندر چلنا پڑتا ہے جو نماز کے منافی ہے‘ لہٰذا یہ جائز نہیں۔ ② اس روایت سے رکوع کی رکعت پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ اگر رکوع ختم ہو گیا تو میں رکعت نہ پا سکوں گا‘ تبھی انھوں نے یہ انداز اختیار کیا۔ مگر یہ استدلال اتنا قوی نہیں ہے‘ نیز کوئی صراحت نہیں کہ انھوں نے اٹھ کر وہ رکعت پڑھی تھی یا نہیں۔ اس مسئلے میں یہ روایت مبہم ہے۔ استدلال واضح ہونا چاہیے۔ فتح الباری میں طبرانی کے حوالے سے حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ [صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ] ”جو مل جائے پڑھو اور جو نکل جائے اسے پورا کرو۔“ (فتح الباري: ۲/۳۴۸‘ شرح حديث: ۷۸۳) حدیث کا مذکورہ قطعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آتا ہے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم‘ المساجد‘ حديث: ۶۰۲) اور ظاہر ہے کہ انھیں صرف رکوع ہی ملا تھا‘ قیام تو ان سے رہ گیا تھا۔ اس پس منظر میں اس حکم کا صاف مقصد یہ ہے کہ صرف رکوع ملے تو وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

٨٧٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ

۸۷۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

٨٧٢ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إذا ركع دون الصف، ح: ٧٨٣ من حديث زياد الأعلم به، وهو في الكبرى، ح: ٩٤٣، وأخرجه أبوداود، ح: ٦٨٣ عن حميد بن مسعدة به.

٨٧٣ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الأمر بتحسين الصلاة وإتمامها والخشوع فيها، ح: ٤٢٣ من حديث أبي أسامة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٤٤.

الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: «يَا فُلَانُ! أَلَا تُحَسِّنُ صَلَاتَكَ؟ أَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّي كَيْفَ يُصَلِّي لِنَفْسِهِ؟ إِنِّي أُبْصِرُ مِنْ وَّرَائِي كَمَا أُبْصِرُ بَيْنَ يَدَيَّ».

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھائی۔ سلام پھیر کر مڑے تو فرمایا: ''اے فلاں! تو اپنی نماز اچھی طرح نہیں پڑھتا۔ کیا نمازی خود غور نہیں کرتا کہ وہ کیسے نماز پڑھ رہا ہے؟ میں تمھیں پیچھے بھی ایسے دیکھتا ہوں جیسے میں آگے دیکھتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ممکن ہے مصنف کے نزدیک یہ وہی شخص ہو جس نے صف سے پہلے رکوع کیا تھا ورنہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں' الا یہ کہ کہا جائے کہ صف سے پہلے رکوع کرنا نماز کی اچھائی کے خلاف ہے اور آپ نے اس حدیث میں نماز کو اچھی بنانے کا حکم دیا ہے۔ (اس حدیث کی باقی بحث کے لیے دیکھیے حدیث: ۸۱۴)

(المعجم ٦٤) - اَلصَّلَاةُ بَعْدَ الظُّهْرِ (التحفة ٢٥٦)

باب: ۶۴- ظہر کے بعد نماز (سنتیں)

٨٧٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

۸۷۴- حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت اور بعد میں دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور مغرب کے بعد گھر میں دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور جمعے کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتی کہ گھر جا کر دو رکعت پڑھتے۔

فوائد ومسائل: ① حدیث میں ظہر سے پہلے دو رکعت بھی منقول ہیں اور چار بھی' لہٰذا دونوں طرح جائز ہے' نیز جس روایت میں بارہ رکعت کی فضیلت کا ذکر ہے' اس میں ظہر سے پہلے چار ہی بنتی ہیں۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' حدیث: ۷۲۸٬۷۳۰) ممکن ہے کبھی کبھار دو بھی پڑھ لیتے ہوں۔ یا اگر پہلے دو پڑھتے ہوں تو بعد میں چار پڑھ لیتے ہوں کیونکہ بعض روایات میں ظہر کے بعد چار رکعت کا بھی ذکر ہے۔ گویا مجموعی طور

٨٧٤ـ أخرجه البخاري، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، ح: ٩٣٧، ومسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، ح: ٧٠/٨٨٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ١٦٦، والكبرى، ح: ٣٤٤.

پر بارہ ہونی چاہئیں۔ بہتر یہ ہے کہ جس جس طرح ان کا طریقہ احادیث میں مروی ہے' اس طرح ادا کی جائیں۔ ② جمعے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحيح مسلم' الجمعة' حديث:٨٨٢) اور ایک قولی روایت میں چار رکعت کا ذکر ہے کہ جسے جمعے کے بعد نماز پڑھنی ہو' وہ چار رکعت پڑھے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم' الجمعة' حديث:٨٨١) ان روایات کی رو سے بعض علماء نے چار کو مسجد سے اور دو کو گھر سے خاص کیا ہے۔ لیکن اس تخصیص کی ضرورت نہیں' مرضی پر موقوف ہے' چاہے چار پڑھے اور چاہے تو دو' لیکن چار کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ بعض علماء دونوں کو جمع کرنے کے قائل ہیں' یعنی مسجد میں چار پڑھے اور گھر میں جا کر مزید دو پڑھے۔ اگرچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے چھ رکعات کا عمل ملتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس طریقے کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذاتی اجتہاد یا ان کی رائے تھی جس کی حیثیت یقیناً مرفوع حدیث کی نہیں' اس لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ بجائے دو اور چار کو جمع کرنے کے الگ الگ طور پر دونوں پر عمل کر لیا جائے' یعنی کسی جمعے دو پڑھ لیں اور کسی جمعے چار' ان شاء اللہ یہ سنت کے اقرب عمل ہوگا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٥) - اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْعَصْرِ وَذِكْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٢٥٧)

باب:٦٥- عصر سے پہلے (نفل) نماز اور اس مسئلے کے متعلق ابواسحاق سے ناقلین کے اختلاف کا ذکر

٨٧٥- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: سَأَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: أَيُّكُمْ يُطِيقُ ذٰلِكَ؟ قُلْنَا: إِنْ لَّمْ نُطِقْهُ سَمِعْنَا، قَالَ: كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْأَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَإِذَا كَانَتْ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْأَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى أَرْبَعًا، وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَّبَعْدَهَا ثِنْتَيْنِ،

٨٧٥- حضرت عاصم بن ضمرہ نے کہا کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نفل نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ ہم نے کہا: اگر ہم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم سن تو لیں۔ آپ نے فرمایا: جب سورج اس (مشرق کی) طرف اتنا اونچا ہوتا جتنا کہ وہ اس (مغرب کی) طرف میں عصر کے وقت ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں پڑھتے۔ اور جب سورج اس (مشرق کی) طرف اتنا ہوتا جتنا وہ اس (مغرب کی) طرف ظہر کے وقت ہوتا ہے تو چار رکعت پڑھتے۔ اور

٨٧٥- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب: كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار، ح:٥٩٨، ٥٩٩ من حديث شعبة به، وقال: "حسن"، وهو في الكبرٰى، ح:٣٣٩، وللحديث شواهد.

وَيُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيمٍ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ.

ظہر سے پہلے چار رکعت اور بعد میں دو رکعت پڑھتے۔ اور عصر سے پہلے اس طرح چار رکعت پڑھتے کہ ہر دو رکعت کے بعد (تشہد میں) مقرب فرشتوں، انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والے مومنوں اور مسلمانوں پر سلام پڑھتے۔

فوائد و مسائل: ① پہلی نفل نماز سے مراد صلاۃ ضحیٰ (چاشت کی نماز) ہے۔ اگر سورج کے بقدر نیزہ یا دو نیزے ہونے پر یہ نماز پڑھی جائے تو اسے صلاۃ اشراق کہتے ہیں۔ بہرحال صلاۃ اشراق، صلاۃ ضحیٰ اور صلاۃ الاوابین ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ اور یہ نام صرف وقت کی تبدیلی کی وجہ سے مختلف ہیں۔ واللہ أعلم. تفصیل کے لیے دیکھیے: (القول المقبول، ص:٦٨٨) اور دوسری نفلی نماز سے مراد سنتِ زوال ہے کیونکہ سورج کے زوال پذیر ہونے سے قبل اس کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ② اس سلام سے مراد تشہد کے دوران میں [اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ] ''ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔'' پڑھنا ہے، نہ کہ فراغت والا سلام۔ اور فرشتے، انبیاء اور دیگر کا ذکر صالحین کی تفسیر ہے۔

٨٧٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي النَّهَارِ قَبْلَ الْمَكْتُوبَةِ، قَالَ: مَنْ يُطِيقُ ذٰلِكَ؟ ثُمَّ أَخْبَرَنَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي حِينَ تَزِيغُ الشَّمْسُ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَجْعَلُ التَّسْلِيمَ فِي آخِرِهِ.

٨٧٦- عاصم بن ضمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابو طالب سے دن میں فرض نماز سے قبل رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ پھر ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعت پڑھتے تھے جب سورج کچھ اونچا آجاتا تھا۔ اور نصف النہار سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ سلام آخر میں پھیرتے۔ (دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرتے۔)

فوائد و مسائل: ① سورج کچھ اونچا آنے سے مراد ممکن ہے صلاۃ اشراق ہو اور ممکن ہے صلاۃ ضحیٰ اور صلاۃ الاوابین ہو۔ اس روایت میں صراحت ہے کہ چار رکعت کے آخر میں سلام کہتے تھے، نہ کہ دو رکعت کے بعد۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ واللہ أعلم. ② صلاۃ اشراق، صلاۃ ضحیٰ اور صلاۃ الاوابین (چاشت کی نماز) میں کوئی فرق

٨٧٦- [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ٣٣٨.

ہے یانہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ اصل میں ان میں کوئی فرق نہیں۔ یہ ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ جب یہ نفلی نماز کراہت کا وقت نکلتے ہی جب کہ سورج نیزہ یا دو نیزوں کے برابر اونچا نکل آئے، پڑھی جائے تو اسے صلاۃ اشراق کہہ لیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد جو نوافل پڑھے جائیں انھیں حدیث میں صلاۃ الضحیٰ اور صلاۃ الاوابین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مرعاة المفاتيح: ۲/۲۴۰، طبع قديم، والقول المقبول، ص : ۲۸۸، و سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، رقم : ۱۹۹۴) تاہم مغرب کے بعد چھ نوافل کو جو صلاۃ الاوابین قرار دیا جاتا ہے، وہ صحیح نہیں، اس لیے کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ واللہ أعلم. ③ مذکورہ دونوں روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نصف النہار سے قبل صلاۃ اشراق اور ضحیٰ وغیرہ کے علاوہ مزید چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔
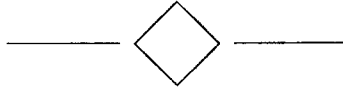
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم ١١) - كِتَابُ الافْتِتَاحِ (التحفة . . .)

نماز کے ابتدائی احکام ومسائل

(المعجم ١) - اَلْعَمَلُ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ (التحفة ٢٥٨)

باب:۱-نماز شروع کرتے وقت کیا کرنا چاہیے؟

٨٧٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ ح: وَأَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ - هُوَابْنُ سَعِيدٍ - عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ مُحَمَّدٍ - وَهُوَ الزُّهْرِيُّ - قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِينَ

۸۷۷-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو [اَللّٰهُ أَكْبَرُ] کہتے وقت اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انھیں اپنے کندھوں کے برابر کرتے۔ پھر جب رکوع کی تکبیر کہتے تو اسی طرح کرتے۔ پھر جب [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہتے تو پھر بھی ایسے ہی کرتے اور [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہتے۔ اور جب سجدے کو جاتے یا سجدے سے سر اٹھاتے تو ایسے نہیں کرتے تھے۔

٨٧٧ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: إلى أين يرفع يديه؟، ح: ٧٣٨ من حديث شعيب بن أبي حمزة، ومسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين . . . الخ، ح: ٣٩٠ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥٠.

يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ.

فوائد ومسائل: ① نماز کا افتتاح اللہ أکبر سے ہوگا۔ اسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں کیونکہ اس تکبیر سے نماز میں بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں' مثلاً: کھانا پینا' چلنا پھرنا اور بات چیت کرنا وغیرہ۔ اللہ أکبر کے سوا کسی اور لفظ سے' خواہ وہ اس سے ملتا جلتا ہی ہو' نماز کا افتتاح درست نہیں۔ ② کندھوں یا کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھانا رفع الیدین کہلاتا ہے۔ اور یہ نماز میں چار جگہ ثابت ہے: ○ تکبیر تحریمہ کے وقت۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنا امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو اس رفع الیدین کو چھوڑتا ہے' وہ گناہ گار ہوگا۔ ○ رکوع سے پہلے۔ ○ رکوع کے بعد۔ ○ اور تیسری رکعت سے پہلے۔ مذکورہ صورتوں میں رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ہے اور یہ ایسی سنت ہے جسے صحابہ کی اتنی بڑی تعداد نے بیان کیا ہے کہ کوئی اور عمل صحابہ کی اتنی کثیر تعداد نے بیان نہیں کیا' یہاں تک کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصحاب رسول میں سے کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ وہ نماز میں رفع الیدین نہ کرتا ہو۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا' جب آپ نے نماز شروع کی تو اللہ أکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے' پھر چادر اوڑھ لی' پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔ جب رکوع کرنے لگے تو کپڑوں سے ہاتھ باہر نکالے' اللہ أکبر کہا اور رفع الیدین کیا' پھر رکوع میں چلے گئے۔ جب رکوع سے اٹھے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا اور رفع الیدین کیا۔ (صحیح مسلم' الصلاۃ' حدیث: ۴۰۱) حضرت وائل بن حجر ۹ اور ۱۰ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ۱۱ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی' لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ آخر عمر تک رفع الیدین کرتے تھے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رکوع کو جاتے وقت' رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کی ابتدا میں رفع الیدین کرنا سنت ہے مگر احناف اسے منسوخ سمجھتے ہیں جب کہ ان کے پاس نسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے' سوائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے جو کہ ضعیف ہے۔ اور پھر اس کے مقابلے میں رفع الیدین کرنے والی روایات بہت زیادہ اور بہت قوی ہیں جیسا کہ بعض انصاف پسند حنفی علماء نے بھی اسے تسلیم کیا ہے' اس لیے عمل ان روایات پر ہوگا جو تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور سنداً قوی بھی' نہ کہ ایک آدھ روایت پر جو صحت وسند کے اعتبار سے قوی بھی نہیں ہے' لہٰذا ایک آدھ ضعیف روایت کو لے کر کثیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی اس سنت صحیحہ کو منسوخ کہنا بہت بڑی ناانصافی ہے جب کہ آخر میں اسلام لانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس رفع الیدین کو بیان کیا ہے' یعنی یہ سنت صحیحہ' متواترہ' غیر منسوخہ ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (نیل الأوطار: ۲/۱۹۸-۲۰۹) ③ سجدے کو جاتے وقت یا سجدے سے اٹھتے وقت رفع الیدین قطعاً ثابت نہیں بلکہ اس کی صریح نفی آئی ہے' لہٰذا اس پر عمل درست نہیں۔ اگر کہیں ذکر ہے تو وہ منسوخ ہے یا اس سے مراد رکوع کے بعد رفع الیدین ہے جو رکوع اور سجدے کے درمیان ہوتا ہے۔ ④ امام تسمیع وتحمید [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] دونوں کہے گا۔

(المعجم ٢) - رَفْعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ (التحفة ٢٥٩)

باب:٢-رفع الیدین تکبیر تحریمہ سے پہلے کیا جائے

٨٧٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ قَالَ: وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

٨٧٨-حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ وہ آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے' پھر اللہ اکبر کہتے۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ یہ فعل اس وقت بھی کرتے جب رکوع کی تکبیر کہتے۔ اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو پھر یہی کرتے اور فرماتے [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ کیا جائے یا پہلے یا کہ بعد میں۔ جمہور کے نزدیک رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ کیا جائے۔ موالک' شوافع اور حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔ احناف کے نزدیک رفع الیدین پہلے کیا جائے اور تکبیر تحریمہ بعد میں کہی جائے کیونکہ ہاتھوں کا اٹھانا معبودان باطلہ کی نفی کے قائم مقام ہے اور اللہ اکبر میں توحید کا اثبات ہے۔ اور عربی میں نفی پہلے ہوتی ہے اور اثبات بعد میں' جیسے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ میں ہے۔ اور بعض کا موقف ہے کہ تکبیر تحریمہ پہلے کہی جائے اور رفع الیدین بعد میں کیا جائے۔ حدیث کی رو سے تینوں طریقے درست ہیں' کوئی طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں: [رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ] ''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا' آپ نماز کا افتتاح تکبیر تحریمہ سے کرتے اور تکبیر کہتے وقت رفع الیدین کرتے یہاں تک کہ انھیں کندھوں کے برابر لے جاتے۔'' (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٧٣٨) نیز حضرت وائل بن حجر ؓ فرماتے ہیں: [أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ] ''انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٧٥٢) یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ کیا جائے اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے کچھ

٨٧٨ــ أخرجه البخاري، الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر وإذا ركع وإذا رفع، ح: ٧٣٦، ومسلم، ح: ٣٩٠/ ٢٣ (انظر الحديث السابق) من حديث ابن المبارك به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥١.

الفاظ اس طرح ہیں: [إِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ] ''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے۔'' (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: ٣٩٠ (٢٣)) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رفع الیدین تکبیر تحریمہ سے پہلے کیا جائے۔ اور صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے، ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مالک بن حویرث ؓ کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر رفع الیدین کرتے...... اور پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث: ٣٩١) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رفع الیدین تکبیر تحریمہ کے بعد کیا جائے۔ غرض مذکورہ تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے اور گا ہے گا ہے ہر ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ تمام کی حیثیت برابر ہے۔ کسی طریقے کو ترجیح دینا درست نہیں کیونکہ ترجیح اس وقت دی جاتی ہے جب متعدد روایات پر عمل مشکل ہو، جبکہ یہاں ایسے نہیں ہے بلکہ مختلف اوقات میں ہر ایک روایت پر عمل ممکن ہے، لہٰذا جمع اولیٰ ہے۔ واللہ أعلم. ② امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کی حکمت کے بارے اہل علم کی مختلف آراء ہیں: امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ میں رفع الیدین اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے لیے کرتا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عجز وانکسار اور خود سپردگی کا اظہار ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی قیدی پکڑا جائے تو وہ خود سپردگی کا اظہار کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کھڑے کر دیتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب بندہ ہاتھ کھڑے کر کے اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کے قول اور فعل میں موافقت ہو جاتی ہے کہ وہ تمام تر امور دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب سے مناجات کرنے کے لیے نماز کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔

(المعجم ٣) - رَفْعُ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ (التحفة ٢٦٠)

باب: ٣- ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھانا

٨٧٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ، وَقَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ». وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

٨٧٩- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو انھیں اسی طرح اٹھاتے اور فرماتے [سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

٨٧٩- أخرجه البخاري، ح: ٧٣٥ من حديث مالك، ومسلم: ٣٩٠/ ٢٢ (انظر الحديث السابق) من حديث الزهري به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٧٥، والكبرٰى، ح: ٩٥٢.

فائدہ: اکثر روایات میں کندھوں کے برابر رفع الیدین کا ذکر ہے۔ بعض صحیح روایات میں کانوں کے برابر کا بھی ذکر ہے۔ (صحيح مسلم' الصلاة' حديث:٣٩١) دونوں صورتیں جائز ہیں۔ بعض اہل علم' مثلاً: امام شافعی رحمہ اللہ نے تطبیق دی ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگلیوں کے کنارے کانوں کے برابر اور ہتھیلیوں کا نچلا کنارہ کندھوں کے برابر ہو۔ اس طرح دونوں روایات پر بیک وقت عمل ہو جائے گا۔

(المعجم ٤) - رَفْعُ الْيَدَيْنِ حِيَالَ الْأُذُنَيْنِ (التحفة ٢٦١)

باب:٤- کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانا (رفع الیدین کرنا)

٨٨٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ: «آمِينَ». يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ.

٨٨٠- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہا اور اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ وہ کانوں کے برابر ہو گئے' پھر آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ جب سورت سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی۔

٨٨١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ نَصْرَ بْنَ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - [أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ] كَانَ إِذَا صَلَّى رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حِيَالَ أُذُنَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ».

٨٨١- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اور وہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو بھی رفع الیدین کرتے)۔

٨٨٠_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٣١٨ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرى، ح: ٩٥٣ . * عبدالجبار لم يسمع من أبيه. انظر، ح: ٨٨٣، ١٤٠٥، وللحديث شواهد كثيرة عند أبي داود، والترمذي وغيرهما.

٨٨١_ أخرجه مسلم، ح: ٣٩١/ ٢٥ (انظر الحديث المتقدم: ٨٧٧)من حديث قتادة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٥٤.

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا کہ رفع الیدین رکوع میں جانے سے پہلے قیام کی حالت میں کرنا چاہیے نہ کہ جاتے ہوئے۔ اسی طرح جب سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو پھر رفع الیدین کرنا چاہیے' نہ کہ سر اٹھاتے ہوئے۔ گویا رفع الیدین قیام کی حالت ہی میں ہونا چاہیے۔ ② حضرت وائل بن حجر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم دونوں صحابی، رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک کے آخر میں مسلمان ہوئے ہیں' دونوں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور دونوں ہی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرنے کی احادیث بیان کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ درست نہیں' یہ نبی اکرم ﷺ کا دائمی عمل ہے۔

٨٨٢- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحِينَ رَكَعَ، وَحِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتّٰى حَاذَتَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

٨٨٢- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' اس وقت بھی (ہاتھ اٹھاتے) حتی کہ وہ کانوں کے کناروں کے برابر ہو جاتے۔

(المعجم ٥) - مَوْضِعُ الْإِبْهَامَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ (التحفة ٢٦٢)

باب:٥- رفع الیدین کے وقت انگوٹھے کس جگہ ہوں؟

٨٨٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكَادَ إِبْهَامَاهُ تُحَاذِي شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

٨٨٣- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا' جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ قریب تھا' آپ کے انگوٹھے کانوں کی لووں (نچلے کنارے) کے برابر ہو جاتے۔

(المعجم ٦) - رَفْعُ الْيَدَيْنِ مَدًّا (التحفة ٢٦٣)

باب:٦- رفع الیدین اچھی طرح ہاتھ اٹھا کر کیا جائے

٨٨٢ـ أخرجه مسلم، من حديث سعيد بن أبي عروبة به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥٥.

٨٨٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ح: ٧٣٧ من حديث فطر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥٦، وقال النسائي في الكبرٰى: "عبدالجبار بن وائل لم يسمع من أبيه، والحديث في نفسه صحيح" كذا قال، والسند منقطع.

٨٨٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ سَمْعَانَ قَالَ: جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلٰى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ فَقَالَ: ثَلَاثٌ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِنَّ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ مَدًّا، وَيَسْكُتُ هُنَيْهَةً، وَيُكَبِّرُ إِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ.

۸۸۴- حضرت سعید بن سمعان سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد بنی زریق کی طرف آئے اور کہنے لگے: تین چیزیں ایسی ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے لیکن لوگوں نے انھیں چھوڑ دیا ہے: آپ نماز میں اچھی طرح ہاتھ اٹھا کر رفع الیدین کرتے تھے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے۔ اور آپ جب سجدہ کرتے یا سر اٹھاتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔

فوائد ومسائل: ① سستی کرتے ہوئے لوگوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے دور میں بعض سنتیں چھوڑ دی تھیں کہ یہ کون سی فرض ہیں؟ حالانکہ دین صرف فرائض ہی سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ سنن کی بھی ضرورت ہے۔ سنن کو مطلقاً چھوڑ دینا قابل مذمت ہے، تاہم کبھی کبھار کسی عذر کی بنا پر رہ جائیں تو اور بات ہے۔ ② رفع الیدین نماز کی زینت ہے، لہٰذا اسے اچھی طرح مسنون طریقے سے ہاتھ اٹھا کر کرنا چاہیے۔ چادر لپیٹی ہوئی ہو تو چادر سے ہاتھ نکال کر رفع الیدین کیا جائے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث:۴۰۱) یہ کوئی شرمانے کی چیز نہیں۔ ③ خاموش رہنے سے مراد فاتحہ سے پہلے والا سکتہ ہے جس میں دعائے استفتاح پڑھی جاتی ہے، اس کی دلیل مسند احمد کی مفصل حدیث ہے۔ اس میں ہے: [وَالسُّكُوتُ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ] ''اور قراءت سے پہلے سکتہ۔'' اور یہ بات راجح ہے۔ مزید دیکھیے: (الموسوعة الحديثية، مسند أحمد:۱۵/۴۷۲) بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان کا وقفہ ہے جس کا مقصد سانس درست کرنا یا لوگوں کو فاتحہ پڑھنے کا موقع دینا ہے۔ لیکن اس کی دلیل نہیں ہے۔ بعض روایات سے قراءت ختم کرنے کے بعد تکبیر رکوع سے قبل بھی سکتہ معلوم ہوتا ہے، خصوصاً جب کہ قراءت لمبی ہو، اس کا مقصد سانس کی درستی ہے۔ مزید دیکھیے: (زاد المعاد:۱/۲۰۸) واللہ أعلم۔ ④ اس قدر سستی ہوگئی تھی کہ لوگ مسنون تکبیریں کہنے والوں پر اعتراض کرنے لگ گئے تھے۔ (صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۷۸۸) ⑤ چار رکعت والی نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں ہیں۔ دو رکعت والی نماز میں گیارہ (۱۱) اور تین رکعت والی نماز میں سترہ (۱۷) تکبیریں ہیں۔ ⑥ عالم دین کو عوام الناس کی شرعی احکام کے بارے میں سستی دیکھ کر اس پر تنبیہ کرنی چاہیے اور قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلے کی اصل حقیقت واضح کرنی چاہیے۔ ⑦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کہ وہ سنن نبوی کی توضیح و بیان اور تبلیغ میں کس قدر حریص تھے کہ لوگوں میں سنت کے بارے میں سستی دیکھی تو اس پر فوراً تنبیہ فرمائی۔

٨٨٤ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، ح: ٧٥٣ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥٧، وصححه ابن خزيمة، والحاكم: ١/ ٢٣٤، والذهبي.

(المعجم ٧) - فَرْضُ التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى

(التحفة ٢٦٤)

باب:٧-تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) فرض ہے

٨٨٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَرَدَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: «اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ». فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ». فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِي، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا».

٨٨٥- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک اور آدمی بھی آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ پھر وہ آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے جواب دیا اور فرمایا: ”واپس جا‘ پھر نماز پڑھ‘ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ وہ واپس گیا۔ دوبارہ نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی اور نبی ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ”وعليك السلام۔ واپس جا‘ پھر نماز پڑھ‘ تو نے نماز نہیں پڑھی۔“ اس آدمی نے تین دفعہ ایسے ہی کیا۔ آخر اس آدمی نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے اچھی نہیں پڑھ سکتا‘ لہٰذا آپ مجھے سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو (سب سے پہلے) اللہ اکبر کہہ۔ پھر جس قدر تو قرآن پڑھ سکے‘ پڑھ۔ پھر رکوع کر حتی کہ تجھے رکوع میں اطمینان نصیب ہو۔ پھر سر اٹھا حتی کہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔ پھر سجدہ کر حتی کہ سجدے میں تجھے اطمینان حاصل ہو۔ پھر سر اٹھا حتی کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے۔ پھر اپنی ساری نماز میں اسی طرح کر۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کو حدیث مسیئ الصلاۃ کہتے ہیں‘ یعنی وہ حدیث جس میں غلط نماز پڑھنے

٨٨٥_ أخرجه مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة . . . الخ، ح: ٣٩٧ عن محمد بن المثنّى؛ والبخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها . . . الخ، ح: ٧٥٧ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٥٨.

والے کا ذکر ہے۔ ② علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرائض بتلائے ہیں۔ان کے بغیر نماز گویا ہے ہی نہیں۔ ③ اس حدیث کی رو سے تکبیر تحریمہ' قراءت' رکوع اور اس میں اطمینان' سر اٹھانا اور سیدھا کھڑا ہونا' سجدہ اور اس میں اطمینان' سر اٹھانا اور اطمینان سے بیٹھنا فرائض میں شامل ہیں مگر احناف حضرات اطمینان کو تو نماز میں کسی بھی جگہ ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ لغت کے لحاظ سے رکوع اور سجدے کے معنی میں اطمینان داخل نہیں مگر سوچنا چاہیے کہ کیا صحیح حدیث کی حیثیت لغت سے بھی کم ہے کہ اگر لغت میں لکھا ہو پھر تو فرض اور صحیح حدیث میں آ جائے تو مستحب؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صریح لفظ ہیں:[فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ] ''تحقیق تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اور اس شخص کو تین دفعہ نماز لوٹانے کے لیے کہا گیا۔چلیں واجب ہی کہہ لیتے۔افسوس! اسی طرح قومے اور جلسے کو بھی واجب نہیں سمجھتے کہ یہ مقصود نہیں۔شاید اسی لیے رائے کی مذمت کی گئی ہے۔ ④ ''جس قدر تو قرآن پڑھ سکے' پڑھ۔'' اسی حدیث کے دوسرے طرق میں سورت فاتحہ کی صراحت ہے۔گویا یہ پڑھنا سورۂ فاتحہ سے زائد ہے یا اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہی ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ ہر قرآن خواں کو لازماً آتی ہے۔اسی سے قرآن کی ابتدا ہوتی ہے۔ ⑤ نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز رہ جائے یا مسنون طریقے کے مطابق نہ ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اور نماز لوٹانا ضروری ہوگا۔ ⑥ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور اس میں نرمی اور خوش اسلوبی کا معاملہ کرنا چاہیے۔کسی بھی مسئلے کی وضاحت اور تعلیم میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔ ⑦ جب دو آدمیوں میں جدائی ہو' اگرچہ وہ چند لمحوں کی ہو' دوبارہ ملنے پر سلام کہنا اور اس کا جواب دینا مشروع ہے۔ ⑧ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر اور قراءت صرف عربی ہی میں کی جائے جیسا کہ دیگر صحیح روایات میں اللہ أکبر کی صراحت بھی ہے۔جو لوگ فارسی یا کسی دوسری زبان میں تکبیر کہنے اور قراءت کرنے کی اجازت دیتے ہیں' ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔واللہ أعلم.

(المعجم ٨) - اَلْقَوْلُ الَّذِي يُفْتَتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ (التحفة ٢٦٥)

باب:٨-نماز کا افتتاح کس دعا سے کیا جائے؟

٨٨٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ - هُوَ ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ - عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ خَلْفَ نَبِيِّ اللهِ

٨٨٦-حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور کہا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيلاً] ''اللہ سب سے بڑا ہے' بہت بڑا۔اور ہر تعریف اللہ کے لیے ہے' بے انتہا۔اور صبح و شام اللہ

٨٨٦ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، ح:٦٠١/ ١٥٠ من حديث عون بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٥٩.

ﷺ فَقَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَاحِبُ الْكَلِمَةِ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا يَا نَبِيَّ اللهِ! فَقَالَ: «لَقَدِ ابْتَدَرَهَا اثْنَا عَشَرَ مَلَكًا».

ہی کی پاکیزگی بیان ہوتی ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ کلمات کس نے کہے تھے؟'' ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بارہ فرشتے بیک وقت ان کلمات کی طرف لپکے تھے۔ (ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے۔)''

فوائد و مسائل: ① دعائے استفتاح کے سلسلے میں اور دعائیں بھی آئی ہیں۔ ان مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا کہ [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ...... الخ] کے علاوہ باقی سب نوافل و تہجد وغیرہ میں جائز ہیں، فرائض میں نہیں بلا دلیل ہے اور اپنے آپ کو شارع قرار دینا ہے، حالانکہ ان میں سے بعض دعاؤں کے بارے میں تو فرض نماز میں پڑھے جانے کی صراحت ہے۔ واللہ أعلم. ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتے بھی بعض اعمال اللہ کے ہاں لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

٨٨٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْمَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: اَللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَّسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «عَجِبْتُ لَهَا، وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا فُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ». قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُهُ.

٨٨٧- حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ أَصِيلًا] (نماز کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں کلمات کس شخص نے کہے تھے؟'' ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے ان پر بہت تعجب ہوا۔ ان کے لیے آسمان کے سب دروازے کھول دیے گئے۔'' حضرت ابن عمر ؓ نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے، اس وقت سے میں نے اس دعا کو نہیں چھوڑا۔

٨٨٧ـ أخرجه مسلم، ح:٦٠١ من حديث إسماعيل ابن علية به. انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح:٩٦٠. * الحجاج هو ابن أبي عثمان.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کے حد درجے تک حریص اور تابع تھے۔ ② چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے کہ بعض اعمال ظاہرًا معمولی ہوتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان کا مقام بہت زیادہ ہوتا ہے حتی کہ بعض اعمال کے لیے آسمان کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں فرشتے جس دروازے سے چاہیں انھیں اوپر اللہ کے ہاں لے کر چڑھ جائیں۔

(المعجم ٩) - وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٦٦)

باب: ۹- نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا

٨٨٨- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ الْعَنْبَرِيِّ وَقَيْسِ بْنِ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيِّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلَاةِ قَبَضَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ.

۸۸۸- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر اسے پکڑتے۔

فوائد ومسائل: ① معلوم ہوا کہ نماز کے قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا جائے گا۔ جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ مالکیہ اور اہل تشیع ہاتھ چھوڑنے کے قائل ہیں مگر ان کے پاس اس کی ایک بھی دلیل نہیں ٹوٹی پھوٹی بھی نہیں۔ ② حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۴۷۹) میں اور حضرت قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ سے مسند احمد: (۵/ ۲۲۶) میں اور حضرت طاوس رحمہ اللہ سے سنن ابی داود (الصلاۃ، حدیث: ۷۵۹) میں روایات ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھے جائیں۔ یہ روایات صحیح ہیں۔ ابوداود کی روایت مرسل ہے جو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک قابل حجت ہے۔ ناف سے نیچے کی روایات سب کی سب ضعیف ہیں لہٰذا احادیث صحیحہ کی رو سے ہاتھ سینے ہی پر باندھے جائیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حالت ایک سائل کی سی ہے اور اس طرح نمازی فضول حرکات سے بھی محفوظ رہتا ہے اور یہ خشوع خضوع کے قریب تر ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ذخیرۃ العقبٰی شرح سنن النسائي: ۱۱/ ۱۳۵-۱۵۰، و سنن ابو داود (اردو) الصلاۃ، حدیث: ۷۵۹، طبع دارالسلام)

٨٨٨- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٣١٦ من حديث موسى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦١.

(المعجم ١٠) - فِي الْإِمَامِ إِذَا رَأَى الرَّجُلَ قَدْ وَضَعَ شِمَالَهُ عَلَى يَمِينِهِ (التحفة ٢٦٧)

باب:١٠-جب امام کسی کو بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا دیکھے تو؟

٨٨٩- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْنَبَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: رَآنِي النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَضَعْتُ شِمَالِي عَلَى يَمِينِي فِي الصَّلَاةِ، فَأَخَذَ بِيَمِينِي فَوَضَعَهَا عَلَى شِمَالِي.

٨٨٩-حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے نماز میں اس حالت میں دیکھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا ہوا تھا تو آپ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور اسے بائیں پر رکھ دیا۔

فوائد ومسائل: ① شریعت اسلامیہ میں دائیں ہاتھ کو ترجیح اور فضیلت حاصل ہے۔ جنتیوں کو اہل یمین کہا گیا ہے۔ دایاں ہاتھ اچھے کاموں کے لیے مخصوص ہے۔ اور اسی طرح نماز میں دوران قیام دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنے کا حکم ہے۔ ② دوران نماز میں غلطی کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ ③ اپنی نماز کی اصلاح ہو یا دوسرے کی۔

(المعجم ١١) - بَابُ مَوْضِعِ الْيَمِينِ مِنَ الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٦٨)

باب:١١-نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر کہاں رکھا جائے؟

٨٩٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ

٨٩٠-حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کو غور سے دیکھوں گا کہ آپ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ چنانچہ میں نے (توجہ سے) آپ کی

٨٨٩- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة، ح: ٧٥٥ من حديث هشيم به، وصرح بالسماع عند ابن ماجه، ح: ٨١١، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٢، والحديث حسنه الحافظ في الفتح، وله طريق آخر ذكرته في نيل المقصود.

٨٩٠- [إسناده صحيح] وهو حديث محفوظ، أخرجه أبوداود، الصلاة، باب رفع اليدين في الصلاة، ح: ٧٢٦، ٧٢٧ من حديث الإمام الثقة المتقن زائدة بن قدامة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٣.

إِلٰى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي؟ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ مِثْلَهَا، قَالَ: وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ لَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ مِثْلَهَا، ثُمَّ سَجَدَ فَجَعَلَ كَفَّيْهِ بِحِذَاءِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَعَدَ وَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ وَرُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَجَعَلَ حَدَّ مِرْفَقِهِ الْأَيْمَنِ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ قَبَضَ اثْنَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا.

طرف دیکھا۔ آپ کھڑے ہوئے' اللّٰہ أکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ وہ آپ کے کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی جوڑ اور کلائی پر رکھا۔ پھر جب آپ نے رکوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اسی (پہلے رفع الیدین کی) طرح ہاتھ اٹھائے اور آپ نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے۔ پھر جب آپ نے اپنا سر اٹھایا تو اسی طرح رفع الیدین کیا۔ پھر سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔ پھر بیٹھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنی بائیں ہتھیلی اپنی بائیں ران اور گھٹنے پر رکھی اور اپنی دائیں کہنی کا کنارہ اپنی دائیں ران پر رکھا۔ پھر ہاتھ کی دو انگلیاں بند کیں اور (درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے) حلقہ بنایا۔ پھر اپنی (تشہد کی) انگلی کو اٹھایا' چنانچہ میں نے دیکھا' آپ اسے حرکت دیتے تھے اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ (ہتھیلی) کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر اس طرح رکھے کہ ہتھیلی کا اگلا حصہ (انگلیاں) بائیں کلائی پر اور پچھلا حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ہو۔ یہ تب ہے جب ہاتھ سے مراد صرف ہتھیلی ہو۔ ہاتھ سے کہنی تک بازو بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے کنارے بائیں کہنی تک پہنچ جائیں گے۔ اگر چہ یہ طریقہ بھی درست ہے کیونکہ ایک روایت میں ذراع کو ذراع پر رکھنے کا ذکر ہے اور ذراع کہنی تک ہوتا ہے۔ لیکن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل سے اس حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اس (ذراع والی) صورت کو اپنانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ② صحیح مسلم کی ایک حدیث میں' جو کہ سنن نسائی میں نمبر ۸۸۸ کے تحت گزری ہے' دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑنے کا بھی ذکر ہے۔ تو دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں دونوں پر عمل ممکن ہے' کبھی ایک پر عمل کر لے اور کبھی دوسری پر۔ دونوں طرح صحیح ہے۔ اس طرح دونوں روایات پر عمل ہو جائے گا۔ لیکن دونوں روایات میں اس طرح تطبیق دینا کہ دائیں ہاتھ کی درمیانی تین انگلیاں بائیں پر رکھے اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے جوڑ کو پکڑ لے' باطل ہے کیونکہ اس صورت میں حدیث میں وارد دونوں طریقوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں ہوتا بلکہ ایک نئی

تیسری شکل بن جاتی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں' لہٰذا ایسا کرنا درست نہیں۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ کبھی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ لے اور کبھی دائیں سے بائیں کو پکڑ لے۔ واللہ أعلم. ③ ''دائیں کہنی کا کنارہ ران پر رکھا۔'' اس کنارے سے کہنی کا کلائی والا کنارہ مراد ہے۔ گویا کہنی کو ران کی جڑ والی طرف پر رکھ کر کھڑا کر لے اور کلائی کو ران پر بچھا لے۔ مگر یہ صورت صرف تَوَرُّك (قعدہ میں پاؤں کی بجائے زمین پر بیٹھنا اور پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر نکال لینا) کی صورت میں ممکن ہے۔ پاؤں پر بیٹھنے کی صورت میں صرف ہتھیلیاں ران اور گھٹنوں پر ہوں گی اور بازو قوس کی تانت کی طرح ہوں گے۔ ④ تشہد میں بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اس طرح رکھا جائے کہ انگلیاں گھٹنے پر ہوں اور ہتھیلیاں ران پر مگر دایاں ہاتھ بند کر کے رکھا جائے۔ اس حدیث میں بند کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کنارے کی دو انگلیاں بند کرے۔ درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر تشہد کی انگلی کو کھلا چھوڑ دے جس طرح کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ⑤ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران تشہد میں سلام تک انگلی کو حرکت دینا مسنون ہے۔ [يُحَرِّكُ] فعل مضارع ہے جو یہاں استمرار کا فائدہ دے رہا ہے کیونکہ [يَدْعُو بِهَا] اس سے حال ہے' یعنی نبیٔ اکرم ﷺ انگلی کو حرکت دے رہے تھے' درآں حالیکہ آپ اس کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔ نامور محدث شمس الحق عظیم آبادی ؒ فرماتے ہیں: [وَفِيهِ تَحْرِيكُهَا دَائِمًا' إِذِ الدُّعَاءُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ] ''اس حدیث سے پورے تشہد میں انگلی کو حرکت دینا ثابت ہوتا ہے' اس لیے کہ دعا تشہد کے بعد (سلام تک) ہوتی ہے۔'' (عون المعبود' الصلاة' باب الإشارة في التشهد' حديث:٩٨٨)

سنن ابی داود کی ایک روایت میں [لَا يُحَرِّكُهَا] کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ شاذ اور ضعیف ہیں۔ ان الفاظ کو روایت کرنے میں محمد بن عجلان سے زیاد بن سعد متفرد ہے۔ عامر بن عبداللہ سے ابن عجلان کے علاوہ باقی دو ثقہ راوی ان الفاظ کو بیان نہیں کرتے' نیز زیاد کے علاوہ محمد بن عجلان کے باقی چار ثقہ شاگرد یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے مگر اس میں یہ اضافہ مذکور نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني' حديث:١٧٥)

حافظ ابن حجر ؒ نے طبقات المدلسین میں محمد بن عجلان کو تیسرے طبقے کے مدلسین میں شمار کیا ہے اور ان الفاظ میں ابن عجلان کی عامر بن عبداللہ سے سماع کی تصریح نہیں ملی' لہٰذا [لَا يُحَرِّكُهَا] کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ درست موقف یہی ہے کہ تشہد میں انگلی کو حرکت دیتے رہنا بھی جائز ہے۔ لیکن ایسا وقتاً فوقتاً کرنا چاہیے کیونکہ اکثر روایات میں صرف اشارے کا ذکر ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے۔ جمہور صحابۂ کرام ؓ جنھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز بیان کیا ہے انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ حضرت وائل بن حجر ؓ نے بعض اوقات نبی ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اکثر عمل اشارے کا تھا نہ کہ حرکت دینے کا۔ اور اشارے کا طریقہ یہ ہے کہ ۵۳ کی گرہ لگا کر مسنون تشہد سے لے کر آخر تک انگلی کو کھڑا رکھنا۔ ⑥ اشارہ اور حرکت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لغت میں ان کے الگ الگ معانی ہیں'

اس لیے یہ دو مختلف فعل ہیں جو نبیٔ اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔ کبھی آپ نے ایک طریقہ اختیار کیا اور کبھی دوسرا۔ یہی تطبیق ان شاء اللہ اقرب الی الصواب ہے۔ دونوں (اشارے اور حرکت) کو تطبیق کے ذریعے سے ایک ہی تشہد میں یکجا کرنا محل نظر لگتا ہے کیونکہ دونوں کلمات کا مصداق دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ واللہ أعلم.

⑦ احناف کے نزدیک لَا پر انگلی اوپر اٹھائے اور إِلَّا پر نیچے کرے۔ گویا اٹھانا نفی کی علامت ہے اور گرانا اثبات کی۔ یہی لَا اور إِلَّا کے معنی ہیں۔ شوافع کے نزدیک إِلَّا اللّٰهُ پر انگلی اٹھائے اور پھر نیچے کرے کیونکہ إِلَّا اللّٰهُ میں توحید کا اثبات ہے' لہٰذا انگلی کے ساتھ فعلاً بھی ایک اللہ کی توحید بیان کرے۔ تاہم ان میں سے کسی کے پاس اس مقام پر انگلی کے اٹھانے اور گرانے کی کوئی دلیل نہیں ہے جبکہ صحیح موقف کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔

(المعجم ١٢) - اَلنَّهْيُ عَنِ التَّخَصُّرِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٦٩)

باب:۱۲-نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

٨٩١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ ح: وَأَخْبَرَنَا سُوَيْدُ ابْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

۸۹۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① نماز میں ہر رکن کی ادائیگی کے دوران میں ہاتھوں کی کوئی نہ کوئی جگہ مقرر ہے۔ کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے اصلی حالت کی خلاف ورزی ہوگی' اس لیے یہ منع ہے۔ کہا گیا ہے کہ شیطان اس طرح کھڑا ہوتا ہے' یا یہودی اس طرح عبادت کرتے تھے' یا اہل مصائب نوحے کے وقت ایسے کھڑے ہوتے ہیں' یا جہنمی جہنم میں ایسے کھڑے ہوں گے' یا یہ متکبرین کی خصلت ہے۔ یہ تمام تشبیہات ہیں' لہٰذا منع فرمایا۔ واللہ أعلم.

② [تَخَصُّر] کے یہ معنی جمہور اہل علم کے نزدیک ہیں۔ بعض نے اس سے' سہارے کے لیے ہاتھ میں چھڑی پکڑنا' یا سورت کا کچھ حصہ پڑھنا' یا رکوع اور سجدہ مکمل نہ کرنا مراد لیا ہے مگر یہ معانی مرجوح ہیں' نیز یہ آئندہ حدیث کے منافی ہیں۔

٨٩٢- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ

۸۹۲-حضرت زیاد بن صبیح نے کہا: میں نے حضرت

٨٩١ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب كراهة الاختصار في الصلاة، ح: ٥٤٥ من حديث ابن المبارك، والبخاري، العمل في الصلاة، باب الخصر في الصلاة، ح: ١٢٢٠ من حديث هشام بن حسان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٤.

٨٩٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التخصر والإقعاء، ح: ٩٠٣ من حديث سعيد بن زياد به◄◄

سُفْيَانَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ صُبَيْحٍ قَالَ: صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلٰى خَصْرِي فَقَالَ لِي: هٰكَذَا - ضَرْبَةٌ بِيَدِهِ - فَلَمَّا صَلَّيْتُ قُلْتُ لِرَجُلٍ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، قُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! مَا رَابَكَ مِنِّي؟ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الصَّلْبُ وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانَا عَنْهُ.

ابن عمر ؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں نے اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھ لیا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ مارا (اشارہ کیا) جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے ایک آدمی سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: عبداللہ بن عمر ہیں۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو مجھ سے کیا شکایت تھی؟ انھوں نے فرمایا: یہ حالت سولی پر لٹکائے ہوئے شخص کی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① کمر (کوکھ) پر ہاتھ رکھنے والے شخص کی کہنیاں باہر کو نکلی ہوتی ہیں اور سولی پر لٹکے ہوئے شخص کے ہاتھ باہر کو نکلے ہوئے ہوتے ہیں' لہٰذا کندھوں سے کہنیوں تک کی حالت دونوں کی ایک جیسی ہوتی ہے اور یہ قبیح حالت ہے۔ صلیب ویسے بھی عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے۔ مذہبی شعار میں مشابہت قطعاً جائز نہیں۔ ② اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کوئی خلاف سنت عمل کیا جا رہا ہو تو اس کی اصلاح کر دینی چاہیے' اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(المعجم ١٣) - اَلصَّفُّ بَيْنَ الْقَدَمَيْنِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٧٠)

باب:۱۳-نماز میں دونوں پاؤں جوڑ کر کھڑا ہونا

٨٩٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ رَأٰى رَجُلًا يُصَلِّي قَدْ صَفَّ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ: خَالَفَ السُّنَّةَ، وَلَوْ رَاوَحَ بَيْنَهُمَا كَانَ أَفْضَلَ.

۸۹۳- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز کی حالت میں اس نے اپنے دونوں پاؤں آپس میں ملائے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے سنت کی مخالفت کی۔ اگر یہ ان میں فاصلہ کر کے راحت حاصل کرتا تو بہتر ہوتا۔

مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٥.

٨٩٣ـ [إسناده ضعيف] وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٦. ✽ أبوعبيدة لم يسمع من أبيه كما تقدم، ح: ٦٢٣، وانظر الحديث الآتي.

٨٩٤- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَيْسَرَةُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي قَدْ صَفَّ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ: أَخْطَأَ السُّنَّةَ، وَلَوْ رَاوَحَ بَيْنَهُمَا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيَّ.

۸۹۴-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نماز کی حالت میں اپنے دونوں پاؤں باہم ملائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''یہ شخص سنت نبوی سے خطا کر گیا۔ اگر یہ پاؤں کھلے رکھ کر راحت حاصل کرتا تو مجھے زیادہ اچھا لگتا۔

فوائد و مسائل: ① مذکورہ بالا دونوں روایات انقطاع کی وجہ سے سنداً ضعیف ہیں جیسا کہ محقق کتاب نے بھی صراحت کی ہے' اس لیے امام نسائی رحمہ اللہ کا ''السنن الکبریٰ، حدیث:۹۶۹'' میں اسے جید کہنا محل نظر ہے۔ ② دونوں پاؤں جوڑ کر رکھنا جہاں تکلیف کا موجب ہے کہ انسان زیادہ دیر کھڑا نہیں ہو سکتا وہاں سنت صحیحہ کی مخالفت بھی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھتے تھے' صف بندی میں تو ملنے کے لیے لازماً پاؤں کچھ نہ کچھ کھولنے پڑیں گے' تاہم اپنی جسامت سے زیادہ نہ کھولے۔ ③ سنن ابوداود کی جس روایت میں [صَفُّ الْقَدَمَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ] ''پاؤں کو ملانا سنت ہے۔'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۷۵۴) کا ذکر ہے تو اس کا مطلب پاؤں کو برابر رکھنا اور انھیں آگے پیچھے نہ رکھنا مراد ہے جیسا کہ تخریج میں صراحت کی گئی ہے۔

(المعجم ١٤) - سُكُوتُ الْإِمَامِ بَعْدَ افْتِتَاحِهِ الصَّلَاةَ (التحفة ٢٧١)

باب:۱۴-نماز شروع کرنے کے بعد امام کا کچھ دیر خاموش رہنا

٨٩٥- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ

۸۹۵-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کچھ دیر خاموش رہتے۔

٨٩٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي: ٢/ ٢٨٨ باب: من كره أن يصف بين قدميه وهو قائم في الصلاة من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٧، وانظر الحديث السابق لعلته، المراد بالصف هاهنا الوصل، وجاء في سنن أبي داود، ح: ٧٥٤ صف القدمين من السنة، وإسناده حسن، والمراد به جعلهما متساويتين من غير تقدم إحداهما على الأخرٰى كما في المنهل العذب المورود: ٥/ ١٥٩.

٨٩٥ـ [صحيح] تقدم، ح: ٦٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٦٨.

كَانَتْ لَهُ سَكْتَةٌ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ.

فائدہ: اس خاموشی سے مراد آہستہ منہ میں پڑھنا ہے۔ اس دوران میں نبی ﷺ دعائے استفتاح پڑھتے تھے۔ اس کے بعد بلند آواز سے قراءت شروع فرماتے۔ گویا تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد ہی قراءت شروع کر دینا خلاف سنت اور سکون واطمینان کے منافی ہے بلکہ کچھ دیر تک حمد وثنا اور دعا کی جائے، پھر قراءت شروع کی جائے۔

(المعجم ١٥) - اَلدُّعَاءُ بَيْنَ التَّكْبِيرَةِ وَالْقِرَاءَةِ (التحفة ٢٧٢)

باب: ۱۵- تکبیر تحریمہ اور قراءت فاتحہ کے درمیان پڑھی جانے والی دعا

٨٩٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ سَكَتَ هُنَيْهَةً، فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ! مَا تَقُولُ فِي سُكُوتِكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: «أَقُولُ اللّٰهُمَّ! بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ! نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ! اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ».

۸۹۶- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے رسول! آپ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کے دوران میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”میں یہ پڑھتا ہوں: [اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي...... وَالْبَرَدِ] اے اللہ! میرے اور میری غلطیوں کے درمیان اتنا فاصلہ فرما دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کیا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری غلطیوں سے اس طرح پاک اور صاف فرما جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے غلطیوں سے برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔“

فوائد ومسائل: ① دعائے استفتاح کے سلسلے میں سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ امام مالک دعائے استفتاح کے قائل نہیں مگر اتنی روایات صحیحہ کی موجودگی میں یہ موقف حیران کن ہے۔ ② پانی، برف اور اولوں سے مراد مختلف قسم کی رحمتیں ہیں۔ باری تعالیٰ کی مختلف صفات ہیں، مثلاً: عفو و درگزر، مغفرت اور رحمت۔ پانی کے ساتھ برف اور اولوں کا ذکر تاکید کے لیے کیا گیا ہے، یعنی اے اللہ! ان گناہوں کی حدت وتمازت کو، جو جہنم کی آگ میں لے جانے کا سبب ہیں، پانی، برف اور اولوں سے ختم کر دے۔ ③ ”میرے اور میری غلطیوں کے درمیان مشرق ومغرب جتنی دوری ڈال دے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس

٨٩٦- [صحيح] تقدم، ح: ٦٠، وهو في الكبرىٰ، ح: ٩٦٩.

طرح مشرق اور مغرب کا آپس میں ملنا محال ہے' اسی طرح مجھ سے گناہوں کو اور گناہوں کو مجھ سے دور رکھ۔ ④ علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے اس دعائے استفتاح میں تین زمانوں کی طرف اشارہ ہو' یعنی میرے اور میری غلطیوں کے درمیان دوری سے مراد مستقبل کے گناہ ہوں' تنقیہ (گناہوں کی صفائی) سے مراد زمانۂ حال کی لغزشیں ہوں اور گناہ دھونے سے مراد زمانہ ماضی میں کیے ہوئے گناہ ہوں۔ واللہ أعلم. (فتح الباري: ٢/٢٩٨' تحت حديث: ٧٤٤) ⑤ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برف اور اولوں سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ⑥ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات' آپ کی حرکات و سکنات دریافت کرتے رہتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اپنا مکمل دین محفوظ شکل میں ہم تک پہنچا دیا۔

(المعجم ١٦) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ (التحفة ٢٧٣)

باب:١٦- تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان ایک اور دعا

٨٩٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يَزِيدَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَقِنِي سَيِّئَ الْأَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْأَخْلَاقِ لَا يَقِي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ».

٨٩٧- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اللّٰہ أکبر کہتے' پھر فرماتے: إِنَّ صلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحيَايَ...... لَا يَقِي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ। ''یقیناً میری نماز' میری دیگر عبادات' میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اے اللہ! مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی رہنمائی نصیب فرما۔ یقیناً ان کی طرف تیرے سوا کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے بچا۔ یقیناً تیرے سوا کوئی ان سے بچا نہیں سکتا۔''

٨٩٧- [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني في مسند الشاميين: ٤/١٤٩، ١٥٠، ح: ٢٩٧٤ من حديث عمرو بن عثمان، وهو ابن كثير بن دينار الحمصي به، وهو في الكبرى، ح: ٩٧٠، والحديث الآتي شاهد له.

(المعجم ١٧) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ (التحفة ٢٧٤)

٨٩٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي الْمَاجِشُونُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ: «وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ. اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ».

باب:١٧-تکبیر وقراءت کے درمیان ایک اور دعا اور ذکر

٨٩٨- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اللّٰہ أکبر کہتے اور فرماتے:[وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ ...... وَأَتُوبُ إِلَيْكَ] ''میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے' اس حال میں کہ میں سچے دین کا تابع دار ہوں اور جھوٹے دین سے بیزار ہوں۔ اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک بناتے ہیں۔ یقیناً میری نماز' میری دیگر عبادات' میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو کامل بادشاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ میں تیرا بندہ اور غلام ہوں۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں' لہٰذا میرے سارے گناہ معاف فرما۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔ اور اچھی عادات و اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما۔ تیرے سوا کوئی ان کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور برے اخلاق و عادات کو مجھ سے دور فرما۔ تیرے سوا کوئی انھیں دور نہیں کر سکتا۔ میں

٨٩٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٧١/ ٢٠٢ من حديث ابن مهدي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٧١.

حاضر ہوں۔ میں تیرا فرماں بردار ہوں۔ اور خیر سب کی سب تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں۔ میں تیری مدد سے ہوں اور تیرے سپرد ہوں۔ تو بابرکت اور بلند و بالا ہے۔ میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔"

فوائد و مسائل: ① اس روایت کے بعض طرق میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اور بعض میں رات کی نماز کا ذکر ہے، گویا یہ دعا فرض اور نفل دونوں میں پڑھی جا سکتی ہے، البتہ جماعت کی صورت میں مقتدیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ② "الله أكبر کہتے، پھر فرماتے۔" یہ صراحت ہے کہ آپ یہ دعا تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھتے، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ سے قبل پڑھی جائے۔ ③ [أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ] میں مسلمان ہوں، حالانکہ آپ تو نبی تھے۔ دراصل یہ امت کو تعلیم دینے کے لیے ہے۔ متن میں لغوی ترجمہ کیا گیا ہے: "میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔" یہ نبی اور امتی سب کے لیے برابر ہے۔ آگے آنے والی پوری دعا امت کے لیے ہے ورنہ آپ تو معصوم تھے اور اخلاق کاملہ و فاضلہ سے مزین تھے۔ ④ "شر کی نسبت تیری طرف نہیں۔" البتہ خیر کے ساتھ ملا کر کہا جا سکتا ہے۔ خیر و شر کا خالق، ورنہ اس میں بے ادبی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس جملے کے اور بھی مفہوم بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: شر کے ساتھ تیرا قرب حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یا شر تیری طرف نہیں چڑھتا بلکہ پاکیزہ کلمات تیری طرف چڑھتے ہیں۔ یا تیرے پیدا کرنے کے لحاظ سے کوئی چیز شر نہیں اگر کسی کو شر کہا جاتا ہے تو وہ کسی نہ کسی مخلوق کے لحاظ سے ہے۔ جو چیز ایک مخلوق کے لحاظ سے شر ہے، بسا اوقات وہ دوسری مخلوق کے لحاظ سے خیر ہوتی ہے۔ یا جو چیز ایک وقت شر ہے، وہ دوسرے اوقات میں خیر بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا حکمت کے لحاظ سے ہر چیز خیر ہے۔

٨٩٩- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ حِمْيَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَذَكَرَ آخَرَ قَبْلَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

٨٩٩- حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نفل نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو الله أكبر کہتے (پھر کہتے:) [وَجَّهْتُ وَجْهِي ...... سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ] "میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور

٨٩٩- [صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٩/ ٢٣١، ٢٣٢، ح: ٥١٥ من حديث محمد بن حمير به، وإسناده حسن، وسيأتي طرفه، ح: ١٠٥٣، وله شواهد، منها الحديث السابق.

مَسْلَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا قَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ» ثُمَّ يَقْرَأُ.

زمین کو پیدا کیا۔ سب کو چھوڑ کر اسی کا ہو چکا ہوں۔ اسی کا فرماں بردار ہوں اور مشرک نہیں۔ یقیناً میری نماز، میری دیگر عبادات، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ! تو ہے حقیقی بادشاہ۔ تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ تو ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے اور سب تعریفوں کا مالک ہے۔" پھر قراءت فرماتے۔

فائدہ: [أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ] "میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔" سے مراد ہے کہ اس امت میں سے سب سے پہلا مسلمان ہوں، یہ نہیں کہ پوری مخلوق میں سے سب سے پہلا مسلمان ہوں کیونکہ آپ سے پہلے بھی جتنے انبیائے کرام علیہم السلام آئے، ان سب کی دعوت اسلام ہی کی طرف تھی اور وہ مسلمان تھے۔ اس جملے کے متعلق فقہائے مدینہ سے مروی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، عام مسلمانوں کو [أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ] کہنا چاہیے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٧٦٢) مگر درست بات یہ ہے کہ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے اور [أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ] کا مطلب بھی بالکل بجا ہے، یعنی بندہ اقرار کرتا ہے کہ میں تیرے احکام قبول کرنے میں سب سے پیش پیش ہوں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٨) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ بَيْنَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ (التحفة ٢٧٥)

باب: ١٨- نماز کے افتتاح اور قراءت کے درمیان ایک اور ذکر

٩٠٠- أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ فَضَالَةَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ

٩٠٠- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! ...... وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ] "اے اللہ! تو (ہر قسم کے نقائص و عیوب سے) پاک ہے اور سب

٩٠٠ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك، ح: ٧٧٥، والترمذي، ح: ٢٤٢، وابن ماجه، ح: ٨٠٤ من حديث جعفر به، وهو حسن الحديث كما حققته في نيل المقصود، والحديث في الكبرٰى، ح: ٩٧٢، وصححه ابن خزيمة، ح: ٤٦٧.

ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ».

تعریفوں والا ہے۔ تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے۔ اور تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کے بعض طرق میں بھی رات کے نفل کا ذکر ہے۔ گویا دوسری دعاؤں کی طرح اس دعا کو بھی فرض اور نفل دونوں نمازوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ ② بعض محدثین نے اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کلام کیا ہے مگر کثرت طرق کی بنا پر قابل عمل ہے' علاوہ ازیں مختصر ہے۔ الفاظ مقام و محل کے بہت مناسب ہیں' اس لیے عوام الناس کا اس پر عمل ہے۔ احناف نے اس کے اختصار اور الفاظ کی عمدگی کے باعث اس دعا ہی کو اختیار کیا ہے' خصوصاً فرض نمازوں کے لیے اور باقی منقول دعاؤں کو وہ نوافل سے خاص کرتے ہیں مگر اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ سب دعائیں جائز ہیں' فرض نماز ہو یا نفل۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (سنن ابوداود (اردو) الصلاۃ' حدیث: ۷۷۵' ۷۷۶ کے فوائد و مسائل۔ طبع دارالسلام)

٩٠١- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ».

۹۰۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ!......] ''اے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریفوں والا ہے۔ اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے۔ اور تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔''

(المعجم ١٩) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ بَعْدَ التَّكْبِيرِ (التحفة ٢٧٦)

باب: ۱۹- تکبیر تحریمہ کے بعد ایک اور ذکر

٩٠٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَقَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ

۹۰۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور مسجد میں داخل ہوا جب کہ اس کا سانس

٩٠١ـ [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٧٣.

٩٠٢ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، ح: ٦٠٠ من حديث حماد بن سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٧٤.

رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِنَا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاتَهُ قَالَ: «أَيُّكُمُ الَّذِي تَكَلَّمَ بِكَلِمَاتٍ؟» فَأَرَمَّ الْقَوْمُ. قَالَ: «إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا». قَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا».

پھولا ہوا تھا۔ اس نے کہا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ...... مُبَارَكًا فِيهِ] ''اللہ بہت بڑا ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے' بہت زیادہ تعریف' پاکیزہ تعریف' بابرکت تعریف۔'' جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری فرمائی تو پوچھا: ''تم میں سے کس نے کچھ کلمات (بلند آواز سے) کہے تھے؟'' لوگ چپ رہے۔ آپ نے (ان کا خوف دور کرنے کے لیے) فرمایا: ''بے شک! اس نے کوئی غلط کلمات نہیں کہے۔'' اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے۔ دراصل میں آیا تو میرا سانس پھولا ہوا تھا (بے اختیار آواز بلند ہوگئی) تو میں نے وہ کلمات کہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ بارہ فرشتے ان کلمات کی طرف لپکے تھے کہ کون ان کلمات کو اٹھا کر لے جائے (اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے؟)''

فوائد ومسائل: ① سانس کا پھولنا دلیل ہے کہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ نماز کی طرف کافی تیز تیز آئے تھے۔ گویا بھاگنے سے کم کم تیزی جائز ہے' البتہ سنجیدگی اور وقار قائم رہے۔ ② سانس پھولنے کی وجہ سے وہ اپنی آواز پر قابو نہ رکھ سکے، اس لیے آواز اونچی ہوگئی جو دوسروں کو سنائی دی۔ ③ نبی ﷺ کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہمی تعلق انتہائی مشفقانہ تھا اور آپ ہر اچھے موقع پر اپنے صحابہ کی دلجوئی کرتے تھے۔

(المعجم ٢٠) - بَابُ الْبَدَاءَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَبْلَ السُّورَةِ (التحفة ٢٧٧)

باب:٢٠- کوئی سورت پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ سے آغاز کرنا

٩٠٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: كَانَ النَّبِيُّ

٩٠٣- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

٩٠٣- [صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب [ماجاء] في افتتاح القراءة بـ ﴿الحمد لله ...﴾، ح:٢٤٦ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرى، ح:٩٧٥، وأخرجه البخاري، الأذان، باب مايقول بعد التكبير، ح:٧٤٣، ومسلم، الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة، ح:٣٩٩ من حديث قتادة به.

ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَفْتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

قراءت کو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے شروع فرمایا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ثابت ہوا کہ ہر رکعت میں قراءت کی ابتدا سورۂ فاتحہ سے ہوگی کیونکہ یہ نماز میں فرض ہے۔ یہ دوسری قراءت کی جگہ کفایت کر سکتی ہے۔ کوئی اور سورت اس کی جگہ کفایت نہیں کرے گی (جیسے فرض نماز کی آخری ایک یا دو رکعتیں)۔ ② اس روایت سے ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ بلند آواز سے یا مطلقاً نہ پڑھنے پر استدلال کیا گیا ہے مگر یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سورۂ فاتحہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے' اس لیے کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سورۂ فاتحہ کے نام کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری' حدیث: ۵۰۰۶' میں ہے۔ اور ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ چونکہ فاتحہ کا جز ہے' اس لیے وہ ضرور پڑھی جائے گی' نیز یہ حدیث ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ کے آہستہ پڑھنے کے تو قطعاً منافی نہیں کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ کا اکثر عمل ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ کو آہستہ پڑھنے کا ہے اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے آپ بلند آواز سے قراءت شروع فرماتے' لہٰذا مالکیہ کا ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ کو مطلقاً نہ پڑھنا درست نہیں۔ واللّٰه أعلم.

٩٠٤- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَافْتَتَحُوا بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

۹۰۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ ان سب نے قراءت کا آغاز ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ سے کیا۔

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ آہستہ پڑھتے تھے۔ اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ ﴿بسم اللّٰه﴾ کا آہستہ پڑھنا افضل ہے۔

(المعجم ٢١) - قِرَاءَةُ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (التحفة ٢٧٨)

باب: ۲۱- ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ پڑھنے کا بیان

٩٠٤- [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح القراءة، ح: ٨١٣ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٧٦، وانظر الحديث السابق. * أيوب هو ابن أبي تميمة السختياني.

٩٠٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: بَيْنَمَا ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا - يُرِيدُ النَّبِيَّ ﷺ - إِذْ أَغْفَى إِغْفَاءَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «نَزَلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟» قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ آنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْكَوَاكِبِ، تَرِدُهُ عَلَيَّ أُمَّتِي فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَأَقُولُ: يَا رَبِّ! إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي، فَيَقُولُ لِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ بَعْدَكَ».

٩٠٥- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے تھے کہ آپ کو اونگھ سی آ گئی' پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے آپ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ ''اللہ رحمان و رحیم کے نام سے (شروع)۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی' لہٰذا اپنے رب تعالیٰ کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔ یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان رہے گا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ میری امت اس پر میرے پاس آئے گی۔ ایک آدمی کو ان میں سے کھینچ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ شخص تو میری امت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ نہیں جانتے' آپ کے بعد اس نے کیا نیا کام کیا۔''

فوائد و مسائل: ① سورۂ کوثر میں مذکور ''الکوثر'' کی تفسیر میں اسلاف اہل علم کا اختلاف ہے۔ مختلف اہل علم صحابہ اور تابعین وغیرہ نے اس کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں لیکن اس حدیث شریف میں خود زبان رسالت سے ''الکوثر'' کی تفسیر معلوم ہوگئی ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ

٩٠٥- أخرجه مسلم، الصلاة، باب حجة من قال: البسملة آية من أول كل سورة سوى براءة، ح: ٤٠٠ عن علي بن حجر به، وهو في الكبرى، ح: ٩٧٧.

بہت وسیع و عریض ہے۔ اس طرح کہ اس کی لمبائی اور چوڑائی برابر ہیں۔ اس کے آب خورے آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس کے متعلق حدیث شریف میں یہ صراحت بھی ہے کہ ''جس نے اس نہر کا پانی پی لیا' اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' (صحيح البخاري' الرقاق' حديث:٦٥٧٩' وصحيح مسلم' الفضائل' حديث:٢٢٩٢) ② مقتدی اپنے امام سے' چھوٹا اپنے بڑے سے اور اسی طرح مرید اپنے پیر سے کوئی نئی بات دیکھ کر اس کی بابت سوال کر سکتا ہے جس طرح کہ صحابۂ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے دیکھا تو آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھ لیا۔ بزرگوں اور مشائخ کو ایسے سوال کا جواب بھی دینا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام ﷺ کے اس سوال کا جواب بھی دیا تھا۔ ③ اس اونگھ سے مراد وحی کی کیفیت ہوگی۔ ④ امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ سورت کا جز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے پڑھا اگرچہ یہ احتمال بھی ہے کہ آپ نے ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ تبرکاً پڑھی ہو۔ دونوں صورتوں میں ہر سورت سے پہلے ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ پڑھنی ہے' خواہ جز ہو یا تبرک کے طور پر۔ البتہ سرو جہر' یعنی آہستہ اور اونچی کی بحث ہو سکتی ہے۔ آپ نے مندرجہ بالا حدیث میں تو جہراً ہی پڑھی ہے مگر یہ نماز سے باہر کی بات ہے۔ نماز کے اندر اکثر روایات آہستہ پڑھنے کے بارے میں آتی ہیں اگرچہ کبھی کبھار جہراً بھی جائز ہے۔ ⑤ امام شافعی ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ کو ہر سورت کا جز سمجھتے ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسے تبرک خیال کرتے ہیں۔ درست بات یہ ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ ⑥ ''آپ کے بعد اس نے کیا نیا کام کیا۔'' یہ اشارہ ارتداد کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور بدعات کے اجرا کی طرف بھی۔ واللہ أعلم. ⑦ بدعت اس قدر خطرناک اور سنگین جرم ہے کہ روز قیامت بدعتی شخص کو حوض کوثر سے دور ہٹا کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ ⑧ بدعتی کو حوض کوثر کے پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوگا کیونکہ بدعتی نے جرم عظیم کا ارتکاب کیا کہ اس نے نبی ﷺ کی سنت کو بدلا اور خود کو ''مقام رسالت'' پر فائز کر لیا' لہٰذا اس کے لیے سخت ترین وعید ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. ⑨ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں۔ ⑩ رسول اللہ ﷺ اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ⑪ اللہ کے رسول ﷺ مختارِ کل نہیں۔ قیامت والے دن بھی صرف اسے ہی نجات ملے گی جسے اللہ چاہے گا۔ اور اسے معاف فرمائے گا' لہٰذا درج ذیل عقیدہ تعلیمات نبوی کے منافی اور ایمان کے فنا کا موجب ہے کہ ؎

اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

٩٠٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ شُعَيْبٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقَالَ: آمِينَ، فَقَالَ النَّاسُ: آمِينَ، وَيَقُولُ كُلَّمَا سَجَدَ: اَللهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الاِثْنَتَيْنِ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ.

٩٠٦- حضرت نعیم مجمر فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ پڑھی، پھر سورت فاتحہ پڑھی حتی کہ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پر پہنچے تو آمین کہی۔ لوگوں نے بھی آمین کہی۔ اور جب وہ سجدہ کو جاتے تو اللّٰہ أکبر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ کر اٹھتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم سب سے بڑھ کر نماز میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔

فوائد ومسائل: ① اس روایت سے معلوم ہوا کہ ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ جہری نماز میں اونچی پڑھی جائے گی مگر ضروری نہیں کیونکہ آہستہ پڑھنے کی روایتیں زیادہ اور صحت کے اعتبار سے قوی ہیں۔ اگرچہ یہ روایت بھی صحیح ہے، لیکن کبھی کبھی ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ اونچی آواز میں پڑھنے پر محمول کی جائے گی اور معمول آہستہ پڑھنے ہی کا ہوگا تاکہ سب روایات پر ان کی حیثیت کے مطابق عمل ہو جائے۔ ② مزید معلوم ہوا کہ (جہری نماز میں) امام اور مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور صحابہ کے دور مبارک میں اسی پر عمل تھا۔

(المعجم ٢٢) - تَرْكُ الْجَهْرِ بِـ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (التحفة ٢٧٩)

باب: ٢٢- ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ بلند آواز سے نہ پڑھنا

٩٠٦- [إسناده صحيح] أخرجه ابن خزيمة، ح: ٤٩٩ من حديث شعيب بن الليث بن سعد به، وصححه ابن حبان، ح: ٤٥٠، ٤٥١، والحاكم: ١/٢٣٤، والذهبي، وابن خزيمة: ١/٢٥١ كما تقدم في الأول، والدارقطني، والبيهقي، والخطيب، وابن حجر وغيرهم. * خالد هو ابن يزيد، وسماعه من أبي هلال سعيد بن أبي هلال قبل اختلاطه بدليل إخراج الشيخين محتجًا به، والتفصيل في كتابي: "القول المتين في الجهر بالتأمين" ص: ٤، وأخطأ من زعم ضعف هذا الحديث.

٩٠٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: «صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَلَمْ يُسْمِعْنَا قِرَاءَةَ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾، وَصَلَّى بِنَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُمَا.

٩٠٧-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ آپ نے ہمیں ﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم﴾ بلند آواز سے نہیں سنائی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے یہ (بسم اللّٰه......) ان سے بھی نہیں سنی۔

٩٠٨- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِـ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾.

٩٠٨-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو بلند آواز سے ﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم﴾ پڑھتے نہیں سنا۔

٩٠٩- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو نَعَامَةَ الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ:

٩٠٩-حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ جب ہم میں سے کسی کو (بلند آواز سے) ﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم﴾ پڑھتے سنتے تو فرماتے: میں نے

٩٠٧- [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح:٩٧٨. * منصور لم يسمع من أنس كما في جامع التحصيل للعلائي ص:٢٨٧، وله شواهد، انظر الحديث الآتي.

٩٠٨- أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول بعد التكبير، ح:٧٤٣، ومسلم، الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة، ح:٣٩٩، وغيرهما من حديث شعبة به مختصرًا ومطولاً، وهو في الكبرٰى، ح:٩٧٩.

٩٠٩- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في ترك الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، ح:٢٤٤، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب افتتاح القراءة، ح:٨١٥ من حديث أبي نعامة قيس بن عباية الحنفي به، وقال الترمذي: "حسن". * ابن عبدالله بن مغفل اسمه يزيد كما في مسند أحمد: ٤/ ٨٥.

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُغَفَّلٍ إِذَا سَمِعَ أَحَدَنَا يَقْرَأُ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ يَقُولُ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَخَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَخَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِّنْهُمْ قَرَأَ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾.

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ میں نے تو ان میں سے کسی کو ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ پڑھتے نہیں سنا۔

فائدہ: ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ نہ پڑھنے سے مراد اونچی آواز سے نہ پڑھنا ہے اور یہ روایات زیادہ اور اصح ہیں' لہٰذا معمول آہستہ پڑھنے ہی کا ہونا چاہیے کیونکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم علم و فقہ میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر تھے' خصوصاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما' البتہ اونچی آواز سے بھی کبھی کبھار پڑھنا جائز ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔

(المعجم ٢٣) - تَرْكُ قِرَاءَةِ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (التحفة ٢٨٠)

باب: ۲۳- سورۂ فاتحہ میں ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ نہ پڑھنا

٩١٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا السَّائِبِ - مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ - يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ هِيَ خِدَاجٌ هِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ» فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِنِّي أَحْيَانًا أَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ فَغَمَزَ ذِرَاعِي فَقَالَ: اقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ! فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَقُولُ اللهُ عَزَّ

۹۱۰- ابوسائب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے کوئی نماز پڑھی جس میں اس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ ناقص ہے۔ ناقص ہے۔ ناقص ہے۔ مکمل نہیں۔'' میں نے کہا: اے ابوہریرہ! میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے میرا بازو دبایا اور فرمایا: او فارسی! اسے اپنے دل میں پڑھ لیا کر کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے

٩١٠ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ... الخ، ح: ٣٩٥/ ٣٩ عن قتيبة به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٨٤، ٨٥، والكبرى، ح: ٩٨١.

وَجَلَّ: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ» قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَءُوا، يَقُولُ الْعَبْدُ ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: حَمِدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ: ﴿ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ: ﴿مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ﴾ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾، فَهٰذِهِ الْآيَةُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. يَقُولُ الْعَبْدُ: ﴿ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ فَهٰؤُلَاءِ لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ».

کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ میرے لیے ہے اور دوسرا میرے بندے کے لیے۔ اور میرے بندے کو ہر وہ چیز ملے گی جو اس نے مانگی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(فاتحہ) پڑھو۔ بندہ کہتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ "سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ "جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی۔ بندہ کہتا ہے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ "جو روز جزا کا مالک ہے۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے۔ اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔ بندہ کہتا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ "ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے: یہ سب باتیں میرے بندے کے لیے ہیں اور میرے بندے کے لیے ہر وہ چیز ہے جو اس نے مانگی۔"

فوائد ومسائل: ① "ناقص ہے، مکمل نہیں۔" اور نماز مکمل پڑھنی چاہیے۔ [خِدَاجٌ] کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا نقص ہے جس کی موجودگی میں نماز غیر معتبر ہے کیونکہ یہ لفظ اس اونٹنی کے سلسلے میں بولا جاتا ہے جو

وقت سے پہلے بچہ گرا دے جس کی ابھی صورت نہ بنی ہو یعنی ناقص الخلقت ہو۔ گویا مردہ جسے عرف عام کے لحاظ سے بچہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ گویا اس نماز کی جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے اس لوتھڑے کی حیثیت ہے جو کسی بھی کام کا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ کا پڑھنا نماز کی صحت کے لیے لازمی ہے۔ یہ وہ نقص نہیں جو لنگڑے پن، اندھے پن یا کانے پن کی طرح ہو۔ اور کبھی اس کا اطلاق اس تام الخلقت بچے پر بھی ہوتا ہے جو قبل از وقت پیدا ہو گیا ہو۔ ایسا بچہ بھی زندگی کے قابل نہیں ہوتا جبکہ یہاں پہلے معنی مراد ہیں کیونکہ ''غیر تمام'' کی تصریح موجود ہے۔ ② ''اپنے دل میں پڑھ لیا کر۔'' یعنی آہستہ جو دوسروں کو سنائی نہ دے۔ اس سے مراد صرف تصور اور استحضار نہیں کیونکہ اسے پڑھنا نہیں کہتے اور یہاں پڑھنے کا لفظ صراحت سے ذکر ہے۔ ③ ''نماز کو تقسیم کر دیا ہے۔'' حالانکہ نماز کو نہیں بلکہ صرف سورۂ فاتحہ کو تقسیم کیا ہے جیسا کہ صراحتاً ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کو نماز کہا گیا ہے اور یہ اہم ترین رکن ہونے کی دلیل ہے اور رکن کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا استدلال ہے۔ ویسے اگلی حدیث میں صریح الفاظ آ رہے ہیں: [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ...... الخ] ④ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے منفرد اور مقتدی دونوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور دلائل کی رو سے یہی مسلک برحق ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جب قراءت ہو رہی ہو تو مقتدی کو [إِنْصَات] ''خاموشی'' کا حکم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آہستہ پڑھنا جو کسی کو سنائی نہ دیتا ہو، انصات کے منافی نہیں۔ جس آیت سے انصات کا حکم لیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہی ذکر ہے ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ ...... الخ﴾ (الأعراف ۷:۲۰۵) خاموش تو رہو مگر دل میں، بلند آواز کے بغیر رب کو یاد کرتے رہو۔ صبح ہو یا شام (یعنی سب نمازوں میں سری ہوں یا جہری) اور غافل بن کر نہ کھڑے رہو۔ ثابت ہوا کہ آہستہ پڑھنا خاموشی کے خلاف نہیں بلکہ اس کے عین موافق ہے، لہٰذا دونوں پر عمل ہوگا، خصوصاً اگر امام سورت فاتحہ کی ہر آیت پڑھ کر وقفہ کرے جس میں مقتدی وہ آیت پڑھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ ہر آیت کے بعد ٹھہرتے تھے۔ (سنن أبي داود، الحروف والقراءات، حديث: ۴۰۰۱، ومسند أحمد: ۶/۳۰۲) ویسے بھی وہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی جیسا کہ مفسرین نے وضاحت کی ہے بلکہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب نبیٔ اکرم ﷺ قرآن پڑھتے تو کفارِ مکہ شور مچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں، پیر کرم شاہ بھیروی نے ضیاء القرآن میں اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی تفسیر ماجدی میں اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ اگر اس کے عموم کا لحاظ کرتے ہوئے اسے نماز پر بھی محمول کریں، پھر بھی اس سے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا واضح نصوص سے استثنا ثابت ہے۔ والله أعلم. ⑤ ''مشترک ہے۔'' کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کی اور شفاعت اپنے لیے۔ ⑥ امام صاحب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں۔ اتنا استدلال تو درست ہو سکتا ہے کیونکہ اور بھی بعض لوگ اس موقف کے حامی ہیں، لیکن درست اور راجح بات یہی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز ہے۔ البتہ دوسرا

استدلال کہ سورۂ فاتحہ سے پہلے ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ نہ پڑھی جائے' درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ پڑھی اور لکھوائی ہے۔ تمام مصاحف میں ہر سورت سے پہلے (سوائے سورت توبہ کے) لکھی ہوئی ہے' لہٰذا ہر سورت سے پہلے پڑھی جائے گی' خواہ تبرکاً ہی ہو۔ اسے نہ پڑھنا خلاف سنت اور مصحف کی خلاف ورزی ہے۔ مصحف (قرآن مجید) متواتر ہے جو شک وشبہ سے بالا ہے۔ ہاں! یہ بحث ہوسکتی ہے کہ آہستہ پڑھی جائے یا فاتحہ کی طرح اونچی آواز سے۔ احناف آہستہ اور شوافع جہر کے قائل ہیں۔ مالکیہ سرے سے ﴿بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم﴾ پڑھنے کے قائل ہی نہیں' نہ سرًا نہ جہرًا' مگر یہ قول بلا دلیل ہے۔ سرو جہر کی بحث حدیث نمبر ۹۰۶ میں گزر چکی ہے۔

(المعجم ٢٤) - إِيجَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي الصَّلَاةِ (التحفة ٢٨١)

باب: ۲۴- نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنی واجب (فرض) ہے

٩١١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ».

۹۱۱- حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے مروی ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی۔''

فائدہ: حدیث کے الفاظ عام ہیں جس میں اکیلا' امام اور مقتدی سب شامل ہیں۔ اسی طرح لفظ صلاۃ بھی عام ہے۔ فرض نماز ہو یا نفل' انفرادی ہو یا اجتماعی' سری ہو یا جہری۔ اور یہی مفہوم صحیح ہے۔ احناف اور مالکیوں کے نزدیک مقتدی اس سے مستثنیٰ ہے۔ مالکیہ کے نزدیک صرف جہری نماز میں استثنا ہے۔ مالکیہ کی دلیل قرآن کی آیت ہے: ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا﴾ (الأعراف ۲۰۴:۷) ''جب قرآن مجید پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔'' انصات کی بحث حدیث نمبر ۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔ احناف کا استدلال اس دوسری روایت سے بھی ہے: [مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ] (سنن ابن ماجه' إقامة الصلوات' حديث:٨٥٠) مگر یہ حدیث ائمۂ حدیث کے نزدیک بالاتفاق منقطع ہے۔ سوائے ضعیف راویوں کے کسی نے اسے متصل سند کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے' لہٰذا یہ روایت غیر معتبر ہے' نیز یہاں قراءت سے مراد جہر ہوسکتا ہے' یعنی امام کے ہوتے ہوئے جہرًا نہ پڑھا جائے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ جس آدمی کا امام ہو' یعنی وہ امام

٩١١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها . . . الخ، ح:٧٥٦، ومسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة . . . الخ، ح:٣٩٤ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:٩٨٢.

کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اپنی قراءت کرنی چاہیے کیونکہ امام کی قراءت صرف اپنے لیے ہوتی ہے۔ ان دو تاویلوں سے یہ روایت دوسری صحیح روایات کے موافق ہو جائے گی ورنہ محدثین کا فیصلہ اوپر گزر چکا ہے۔ یا اس روایت کو فاتحہ سے مابعد قراءت پر محمول کیا جائے یعنی فاتحہ کے بعد مقتدی نہ پڑھے۔ اس طرح تمام روایات پر عمل ممکن ہوگا۔ ضعیف روایات کی بنا پر صحیح روایات کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ویسے بھی مقتدی اپنی نماز کے تمام ارکان خود ادا کرتا ہے امام اس کی طرف سے رکن تو ایک طرف رہا کوئی مستحب بھی ادا نہیں کرتا حتی کہ دعائے استفتاح تسبیحات رکوع وسجود تمام اذکار واوراد اور تکبیرات تک خود پڑھتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ قراءت جو نماز کا رکن اعظم ہے مقتدی چھوڑ دے کہ امام کی قراءت مجھے کفایت کر جائے گی۔ اگر قراءتِ امام خصوصاً سری نمازوں میں مقتدی کی طرف سے کافی ہے تو باقی چیزیں کیوں کافی نہیں؟ یہ بات انتہائی قابل غور ہے نیز احناف کے نزدیک قراءت نماز کا لازمی رکن ہے تو رکن کے بغیر نماز کیسے ادا ہو جائے گی؟ جب کہ ہر ایک کی نماز کی قبولیت الگ الگ ہے۔ ہوسکتا ہے امام کی نماز قبول نہ ہو۔ (مثلاً: .... خور ہے) مگر مقتدی کی ہو جائے۔ اس کے برعکس قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى﴾ (النجم ۵۳:۳۹) ”انسان کے کام وہی عمل آئے گا جو اس نے خود کیا۔“ ایسے واضح دلائل کے مقابلے میں چند ایک ضعیف اور انتہائی کمزور روایات کو پیش کر کے امام کے پیچھے ہر قسم کی (سری اور جہری) نمازوں میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ کی قراءت سے جبراً روک دینا یقیناً حیرت انگیز جسارت ہے۔ جس پر احباب کو غور کرنا چاہیے۔ [لَا صَلَاةَ] میں ”لا“ جنس کی نفی کے لیے ہے یعنی اس سے ذات کی نفی مراد ہے صفات کی نفی مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگ اسے لائے نفی کمال کہتے ہیں کیونکہ صفات کی نفی وہاں مراد ہوتی ہے جہاں ذات کی نفی مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع ہو اور اس حدیث میں اس ”لا“ کو لائے نفی جنس بنانے میں کوئی قرینہ مانع نہیں بلکہ اس کی تائید اسماعیلی کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ [لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَّا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ] ”جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ کفایت نہیں کرتی۔“ یعنی وہ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: [لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لَّا يُقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ] ”جس نماز میں ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ (عنداللہ) مقبول نہیں۔“ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ۳۱۳/۲-۳۱۵ تحت حديث:۷۵۶ وعمدة القاري:۱۵/۶-۱۷ تحت حديث:۷۵۶)

۹۱۲- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

۹۱۲- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں

۹۱۲- أخرجه مسلم، ح: ۳۷/۳۹٤ من حديث معمر به، وانظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ۹۸۳، وقال أنور شاه الكشميري الديوبندي في: "العرف الشذي" زعم الأحناف مراد الحديث وجوب الفاتحة ووجوب ضم السورة، ولكنه يخالف اللغة، فإن أرباب اللغة متفقون على أن ما بعد الفاء يكون غير ضروري، وصرح به سيبويه في الكتاب في باب الإضافة: ۱/ ۷٦، وكذا حققه الإمام البخاري وغيره.

مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا».

ہوتی جو فاتحہ یا کچھ زائد قراءت نہیں پڑھتا۔''

فوائد ومسائل: ① نماز صحیح ہونے کی دوصورتیں بیان کی گئی ہیں: ① صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ ② سورۂ فاتحہ سے زائد بھی پڑھنا۔ گویا صرف فاتحہ فرض ہے' زائد قراءت فرض نہیں' اس کے بغیر بھی نماز ہو جائے گی۔ یہ محدثین کا مسلک ہے۔ احناف کے نزدیک فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور فاتحہ کے بعد اور سورت پڑھنا فرض ہے' یعنی وہ فرض اور واجب میں فرق کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوگی جس کی تلافی سجدۂ سہو سے کی جائے گی جب کہ محدثین کے نزدیک سورۂ فاتحہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے' مقتدی کی صرف فاتحہ والی نماز ہوگی کیونکہ اس کے لیے جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ سے زائد پڑھنا منع ہے اور فاتحہ سے زائد والی نماز امام اور منفرد کی ہوگی۔ دونوں نمازیں بالکل صحیح ہیں۔ معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے تاکہ وہ اس حدیث پر عمل کر سکے۔ ② بعض لوگوں نے اس حدیث کے غلط معنی کیے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو فاتحہ اور زائد نہیں پڑھتا۔ گویا فاتحہ کے بغیر بھی نماز نہیں اور فاتحہ سے زائد کے بغیر بھی نماز نہیں۔ دونوں فرض ہیں مگر یہ معنی کرنا لغت عربیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث ہے جس سے معنی مزید واضح ہوگا: [لَا تُقْطَعُ يَدُ سَارِقٍ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا] (صحيح البخاري، الحدود، حديث:٦٧٨٩، و صحيح مسلم، الحدود، حديث:١٦٨٤) ''چور کا ہاتھ چوتھائی دینار یا اس سے زائد کے بغیر نہیں کاٹا جائے گا۔'' یعنی ہاتھ کاٹنے کے لیے چوتھائی دینار کی چوری کافی ہے۔ زائد ہو تب بھی کاٹیں گے نہ ہو تب بھی۔ اسی طرح متعلقہ حدیث کے معنی ہیں کہ نماز کی صحت کے لیے سورت فاتحہ کی قراءت کافی ہے۔ زائد ہو تب بھی نماز ہو جائے گی' نہ ہو تب بھی۔ زائد سے اس وقت جب نمازی منفرد یا امام ہو اور صرف فاتحہ سے اس وقت جب نمازی مقتدی ہو۔ ③ سورۂ فاتحہ کی قراءت ہر رکعت میں ضروری ہے' نہ کہ ساری نماز میں ایک دفعہ۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے مسيئ الصلاة کو نماز سکھانے کے بعد کہا تھا: [اِفْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا] (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٧٥٧) ''یہ کام اپنی ساری نماز (ہر رکعت) میں کر۔'' احناف نے بغیر کسی دلیل کے فرض نماز کی آخری دو رکعات میں قراءت فاتحہ یا مطلق قراءت کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ کوئی نمازی حتی کہ امام بھی آخری دو رکعات میں (رباعی نماز میں) قراءت کے بجائے خاموش کھڑا رہے تو اس کی نماز احناف کے نزدیک قطعاً صحیح ہوگی۔ حیرانی کی بات ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے اتنا بڑا خطرہ مول لیا گیا! ④ ''نماز نہیں ہوتی۔'' احناف معنی کرتے ہیں کہ ''کامل نہیں ہوتی'' حالانکہ اگر یہ معنی کریں تو لازم آئے گا کہ فاتحہ واجب بھی نہ ہو کیونکہ کمال کی نفی تو سنت کے ترک سے ہوتی ہے جب کہ فاتحہ پڑھنا احناف کے

نزدیک واجب ہے‘ سوائے مقتدی کے۔ کہتے ہیں: مطلق قراءت قرآن فرض ہے‘ فاتحہ واجب ہے۔ اگر کوئی اور سورت پڑھ لے‘ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی مگر سجدۂ سہو لازم ہوگا کیونکہ قرآن میں مطلق قراءت کا ذکر ہے‘ فاتحہ کا نہیں۔ ﴿فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ (المزمل ۷۳:۲۰) حالانکہ قرآن مجید میں تو آخری قعدہ اور تشہد کا بھی ذکر نہیں تو وہ بھی فرض نہ ہونا چاہیے‘ نیز یہ آیت کون سی نماز کی قراءت کے بارے میں اتری ہے؟ پھر یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ اس کے ابہام کو دور کرتی ہے۔ اس کے اشکال کو واضح کرتی ہے۔ اگر اس قسم کے واضح الفاظ قرآن کی تفسیر نہیں بن سکتے تو حدیث کو تفسیر کہنے کا کیا فائدہ؟ غور فرمائیں۔

(المعجم ٢٥) - فَضْلُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (التحفة ٢٨٢)

باب: ۲۵-سورۂ فاتحہ کی فضیلت

٩١٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرِّمِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا فَوْقَهُ، فَرَفَعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: هٰذَا بَابٌ قَدْ فُتِحَ مِنَ السَّمَاءِ مَا فُتِحَ قَطُّ، قَالَ: فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ حَرْفًا مِّنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ».

۹۱۳- حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام موجود تھے کہ آپ نے اپنے اوپر دروازہ کھلنے کی سی آواز (چرچراہٹ) سنی۔ جبریل علیہ السلام نے اپنی نگاہ اوپر (آسمان) کی طرف اٹھائی اور کہا: یہ آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو کبھی نہیں کھلا‘ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ خوش ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے: فاتحۃ الکتاب اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ ان دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے‘ وہ دیے جائیں گے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث مبارکہ میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ سے آخر تک کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جو شخص انھیں اخلاص کے ساتھ پڑھے گا‘ اسے وہ کچھ عطا کر دیا جائے گا جو

٩١٣ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة . . . الخ، ح: ٨٠٦ من حديث أبي الأحوص به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٨٤.

ان آیات میں ہے۔ ② جبریل علیہ السلام کے علاوہ اور بھی فرشتے وحی الٰہی لے کر آتے ہیں جو جبریل علیہ السلام کے معاون ہیں۔ ③ آسمان کے بھی دروازے ہیں اور وہ کھولے بھی جاتے ہیں' بند بھی کیے جاتے ہیں۔ ④ اس حدیث مبارکہ سے نبی علیہ السلام کی دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

(المعجم ٢٦) - تَأْوِيلُ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ﴾ [الحجر: ٨٧] (التحفة ٢٨٣)

باب: ٢٦- اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات (آیتیں) دی ہیں بار بار دہرائی جانے والی اور قرآن عظیم۔'' کی تفسیر

٩١٤- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلّٰى: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يُصَلِّي فَدَعَاهُ قَالَ: فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: «مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي؟» قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي، قَالَ: «أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ [الأنفال: ٢٤] أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ». قَالَ: فَذَهَبَ لِيَخْرُجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَوْلَكَ؟ قَالَ: ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي الَّذِي أُوتِيتُ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ».

٩١٤- حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے مجھے آواز دی' میں نماز پڑھتا رہا۔ پھر میں (فارغ ہو کر) آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اس وقت جواب کیوں نہیں دیا؟'' میں نے کہا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) نہیں فرمایا: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اسْتَجِيبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اور (اس کے) رسول کی بات کا جواب دو جب وہ تمھیں ایسی بات کی طرف بلائے جس میں تمھاری زندگی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت نہ سکھلاؤں؟'' آپ مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی وہ بات؟ آپ نے فرمایا:

٩١٤- أخرجه البخاري، التفسير، باب ماجاء في فاتحة الكتاب، ح: ٤٤٧٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٨٥.

''سورۂ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ یہ سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یہ عظیم قرآن ہے جو مجھے دیا گیا۔''

فوائد و مسائل: ① یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ نماز میں بھی بلائیں تو جانا فرض ہے اور جواب دینا بھی۔ ② سبع مثانی کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ابن مسعود ابن عمر اور ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سات طویل سورتیں یعنی: بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور یونس ہیں کیونکہ ان سورتوں میں فرائض، حدود، قصص اور احکام بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور یہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر حضرت علی، حضرت عمر اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن مسعود اور ابن عباس ؓ سے منقول ہے۔ دیکھیے: (تفسير الطبري: ۱۴/ ۲۷-۴۳) امام بخاری ؒ اس بارے میں حدیث بیان کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ] ''ام القرآن (سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔'' (صحيح البخاري، التفسير، حديث: ۴۷۰۴) یہ حدیث مبارکہ دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ ہی سبع مثانی، نماز میں دوہرا کر پڑھی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں کہ سات طویل سورتوں کو بھی سبع مثانی قرار دیا جائے کیونکہ ان میں بھی یہ وصف موجود ہے بلکہ یہ اس کے بھی منافی نہیں کہ پورے قرآن کو سبع مثانی قرار دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (الزمر ۳۹: ۲۳) ''اللہ نے کتابی شکل میں بہترین کلام اتارا ہے جس کی ملتی جلتی آیات و احکام بار بار دوہرائے جاتے ہیں۔'' یعنی اس کتاب کی آیات بار بار دوہرائی بھی جاتی ہیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کو قرآن مجید اس لیے کہا گیا ہے کہ قرآن کریم میں جو توحید و رسالت، آخرت، اوامر و نواہی، تبشیر و انذار، انعامات، قصص و واقعات اور سابقہ امتوں کا بیان ہے، سورۂ فاتحہ میں یہ سب کچھ اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ واللہ أعلم. ③ جب اللہ اور اس کے رسول کا حکم آ جائے تو بلا تامل فوراً اسے تسلیم کر لینا چاہیے اور اس کے مقابلے میں اپنی یا کسی امتی کی رائے یا قیاس پیش نہیں کرنا چاہیے۔

۹۱۵- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ عَبْدِ

۹۱۵- حضرت ابی بن کعب ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تورات اور

۹۱۵- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، [باب] ومن سورة الحجر، ح: ۳۱۲۵ عن الحسين بن حريث به، وهو في الكبرٰى، ح: ۹۸۶، وصححه ابن خزيمة، ح: ۵۰۱، وابن حبان، ح: ۱۷۱۴، والحاكم: ۱/ ۵۵۷ علٰى شرط مسلم، ووافقه الذهبي، وللحديث طرق كثيرة، انظر المستدرك: ۱/ ۵۵۸ وغيره.

الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ مِثْلَ أُمِّ الْقُرْآنِ وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَهِيَ مَقْسُومَةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ».

انجیل میں سورۂ فاتحہ جیسی کوئی سورت نہیں اتاری۔ اور یہ سات آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جو اس نے مانگی۔''

٩١٦- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُوتِيَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي السَّبْعَ الطُّوَلَ.

٩١٦- حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو سبع مثانی دی گئیں، یعنی سات لمبی سورتیں۔

فوائد و مسائل: ① ''سبع مثانی'' کی ایک یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ قرآن کی ابتدائی سات لمبی سورتیں مراد ہیں، یعنی ① البقرة ② آل عمران ③ النساء ④ المائدة ⑤ الأنعام ⑥ الأعراف ⑦ یونس۔ اور ایک روایت کے مطابق سورۂ کہف ہے۔ ② محقق کتاب نے اسے سنداً ضعیف کہا ہے لیکن علامہ البانی ؒ نے صحیح اور حافظ ابن حجر ؒ نے قوی الاسناد کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (صحيح سنن أبي داود (مفصل) للألباني: ٥/٢٠٠، وفتح الباري: ٨/٤٨٥، تحت حديث: ٤٧٠٣)

٩١٧- أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ

٩١٧- حضرت ابن عباس ؓ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے سات لمبی سورتیں مراد ہیں۔

٩١٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من قال: هي من الطول، ح: ١٤٥٩ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٨٧، وله شاهد ضعيف عند ابن جرير في تفسير: ١٤/ ٣٥. * مسلم هو البطين، وتلميذه سليمان الأعمش مدلس كما تقدم، ح: ٣٠، ولم أجد تصريح سماعه.

٩١٧ـ [حسن] وهو في الكبرٰى، ح: ٩٨٨. * أبوإسحاق السبيعي تابعه إسرائيل، والأعمش (ابن جرير: ١٤/ ٣٥) في أصل الحديث عن مسلم البطين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس به، وروي عن ابن عباس بأنه فاتحة الكتاب (ابن جرير: ١٤/ ٣٧).

﴿سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي﴾ قَالَ: اَلسَّبْعُ الطُّوَلُ.

(المعجم ٢٧) - تَرْكُ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَمْ يَجْهَرْ فِيهِ (التحفة ٢٨٤)

باب: ٢٧- امام کے پیچھے اس نماز میں قراءت نہ کرنا جس میں امام بلند آواز سے نہ پڑھے

٩١٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ: ﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَنْ قَرَأَ ﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾؟» قَالَ رَجُلٌ: أَنَا، قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِيهَا».

٩١٨- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ ایک آدمی نے آپ کے پیچھے سورت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”سورت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ کس نے پڑھی تھی؟“ اس آدمی نے کہا: میں نے۔ آپ نے فرمایا: ”تحقیق مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلجان میں ڈالا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① حضرت عمران کا یہ کہنا کہ ”ایک آدمی نے آپ کے پیچھے سورۃ الاعلیٰ پڑھی۔“ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے کچھ اونچی آواز میں پڑھی تھی، تبھی تو راویٔ حدیث نے سنی۔ آپ ﷺ کے الفاظ ”کسی نے مجھے خلجان (شک واشتباہ اور اختلاط) میں ڈالا ہے۔“ بھی اسی کے مؤید ہیں کہ اس نے کچھ اونچی آواز میں یہ سورت پڑھی، تبھی آپ تک آواز پہنچی اور آپ کو اشتباہ وغیرہ ہوا، لہٰذا آپ کا انکار بھی اونچی آواز سے پڑھنے پر ہے جس سے کسی ساتھی یا امام کو تشویش ہو۔ اگر آہستہ پڑھے کہ کسی کو سنائی نہ دے تو کوئی حرج نہیں۔ ② سری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ زائد سورت بھی پڑھ سکتا ہے، لہٰذا باب میں امام صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ ”قراءت نہ کرنا“ سے مراد ہے، بلند آواز سے نہ پڑھنا یا فاتحہ سے زائد نہ پڑھنا۔

٩١٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى

٩١٩- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ ایک آدمی آپ کے پیچھے قراءت کرنے لگا۔ جب آپ (نماز

٩١٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب نهي المأموم عن جهره بالقراءة خلف إمامه، ح: ٣٩٨/ ٤٨ عن محمد بن المثنى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٨٩.

٩١٩ـ أخرجه مسلم، ح: ٣٩٨/ ٤٧ عن قتيبة به، (انظر الحديث السابق)، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٩٠.

صَلَاةَ الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ وَرَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «أَيُّكُمْ قَرَأَ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾؟» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: أَنَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِيهَا».

سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: ''تم میں سے کس نے سورۂ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ پڑھی ہے؟'' ایک (اسی) آدمی نے کہا: میں نے۔ اور میں نے اس سے نیکی ہی کا قصد کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''تحقیق مجھے پتہ چل گیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے تشویش میں ڈالا ہے۔''

فائدہ: کوئی بھی ایسا کام جو ظاہرًا بڑا خوبصورت اور نیکی معلوم ہو لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے کے خلاف ہو یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مہر اس پر ثبت نہ ہو، وہ عنداللہ مقبول نہیں۔

(المعجم ٢٨) - تَرْكُ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ (التحفة ٢٨٥)

باب: ٢٨- امام کے پیچھے اس نماز میں قراءت نہ کرنا جس میں امام بلند آواز سے پڑھے

٩٢٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: «هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِّنْكُمْ آنِفًا؟» قَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ». قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَاةِ حِينَ سَمِعُوا ذٰلِكَ».

٩٢٠- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ نے بلند آواز سے قراءت کی تھی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی کچھ پڑھا ہے؟'' ایک آدمی نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''میں بھی کہتا تھا، کیا وجہ ہے کہ مجھے قرآن مجید پڑھنے میں دقت ہو رہی ہے؟'' اس (امام زہری) نے کہا: تو جب انھوں نے آپ کی یہ بات سنی اس کے بعد وہ اس نماز میں قراءت کرنے سے رک گئے جس میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قراءت کرتے تھے۔

٩٢٠- [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من رأى القراءة إذا لم يجهر، ح: ٨٢٦ وغيره من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٨٦، ٨٧، والكبرى، ح: ٩٩١، وحسنه الترمذي، ح: ٣١٢، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وهذا الحديث لا يدل على النهي عن قراءة الفاتحة خلف الإمام لأن أبا هريرة - وهو راوي الحديث - أفتى بقراءة الفاتحة خلف الإمام في الجهرية والسرية، وهو أعلم بمراد حديثه من غيره، راجع سنن الترمذي وغيره.

فائدہ: اس روایت میں بھی نبی ﷺ کا انکار مقتدی کے اونچا پڑھنے پر تھا کیونکہ امام کو دقت تبھی پیش آئے گی جب کسی کی گن گن اس تک پہنچتی ہوگی۔ اگر وہ آہستہ پڑھے' اس کی آواز کسی کو سنائی نہ دے تو اس سے کسی کو کیا خلجان یا منازعت ہو سکتی ہے؟ البتہ جہری نماز میں مقتدیوں کو فاتحہ سے زائد پڑھنے سے صراحتاً روکا گیا ہے' لہٰذا جہری نمازوں میں مقتدی سورۂ فاتحہ سے زائد نہیں پڑھ سکتا' نہ جہراً نہ سراً۔ آخری قول سے مراد بھی سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت ہے جس سے لوگ رک گئے۔ باقی رہی سورۂ فاتحہ تو خود راویٔ حدیث اس کے پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ (دیکھیے' حدیث: ۹۱۰) یاد رہے کہ یہ آخری قول امام زہری کا ہے جو صغار تابعین میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر، امام ابن قیم اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے امام بخاری، امام مالک، امام ابوداود، امام ترمذی اور امام بیہقی ﷭ جیسے عظیم محدثین اور ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کیے ہیں کہ یہ امام زہری کا اپنا کلام ہے' رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں۔ دیکھیے: (التلخيص الحبير' رقم: ۳۴۴' عون المعبود: ۳/۵۰-۵۲) والله أعلم. انھوں نے یہ بات: [فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ...... الخ] کس سے سنی؟ یہ صراحت نہیں' لہٰذا یہ مرسل ہے اور [مَرَاسِيلُ الزُّهْرِيِّ كَالرِّيحِ] "زہری کی مرسل روایات ہوا کی طرح ہیں" لہٰذا ان کا یہ قول بھی ہوا کی طرح ہے۔

(المعجم ٢٩) - قِرَاءَةُ أُمِّ الْقُرْآنِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ (التحفة ٢٨٦)

باب: ۲۹- جس نماز میں امام بلند آواز سے پڑھے' اس میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے

٩٢١- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ صَدَقَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يُجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: «لَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ».

۹۲۱- حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسی نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جب میں بلند آواز سے قراءت کروں تو تم میں سے کوئی آدمی سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھے۔''

٩٢١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحة الكتاب، ح: ٨٢٤ من حديث زيد بن واقد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٩٢، وحسنه الدارقطني، وصححه البيهقي في كتاب القراءة، وأورده الضياء في المختارة. ※ حرام بن حكيم تابعه مكحول، ونافع بن محمود ثقة، وثقه الدارقطني، والبيهقي، وابن حبان، والحاكم، وابن حزم، والذهبي وغيرهم، ولا حجة في قول من قال أنه مستور ولا يعرف أو نحوه، وللحديث شواهد كثيرة ذكرت بعضها في "الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام في الجهرية"، وطبع بالأردية.

فوائد ومسائل: ① بعض روایات میں ذکر ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ پر قراءت ثقیل ہوگئی تو آپ نے نماز کے بعد فرمایا: ''شاید تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ امام کے پیچھے سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' امام کے پیچھے جہری نماز میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھی جائے' البتہ اس سے زائد پڑھنا منع ہے۔ اور سری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھا جا سکتا ہے اگرچہ ضروری نہیں۔ ② امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں جامع بات یہ ہے کہ پڑھنے کا حکم آیا ہے' منع ثابت نہیں۔ اگر کہیں نہی ہے تو وہ مطلق قراءت' یعنی فاتحہ سے زائد قراءت سے ہے' نہ کہ فاتحہ سے۔ اور اگر کسی میں ہر قراءت سے روکا گیا ہے تو وہ سنداً صحیح نہیں۔ بہت سے صحابۂ کرام ﷡ سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم مروی ہے۔ صحیح سند کے ساتھ فاتحہ سے ممانعت کسی صحابی سے منقول نہیں بلکہ چھوڑنے کی رخصت بھی نہیں آتی' سوائے حضرت جابر ﷜ کے۔ ان کا قول ہے کہ جو آدمی فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (لیکن یہ قول صحیح احادیث کے خلاف ہے)۔ احناف کے علاوہ باقی مسالک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ احناف میں سے بھی امام محمد ؒ سری نماز میں فاتحہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ③ علامہ البانی ؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر ؒ نے ''التلخیص'' میں اس پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ائمۂ اجلاء سے اس کی صحت نقل کی ہے اور اس کی تائید میں مزید طرق نقل کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (التلخیص الحبیر: ۱/۴۲۱' رقم: ۳۴۵)

(المعجم ٣٠) - تَأْوِيلُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلْقُرْءَانُ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥ وَأَنصِتُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الأعراف: ٢٠٤] (التحفة ٢٨٧)

باب: ٣٠- اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔'' کی تفسیر

٩٢٢- أَخْبَرَنَا الْجَارُودُ بْنُ مُعَاذٍ التِّرْمِذِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا،

٩٢٢- حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے' لہٰذا جب وہ اللّٰہ أکبر کہے تو تم بھی اللّٰہ أکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کہے تو تم [اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ] کہو۔''

٩٢٢- [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الإمام يصلي من قعود، ح: ٦٠٤، وابن ماجه، ح: ٨٤٦ من حديث أبي خالد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٩٣، وصححه الإمام مسلم، وله شاهد في صحيح مسلم وغيره، والمراد به ماعدا الفاتحة جمعًا بين الأحاديث، انظر، ح: ٩٢٠، ٩٢١.

وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

فائدہ: [فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا] ”جب وہ اللّٰہ أکبر کہے تو تم بھی اللّٰہ أکبر کہو۔“ میں ”فاء“ تعقیب کے لیے ہے، یعنی تکبیر امام سے پہلے نہ برابر بلکہ امام کے فوری بعد کہو۔ اس کی تائید نبی ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: ”امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا وہ جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب تک وہ تکبیر نہ کہہ لے تم تکبیر نہ کہو۔ اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور اس وقت تک تم رکوع میں نہ جاؤ جب تک کہ وہ رکوع کے لیے جھک نہ جائے۔ اور جب وہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہے تو تم کہو: [اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ]۔ مسلم بن ابراہیم [وَلَكَ الْحَمْدُ] کے الفاظ بیان کرتے ہیں۔ (اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ) اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اس وقت تک تم سجدے کے لیے نہ جھکو جب تک کہ وہ سجدے میں چلا نہ جائے۔“ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٦٠٣) معلوم ہوا امام سے پہل یا امام کی برابری کرنا درست نہیں، اس سے امام کو مقرر کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کی مخالفت ہوتی ہے جس سے نماز کا ثواب بھی ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ واللّٰہ أعلم.

٩٢٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا».

٩٢٣- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، چنانچہ جب وہ اللّٰہ أکبر کہے تو تم بھی اللّٰہ أکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: كَانَ الْمُخَرِّمِيُّ يَقُولُ: هُوَ ثِقَةٌ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں: مُخَرِّمی کہا کرتے تھے کہ محمد بن سعد انصاری ثقہ ہیں۔

فائدہ: انصات کی بحث، یعنی اس میں خاموش رہنے کا جو حکم ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کے لیے دیکھیے حدیث نمبر: ٩١٠، فائدہ نمبر: ٤.

٩٢٣ـ انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ٩٩٤.

(المعجم ٣١) - اِكْتِفَاءُ الْمَأْمُومِ بِقِرَاءَةِ الْإِمَامِ (التحفة ٢٨٨)

باب:٣١-کیا مقتدی امام کی قراءت پر کفایت کر سکتا ہے؟

٩٢٤- أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزَّاهِرِيَّةِ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعَهُ يَقُولُ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَفِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: وَجَبَتْ هٰذِهِ؟ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ، وَكُنْتُ أَقْرَبَ الْقَوْمِ مِنْهُ فَقَالَ: مَا أَرَى الْإِمَامَ إِذَا أَمَّ الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَفَاهُمْ.

٩٢٤-کثیر بن مرہ حضرمی سے روایت ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا: کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: یہ تو واجب ہو گئی۔ آپ (ابودرداء رضی اللہ عنہ) میری طرف متوجہ ہوئے، اور میں سب لوگوں میں سے آپ کے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ جب امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو وہ انھیں کفایت کرے گا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا عَنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ خَطَأٌ إِنَّمَا هُوَ قَوْلُ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَلَمْ يَقْرَأْ هٰذَا مَعَ الْكِتَابِ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ نے کہا: اس (قول) کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرار دینا خطا اور غلطی ہے۔ یہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

فائدہ: امام نسائی رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ متوجہ ہونے والے اور خیال ظاہر کرنے والے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ۔ اس قول میں بھی فاتحہ سے زائد قراءت میں کفایت مراد ہوگی۔ (کفایت والی بحث کے لیے دیکھیے حدیث:٩١١) علاوہ ازیں یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ ذیل میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔

(المعجم ٣٢) - مَا يُجْزِىءُ مِنَ الْقِرَاءَةِ لِمَنْ لَّا يُحْسِنُ الْقُرْآنَ (التحفة ٢٨٩)

باب:٣٢- جو شخص قرآن مجید پڑھنا نہ جانتا ہو اسے کون سی چیز کفایت کرے گی؟

٩٢٥- أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى وَ

٩٢٥-حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

٩٢٤ـ [ضعيف لشذوذه ووهم راويه] أخرجه الدارقطني: ١/ ٣٣١، ٣٣٢ من حديث زيد بن حباب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٩٥. * وهم زيد في رفعه كما صرح الدارقطني والبيهقي: ٢/ ١٦٣ والحاكم وغيرهم، ورواه جماعة موقوفًا، منهم زيد بن الحباب أيضًا، والمرفوع ضعفه ابن خزيمة، والحاكم، ويحيى بن صاعد، والنسائي، والدارقطني وغيرهم.

٩٢٥ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما يجزىء الأمي والأعجمي من القراءة، ح:٨٣٢ من حديث◀◀

مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ مُوسٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ، فَعَلِّمْنِي شَيْئًا يُّجْزِئُنِي مِنَ الْقُرْآنِ، فَقَالَ: «قُلْ: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ».

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں قرآن مجید یاد نہیں کرسکتا' مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجیے جو مجھے قرآن مجید کی جگہ کفایت کر سکے۔ آپ نے فرمایا: ''تم [سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ] ''اللہ پاک ہے' اسی کی تعریف ہے' اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں' اللہ سب سے بڑا ہے اور برائیوں سے بچنا اور نیکی کی توفیق ملنا اللہ کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ وہ عالی ہے' عظمت والا ہے'' پڑھ لیا کرو۔''

فوائد ومسائل: ① وہ شخص نومسلم تھا' فوراً قرآن مجید حفظ نہیں کرسکتا تھا' اس میں تاخیر ہوسکتی تھی لیکن نماز کو تو مؤخر نہیں کیا جا سکتا' اس لیے وقتی طور پر اسے یہ جملے سکھلا دیے گئے جو ہر خاص وعام جانتا ہے تاکہ جب تک اسے قرآن مجید حفظ نہیں ہو جاتا' اس وقت تک وہ ان سے کام چلائے۔ یہ نہیں کہ مستقلاً انھی سے نماز پڑھے۔ ② سابقہ احادیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم قراءت سورۂ فاتحہ واجب ہے' لہٰذا جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول عذر کی بنا پر سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے مذکورہ ذکر یا اس طرح کے دوسرے ماثور اذکار سے اپنی نماز مکمل کرنی چاہیے نہ کہ نماز یا قرآن یاد نہ ہونے کا عذر بنا کر نماز ہی چھوڑ دے۔ (عذر گناہ بدتر از گناہ) یا پھر عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں نماز کے اذکار اور قرآن مجید پڑھے' اس سے بھی نماز نہیں ہوگی۔ غیر عربی زبان میں نماز یا اذان یا کلمۂ توحید ورسالت وغیرہ مسلمانوں میں وحدت ختم کر دیں گے۔ قرآن مجید بھی عربی ہی میں پڑھا جائے گا۔ ترجمۂ قرآن' بالاتفاق قرآن نہیں کہلاتا کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ معجز ہیں اور ترجمے میں اعجاز قرآنی ختم ہو جاتا ہے' لہٰذا نماز میں قرآن کریم کا ترجمہ کفایت نہیں کرے گا' نہ اس سے نماز ہی درست ہوگی۔ عربی زبان مسلمانوں کی وحدت کی ضامن اور قرآن کریم اس کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٣) - جَهْرُ الْإِمَامِ بِآمِينَ (التحفة ٢٩٠)

باب:٣٣-امام ''آمین'' بلند آواز سے کہے

◀◀ إبراهيم السكسكي به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٩٩٦، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٤٢، وابن حبان، ح: ٤٧٣، والدارقطني، والحاكم على شرط البخاري: ١/ ٢٤١، ووافقه الذهبي، وللحديث شواهد. * إبراهيم السكسكي حسن الحديث، وثقه الجمهور، انظر نيل المقصود: ٨٣٢.

٩٢٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَمَّنَ الْقَارِيءُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

۹۲۶-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب پڑھنے والا (امام) آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں چنانچہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا امام صاحب آمین اونچی آواز سے کہیں تا کہ دوسرے لوگ بھی کہہ سکیں۔ ابوداود میں صریح اور صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے۔ (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٩٣٢) امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے۔ ② فرشتوں کی آمین سے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک وقت میں ہوں، لہٰذا تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ امام اور مقتدیوں کی آمین متصل ہونی چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔'' (صحيح البخاري، الأذان، حديث: ٧٨٢، وصحيح مسلم، الصلاة، حديث: ٤١٠) البتہ مقتدیوں کو امام کی آواز سن کر آمین شروع کرنی چاہیے، امام سے پہل کرنا درست نہیں۔ ③ بعض حضرات نے [إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا: آمين] سے استدلال کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ امام ہی پڑھے گا اور مقتدی صرف آمین کہے گا۔ لیکن یہ استدلال احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے۔ سورۂ فاتحہ کے وجوب کے دلائل بے شمار ہیں جن میں سے بعض کا احاطہ سابقہ احادیث میں بھی ہو چکا ہے، لہٰذا سورۂ فاتحہ نماز کا رکن ہے جس کے بغیر کسی کی کوئی نماز نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم. ④ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر صرف آمین کہنی چاہیے، اس سے زائد الفاظ کہنا درست نہیں کیونکہ جن روایاتِ آمین میں زائد الفاظ ہیں، وہ روایات ضعیف ہیں، مثلاً: امام بیہقی رحمہ اللہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، جب آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا تو [رَبِّ اغْفِرْلِي آمِينَ] کہا۔ (السنن الكبرى للبيهقي: ٢/٥٨) یہ روایت ابوبکر نہشلی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ⑤ اس حدیث میں امامیہ فرقے کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ نماز میں آمین کہنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

٩٢٦ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٤٩ وغيره من حديث أبي سلمة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٩٧، وانظر الحديث الآتي. * الزهري تابعه محمد بن عمرو (أحمد: ٢/ ٤٤٩)، والزبيدي تابعه الأوزاعي عند النسائي في الكبرى، وقرة بن عبدالرحمٰن.

٩٢٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْقَارِىءُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

٩٢٧- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب قراءت کرنے والا (امام) آمین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

٩٢٨- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ، فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

٩٢٨- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے چنانچہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

٩٢٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

٩٢٩- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

٩٢٧- أخرجه البخاري، الدعوات، باب التأمين، ح: ٦٤٠٢ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرى، ح: ٩٩٨، وللحديث طرق عند البخاري، ح: ٧٨٠، ٧٨١، ومسلم، ح: ٤١٠ وغيرهما.

٩٢٨- [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين، ح: ٨٥٢ من حديث معمر به، وهو في الكبرى، ح: ٩٩٩، وانظر الحديث السابق.

٩٢٩- أخرجه البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، ح: ٧٨٠، ومسلم، الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، ح: ٤١٠ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٨٧، والكبرى، ح: ١٠٠٠.

فائدہ: ''سابقہ سب گناہ'' جمہور اہل علم کے نزدیک اس سے اور دیگر اعمال جن کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ ان کے بجالانے پر سابقہ سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں' ان سے صغیرہ گناہ مراد ہیں جو توبہ کیے بغیر مختلف اعمال سے معاف ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک کبیرہ گناہوں کی معافی کا معاملہ ہے تو وہ خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ لیکن یہ اور اس قسم کی دیگر احادیث کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ ان اعمال کی تاثیر و برکت سے سبھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں' وہاں توبہ کی شرط نہیں' الفاظ کا عموم بھی اسی بات کا متقاضی ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٤) - اَلْأَمْرُ بِالتَّأْمِينِ خَلْفَ الْإِمَامِ (التحفة ٢٩١)

باب: ۳۴- امام کے پیچھے آمین کہنے کا حکم

٩٣٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

۹۳۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے ساتھ مل جائے' اس کے لیے اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

فائدہ: امام کے پیچھے مقتدیوں کا آمین کہنا اتفاقی مسئلہ ہے۔ اختلاف آہستہ اور اونچی کہنے میں ہے۔ بیہقی میں حضرت عطاء سے روایت ہے کہ میں نے دو سو اصحاب رسول کو مسجد حرام میں دیکھا کہ جب امام ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہتا تو ان کی آمین کی آواز سے گونج پیدا ہو جاتی تھی۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي' الصلاة: ۲/۵۹) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے خصوصاً منقول ہے کہ ان کے مقتدیوں کی آواز سے شور برپا ہو جاتا تھا۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي' الصلاة: ۲/۵۹) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ۲/۳۳۹-۳۴۵' تحت حديث: ۷۸۰-۷۸۲)

(المعجم ٣٥) - فَضْلُ التَّأْمِينِ (التحفة ٢٩٢)

باب: ۳۵- آمین کہنے کی فضیلت

٩٣١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ

۹۳۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

٩٣٠ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، ح: ٧٨٢، ومسلم، ح: ٤٠٩ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٨٧، والكبرىٰ، ح: ١٠٠١.

٩٣١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب فضل التأمين، ح: ٧٨١ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/ ٨٨، والكبرىٰ، ح: ١٠٠٢، وأخرجه مسلم، ح: ٤١٠ (انظر الحديث السابق) من طريق آخر عن أبي الزناد به.

أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں، پھر ان میں سے ایک آمین دوسری آمین کے ساتھ مل جائے تو ان کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

(المعجم ٣٦) - قَوْلُ الْمَأْمُومِ إِذَا عَطَسَ خَلْفَ الْإِمَامِ (التحفة ٢٩٣)

باب: ٣٦- امام کے پیچھے مقتدی کو چھینک آئے تو وہ کیا کہے؟

٩٣٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّ أَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ فَقَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟» فَلَمْ يُكَلِّمْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعِ بْنِ عَفْرَاءَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «كَيْفَ قُلْتَ؟» قَالَ: قُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُونَ مَلَكًا

٩٣٢- حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ مجھے چھینک آئی تو میں نے (اونچی آواز میں) کہہ دیا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضٰى] ''تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بہت زیادہ تعریف، پاکیزہ اور بابرکت (یعنی باقی رہنے والی) جس قدر ہمارا رب پسند کرے اور جس پر راضی اور خوش ہو۔'' جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''کس آدمی نے نماز میں کلام کیا تھا؟'' کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے دوبارہ فرمایا: ''کس آدمی نے نماز میں کلام کیا تھا؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ میں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تو نے کیسے کہا تھا؟'' میں نے کہا: میں نے کہا تھا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضٰى] نبی ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس

٩٣٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، ح: ٧٧٣، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الرجل يعطس في الصلاة، ح: ٤٠٤ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٠٣، وقال الترمذي: "حسن".

أَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا».

ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تیس سے زائد فرشتے اس کلمے کی طرف لپکے تھے کہ کون انھیں لے کر اوپر چڑھتا ہے؟''

فوائد ومسائل: ① چھینک مارنے اور رکوع سے سر اٹھانے کا وقت ایک ہی تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں اس کی صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الأذان' حدیث:۷۹۹) ② چھینک بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس سے دماغ کھل جاتا ہے۔ طبیعت چست ہو جاتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے صرف الحمد لله کہنا کافی ہے۔ مزید اضافہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں جیسے کہ اس روایت میں ہے۔ ③ پہلی دفعہ جواب نہ دینا' اس ڈر کی بنا پر تھا کہ شاید میں نے غلطی کی ہے۔ ④ اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نماز کے دوران میں چھینک آنے پر جہراً الحمدللہ کہنا بھی درست ہے۔ واللہ أعلم. ⑤ جب امام اپنے مقتدیوں میں کوئی نئی چیز محسوس کرے تو اس کے متعلق دریافت کرے اور مقتدیوں کو حقیقت حال سے آگاہ کرے۔ ⑥ نماز میں چھینک مارنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کا جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں سے کسی نے اس آدمی کا جواب نہیں دیا تھا۔ اگر کوئی شخص جواب دے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ واللہ أعلم. ⑦ اس حدیث مبارکہ سے مذکورہ ذکر کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ذکر بہت پسند ہے۔

٩٣٣- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ أَسْفَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ، فَلَمَّا قَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾. قَالَ: آمِينَ، فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ قَالَ فَسَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلًا يَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا

٩٣٣- حضرت وائل بن حجر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نے اللہ أکبر کہا تو کانوں سے نیچے تک اپنے ہاتھ اٹھائے (رفع الیدین کیا)۔ جب آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا تو آمین کہا۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا' میں نے آپ کی آمین سنی۔ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ] جب نبی ﷺ نے اپنی نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: ''نماز میں کس نے وہ

٩٣٣- [صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٢/٢٣، ح:٤١، ص:٢١-٢٢، ح:٣٦ من حديث يونس به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح:١٠٠٤، وأصله في سنن ابن ماجه، ح:٨٥٥. * عبدالجبار تقدم حاله: ٨٨٠، ولحديثه شواهد كثيرة، منها الحديث السابق وغيره، دون قوله: "فما نهنهها شيء دون العرش" فلم أجد له فيه متابعًا، فهو ضعيف.

فِيهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: «مَنْ صَاحِبُ الْكَلِمَةِ فِي الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا أَرَدْتُ بِهَا بَأْسًا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَقَدِ ابْتَدَرَهَا اثْنَا عَشَرَ مَلَكًا فَمَا نَهْنَهَهَا شَيْءٌ دُونَ الْعَرْشِ».

کلمات کہے تھے؟'' اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے۔ اور میری نیت بری نہیں تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بارہ فرشتے ان کلمات کی طرف لپکے تھے۔ عرش تک کسی چیز نے انھیں نہیں روکا۔''

فوائد و مسائل: ① محققین نے مذکورہ روایت کے آخری جملے: [فَمَا نَهْنَهَهَا شَيْئٌ دُونَ الْعَرْشِ] کے سوا باقی روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ محقق کتاب اور شیخ البانی ؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ بنابریں آخری جملے کے سوا باقی روایت صحیح اور قابل حجت ہے۔ واللہ أعلم. ② یہ دو مختلف واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ پچھلی حدیث میں رکوع کے بعد والا واقعہ ہے اور اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد ان کلمات کا ورود ثابت ہوتا ہے لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی واقعہ شمار کرنا تکلف ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٧) - جَامِعُ مَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ (التحفة ٢٩٤)

باب: ٣٧-قرآن مجید کا بیان

٩٣٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَأَلَ الْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ قَالَ: «فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، وَأَحْيَانًا يَأْتِينِي فِي مِثْلِ صُورَةِ الْفَتَى فَيَنْبِذُهُ إِلَيَّ».

٩٣٤-حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ حضرت حارث بن ہشام ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''گھنٹی کی آواز کی طرح۔ جب وہ موقوف ہوتی ہے تو میں فرشتے کا پیغام یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ تحقیق یہ وحی مجھ پر بہت گراں گزرتی ہے۔ اور کبھی (وحی لانے والا فرشتہ) ایک نوجوان کی صورت میں میرے پاس آتا ہے جو مجھ پر وحی ڈالتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① آپ کے پاس وحی کس حالت میں آتی ہے؟ اس سوال میں تین چیزیں آ جاتی ہیں: ① نفس وحی کی کیفیت ② حامل وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی کیفیت ③ خود رسول اللہ ﷺ کی کیفیت۔ جواب میں ان تینوں چیزوں کی وضاحت ہے۔ اس حدیث میں وحی کی دو صورتوں کو بیان کیا گیا ہے جو عام طور پر آپ

٩٣٤ـ أخرجه مسلم، الفضائل، باب عرق النبي ﷺ في البرد وحين يأتيه الوحي، ح: ٢٣٣٣/ ٨٧ من حديث سفيان ابن عيينة، والبخاري، ح: ٢ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٠٥.

کو پیش آتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی وحی کی مختلف صورتیں ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے وحی کے سات مراتب ذکر کیے ہیں: ① سچے خواب آنا۔ ان سے نبیٔ اکرم ﷺ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔ آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے بیداری کی صورت میں ویسے ہی ہو جاتا تھا۔ ② فرشتے کا نظر آئے بغیر ہی کوئی چیز دل میں ڈال دینا جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: [إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي……] ''بے شک روح القدس (جبریل امین) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٨٦٥/٦، حديث: ٢٨٦٦) ③ فرشتے کا انسانی شکل میں آپ پر وحی لانا جس کا مذکورہ حدیث میں بھی ذکر ہے۔ ایسے مواقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام عموماً مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔ بعض دفعہ کسی دوسرے انسان کی شکل میں بھی آ جاتے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک اجنبی کی صورت میں آئے۔ دیکھیے: (صحيح مسلم، الإيمان، حديث: ٨) ④ کبھی گھنٹی کی طرح آواز آتی اور وحی کا نزول شروع ہو جاتا تھا۔ اس کا بیان بھی مذکورہ حدیث میں ہوا ہے۔ ⑤ فرشتے کا اصلی شکل میں رسول اللہ ﷺ پر وحی لانا۔ اس طرح آپ پر دو مرتبہ وحی ہوئی۔ ⑥ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ سے براہِ راست پس پردہ ہم کلام ہونا جیسے معراج کی رات آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور آپ کو پچاس نمازوں کا ہدیہ ملا جو کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ ⑦ فرشتے کے واسطے کے بغیر براہِ راست اللہ تعالیٰ کا پس پردہ ہم کلام ہونا جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النساء ٤:١٦٤) کوئی بشر اللہ تعالیٰ سے روبرو ہو کر کلام نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری ہے: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ (الشوریٰ ٤٢:٥١) ''کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ سے (روبرو ہو کر) بات کرے مگر دل میں القا کر کے یا پردے کے پیچھے سے۔'' (زاد المعاد: ٧٨/١-٨٠) ② ''گھنٹی جیسی آواز'' یہ وحی کی آواز ہوتی تھی جسے سمجھنا کافی مشکل تھا کیونکہ گھنٹی جیسی آواز سے الفاظ کو سمجھنا کافی توجہ کا متقاضی ہوتا ہے اور ان کے سمجھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے' لہٰذا انھیں سمجھنے کے لیے کافی زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فرشتہ وحی لاتے وقت اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا تھا' اس سے یہ آواز پیدا ہوتی تھی۔ اور بعض اہل علم نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہاں تشبیہ آواز کے ترنم میں نہیں بلکہ اس کے تسلسل اور قوت میں ہے کہ جس طرح گھنٹی کی آواز مسلسل اور شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور کسی جگہ ٹوٹتی نہیں' اسی طرح وحی کی آواز بھی مسلسل شدید ہوتی تھی۔ مزید دیکھیے: (ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ٥٥/١٢) اس صورت میں چونکہ فرشتہ آپ کو نظر نہیں آتا تھا بلکہ براہ راست دل پر القا ہوتا تھا' اس لیے یہ آپ کے لیے شدت اور ثقل کا سبب تھا۔ واللہ أعلم. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر سخت سردی کے دن میں وحی نازل ہوتی۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی۔ (صحيح البخاري، بدء الوحي، حديث: ٢)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مطابق وحی کے وقت آپ کے کان اور آنکھیں خارج سے بند ہو جاتے تھے۔ نہ آپ کو کچھ نظر آتا تھا' نہ کوئی اور آواز سنائی دیتی تھی تاکہ وحی میں دخل اندازی نہ ہو' توجہ ادھر ادھر منعطف نہ ہو۔ یہ آواز دراصل کان بند ہونے کی وجہ سے ہوتی تھی' اس لیے یہ آواز ساری وحی کے دوران میں قائم رہتی ہوگی۔

٩٣٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَحْيَانًا يَأْتِينِي فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ». قَالَتْ عَائِشَةُ: وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

٩٣٥- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو وحی آنے کی کیفیت گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے اور یہ وحی میرے لیے بہت سخت ہوتی ہے۔ جب وہ موقوف ہوتی ہے تو میں فرشتے کی وحی اچھی طرح یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آکر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے' میں یاد کر لیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ پر سخت سردی والے دن میں وحی اترتے وقت آپ کو دیکھا۔ جب وحی آپ سے موقوف ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① فرشتے کا انسانی صورت اختیار کرنا احادیث صحیحہ سے بکثرت ثابت ہے۔ اس میں کوئی عقلی اشکال بھی نہیں۔ روشنی کتنے رنگ اختیار کرتی ہے' کبھی کسی رنگ میں نظر آتی ہے کبھی کسی میں' ویسے روشنی سفید ہے۔ سورج غروب وطلوع کے وقت سرخ نظر آتا ہے اور دوپہر کے وقت سخت سفید، حالانکہ وہ اس وقت کسی اور جگہ طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس کائنات کے اسرار و رموز بے شمار ہیں' اس لیے حقیقتاً واقع ہونے والی چیز سے انکار کرنا اہل عقل و خرد کا شیوہ نہیں۔ ② سردیوں کے موسم میں بھی پسینہ بہہ نکلنا' وحی کے ثقل کی بنا پر تھا کیونکہ وحی کو اخذ کرتے وقت آپ کو بے انتہا جسمانی قوت صرف کرنی پڑتی تھی۔ ③ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کسی اکتاہٹ وغیرہ

٩٣٥- أخرجه البخاري، بدء الوحي، باب: كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ... الخ، ح:٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٢٠٢، ٢٠٣، والكبرى، ح:١٠٠٦، وأخرجه مسلم، ح:٢٣٣٣ من طريق آخر عن هشام به. انظر الحديث السابق.

کے محسوس کیے بغیر انھیں جواب دیتے اور انھیں دین کی باتیں سکھاتے تھے پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ آپ سے سیکھا اور یاد کیا اسے کوئی بات چھپائے بغیر ہم تک پہنچایا۔ وللّٰه الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلك. ④ اطمینان قلب کے لیے دین کی کسی چیز کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا یقین کے منافی نہیں۔

٩٣٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِۦٓ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٦، ١٧] قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِۦٓ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ﴾ قَالَ: جَمْعَهُ فِي صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَأُهُ، ﴿فَإِذَا قَرَأْنَـٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ﴾ [القيامة: ١٨] قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ قَرَأَهُ كَمَا أَقْرَأَهُ.

٩٣٦- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ﴾ (القیٰمۃ ۷۵: ۱۶، ۱۷) ”اے نبی! اس (وحی) کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ یقیناً اسے جمع کرنا اور پڑھا دینا ہماری ذمے داری ہے۔“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ قرآن اترتے وقت (اسے یاد کرنے کے لیے) اپنے ہونٹوں کو ہلایا کرتے تھے اور اس سے آپ کو کافی تکلیف ہوتی تھی۔ (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ...... الآية﴾ یعنی اسے آپ کے سینے میں محفوظ کر دینا اور آپ کا اسے (بعینہٖ) پڑھنا (یعنی آپ سے بعینہٖ پڑھوانا) ہماری ذمے داری ہے۔ پھر اس فرمان الٰہی: ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ (القیٰمۃ ۷۵: ۱۸) ”پھر جب ہم پڑھ چکیں تو آپ ہمارے پڑھنے کی پیروی کریں۔“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: خاموشی سے کان لگا کر سنتے رہیں۔ اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر قرآن سناتے تو آپ توجہ سے سنتے رہتے۔ جب وہ چلے جاتے تو آپ (وعدۂ الٰہی کے مطابق) بالکل اسی طرح پڑھتے جیسے فرشتے نے پڑھا ہوتا تھا۔

٩٣٦_ أخرجه البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: "لا تحرك به لسانك" ... الخ، ح: ٧٥٢٤، ومسلم، الصلاة، باب الاستماع للقراءة، ح: ٤٤٨/١٤٨ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٠٧.

فوائد ومسائل: ① نبی ﷺ کا ساتھ ساتھ پڑھنا اس خطرے کے پیش نظر تھا کہ مجھے کچھ بھول نہ جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ لے لیا تو آپ نے ساتھ ساتھ پڑھنا چھوڑ دیا۔ ② حدیث میں ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے جب کہ قرآن مجید میں زبان کی حرکت کا۔ دراصل زبان کی حرکت کا علم ہونٹوں کے ہلنے سے ہوتا ہے، نیز مراد پڑھنا ہے اور پڑھتے وقت ہونٹ بھی ہلتے ہیں اور زبان بھی۔ مختصر صحیح البخاری (اُردو) مطبوعہ دارالسلام میں اس حدیث کے فوائد کچھ یوں ہیں: ''اس حدیث میں قرآن حکیم کے متعلق تین مراحل کا ذکر کیا گیا ہے: پہلا مرحلہ آپ کے سینۂ مبارک میں محفوظ طریقے سے اتارنا ہے، دوسرا مرحلہ قلب مبارک میں جمع شدہ قرآن کو زبان کے ذریعے سے پڑھنے کی توفیق دینا اور آخری مرحلہ قرآن کے مجملات کی تشریح اور مشکلات کی توضیح ہے جو احادیث (صحیحہ) کی شکل میں موجود ہے۔ ان تمام مراحل کی ذمے داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے۔'' (عون الباری، ۱:۵۸) یہ یاد رہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں نسائی شریف کی حدیث کی نسبت کچھ الفاظ زیادہ ہیں، لہٰذا اس مناسبت سے یہ تشریح کی گئی ہے۔ واللہ أعلم. ③ نبیٔ اکرم ﷺ کو نزول وحی کے وقت کبھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور یہ وحی کے بوجھ کی وجہ سے تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ (المزمل ۷۳:۵) ''یقیناً ہم جلد آپ پر بھاری بات ڈالیں گے۔'' ④ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی ضمانت خود اٹھائی تھی کہ انھیں قرآن بھولے گا نہیں اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ غور سے سنتے۔ جب جبرئیل علیہ السلام اپنی قراءت مکمل کر لیتے اور واپس چلے جاتے تو نبی ﷺ اپنے صحابہ کو اسی طرح پڑھ کر سناتے جس طرح جبرئیل نے آپ کو پڑھایا ہوتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ﴾ (الأعلى ۸۷:۶) ''ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے، پھر آپ بھولیں گے نہیں۔'' ⑤ اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی بھی قرآن کریم کو حفظ کرنا چاہے، وہ اللہ کی مدد اور اس کے فضل کے بغیر حفظ نہیں کر سکتا۔

۹۳۷- أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ ابْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ

۹۳۷- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان پڑھتے سنا۔ انھوں نے اس میں کچھ ایسے الفاظ پڑھے جو اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے نہیں سکھلائے تھے۔ میں نے کہا: تمھیں کس نے یہ سورت پڑھائی ہے؟ انھوں نے کہا:

۹۳۷ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب بيان أن القرآن أنزل على سبعة أحرف . . . الخ، ح: ۸۱۸/ ۲۷۱ من حديث معمر، والبخاري، الخصومات، باب كلام الخصوم بعضهم في بعض، ح: ۲٤۱۹ وغيره من حديث الزهري به، وهو في الكبرى، ح: ۱۰۰۸.

الْفُرْقَانِ، فَقَرَأَ فِيهَا حُرُوفًا لَمْ يَكُنْ نَبِيُّ اللهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا، قُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ؟ قَالَ: رَسُولُ اللهِ ﷺ، قُلْتُ: كَذَبْتَ مَا كَذَاكَ أَقْرَأَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانَ وَإِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ فِيهَا حُرُوفًا لَمْ تَكُنْ أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَأْ يَا هِشَامُ!» فَقَرَأَ كَمَا كَانَ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ». ثُمَّ قَالَ: «اِقْرَأْ يَا عُمَرُ!» فَقَرَأْتُ، فَقَالَ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ».

رسول اللہ ﷺ نے۔ میں نے کہا: تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تمھیں اس طرح نہیں پڑھائی۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے سورۂ فرقان پڑھائی ہے اور میں نے انھیں اس سورت میں ایسے الفاظ پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے؟ آپ نے فرمایا: ”اے ہشام! پڑھو۔“ انھوں نے پڑھا جس طرح پہلے پڑھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسی طرح اتاری گئی ہے۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اے عمر! تم پڑھو۔“ میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا: ”اسی طرح اتاری گئی ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن مجید سات قراءت پر اتارا گیا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے [سَبْعَةِ أَحْرُفٍ] کی تشریح میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات و اشکالات پیش کر کے ان اقوال کی تردید کی ہے' پھر ترجیح دیتے ہوئے امام ابن قتیبہ اور امام ابوالفضل رازی رحمہما اللہ کے اقوال نقل کیے ہیں اور کہا ہے کہ امام رازی نے امام ابن قتیبہ ہی کی بات کو مزید نکھار کر پیش کیا ہے۔ ہم طوالت کے ڈر سے یہاں صرف راجح قول ہی ذکر کرتے ہیں جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ امام ابن قتیبہ اور امام رازی کے نزدیک حدیث میں حروف کے اختلاف سے مراد قراءت کا اختلاف ہے۔ اور سات حروف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں' چنانچہ قراءتیں اگرچہ سات سے زائد ہیں لیکن ان قراءتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں' وہ سات اقسام میں منحصر ہے: ① اسماء کا اختلاف: جس میں افراد' تثنیہ' جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے' مثلاً: ایک قراءت میں ہے: ﴿تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ﴾ اور دوسری میں ہے: ﴿تَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ﴾ ② افعال کا اختلاف کہ کسی قراءت میں صیغۂ ماضی ہو' کسی میں مضارع اور کسی میں امر' جیسے ایک قراءت کے مطابق ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ اور دوسری میں ﴿رَبَّنَا بَعِّدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا﴾ ہے۔ ③ وجوہ اعراب کا اختلاف: جس میں حرکات و سکنات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں' مثلاً: ﴿وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ﴾ اور ﴿وَلَا يُضَارُّ كَاتِبٌ﴾ اور ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ﴾ دوسری قراءت میں ہے: ﴿ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ﴾ ④ الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف:

ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو' مثلاً: ایک قراءت میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ اور دوسری میں ﴿وَالذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ ہے۔ اس میں لفظ ﴿وَمَا خَلَقَ﴾ نہیں ہے۔ اسی طرح ایک قراءت میں ہے: ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ اور دوسری میں ﴿تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ﴾ ہے۔ ⑤ تقدیم و تاخیر کا اختلاف: یعنی ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہو' مثلاً: ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ اور دوسری میں ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ﴾ ہے۔ ⑥ بدلیت کا اختلاف' یعنی ایک قراءت میں ایک لفظ اور دوسری میں اس کی جگہ دوسرا لفظ ہو' مثلاً: ﴿نُنْشِزُهَا﴾ اور اس کی جگہ دوسری قراءت میں ﴿نَنْشُرُهَا﴾ ہے' نیز ﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾ کی جگہ ﴿فَتَثَبَّتُوْا﴾ اور ﴿طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ کی جگہ ﴿طَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ ⑦ لہجوں کا اختلاف: جس میں تفخیم' ترقیق' امالہ' قصر' مد' ہمزہ' اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں۔ محقق ابن جزری' امام مالک اور قاضی باقلانی رحمہ اللہ بھی اس سے متفق ہیں۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:۹/۳۲-۲۹' تحت حدیث:۴۹۹۲' واصول تفسیر (اردو)' ص:۸۱-۸۷' مطبوعہ دار السلام) ② خطا (غلطی) پر کذب (جھوٹ) کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ بعض لوگوں نے مندرجہ بالا حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے اس قسم کی روایات کا انکار کیا ہے کہ اس سے قرآن مجید شکوک و شبہات کا شکار ہوتا ہے' حالانکہ مختلف علاقوں اور قبائل کے لہجے وغیرہ کا اختلاف ایک بدیہی چیز ہے' اس سے اصل کلام میں فرق نہیں پڑتا جس طرح غیر زبانوں میں قرآن مجید کے مختلف تراجم سے قرآن مجید کی بابت کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

۹۳۸- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَاللَّفْظُ لَهُ عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ

۹۳۸- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا جن کے ساتھ میں نہیں پڑھتا تھا، حالانکہ یہ سورت مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں جلد بازی کرتے ہوئے انھیں فوراً (نماز ہی میں) پکڑ لیتا مگر میں نے صبر کیا حتی کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں انھی کی چادر ان کے گلے میں ڈال کر انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے انھیں سورۂ فرقان اس (قراءت) سے مختلف الفاظ کے

۹۳۸- أخرجه البخاري، ح:۲٤۱۹، ومسلم، ح:۸۱۸/ ۲۷۰ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيیٰ):۱/ ۲۰۱، والكبرٰى، ح:۱۰۰۹.

حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَأْ» فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ثُمَّ قَالَ لِي: «اِقْرَأْ» فَقَرَأْتُ فَقَالَ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ».

ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھائی۔ آپ نے فرمایا: ”پڑھو۔“ انھوں نے وہی پڑھا جو میں نے انھیں پڑھتے سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”اسی طرح اتاری گئی ہے۔“ پھر مجھ سے فرمایا: ”تم پڑھو۔“ میں نے پڑھا تو بھی آپ نے فرمایا: ”اسی طرح اتاری گئی ہے۔ یہ قرآن سات لہجوں میں اتارا گیا ہے چنانچہ جو آسان ہو پڑھو۔“

فوائد و مسائل: ① [سَبْعَةِ أَحْرُفٍ] کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین کے معاملے میں کس قدر سخت تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ میں جلد بازی کرتے ہوئے انھیں نماز ہی میں پکڑ لیتا۔ ③ مجرم کو گلے سے پکڑنا جائز ہے جبکہ اس کے بھاگنے کا خدشہ ہو۔ ④ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی کا بیان ہے کہ اللہ نے اس امت کی آسانی کے لیے قرآن کریم سات قراءتوں میں نازل فرمایا ہے۔

٩٣٩- أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ: «أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ

٩٣٩- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں سورۂ فرقان پڑھتے سنا۔ میں نے ان کی قراءت کی طرف گہری توجہ کی تو پتہ چلا کہ وہ بہت سے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں ان پر نماز ہی کی حالت میں حملہ کر دیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا حتی کہ انھوں نے سلام پھیرا۔ جونہی انھوں نے سلام پھیرا، میں نے انھی کی چادر ان کے گلے میں ڈالی

٩٣٩_ أخرجه مسلم، ح: ٨١٨/ ٢٧١ (انظر الحديث السابق: ٩٣٧) من حديث ابن وهب، والبخاري، استتابة المرتدين، باب ما جاء في المتأولين، ح: ٦٩٣٦ من حديث يونس بن يزيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠١٠.

يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ، فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا؟ فَقَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ هُوَ أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ! اِقْرَأْ يَا هِشَامُ!» فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَأْ يَا عُمَرُ!» فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ».

اور پوچھا: تمھیں کس نے یہ سورت پڑھائی ہے جو میں نے تمھیں پڑھتے سنی ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت پڑھائی ہے۔ میں نے کہا: تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ نے خود مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جو میں نے تم سے پڑھتے سنی ہے۔ میں انھیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے انھیں سورۂ فرقان ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے جب کہ آپ نے خود مجھے سورۂ فرقان پڑھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! انھیں چھوڑ دو۔ اے ہشام! پڑھو۔'' انھوں نے آپ کے سامنے اسی طرح قراءت کی جس طرح میں نے ان سے پڑھتے سنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے ہی اتاری گئی ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! تم پڑھو۔'' میں نے اسی طرح قراءت کی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح اتاری گئی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''یہ قرآن سات لہجوں میں اترا ہے، چنانچہ جو پڑھ سکو، پڑھو۔''

فائدہ: نبیٔ اکرم ﷺ خاندانِ قریش کے فرد تھے، اس لیے قرآن کریم قریش کی لغت میں نازل ہوا، پھر قبائل کی دقت کے پیش نظر نبیٔ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے قرآن کو سات قراءتوں میں پڑھنے کی اجازت لے لی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب اسلام عرب سے باہر عجم میں پھیلا تو اختلاف قراءت کی بنا پر آپس میں جھگڑے ہونے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب دوسری مرتبہ قرآن کو جمع کیا گیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک جماعت نے اسے مرتب کیا۔ حضرت عثمان نے انھیں حکم دیا تھا کہ اگر تمھارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی لغت پر لکھنا کیونکہ قرآن انھی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے دیگر قراءات والے نسخہ جات جلا دیے تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' فضائل القرآن' حدیث:٤٩٨٧) تاکہ عجمی لوگوں کے لیے وہ فتنہ نہ بن جائیں کیونکہ عرب تو عربی کے مختلف لہجوں کے فرق کو سمجھتے تھے مگر عجمی تو انھیں سات قرآن ہی کہتے' لہٰذا انھوں نے اس کا سدباب کر دیا۔ رضي الله عنهم وأرضاهم.

٩٤٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ. قَالَ: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ»، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ، قَالَ: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ فَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ». ثُمَّ جَاءَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ، فَقَالَ: «أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ». ثُمَّ جَاءَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَؤُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا».

٩٤٠- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو قرآن مجید ایک حرف میں پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں۔ (یعنی اس سلسلے میں رعایت مطلوب ہے) کیونکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔'' پھر جبریل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو قرآن مجید دو حروف میں پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور بخشش کا طلب گار ہوں' میری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔'' پھر وہ تیسری دفعہ آپ کے پاس آئے اور کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو قرآن مجید تین حروف میں پڑھائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور مغفرت کا خواستگار ہوں' میری امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔'' پھر وہ چوتھی دفعہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو قرآن مجید سات حروف میں پڑھائیں۔ وہ قرآن مجید کو ان میں سے جس حرف میں

٩٤٠ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب بيان أن القرآن أنزل على سبعة أحرف وبيان معناها، ح: ٨٢١ عن محمد بن بشار به، وهو في الكبرى، ح: ١٠١١.

پڑھ لیں، درست ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا الْحَدِيثُ خُولِفَ فِيهِ الْحَكَمُ، خَالَفَهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ رَوَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث (کی سند کے بیان) میں حکم کی مخالفت کی گئی ہے۔ منصور بن معتمر نے ان کی مخالفت کی ہے۔ انھوں نے اس روایت کو عن مجاہد عن عبید بن عمیر مرسل بیان کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① ''سات حروف میں پڑھائیں۔'' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آراء ونظریات کا شدید اختلاف ملتا ہے یہاں تک کہ ابن العربی نے اس کے متعلق پینتیس (۳۵) اقوال شمار کیے ہیں جن میں سے راجح ترین بات وہی ہے جو ہم نے (حدیث: ۹۳۷ کے فوائد میں) ذکر کی ہے۔ باقی جتنے اقوال ہیں، ان میں کوئی نہ کوئی خامی اور وجہ تردید موجود ہے، ان میں سے مشہور اقوال یہ ہیں: ① بعض حضرات اس سے سات مشہور قرائے کرام کی قراءتیں مراد لیتے ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ ان سات قراءتوں کے علاوہ بھی متعدد قراءتیں تواتر سے ثابت ہیں۔ یہ سات قراءتیں اس لیے مشہور ہوئیں کہ انھیں ابن مجاہد رحمہ اللہ نے ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا، لہٰذا اس سے سات قراءتیں ہی مراد لینا درست نہیں۔ ② اس سے مراد تمام متواتر قراءتیں ہیں لیکن سات سے مراد مخصوص عدد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے جیسا کہ اہل عرب سات کا لفظ چیز کی کثرت بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہی مذکورہ روایت جسے بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے، اس کا سیاق بالکل واضح ہے کہ اس سے مراد سات کا مخصوص عدد ہی ہے، محض کثرت مراد نہیں ہے۔ ③ ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ نے اس سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں چونکہ اہل عرب مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر قبیلے کی زبان عربی ہونے کے باوجود دوسرے قبیلے سے کچھ مختلف تھی اور یہ اختلاف ایسے ہی ہے جیسے کسی بھی بڑی زبان کا اختلاف علاقائی طور پر ہوتا ہے۔ پھر ان سات قبائل کی تعیین میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ لیکن بہت سے محققین، مثلاً: ابن عبدالبر، امام سیوطی اور ابن جزری رحمہم اللہ نے اس قول کی تردید کی ہے کیونکہ عرب کے بہت سے قبائل تھے۔ ان سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر اور ہشام رضی اللہ عنہما کے درمیان تلاوتِ قرآن میں اختلاف ہوا، حالانکہ یہ دونوں قریشی تھے اور نبی ﷺ نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ اگر اس سے سات قبائل مراد لیں تو حضرت عمر اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ دونوں قریشی تھے۔ تیسرے یہ کہ یہ قول قرآن کے بھی خلاف ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾ (إبراهيم ۱۴:۴) ''اور ہم نے ہر رسول اس کی اپنی قوم کی زبان بولنے والا بھیجا۔'' اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ آپ قریشی ہی تھے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کا یہی نظریہ ہے، ان کے نزدیک [سبعة أحرف] اور [قراءات] دونوں الگ الگ چیزیں

ہیں۔قراءت کا اختلاف جو آج تک موجود ہے وہ صرف ایک حرف یعنی قریش میں ہے باقی حروف یا منسوخ ہو گئے یا انھیں مصلحتاً ختم کر دیا گیا۔اس پر دوسرے اشکالات کے علاوہ ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ تلاوتِ قرآن میں دو قسم کے اختلاف تھے: ایک سبعۃ احرف اور دوسرا قراءت کا بلکہ احادیث میں جہاں کہیں قرآن کریم کے لفظی اختلاف کا ذکر ہے وہاں "احرف" کا اختلاف بیان ہوا ہے قراءت کا کوئی جداگانہ اختلاف ذکر نہیں ہوا۔ان وجوہ کی بنا پر یہ قول بھی نہایت کمزور ہے۔واللہ أعلم.
② اس حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ کی اپنی امت پر کمال شفقت کا بھی ذکر ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: "میں اللہ سے معافی اور بخشش کا طلب گار ہوں۔میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔" اسی بات کو قرآن نے بیان کیا ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبۃ ۹:۱۲۸) "یقیناً تمھارے پاس تمھی میں سے ایک رسول آ گیا ہے۔اس پر تمھارا تکلیف میں مبتلا ہونا گراں گزرتا ہے وہ تمھاری بھلائی کا بہت حریص ہے۔مومنوں پر نہایت شفیق بہت رحم کرنے والا ہے۔" ③ سات حروف میں سے جس حرف کے ساتھ پڑھا جائے درست ہے۔ ④ حضرت حکم نے یہ روایت عن مجاہد عن ابن ابی لیلیٰ عن ابی بن کعب کی سند سے متصل مرفوع بیان کی ہے یعنی صحابی کا واسطہ بیان کیا ہے جبکہ حضرت منصور بن معتمر نے کسی صحابی کا ذکر نہیں کیا۔عبید بن عمیر تابعی ہیں۔محدثین کی اصطلاح میں ایسی روایت کو مرسل کہتے ہیں یعنی جس میں کوئی تابعی رسول اللہ ﷺ کا واقعہ بیان کرے۔

۹٤۱- أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرِ بْنُ نُفَيْلٍ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ سُورَةً فَبَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ جَالِسٌ إِذْ سَمِعْتُ رَجُلًا يَقْرَؤُهَا يُخَالِفُ قِرَاءَتِي، فَقُلْتُ لَهُ: مَنْ عَلَّمَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: لَا تُفَارِقْنِي حَتّٰى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ

۹٤۱-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک سورت پڑھائی۔میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو وہی سورت اپنی قراءت کے خلاف پڑھتے سنا۔میں نے کہا: تجھے یہ سورت کس نے سکھائی ہے؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے۔میں نے کہا: مجھ سے جدا نہ ہو حتی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں۔پھر میں (اس کے ساتھ) آپ کے پاس آیا اور کہا: یہ شخص اس سورت میں میری قراءت کے خلاف پڑھتا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔آپ نے فرمایا: "اُبی! پڑھو۔" میں نے وہ سورت

۹٤۱- [إسناده حسن] أخرجه ابن عبدالبر في التمهيد: ۸/ ۲۸٦، ۲۸۷ من حديث أبي جعفر بن نفيل به، وهو في الكبرٰى، ح: ۱۰۱۲. * معقل حسن الحديث على الراجح، وثقه الجمهور، راجع تقريب التهذيب بتحقيقي.

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هٰذَا خَالَفَ قِرَاءَتِي فِي السُّورَةِ الَّتِي عَلَّمْتَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِقْرَأْ يَا أُبَيُّ!» فَقَرَأْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَحْسَنْتَ» ثُمَّ قَالَ لِلرَّجُلِ: «اِقْرَأْ» فَقَرَأَ فَخَالَفَ قِرَاءَتِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَحْسَنْتَ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا أُبَيُّ! إِنَّهُ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، كُلُّهُنَّ شَافٍ كَافٍ».

پڑھی تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا پڑھا۔'' پھر اس آدمی سے کہا: ''تم پڑھو۔'' اس نے میری قراءت سے مختلف پڑھا تو اسے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بھی اچھا پڑھا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابی! قرآن سات حروف میں اترا ہے۔ ان میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سند میں مذکور راوی) معقل بن عبیداللہ علم حدیث میں قوی نہیں ہے۔

٩٤٢- أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أُبَيٍّ قَالَ: مَا حَاكَ فِي صَدْرِي مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا أَنِّي قَرَأْتُ آيَةً وَقَرَأَهَا آخَرُ غَيْرَ قِرَاءَتِي فَقُلْتُ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَقَالَ الْآخَرُ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! أَقْرَأْتَنِي آيَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ» وَقَالَ الْآخَرُ: أَلَمْ تُقْرِئْنِي آيَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَتَيَانِي فَقَعَدَ جِبْرِيلُ عَنْ يَّمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ

٩٤٢- حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں جب سے مسلمان ہوا' مجھے کبھی دل میں شک پیدا نہیں ہوا مگر ایک دفعہ جب میں نے ایک آیت پڑھی اور ایک دوسرے شخص نے میری قراءت سے مختلف پڑھی تو میں نے کہا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ آیت (اس طرح) پڑھائی ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: مجھے یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے (اس طرح) پڑھائی ہے' چنانچہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے فلاں آیت مجھے اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' دوسرے شخص نے کہا: یہی آیت آپ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھائی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔ جبریل

٩٤٢ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ١١٤ عن يحيى بن سعيد القطان به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح: ١٠١٣. * حميد تقدم، ح: ٧٢٩، والحديث السابق شاهد له.

يَّسَارِي، فَقَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِقْرَإِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ، قَالَ مِيكَائِيلُ: اِسْتَزِدْهُ اسْتَزِدْهُ حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ، فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ».

اور میکائیل علیہ السلام دونوں میرے پاس آئے تو جبریل علیہ السلام میرے دائیں بیٹھ گئے اور میکائیل علیہ السلام میرے بائیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ قرآن مجید ایک حرف پر پڑھیں۔ میکائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: مزید کی اجازت طلب فرمائیں۔ وہ بار بار کہتے رہے حتی کہ جبریل (اللہ کے حکم سے) سات حروف تک پہنچ گئے اور ان میں سے ہر حرف شافی وکافی ہے۔''

فائدہ: جب بھی کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے، یعنی قرآن وسنت سے رہنمائی لینی چاہیے، اپنے اجتہادات اور قیاس آرائیاں نہیں کرنی چاہئیں۔

٩٤٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ، إِذَا عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ».

۹۴۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کو یاد کرنے والے (حافظ قرآن) کی مثال بندھے ہوئے اونٹوں کے مالک کی طرح ہے۔ اگر وہ ان کا خیال رکھے گا تو انھیں محفوظ رکھے گا اور اگر انھیں کھول دے گا تو وہ بھاگ جائیں گے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث مبارکہ میں قرآن کریم کا بار بار دور کرنے اور اس کی کثرت سے تلاوت کر کے اس کی حفاظت کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔ ② قرآن کے حافظ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو بار بار پڑھتا رہے۔ متشابہات کی طرف توجہ کرے ورنہ بھولنے کا خطرہ ہے۔ ③ کسی بات کی وضاحت کرنے کے لیے مثال بیان کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال ذہنوں کے قریب تر ہو جائے۔

٩٤٤- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

۹۴۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے بری بات ہے

٩٤٣ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب استذكار القرآن وتعاهده، ح: ٥٠٣١، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الأمر بتعهد القرآن . . . الخ، ح: ٧٨٩ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيیٰ): ١/ ٢٠٢، والكبرىٰ، ح: ١٠١٤.

٩٤٤ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب استذكار القرآن وتعاهده، ح: ٥٠٣٢ من حديث شعبة، ومسلم، صلاة المسافرين، باب الأمر بتعهد القرآن . . . الخ، ح: ٧٩٠ من حديث منصور به، وهو في الكبرىٰ، ح: ١٠١٥.

مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ، اِسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَسْرَعُ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ».

کہ وہ کہے: میں فلاں آیت بھول گیا ہوں بلکہ وہ اسے بھلا دیا گیا ہے۔ قرآن مجید دہراتے رہو کیونکہ قرآن مجید لوگوں کے سینوں سے زیادہ جلدی نکل جاتا ہے بہ نسبت ان اونٹوں کے جنھیں رسی سے باندھ دیا گیا ہو۔''

فوائد و مسائل: ① ''بری بات ہے'' کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں: ① اگر کوئی آدمی کوئی آیت بھول جائے تو یہ نہ کہے: نَسِيتُ (میں بھول گیا) بلکہ کہے: نُسِّيتُ (میں بھلا دیا گیا) کیونکہ پہلے لفظ میں بے پروائی پائی جاتی ہے۔ گویا اس نے قرآن جان بوجھ کر بھلا دیا' غفلت کی' اسے کوئی اہمیت نہیں دی' عام سی بات سمجھا۔ جب کہ دوسرے لفظ میں ندامت اور معذرت کا انداز ہے کہ میں نے یاد رکھنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے بھلا دیا گیا' لہٰذا پہلے لفظ کی بجائے دوسرا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ ② دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ بہت بری بات ہے کہ کسی آدمی کو کہنا پڑے: ''میں فلاں آیت بھول گیا۔'' کیونکہ یہ اس کی سستی پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے اسے بھلا دیا۔ گویا ایسا موقع ہی نہ آنے دیا جائے کہ کسی کو کہنا پڑے: ''میں فلاں آیت بھول گیا۔'' ② [نَسِيتُ] ''میں بھول گیا'' نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنے سے ممانعت اس لیے ہے کہ انسان ان لوگوں کے زمرے میں شامل نہ ہو جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ (طٰهٰ٢٠:١٢٦) ''جس طرح (دنیا میں) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے وہ بھلا دیں اور اسی طرح آج (قیامت کے دن) تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔'' چنانچہ ایسی بات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ویسے بھی یہ بات انسان کی سستی اور قرآن سے غفلت پر دلالت کرتی ہے۔ ③ اس حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کا دور کرنے اور اس کی تلاوت میں سستی کرتا ہے' اس کے لیے قرآن مشکل ہے۔ اور یہ بات اللہ کے فرمان: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾ کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص قرآن مجید یاد کرنا چاہے اور اسے سمجھنا چاہے' اس کے لیے قرآن آسان ہے اور جو اس کی پروا نہ کرے' اس کے لیے یہ مشکل ہے۔ واللہ أعلم. ④ اونٹوں کو بھاگنے سے روکنا مقصود ہو تو ان کا اگلا ایک گھٹنا باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اونٹ مشکل سے چلتا ہے مگر وہ زور لگا لگا کر کوشش کرتا رہتا ہے کہ گھٹنا کھل جائے۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو وہ آہستہ آہستہ گھٹنا رسی سے نکال لیتا ہے اور دور بھاگ جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید باقاعدگی سے پڑھا جاتا رہے تو وہ سینے میں محفوظ رہتا ہے۔ سستی کی جائے تو یہ سینے سے نکل جاتا ہے۔

(المعجم ٣٨) - اَلْقِرَاءَةُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (التحفة ٢٩٥)

باب: ٣٨- فجر کی سنتوں میں قراءت

٩٤٥- أَخْبَرَنِي عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ: ﴿قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا﴾ [البقرة: ١٣٦] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، وَفِي الْأُخْرَى ﴿ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾» [آل عمران: ٥٢].

٩٤٥- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دوسنتوں میں سے پہلی میں سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا......﴾ اور دوسری رکعت میں: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ والی آیت پڑھتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث مبارکہ میں فجر کی دورکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قراءت کرنے کی دلیل ہے جیسا کہ جمہور اہل علم کا موقف ہے لیکن امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب فجر کی سنتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قراءت کے قائل نہیں' ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ فجر کی دورکعتیں اس قدر ہلکی پڑھتے تھے کہ میں (دل میں) کہتی کہ آپ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے کہ نہیں۔ (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث: ٧٢٤) امام نووی رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں نماز کے مختصر ہونے کا مبالغہ ہے کیونکہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ آپ نفل نماز لمبی پڑھتے اور فجر کی سنتیں ان کی نسبت انتہائی مختصر ہوتی تھیں۔ دیکھیے: (شرح صحيح مسلم للنووي: ٦/٦-٩) ② فجر کی دو سنتوں میں مذکورہ آیات کی قراءت کرنا مستحب ہے۔

(المعجم ٣٩) - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بِـ ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ (التحفة ٢٩٦)

باب: ٣٩- فجر کی سنتوں میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنا

٩٤٦- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

٩٤٦- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

٩٤٥ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما ... الخ، ح: ٧٢٧ من حديث مروان به، وهو في الكبرى، ح: ١٠١٦.

٩٤٦ـ أخرجه مسلم، ح: ٧٢٦ (انظر الحديث السابق) من حديث مروان به، وهو في الكبرى، ح: ١٠١٧.

دُحَيْمٌ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾

رسول اللہ ﷺ فجر کی دوسنتوں میں دو سورتیں: ﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے۔

(المعجم ٤٠) - تَخْفِيفُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (التحفة ٢٩٧)

باب:۴۰- فجر کی سنتیں ہلکی پڑھنا

٩٤٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كُنْتُ لَأَرٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى أَقُولَ: أَقَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْكِتَابِ؟

۹۴۷- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی سنتیں پڑھتے دیکھتی تھی۔ آپ ان کو اس قدر ہلکا پڑھتے تھے کہ میں (دل میں) کہتی تھی: کیا آپ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے؟

فوائد ومسائل: ① یہ مبالغہ ہے جس سے مقصود تخفیف ہے نہ کہ انھیں شک تھا۔ خصوصاً رات کی نماز (تہجد) کے مقابلے میں تو یہ بہت ہی خفیف معلوم ہوتی ہوں گی‘ چنانچہ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ فجر کی دوسنتیں ہلکی پڑھنا مستحب ہے۔ ② مذکورہ قراءت سورۂ فاتحہ کے علاوہ ہے۔ یہ نہیں کہ صرف یہ آیات یا یہ سورتیں ہی پڑھتے تھے۔ سورۂ فاتحہ کے بارے میں تو آپ کا صریح فرمان ہے کہ جو فاتحہ نہ پڑھے‘ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحيح البخاري‘ الأذان‘ حديث:٧٥٦‘ وصحيح مسلم‘ الصلاة‘ حديث:٨٧٤)

(المعجم ٤١) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِالرُّومِ (التحفة ٢٩٨)

باب:۴۱- صبح کی نماز میں سورۂ روم پڑھنا

٩٤٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۹۴۸- ایک صحابی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

٩٤٧_ أخرجه البخاري، التهجد، باب ما يقرأ في ركعتي الفجر، ح:١١٧١، ومسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر . . . الخ، ح:٧٢٤/ ٩٢ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠١٨.

٩٤٨_ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٣٦٣ من حديث سفيان الثوري به، وتابعه شعبة وزائدة (أحمد: ٣/ ٤٧١، ٥/ ◄◄

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ شَبِيبٍ أَبِي رَوْحٍ، عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ، فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولٰئِكَ».

صبح کی نماز پڑھی تو سورۂ روم کی قراءت کی۔ آپ کو اشتباہ ہونے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر اچھی طرح وضو نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگ ہم پر قرآن کو مشتبہ کر دیتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں قراءت لمبی کرنی چاہیے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صبح کی نماز میں سورۂ مومنون، سورۂ یوسف، سورۂ یونس اور سورۂ کہف وغیرہ پڑھنا ثابت ہے۔ ② ظاہری کوتاہیوں کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روحانیت بہت اعلیٰ اور لطیف تھی۔ ہلکی سی آلائش بھی آپ کو محسوس ہوتی تھی۔ نماز باجماعت میں امام کا روحانی اثر مقتدیوں پر اور مقتدیوں کا روحانی اثر امام پر اور آپس میں ایک دوسرے پر پڑتا ہے اور واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔ ③ وضو مکمل اور اطمینان سے کرنا چاہیے۔ اگر وضو ناقص ہو تو اس کا اثر نماز پر پڑتا ہے۔ اگر کوئی جگہ خشک رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی حتی کہ ایک ناخن کے برابر بھی جگہ خشک رہ جائے تو اس پر بھی سخت وعید ہے۔

(المعجم ٤٢) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ (التحفة ٢٩٩)

باب:۴۲-صبح کی نماز میں ساٹھ (۶۰) سے سو (۱۰۰) تک آیات پڑھنا

٩٤٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ سَيَّارٍ - يَعْنِي ابْنَ سَلَامَةَ - عَنْ أَبِي بَرْزَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

۹۴۹- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ (۶۰) سے لے کر سو (۱۰۰) تک آیات پڑھتے تھے۔

٣٦٨/٣،٤٧١،٤٧٢)، والحديث في الكبرٰى، ح: ١٠١٩. * عبدالملك صرح بالسماع، وشبيب ثقة، ورواه شريك عن عبدالملك عن أبي روح الكلاعي به بتصريح السماع.

٩٤٩_ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٦١ من حديث يزيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٠، وأخرجه البخاري، ح: ٥٤١ من طريق آخر عن سيار به كما تقدم، ح: ٤٩٦.

فائدہ: صبح کی نماز میں باقی نمازوں کی نسبت لمبی قراءت مسنون ہے۔ شاید اسی بنا پر اس کی رکعات سب نمازوں سے کم ہیں، البتہ قراءت کی طوالت مقتدیوں کے احوال پر موقوف ہے۔ ساٹھ سے لے کر سو تک کے الفاظ بھی یہی مفہوم سمجھاتے ہیں۔

(المعجم ٤٣) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِقَافٍ (التحفة ٣٠٠)

باب:۴۳- صبح کی نماز میں سورۂ قٓ پڑھنا

٩٥٠- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الرِّجَالِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ: مَا أَخَذْتُ ﴿قٓ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْمَجِيدِ﴾ إِلَّا مِنْ وَّرَاءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِهَا فِي الصُّبْحِ.

۹۵۰- حضرت ام ہشام ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ﴾ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (نماز پڑھتے ہوئے) سیکھی کیونکہ آپ اسے (اکثر) صبح کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث، خواتین کے مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنے پر صریح اور واضح دلالت کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری صحابیات ؓ کا یہ معمول تھا۔ ② اس سورت کی آیات چھوٹی چھوٹی اور مضمون بہت مؤثر ہے۔ الفاظ کے ترنم سے معانی کی اثر انگیزی مزید بڑھ جاتی ہے۔ قیامت وغیرہ کا ذکر سوز میں اضافے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر رسول اللہ ﷺ اکثر یہ سورت تلاوت فرماتے تھے۔

٩٥١- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمِّي يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى

۹۵۱- حضرت زیاد بن علاقہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے چچا سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے ایک رکعت میں پڑھا: ﴿وَالنَّخْلَ بَاسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ﴾ ''اور کھجوروں کے لمبے لمبے درخت جن کے خوشے تہ بہ

٩٥٠ـ [حسن] وهو في الكبرى، ح: ١٠٢١، والحديث الآتي شاهد له. * عبدالرحمٰن بن أبي الرجال الأنصاري حسن الحديث، وثقه الجمهور، وتفرد في قوله: "في الصبح". وصح أن ذلك كان في خطبة الجمعة كما سيأتي، ح: (١٤١٢) فلعله وهم أو ثبتت القراءة في الجمعة والصبح، وهذا هو الراجح، والله أعلم.

٩٥١ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٥٧/١٦٧ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٢.

الرَّكْعَتَيْنِ ﴿وَٱلنَّخلَ بَاسِقَـٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ﴾ [ق: ١٠].

تہ ہوں گے۔"

قَالَ شُعْبَةُ: فَلَقِيتُهُ فِي السُّوقِ فِي الزِّحَامِ فَقَالَ ﴿قٓ﴾.

شعبہ نے کہا: میں زیاد سے بازار میں ہجوم میں ملا تو انھوں نے کہا: سورۂ قٓ پڑھی۔

فائدہ: زیاد بن علاقہ کے چچا صحابئ رسول قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ کتب ستہ میں ان سے صرف دو روایات مروی ہیں۔ ایک یہی مذکورہ حدیث اور دوسری جامع ترمذی میں حدیث: ٣٥٩١ ہے۔

(المعجم ٤٤) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِـ ﴿إِذَا ٱلشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ (التحفة ٣٠١)

باب: ٤٤- صبح کی نماز میں ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ پڑھنا

٩٥٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْبَلْخِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ مِسْعَرٍ وَالْمَسْعُودِيِّ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سَرِيعٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ ﴿إِذَا ٱلشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾.

٩٥٢- حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فجر کی نماز میں ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔

فائدہ: صبح کی نماز میں کبھی کبھی اس سورت کو پڑھنا مسنون ہے۔ اس سورت میں قیامت کے ہولناک مناظر کی مکمل عکاسی کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ اور ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: ٣٢٩٧)

(المعجم ٤٥) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ (التحفة ٣٠٢)

باب: ٤٥- صبح کی نماز میں مُعَوِّذَتَيْن پڑھنا

٩٥٣- أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ التِّرْمِذِيُّ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ - وَاللَّفْظُ لَهُ -

٩٥٣- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے معوذتین (کی فضیلت) کے

٩٥٢- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/٣٠٦ عن وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٣.

٩٥٣- [صحيح] أخرجه أبويعلى: ٣/٢٧٦، ح: ١٧٣٤ من حديث أبي أسامة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٤، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٣٦، وابن حبان (موارد)، ح: ٤٧١، والحاكم على شرط الشيخين: ١/٢٤٠، ووافقه الذهبي. * سفيان هو الثوري وعنعن، ولحديثه شواهد كثيرة عند النسائي، ح: ٥٤٣١-٥٤٤٢ وغيره.

قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ. قَالَ عُقْبَةُ : فَأَمَّنَا بِهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ.

بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کی امامت فرماتے ہوئے یہ دونوں سورتیں پڑھیں۔

فوائد و مسائل: ① مُعَوِّذَتَيْن سے مراد قرآن مجید کی آخری دو سورتیں: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ہیں۔ انھیں مُعَوِّذَتَيْن اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ جادو اور جن وغیرہ کے شر سے انسان کو پناہ مہیا کرتی ہیں بلکہ ان کے اتارنے کا سبب ہی یہ ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کا جز ہیں اور انھیں نماز میں پڑھا جا سکتا ہے نہ کہ جیسا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ ''یہ صرف دم اور تعویذ کے لیے ہیں' ان کی قراءت درست نہیں اور نہ یہ قرآن کا جز ہیں۔'' اس حدیث کی مزید تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے۔ نبی ﷺ کا ان سورتوں کو صبح کی نماز میں پڑھنا ان کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ ③ نبی ﷺ کا معمول تو صبح کی نماز میں لمبی قراءت کرنا ہی تھا لیکن کبھی کبھی بیان جواز کے لیے چھوٹی سورتیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے جیسے سورۂ زلزال کے بارے میں ہے کہ آپ نے فجر کی نماز میں اسے پڑھا تھا۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:۸۱۶)

(المعجم ٤٦) - بَابُ الْفَضْلِ فِي قِرَاءَةِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ (التحفة ٣٠٣)

باب:۴۶-مُعَوِّذَتَین کی قراءت کی فضیلت

٩٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ أَسْلَمَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: اِتَّبَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ رَاكِبٌ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلٰى قَدَمِهِ فَقُلْتُ: أَقْرِئْنِي يَا رَسُولَ اللهِ!

۹۵۴-حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا جب کہ آپ سوار تھے۔ میں نے آپ کے پاؤں پر اپنا ہاتھ رکھا اور گزارش کی: اے اللہ کے رسول! مجھے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''تو ہرگز کوئی

٩٥٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ١٤٩، ١٥٩ من حديث الليث بن سعد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٥، وصححه ابن حبان، ح: ١٧٧٦، ١٧٧٧، والحاكم: ٢/ ٥٤٠، والذهبي، وله طريق آخر عند مسلم، ح: ٨١٤ وغيره. * أبوعمران صرح بالسماع من عقبة رضي الله عنه.

سُورَةَ هُودٍ وَسُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ: «لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا أَبْلَغَ عِنْدَ اللهِ مِنْ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾».

ایسی سورت نہیں پڑھے گا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سے زیادہ مرتبے والی ہو۔"

فائدہ: مبتدی طالب علم کو چھوٹی سورتوں سے ابتدا کرنی چاہیے' نہ کہ بڑی سورتوں سے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ابتداءً ہی دو لمبی سورتیں' یعنی سورۂ ہود اور سورۂ یوسف سکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے رہنمائی فرمائی کہ چھوٹی سورتوں سے ابتدا کریں۔ چھوٹی سورتوں کی اپنی فضیلت ہے۔ یا ممکن ہے استعاذہ کا موقع ہو۔ ظاہر ہے معوذتین کو اس مقصد سے جو مناسبت ہے' وہ کسی اور سورت کو نہیں۔

٩٥٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «آيَاتٌ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾».

٩٥٥- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی آیات کبھی بھی نہیں دیکھی گئیں۔ اور وہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ہیں۔"

(المعجم ٤٧) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (التحفة ٣٠٤)

باب: ٤٧- جمعے کے دن صبح کی نماز میں قراءت کا بیان

٩٥٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ

٩٥٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جمعۃ المبارک کے دن صبح کی نماز میں ﴿الٓمّٓ o تَنْزِیْلُ﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰی﴾ پڑھا کرتے تھے۔

٩٥٥_ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل قراءة المعوذتين، ح: ٨١٤ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٦.

٩٥٦_ أخرجه البخاري، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة، ح: ٨٩١، ومسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في يوم الجمعة، ح: ٨٨٠ من حديث سفيان الثوري به، وسمعه من سعد، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٢٧.

ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الٓمٓ ٥ تَنزِيلُ﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَىٰ﴾ .

٩٥٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح: وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ الْمُخَوَّلِ ابْنِ رَاشِدٍ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿تَنْزِيلُ﴾ السَّجْدَةَ وَ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ﴾ .

٩٥٧- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعۃ المبارک کے دن صبح کی نماز میں ﴿تنزيل﴾ السجدة اور ﴿ هَلْ آتٰی عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: ان دوسورتوں کو جمعۃ المبارک کے دن صبح کی نماز میں پڑھنا مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہی معمول تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھنی درست نہیں اور سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے لیکن اکثر عمل یہی ہونا چاہیے تاکہ فرضیت کا تاثر ختم ہو جائے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت بیان کرتے ہیں جس میں نبی اکرم ﷺ کے اس عمل پر دوام کا بیان ہے کہ آپ کا ہمیشہ یہی معمول تھا۔ دیکھیے: (المعجم الصغير للطبراني' حديث:٩٥٦) مگر دوام اور ہمیشگی والے الفاظ ضعیف ہیں۔ دیکھیے: (بلوغ المرام' حديث:٢٢٨ کی تحقیق)

(المعجم ٤٨) - بَابُ سُجُودِ الْقُرْآنِ

اَلسُّجُودُ فِي ﴿صٓ﴾ (التحفة ٣٠٥)

باب:٤٨- قرآنی سجدوں کا بیان

سورۂ ص میں سجدہ کرنے کا بیان

٩٥٨- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

٩٥٨- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا: ''داود علیہ السلام نے یہ سجدہ بطور توبہ کیا تھا اور ہم اسے شکرانے کے طور پر

٩٥٧- أخرجه مسلم، ح:٨٧٩ (انظر الحديث السابق) من حديث المخول به. وهو في الكبرى، ح:١٠٢٨، وأخرجه الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في ما يقرأ به في صلاة الصبح يوم الجمعة، ح:٥٢٠ عن علي بن حجر به، وقال: "حسن صحيح".

٩٥٨- [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني (الكبير: ١٢/ ٣٤، ح:١٢٣٨٦)، والدارقطني من حديث عمر بن ذر به، وهو في الكبرى، ح:١٠٢٩، وصححه ابن السكن (التلخيص الحبير: ٢/ ٩)، وروى منقطعًا، وهذا لا يضر.

جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِي ﴿صٓ﴾ وَقَالَ: «سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَنَسْجُدُهَا شُكْرًا».

کرتے ہیں۔"

فوائد ومسائل: ① قرآن مجید میں بعض آیات ایسی آتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی فرمانبرداری اوران کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے یا ان میں تکبر کی مذمت کی گئی ہے یا اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی' بندگی اور سجدے کی تعریف کی گئی ہے یا ان میں سجدے کا حکم ہے۔ان آیات کو پڑھتے وقت ایک مومن شخص بے ساختہ سجدے میں گر پڑتا ہے۔انھیں سجدے کی آیات کہا جاتا ہے اوراس سجدے کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔اگر قاری سجدے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے سجدہ کرنا چاہیے' ویسے نہ گزر جائے۔اگر سجدہ کرنے کی حالت میں نہیں تو سر جھکا لے اور اشارے سے سجدہ کرے' مثلاً: سائیکل یا گاڑی چلانے والا۔ نیچے اتر کر سجدہ کرنا ممکن ہو تو کیا ہی بات ہے۔اگر کوئی شخص قراءت سن رہا ہو اور اس کے لیے سجدے کی استطاعت ہو' تو وہ بھی سجدہ کرے۔سجدۂ تلاوت مستحب ہے۔اور افضل یہ ہے کہ اسے ترک نہ کیا جائے۔سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام ومسائل کے لیے دیکھیے: (سنن ابوداود (اردو) سجود القرآن، کا ابتدائیہ، طبع دارالسلام، و ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ١٢/١٩٠-١٩٦) ② سورۂ صٓ کا سجدہ امام شافعی رحمہ اللہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہاں آیت میں سجدے کا لفظ ہی نہیں' بس یہ الفاظ ہیں: ﴿خَرَّ رَاكِعًا وَّ أَنَابَ﴾ (صٓ ٣٨:٢٤) جبکہ دیگر اہل علم اس سجدے کے قائل ہیں کیونکہ یہاں معنیٰ تو سجدے ہی کا ہے اگرچہ لفظ ﴿رَاكِعًا﴾ کے ہیں۔امام مالک بھی امام شافعی کے ہم نوا ہیں۔ ③ حضرت داود علیہ السلام سے کوئی (اجتہادی) غلطی ہوگئی تھی جس کی تفصیل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں نہیں ہے' لہٰذا ہمیں بھی اس کی کرید نہیں کرنی چاہیے۔جب انھیں غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے بطور توبہ سجدہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو اس کے شکرانے کے طور پر ہم سجدہ کرتے ہیں۔

(المعجم ٤٩) - اَلسُّجُودُ فِي ﴿وَالنَّجْمِ﴾ (التحفة ٣٠٦)

باب:٤٩-سورۂ نجم میں سجدہ کرنے کا بیان

٩٥٩- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ حَنْبَلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَبَاحٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ

٩٥٩-حضرت مطلب بن ابووداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۂ نجم تلاوت فرمائی۔پھر آپ نے سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پاس تھے' ان سب نے سجدہ کیا۔میں نے سر اٹھا لیا اور

٩٥٩_[حسن] وهو في مسند أحمد بن حنبل: ٣/ ٤٢٠-٥/ ٢١٥، ٢١٦، ٦/ ٣٩١، ٤٠٠. والكبرى. ح: ١٠٣٠.
* جعفر لم يوثقه غير ابن حبان، ولأصل الحديث شواهد.

طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ وَسَجَدَ مَنْ عِنْدَهُ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَأَبَيْتُ أَنْ أَسْجُدَ، وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ أَسْلَمَ الْمُطَّلِبُ.

سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت (راویٔ حدیث) حضرت مطلب مسلمان نہ ہوئے تھے۔

فوائد و مسائل: ① امام مالک رحمہ اللہ سورۂ نجم کے سجدے کے قائل نہیں' حالانکہ یہاں صریح لفظ ہیں ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ (النجم ۵۳:۶۲) ② جب آپ نے یہ سورت تلاوت فرمائی' اس وقت آپ کے پاس مشرکین بھی تھے۔ انھوں نے بھی سجدہ کر لیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے انکاری نہ تھے۔ بعد میں جب ان کے سرداروں نے ملامت کی کہ سیاسی نقطۂ نظر سے یہ درست نہیں تو پھر انھوں نے جھوٹ گھڑ لیا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے بتوں کی تعریف کی تھی' حالانکہ یہ بات عقلاً ونقلاً بعید ہے' نیز اس کے بارے میں جو روایت آتی ہے وہ ضعیف ہے۔ ③ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں کیونکہ آپ کے پاس جتنے لوگ تھے' سب نے سجدہ کیا حتی کہ مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ اور مشرک نجس ہوتا ہے' اگر وہ وضو کر بھی لے تو ناپاک ہی رہتا ہے' چنانچہ معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں' البتہ باوضو ہو تو بہتر اور افضل ہے۔

٩٦٠- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ النَّجْمَ فَسَجَدَ فِيهَا.

۹۶۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو اس میں سجدہ کیا۔

(المعجم ٥٠) - تَرْكُ السُّجُودِ فِي النَّجْمِ (التحفة ٣٠٧)

باب:۵۰- سورۂ نجم میں سجدہ نہ کرنے کا بیان

٩٦١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا

۹۶۱- حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے

٩٦٠ـ أخرجه البخاري، سجود القرآن، باب ماجاء في سجود القرآن وسنتها، ح: ١٠٦٧، ومسلم، المساجد، باب سجود التلاوة، ح: ٥٧٦ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣١.

٩٦١ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب سجود التلاوة، ح: ٥٧٧ عن علي بن حجر، والبخاري، سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد، ح: ١٠٧٢ من حديث إسماعيل بن جعفر به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٢.

إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ: لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ، وَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ.

کہ میں نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: کسی چیز میں امام کے ساتھ قراءت نہیں۔ اور فرمایا: میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ پر ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ ”قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہو جائے۔“ تلاوت کی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس قول میں قراءت سے مراد سورۂ فاتحہ سے بعد والی قراءت ہے تاکہ تمام احادیث میں مطابقت ممکن ہو۔ ② رسول اکرم ﷺ کا سجدہ نہ کرنا اس بنا پر تھا کہ قاری، یعنی زید بن ثابت ؓ نے سجدہ نہ کیا تھا، البتہ اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ تلاوت فرض نہیں، مستحب ہے، ورنہ آپ زید بن ثابت ؓ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے اور خود بھی کرتے۔ مگر امام مالک ؒ کا استدلال درست نہیں کہ سورۂ نجم میں سجدہ منسوخ ہے کیونکہ دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے کہ فرض نہیں، مستحب ہے۔ زید بن ثابت ؓ سے بھی متأخر صحابی حضرت ابوہریرہ ؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے مفصلات میں سجدے کیے ہیں۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، المساجد، حدیث: ۵۷۸) لہٰذا انھیں منسوخ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ مفصلات سے مراد سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔ ان میں تین سجدے ہیں۔

(المعجم ٥١) - بَابُ السُّجُودِ فِي ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ (التحفة ٣٠٨)

باب:۵۱- ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ میں سجدہ کرنے کا بیان

٩٦٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَرَأَ بِهِمْ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَجَدَ فِيهَا.

۹۶۲- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے ان پر (نماز میں) سورۂ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ پڑھی اور سجدہ کیا۔ جب (نماز سے) فارغ ہوئے تو انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس سورت میں سجدہ فرمایا تھا۔

٩٦٢- أخرجه مسلم، ح:٥٧٨ (انظر الحديث السابق) من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٢٠٥ والكبرى، ح: ١٠٣٣، وأخرجه البخاري، ح: ١٠٧٤ من طريق آخر عن أبي سلمة به.

٩٦٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ ابْنِ قَيْسٍ - وَهُوَ مُحَمَّدٌ - عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ﴾.

۹۶۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں سجدہ فرمایا۔

٩٦٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ﴾ وَ ﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ﴾.

۹۶۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سورۂ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ اور سورۂ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ میں سجدۂ تلاوت کیا۔

٩٦٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مِثْلَهُ.

۹۶۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حضرت قتیبہ نے بھی حضرت سفیان سے ہمیں اسی طرح بیان کی ہے۔

فائدہ: اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں: محمد بن منصور اور قتیبہ۔ باقی سند ایک ہے۔

٩٦٣ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٥٤ من حديث ابن أبي ذئب به، وهو في مسند عمر بن عبدالعزيز للباغندي، ح: ٦٩، والكبرٰى، ح: ١٠٣٤. * عبدالعزيز بن عياش ثقة، وثقه جماعة.

٩٦٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب [ماجاء] في السجدة في "إذا السماء انشقت" و"اقرأ باسم ربك . . ."، ح: ٥٧٤، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب عدد سجود القرآن، ح: ١٠٥٩ من حديث سفيان ابن عيينة به، وصرح بالسماع عند الحميدي، ح: ٩٩٨، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٥، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وله شواهد عند مسلم وغيره.

٩٦٥ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وأخرجه الترمذي، ح: ٥٧٤ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٦.

٩٦٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَجَدَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي ﴿إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ﴾ وَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُمَا.

٩٦٦- حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ نے سورۂ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں سجدہ کیا' نیز اس شخصیت (رسول اللہ ﷺ) نے بھی جو ان دونوں سے بہتر تھی۔

فائدہ: امام مالک ؒ اس سجدے کو بھی منسوخ سمجھتے ہیں مگر ان کا موقف مذکورہ روایات کے پیش نظر درست نہیں ہے خصوصاً آخری روایت کیونکہ اس میں خلفائے راشدین ابوبکر اور عمر ؓ کا عمل بھی ثابت ہے۔

(المعجم ٥٢) - اَلسُّجُودُ فِي ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ (التحفة ٣٠٩)

باب:٥٢-سورۂ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ میں سجدہ کرنے کا بیان

٩٦٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ قُرَّةَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَجَدَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُمَا ﷺ فِي ﴿إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ﴾ وَ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾.

٩٦٧- حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر ؓ اور وہ شخصیت جو ان دونوں سے بہتر تھی (رسول اللہ ﷺ) ان سب نے سورۂ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ اور سورۂ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ میں سجدہ کیا ہے۔

٩٦٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَوَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

٩٦٨- حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ اور ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ میں سجدہ کیا ہے۔

٩٦٦_ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٨١، وعبدالرزاق (المصنف: ٣/ ٣٤٠، ح: ٥٨٨٦) من حديث محمد ابن سيرين به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٧. * يحيىٰ هو ابن سعيد القطان، وتلميذه الفلاس.

٩٦٧_ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٨.

٩٦٨_ أخرجه مسلم، المساجد، باب سجود التلاوة، ح: ١٠٨/٥٧٨ من حديث سفيان بن عيينة به، وتابعه الثوري، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٣٩.

سَجَدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ﴾ وَ ﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ﴾.

فوائد ومسائل: ① امام مالک ؒ اس سجدے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ وہ اسے منسوخ سمجھتے ہیں مگر یہ بات نہ صرف بلا دلیل ہے بلکہ خلاف سنت ہے۔ ② امام نسائی ؒ نے صرف ان سجدوں کے ابواب باندھے ہیں جن میں اختلاف ہے۔ باقی متفق علیہ سجدوں کا ذکر نہیں کیا' البتہ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ بھی باوجود اختلافی ہونے کے ذکر نہیں کیا۔ احناف وموالک اس سجدے کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک یہ صلاتی سجدہ (نماز والا سجدہ) ہے۔ ③ قرآن مجید میں کل پندرہ (۱۵) سجدے مذکور ہیں۔ حنابلہ اور اہل حدیث ان سب کے قائل ہیں۔ احناف اور شوافع چودہ سجدوں کے قائل ہیں جب کہ امام مالک کل گیارہ سجدے مانتے ہیں لیکن احادیث سے قرآن پاک میں ۱۵ سجود تلاوت کا ذکر ملتا ہے' لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ۱۵ مقامات پر سجدہ کرنا مستحب ہے۔

(المعجم ٥٣) - بَابُ السُّجُودِ فِي الْفَرِيضَةِ (التحفة ٣١٠)

باب:۵۳-فرض نماز میں سجدۂ تلاوت

٩٦٩- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ سُلَيْمٍ - وَهُوَابْنُ أَخْضَرَ - عَنِ التَّيْمِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ - يَعْنِي الْعَتَمَةَ - فَقَرَأَ سُورَةَ ﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فِيهَا فَلَمَّا فَرَغَ قُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هٰذِهِ - يَعْنِي - سَجْدَةً مَا كُنَّا نَسْجُدُهَا قَالَ: سَجَدَ بِهَا أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ وَأَنَا خَلْفَهُ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

۹۶۹-حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ ؓ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی۔ انھوں نے سورۂ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: اے ابوہریرہ! یہ سجدہ ہم تو نہیں کیا کرتے تھے۔ تو انھوں نے فرمایا: ابوالقاسم ﷺ نے یہ سجدہ کیا جب کہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' لہٰذا میں تو یہ سجدہ کرتا رہوں گا حتی کہ ابوالقاسم ﷺ کو جاملوں (فوت ہوجاؤں)۔

فائدہ: ابورافع کا انکار مذکورہ سورت میں سجدے پر ہوسکتا ہے اور مطلقاً نماز میں سجدۂ تلاوت کرنے پر بھی۔ دونوں صورتوں میں اعتراض غلط ہے۔ مذکورہ سورت میں بھی سجدہ ثابت ہے اور نماز میں سجدۂ تلاوت کرنا بھی۔

٩٦٩ـ أخرجه مسلم، ح: ٥٧٨/ ١١٠ من حديث سليم بن أخضر، انظر الحديث السابق، والبخاري، الأذان، باب الجهر في العشاء، ح: ٧٦٦ من حديث سليمان التيمي به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٤٠.

(المعجم ٥٤) - بَابُ قِرَاءَةِ النَّهَارِ (التحفة ٣١١)

باب:۵۴-دن کی نمازوں (ظہر وعصر) میں قراءت

٩٧٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: كُلُّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فِيهَا، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَاهَا مِنَّا أَخْفَيْنَا مِنْكُمْ.

۹۷۰-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ جس نماز میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سنا دیا (اونچی آواز سے پڑھا) ہم نے تمھیں سنا دیا اور جس نماز میں ہم سے مخفی رکھا (آہستہ پڑھا) ہم نے تم سے مخفی رکھا۔

٩٧١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَسْمَعْنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَاهَا مِنَّا أَخْفَيْنَا مِنْكُمْ.

۹۷۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر نماز میں قراءت ہے، جو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے سنائی، وہ ہم نے تمھیں سنائی اور جو آپ نے ہم سے مخفی رکھی، وہ ہم نے تم سے مخفی رکھی۔

فوائد ومسائل: ① اشارہ ہے کہ نماز ظہر اور عصر میں آہستہ قراءت ہے۔ یہ نہیں کہ ان میں قراءت ہے ہی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ دن کی نمازوں میں آہستہ قراءت کا راز شاید یہ ہے کہ دن میں شور وغل ہوتا ہے، جماعت بڑی ہو تو سماع مشکل ہوگا، جب کہ رات میں سکون ہوتا ہے، اس لیے رات کی نمازوں میں قراءت بلند آواز سے ہوتی ہے۔ جس نماز میں زیادہ سکون ہوتا ہے، اس میں قراءت بھی طویل رکھی گئی ہے۔ واللہ أعلم. ② حدیث کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہر رکعت میں قراءت ہے اگرچہ پہلی دو میں قراءت اونچی کی جاتی ہے اور آخری رکعتوں میں آہستہ تاکہ نماز زیادہ لمبی نہ ہو جائے۔

(المعجم ٥٥) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الظُّهْرِ (التحفة ٣١٢)

باب:۵۵-ظہر کی نماز میں قراءت

٩٧٠- [صحيح] وهو في الكبرٰى، ح:١٠٤١، وانظر الحديث الآتي. * جرير هو ابن عبدالحميد، ورقبة هو ابن مصقلة، وعطاء هو ابن أبي رباح.

٩٧١- أخرجه البخاري، الأذان، باب القراءة في الفجر، ح:٧٧٢، ومسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة . . . الخ، ح:٣٩٦/ ٤٣ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٤٢، زاد في مسند أبي عوانة: ٢/ ١٢٥ "سمعته يقول: لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب".

٩٧٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ صُدْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيدِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ، فَنَسْمَعُ مِنْهُ الْآيَةَ بَعْدَ الْآيَاتِ مِنْ سُورَةِ لُقْمَانَ وَالذَّارِيَاتِ.

۹۷۲-حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔اور ہمیں چند آیتوں کے بعد ایک آیت سورۂ لقمان اور سورۂ ذاریات کی سنائی دیتی تھی۔

٩٧٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ النَّضْرِ قَالَ: كُنَّا بِالطَّفِّ عِنْدَ أَنَسٍ فَصَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: إِنِّي صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الظُّهْرِ فَقَرَأَ لَنَا بِهَاتَيْنِ السُّورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِـ﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾ وَ﴿هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ٱلْغَـٰشِيَةِ﴾.

۹۷۳-ابوبکر بن نضر کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس مقام طَف (کربلا) میں تھے۔آپ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔جب فارغ ہوئے تو فرمایا: تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔آپ نے دو رکعتوں میں یہ دو سورتیں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ پڑھیں۔

فائدہ: مذکورہ دونوں روایات سنداً ضعیف ہیں' تاہم امام سری نمازوں میں بھی کوئی آیت یا کچھ الفاظ بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے تاکہ مقتدی قراءت کا اندازہ کر لیں کہ رکوع میں کتنی دیر باقی ہے اور وہ اپنی قراءت وقت پر ختم کر لیں جیسا کہ دوسرے دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے' البتہ یہ بلند آواز جہری نمازوں کی قراءت سے کم اور مختلف ہونی چاہیے تاکہ امتیاز قائم رہے۔ظاہر ہے یہ جہر آپ قصداً کر دیا کرتے تھے۔لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اتفاقاً آواز بلند ہو جاتی ہو۔

(المعجم ٥٦) - تَطْوِيلُ الْقِيَامِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ (التحفة ٣١٣)

باب:۵۶-نماز ظہر کی پہلی رکعت میں قیام لمبا کرنا

٩٧٢_ **[إسناده ضعيف]** أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجهر بالآية أحيانًا في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٣٠ من حديث سلم بن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٤٣. * أبوإسحاق عنعن، تقدم، ح: ٩٦.

٩٧٣_ **[إسناده ضعيف]** وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٤٤. * أبوعبيدة هو عبدالواحد بن واصل الحداد، أبوبكر بن النضر بن أنس بن مالك مستور، لم أجد من وثقه، وله شاهد عند ابن خزيمة، ح: ٥١٢، وابن حبان، ح: ٤٦٩.

٩٧٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَقَدْ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تُقَامُ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَجِيءُ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى يُطَوِّلُهَا.

۹۷۴-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تحقیق ظہر کی اقامت ہوتی اور کوئی جانے والا بقیع تک جاتا اور قضائے حاجت کرتا' پھر وضو کر کے واپس آتا تو رسول اللہ ﷺ ابھی پہلی رکعت میں ہوتے تھے۔ اسے (اس قدر) لمبی کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ظہر کی پہلی رکعت لمبی کرنا مسنون ہے چونکہ یہ کاروبار کا وقت ہوتا ہے' اس لیے جب پہلی رکعت لمبی ہوگی تو زیادہ سے زیادہ لوگ پوری نماز باجماعت ادا کر سکیں گے۔ واللہ أعلم. ② لوگ آپ کے پیچھے بڑے ذوق شوق سے کھڑے ہوتے تھے۔ آپ کی صحبت ومجلس کی برکت نے طویل قیام میں انھیں سرور آتا تھا۔ آپ کی روحانیت بھی ان کا احاطہ کر لیتی تھی' اس لیے آپ کو اتنا لمبا قیام مناسب تھا۔ آپ کبھی مختصر قیام بھی کرتے تھے۔ دوسرے ائمہ کے لیے نمازیوں کے مناسب حال قیام کرنے کا ارشاد ہے۔ قراءت لمبی بھی ہو اور مخفی بھی' تو یہ اکتاہٹ اور بے زاری پیدا کرتی ہے جو نماز کی روح کے منافی ہے۔

٩٧٥- أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ: حَدَّثَنَا [أَبُو] إِسْمَاعِيلَ - وَهُوَ الْقَنَّادُ - حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي بِنَا الظُّهْرَ فَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ يُسْمِعُنَا الْآيَةَ، كَذٰلِكَ وَكَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَةَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَالرَّكْعَةَ الْأُولٰى يَعْنِي فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ.

۹۷۵-حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں ظہر کی نماز پڑھاتے اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت فرماتے تو ہمیں کوئی کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ اور آپ ظہر اور صبح کی نمازوں میں پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے تھے۔

٩٧٤ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، ح: ٤٥٤/ ١٦١ من حديث الوليد بن مسلم به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٤٥، وأخرجه مسلم من طريق آخر عن قزعة به.

٩٧٥ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب القراءة في الظهر، ح: ٧٥٩، ومسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، ح: ٤٥١ من حديث يحيى بن أبي كثير به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٤٦.

فائدہ: ظہر کے وقت لوگ کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور فجر کے وقت لوگ نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ جاگنے میں دیر ہوسکتی ہے۔ جاگنے کے بعد کے لوازمات، مثلاً: قضائے حاجت، غسل یا مسواک میں وقت لگتا ہے، اس لیے پہلی رکعت کو لمبا کیا جائے تاکہ زیادہ لوگ جماعت کے ساتھ شامل ہوسکیں، اسی لیے ان نمازوں میں اذان اور اقامت کا درمیانی فاصلہ بھی زیادہ رکھا جاتا ہے۔

(المعجم ٥٧) - بَابُ إِسْمَاعِ الْإِمَامِ الْآيَةَ فِي الظُّهْرِ (التحفة ٣١٤)

باب: ۵۷- امام کا ظہر کی نماز میں کوئی آیت سنانا

٩٧٦- أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خَالِدِ ابْنِ مُسْلِمٍ - يُعْرَفُ بِابْنِ أَبِي جَمِيلٍ الدِّمَشْقِيِّ - قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَمَاعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

۹۷۶- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیا کرتے تھے۔ اور آپ پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے تھے۔

فائدہ: نماز ظہر اور نماز فجر کے علاوہ دوسری نمازوں میں بھی پہلی رکعت لمبی کرنی چاہیے تاکہ لوگ حوائج ضروریہ اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر مل سکیں۔

(المعجم ٥٨) - تَقْصِيرُ الْقِيَامِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الظُّهْرِ (التحفة ٣١٥)

باب: ۵۸- ظہر کی دوسری رکعت کا قیام چھوٹا کرنا

٩٧٧- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

۹۷۷- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں

٩٧٦- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ١٠٤٧.

٩٧٧- [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرى، ح: ١٠٤٨.

عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَيُطَوِّلُ فِي الْأُولَى ويَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَكَانَ يَقْرَأُ بِنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ يُطَوِّلُ الْأُولَى وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ.

قراءت فرماتے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیتے تھے۔ اور پہلی رکعت لمبی کرتے تھے اور دوسری رکعت (پہلی رکعت کے مقابلے میں) چھوٹی کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ پہلی رکعت لمبی کرتے تھے اور دوسری چھوٹی کرتے تھے۔ اور نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں بھی قراءت فرماتے۔ پہلی رکعت میں لمبی قراءت فرماتے اور دوسری میں (پہلی سے) مختصر۔

(المعجم ٥٩) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ (التحفة ٣١٦)

باب: ٥٩-ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں (سورۂ فاتحہ کے علاوہ) قراءت

٩٧٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُورَتَيْنِ، وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَكَانَ يُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ أَوَّلَ رَكْعَةٍ مِّنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ.

٩٧٨-حضرت ابوقتادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے تھے۔ اور ظہر کی پہلی رکعت لمبی کرتے تھے۔

فائدہ: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ مزید سورت ملائی جاتی ہے مگر آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ کافی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اور

٩٧٨ـ [صحيح] انظر الحديث السابق والذين قبله، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٤٩، وأخرجه مسلم، ح: ٤٥١/ ١٥٥ من حديث أبان العطار به.

یہی جمہور کا مذہب ہے۔لیکن احناف کے نزدیک آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ نمازی کو اختیار ہے' چاہے قراءت کرلے یا تسبیح وتحمید کرے یا خاموش کھڑا رہے۔لیکن جمہور کا مذہب راجح اور سنت صحیحہ کے مطابق ہے۔مزید دیکھیے: (شرح صحیح مسلم للنووي: ۲۳۲/۴، تحت حدیث: ۴۵۱) بعض روایات میں آخری دو رکعتوں میں بھی سورت پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔یہ جائز ہے' ضروری نہیں۔واللہ أعلم.

(المعجم ٦٠) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ٣١٧)

باب: ۶۰- عصر کی پہلی دو رکعتوں میں (سورۂ فاتحہ کے علاوہ) قراءت

٩٧٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ [عَبْدِ] اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى فِي الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ، وَكَذٰلِكَ فِي الصُّبْحِ.

۹۷۹- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے تھے۔ اور ظہر کی پہلی رکعت لمبی کرتے تھے اور دوسری چھوٹی کرتے تھے۔ اور صبح میں بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

٩٨٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَنَحْوِهِمَا.

۹۸۰- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ اور ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اور ان جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

٩٧٩- [صحيح] انظر ح: ٩٧٥ والذي بعده، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥٠.

٩٨٠- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٠٥، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة في الظهر والعصر، ح: ٣٠٧ من حديث حماد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥١، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٤٦٥، وللحديث شواهد.

۹۸۱- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ: ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَفِي الصُّبْحِ بِأَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

۹۸۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز میں ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (اور اس جیسی سورت) پڑھتے۔ اور عصر کی نماز میں بھی اس قسم کی سورتیں پڑھتے تھے۔ اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: ظہر اور عصر میں قراءت کے متعلق مختلف احادیث بیان ہوئی ہیں' ان میں تعارض نہیں بلکہ ان تمام روایات کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ظہر اور عصر میں درمیانی قراءت کرتے تھے' یعنی نہ بہت لمبی اور نہ بہت مختصر۔ اور صبح کی نماز میں قراءت لمبی کرتے تھے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦١) - تَخْفِيفُ الْقِيَامِ وَالْقِرَاءَةِ (التحفة ٣١٨)

باب:٦١- (امام کا) قیام اور قراءت میں تخفیف کرنا

۹۸۲- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَطَّافُ ابْنُ خَالِدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ: صَلَّيْتُمْ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: يَا جَارِيَةُ! هَلُمِّي لِي وَضُوءًا، مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ إِمَامِكُمْ هٰذَا قَالَ زَيْدٌ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَيُخَفِّفُ الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ.

۹۸۲- حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے' انھوں نے کہا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' آپ نے فرمایا: تم نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا: ہاں۔ آپ نے لونڈی سے فرمایا: میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔ (پھر فرمایا:) میں نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو تمھارے اس امام (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھتا ہو۔ حضرت زید نے کہا: حضرت عمر بن عبدالعزیز رکوع اور سجدہ مکمل کرتے تھے اور قیام وقعود ہلکا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① فرض نماز چونکہ ہر شخص نے پڑھنی ہوتی ہے' اس لیے امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کو ملحوظ خاطر رکھے مگر رکوع وسجود جو نماز کی جان ہیں' سکون واطمینان سے ادا کرے۔ ان میں کمی نہ

۹۸۱ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٥٩ من حديث عبدالرحمٰن بن مهدي به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥٢.

۹۸۲ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٢٥ من حديث العطاف بن خالد به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥٣.

کرے البتہ قراءت اور ادعیہ مختصر کرے جس سے قیام اور قعدہ مختصر ہو جائیں۔ نماز ہلکی بھی ہو جائے گی اور مکمل بھی۔ ② یہ حدیث شریف حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی عظیم منقبت' جلالت شان اور اعلیٰ وارفع عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے اور انھوں نے دس برس تک رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں' وہ فرما رہے ہیں کہ میں نے کسی ایسے امام کی اقتدا نہیں کی جس کی نماز ان (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) کی نماز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو' حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تمام خلفائے راشدین کی اقتدا میں بھی نمازیں پڑھی ہیں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے متعلق ان کے جذبات اور احساسات اپنے اندر عجیب قسم کی خوبصورتی' کشش اور وزن رکھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ. (آمین) ③ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ تھے جو بنو امیہ کے دیگر خلفاء سے بہت مختلف تھے۔ اللہ کے ڈر' بے غرضی' امانت و دیانت' احساس ذمے داری' جواب دہی' اور علم دوستی میں اس قدر مشہور ہوئے کہ انھیں ''عمر ثانی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسی بے مثال عادلانہ حکومت کہ خلافت راشدہ کے سوا کوئی حکومت ان کی ہم پلہ نہیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

۹۸۳- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ فُلَانٍ، قَالَ سُلَيْمَانُ: كَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ الْأُخْرَيَيْنِ، وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ، وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ، وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ، وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطُوَالِ الْمُفَصَّلِ.

۹۸۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز فلاں (عمر بن عبدالعزیز) سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو۔ اور سلیمان بن یسار نے کہا: وہ شخص ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتا تھا اور آخری دو ہلکی پڑھاتا تھا۔ اور عصر کی نماز ہلکی پڑھاتا تھا۔ مغرب کی نماز میں چھوٹی مفصل سورتیں پڑھتا تھا۔ اور عشاء میں درمیانی مفصل سورتیں پڑھتا تھا۔ اور صبح کی نماز میں لمبی مفصل سورتیں پڑھتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① اگرچہ بعض روایات میں عصر کی نماز کو ظہر کے برابر بتلایا گیا ہے مگر کثیر اور راجح روایات

۹۸۳- **[إسناده صحيح]** أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب القراءة في الظهر والعصر، ح: ۸۲۷ من حديث الضحاك به، وهو في الكبرٰى، ح: ۱۰۵٤، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥۲۰، وابن حبان(الإحسان)، ح: ۱۸۳۷.

کی رو سے عصر کی نماز ظہر کی نماز سے تقریباً نصف ہوتی تھی۔ اس کی مناسبت ظہر کی بجائے مغرب کے ساتھ زیادہ تھی۔ ② مغرب کی نماز میں بہت ہلکی قراءت ہونی چاہیے۔ ③ ''مفصل'' سے مراد قرآن مجید کی آخری ساتویں منزل ہے جس میں چھوٹی سورتیں ہیں جو عام طور پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ فاصلہ تھوڑا تھوڑا ہونے کی وجہ سے انھیں مفصل کہا جاتا ہے۔ ان کی ابتدا سورۂ حجرات سے ہوتی ہے۔ آگے تقسیم میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ طوال مفصل ''حجرات'' سے ''بروج'' تک اور اوساط مفصل یہاں سے ''بینہ'' تک اور قصار مفصل اس سے آگے آخر تک ہیں۔ طوال مفصل صبح کی نماز میں، اوساط مفصل عشاء اور ظہر کی نماز میں اور قصار مفصل مغرب اور عصر کی نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ مغرب کی نماز میں نبی ﷺ بسا اوقات لمبی سورت بھی پڑھ لیتے تھے، معمول قصار مفصل ہی کا تھا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٢) - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ (التحفة ٣١٩)

باب: ٦٢- مغرب کی نماز میں چھوٹی مفصل سورتیں پڑھنی چاہئیں

٩٨٤- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ فُلَانٍ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانِ وَكَانَ يُطِيلُ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ فِي الْعَصْرِ، وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ، وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ (بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا) وَأَشْبَاهِهَا، وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِسُورَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ».

٩٨٤- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو فلاں شخص (عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) سے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ جیسی نماز پڑھاتا ہو۔ ہم نے اس شخص کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتا تھا اور آخری دو ہلکی پڑھاتا تھا۔ وہ عصر کی نماز بھی ہلکی پڑھاتا تھا۔ وہ مغرب کی نماز میں چھوٹی مفصل سورتیں پڑھتا تھا اور عشاء کی نماز میں ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور اس جیسی سورتیں پڑھتا تھا۔ اور صبح کی نماز میں لمبی سورتیں پڑھتا تھا۔

فائدہ: دیکھیے حدیث: ۹۸۳۔

٩٨٤ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ١٠٥٥.

(المعجم ٦٣) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (التحفة ٣٢٠)

باب:٦٣-مغرب کی نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ پڑھنا

٩٨٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ [بَشَّارٍ] قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِنَاضِحَيْنِ عَلٰى مُعَاذٍ وَهُوَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ، فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَصَلَّى الرَّجُلُ ثُمَّ ذَهَبَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ؟ أَلَا قَرَأْتَ بِـ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ وَنَحْوِهِمَا».

٩٨٥-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک انصاری آدمی اپنے پانی ڈھونے والے دو اونٹوں کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا جب کہ وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے سورۂ بقرہ شروع کر لی۔ وہ آدمی (اکیلا) نماز پڑھ کر چلا گیا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تم فتنہ باز ہو؟ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو آزمائش میں ڈال رہے ہو؟ تم نے کیوں نہ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا﴾ اور ان جیسی دوسری سورتیں پڑھیں؟''

فوائد و مسائل: ① صحیح بخاری (حدیث:٧٠١) میں عشاء کی نماز کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا تو اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے گا، یعنی مغرب اور عشاء دونوں نمازوں میں یہ واقعہ ہوا، یا عشاء کی نماز کے لیے مغرب کا لفظ مجازاً بول دیا گیا (کیونکہ یہ دونوں رات کی نمازیں ہیں جیسے احادیث میں عِشَاءِ اُولٰی اور عِشَاءِ آخِرَہ کے لفظ ملتے ہیں۔) ورنہ جو صحیح بخاری میں ہے، وہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ أعلم. دیکھیے: (فتح الباري:٢/٢٥١، تحت حدیث:٧٠١) ② اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مفترض (فرض پڑھنے والا) متنفل (نفل پڑھنے والا) کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، یعنی امام متنفل ہو اور مقتدی مفترض کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ کر آتے تھے، پھر اپنی قوم کو آ کر پڑھاتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز نفل ہوتی تھی۔ ③ کسی عذر کی بنا پر مقتدی نماز سے نکل سکتا ہے۔ ④ مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز ہلکی پڑھانا مستحب ہے۔ ⑤ جب مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو کسی شرعی عذر کی وجہ سے کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔

٩٨٥_ أخرجه البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، ح:٧٠٥ من حديث محارب به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٥٦، وحسنه ابن الملقن في تحفة المحتاج، ح:٥٦٦، ٥٦٧.

(المعجم ٦٤) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ (التحفة ٣٢١)

باب:۶۴- مغرب کی نماز میں سورۂ مرسلات پڑھنا

٩٨٦- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ الْمُرْسَلَاتِ، مَا صَلَّى بَعْدَهَا صَلَاةً حَتَّى قُبِضَ ﷺ.

۹۸۶- حضرت ام فضل بنت حارث ؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے گھر میں مغرب کی نماز پڑھائی اور سورۂ مرسلات پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے کوئی باجماعت نماز نہیں پڑھائی حتی کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں آخری نماز مغرب پڑھائی جبکہ صحیحین میں حضرتِ عائشہ ؓ سے ظہر کی نماز کے متعلق صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، الأذان، حدیث:۶۸۷، و صحیح مسلم، الصلاۃ، حدیث:۴۱۸) ان دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے۔ جس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اس سے مراد ہے کہ آپ نے مسجد میں لوگوں کو آخری نماز ظہر کی پڑھائی اور مذکورہ حدیث سے مراد ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے گھر میں عورتوں کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ دیکھیے: (فتح الباري: ۲/ ۲۲۲، تحت حدیث: ۶۸۷) ② نماز مغرب میں قراءت کا عام معمول تو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنا ہی ہے لیکن اگر کسی وقت لمبی قراءت کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔

٩٨٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّهِ: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ.

۹۸۷- حضرت ابن عباس ؓ اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ مرسلات پڑھتے سنا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس ؓ کی والدہ محترمہ ام فضل بنت حارث ؓ ہی ہیں جو پہلی حدیث کی بھی

٩٨٦ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٣٨ عن موسى به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥٧ . * حميد عنعن، وللحديث شواهد صحيحة، انظر الحديث الآتي.

٩٨٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٦٢ من حديث سفيان بن عيينة، والبخاري، الأذان، باب القراءة في المغرب، ح: ٧٦٣ من حديث الزهري به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٥٨ .

راوی یہ ہیں۔

(المعجم ٦٥) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ (التحفة ٣٢٢)

باب:٦٥-مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھنا

٩٨٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ.

٩٨٨-حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔

(المعجم ٦٦) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ بِـ ﴿حمٓ﴾ الدُّخَانِ (التحفة ٣٢٣)

باب:٦٦-مغرب کی نماز میں سورۂ حمٓ الدخان پڑھنا

٩٨٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْمُقْرِىءُ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَذَكَرَ آخَرَ قَالَا: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِـ ﴿حمٓ﴾ الدُّخَانِ.

٩٨٩-حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۂ حمٓ الدخان پڑھی۔

فوائد ومسائل: ① ممکن ہے کہ آپ نے دونوں رکعتوں میں یہ سورت پڑھی ہو جیسا کہ اگلے باب میں سورۂ اعراف کے متعلق ہے کہ آپ نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورۂ اعراف تقسیم کر کے پڑھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے پوری سورت ایک ہی رکعت میں پڑھی ہو۔ واللہ أعلم. ② مذکورہ روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف الاسناد قرار دیا ہے لیکن ضعف کی وضاحت نہیں فرمائی' تاہم مذکورہ حدیث کا صحیح ہونا ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ واللہ أعلم. مزید دیکھیے: (ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي: ١٢/ ٢٧١-٢٧٥)

٩٨٨ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الجهر في المغرب، ح: ٧٦٥، ومسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح: ٤٦٣ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيٰى): ١/ ٧٨، والكبرٰى، ح: ١٠٥٩.

٩٨٩ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦٠. * عبدالله بن عتبة بن مسعود صحابي، رأى النبي ﷺ وهو صغير، راجع تحفة الأشراف والإصابة وغيرهما، ومراسيل الصحابة مقبولة.

(المعجم ٦٧) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ بِـ ﴿الٓمّٓصٓ﴾ (التحفة ٣٢٤)

باب:٦٧-مغرب کی نماز میں سورۂ آلمّٓص پڑھنا

٩٩٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّهُ قَالَ لِمَرْوَانَ: يَا أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ! أَتَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِـ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ وَ ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ الْكَوْثَرَ﴾؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَحَلُوفَةٌ، لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِيهَا بِأَطْوَلِ الطُّولَيَيْنِ ﴿الٓمّٓصٓ﴾.

٩٩٠-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے حضرت مروان سے کہا: اے ابوعبدالملک! کیا آپ ہمیشہ مغرب کی نماز میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ ہی پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے! (یعنی اللہ عزوجل کی!) میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس نماز میں دو لمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورت آلمّٓص پڑھتے دیکھا ہے۔

فائدہ: دو لمبی سورتوں سے مراد سورۂ انعام اور سورۂ اعراف ہیں اور ان میں سے زیادہ لمبی سورت سورۂ اعراف ہے۔ اسے سورۂ آلمّٓص بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انھی حروف سے اس سورت کا آغاز ہوتا ہے۔

٩٩١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: مَا لِي أَرَاكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ السُّوَرِ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِيهَا بِأَطْوَلِ الطُّولَيَيْنِ؟ قُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! مَا أَطْوَلُ الطُّولَيَيْنِ قَالَ: اَلْأَعْرَافُ.

٩٩١-حضرت مروان بن حکم نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں ہی پڑھتے دیکھتا ہوں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس نماز میں دو لمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورت پڑھتے دیکھا ہے؟ میں (مروان) نے کہا: اے ابوعبداللہ! یہ کون سی سورت ہے؟ انھوں نے کہا: سورۂ اعراف۔

٩٩٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه ابن خزيمة: ١/ ٢٧١، ٢٧٢، ح: ٥٤١ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦١. * أبوالأسود اسمه محمد بن عبدالرحمٰن.

٩٩١ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب القراءة في المغرب، ح: ٧٦٤ من حديث ابن جريج به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦٢.

فائدہ: حضرت مروان اس وقت مدینے کے گورنر تھے بعد میں امیر المومنین ہوئے' لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ بہت چھوٹی سورتیں پڑھتے ہوں گے جیسا کہ حدیث نمبر: ۹۹۰ میں ذکر ہے' حالانکہ چھوٹی مفصل سورتوں میں ان سے دگنی بلکہ تگنی سورتیں بھی شامل ہیں۔ انھیں بھی پڑھنا چاہیے۔ گویا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اعتراض بہت چھوٹی سورتیں ہمیشہ پڑھنے پر تھا' نہ کہ قصار مفصل پڑھنے پر کیونکہ ان کا پڑھنا تو مسنون ہے۔ باقی رہا رسول اللہ ﷺ کا سورۂ اعراف جیسی طویل سورت مغرب میں پڑھنا تو وہ کبھی کبھار تھا۔

٩٩٢- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ وَأَبُو حَيْوَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِسُورَةِ الْأَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِي رَكْعَتَيْنِ.

۹۹۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف دونوں رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھی۔

فائدہ: پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ مغرب میں لمبی سورتیں پڑھنا نبی ﷺ کا کبھی کبھار کا عمل تھا۔ آپ کے پیچھے مقتدیوں کو لذت اور سرور آتا تھا جو آپ کی روحانیت کا اثر تھا۔ ہر شخص ایسا نہیں۔ ہمیں تخفیف کا حکم ہے۔

(المعجم ٦٨) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ (التحفة ٣٢٥)

باب: ۶۸- مغرب کے بعد (کی دو سنتوں میں) قراءت

٩٩٣- أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْجَوَّابِ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَمَقْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عِشْرِينَ مَرَّةً يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ

۹۹۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے بیس (۲۰) دفعہ رسول اللہ ﷺ کو مغرب کے بعد کی دو سنتوں اور فجر سے قبل کی دو سنتوں میں ﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے دیکھا ہے۔

٩٩٢_ [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني، في مسند الشاميين: ٤/ ٢٩٩، ح: ٣٣٦٣ من حديث بقية عن شعيب بن أبي حمزة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦٣.

٩٩٣_ [إسناده ضعيف] وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦٤، وأخرجه الترمذي، ح: ٤١٧، وابن ماجه، ح: ١١٤٩ وغيرهما من حديث أبي إسحاق عن مجاهد عن ابن عمر به، وهذا تدليس، ولبعض الحديث شواهد عند مسلم، ح: ٧٢٦ وغيره.

قَبْلَ الْفَجْرِ ﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو محقق کتاب نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس حدیث کے بعض حصے کے شواہد صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں جبکہ جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں اسی روایت کو حسن قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محقق کتاب کو سہو ہو گیا ہے' واللہ أعلم. علاوہ ازیں دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ محقق عصر شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ بنا بریں دلائل کی رو سے مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود قابل عمل ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية' مسند الإمام أحمد: ۸/۳۸۱' ۳۸۲' وصحيح سنن النسائي للألباني' رقم:۹۹۱' و ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ۲۱/۲۸۶-۲۸۹) ② مغرب اور فجر کی سنتوں میں مذکورہ دونوں سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔

(المعجم ٦٩) - اَلْفَضْلُ فِي قِرَاءَةِ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾. (التحفة ٣٢٦)

باب: ۶۹-﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے کی فضیلت

٩٩٤- أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ فَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِـ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ فَعَلَ ذٰلِكَ». فَسَأَلُوهُ فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا. قَالَ رَسُولُ

۹۹۴-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک لشکر پر امیر مقرر فرمایا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے ہوئے قراءت کرتا تو آخر میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (ضرور) پڑھتا۔ جب وہ واپس آئے تو انھوں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو' اس نے ایسا کیوں کیا؟'' انھوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: اس لیے کہ یہ رحمٰن (اللہ) عزوجل کی صفت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے (بار بار) پڑھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بتاؤ کہ اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے۔''

٩٩٤- أخرجه البخاري، التوحيد، باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، ح: ٧٣٧٥، ومسلم، صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله أحد، ح: ٨١٣ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٦٥.

اللهِ ﷺ : «أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّهُ».

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے سورۂ اخلاص کی فضیلت کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتیں جمع کرنا جائز ہے۔

٩٩٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلٰى آلِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَجَبَتْ» فَسَأَلْتُهُ: مَاذَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: «اَلْجَنَّةُ».

۹۹۵-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ رہا تھا کہ آپ نے ایک آدمی کو یہ سورت پڑھتے ہوئے سنا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ ''کہہ دیجیے: اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا (واجب ہوگئی)؟ آپ نے فرمایا: ''جنت۔''

فائدہ: کیونکہ یہ سورت خالص توحید ہے اور توحید کا بدلہ جنت ہے۔ ابتدا میں مل جائے یا کچھ سزا بھگت کر۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: [مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ] ''جس کی آخری بات لَا إله إلا اللّٰهُ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (سنن أبي داود' الجنائز' حديث:٣١١٦) ہر موحد لازماً جنت میں جائے گا' جب بھی جائے' پھر ہمیشہ وہیں رہے گا۔

٩٩٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا

۹۹۶-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے ایک آدمی کو (نماز میں) بار بار سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے سنا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس بات کا آپ سے ذکر کیا۔ رسول اللہ

٩٩٥ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة الإخلاص وسورة إذا زلزلت، ح:٢٨٩٧ من حديث مالك به، وقال: "حسن صحيح غريب"، وهو في الموطأ(يحيى):١/٢٠٨، والكبرٰى، ح:١٠٦٦.

٩٩٦ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله أحد، ح:٥٠١٣ من حديث مالك به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٦٧، والموطأ(يحيى):١/٢٠٨.

يَقْرَأُ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ يُرَدِّدُهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ».

ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً یہ سورت تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''تہائی کے برابر'' اس کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اپنے مضمون کے لحاظ سے تہائی کے برابر ہے کیونکہ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے: ① توحید ② رسالت اور ③ آخرت۔ اس میں کامل واکمل توحید کا بیان ہے۔ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ اسے ایک تہائی قرآن اس لیے کہا گیا ہے کہ قرآن میں احکام' اخبار اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے۔ اور یہ سورت تیسرے حصے پر مشتمل ہے' لہٰذا یہ تہائی قرآن ہے۔ ان کی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا' چنانچہ سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو تیسرا حصہ بنایا۔'' (صحيح مسلم' صلاة المسافرين' حديث:٨١١) اور بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی تلاوت کا ثواب ایک تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري:٩/٧٧-٧٨' تحت حديث:٥٠١٣) یہ ہر ایک گروہ کی اپنی اپنی توجیہات ہیں' لہٰذا مختلف قسم کی تاویلات کرنے کے بجائے اگر نص کو اس کے ظاہر پر محمول کرلیں کہ یہ سورت تلاوت اور ثواب کے لحاظ سے ثلث (تہائی قرآن) کے برابر ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں۔ واللہ أعلم. ② ''ایک آدمی نے ایک آدمی کو سنا'' پڑھنے والے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے رات کا قیام کیا اور ساری رات ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے رہے' اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھا۔ (مسند أحمد: ٣/١٥) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے سننے والے ابوسعید ہی ہوں' اس لیے کہ یہ ان کے اخیافی بھائی تھے اور ایک دوسرے کے پڑوس میں رہتے تھے اور یہی بات ابن عبدالبر نے بالجزم کہی ہے۔ گویا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے بھائی کا نام پوشیدہ رکھا۔ (فتح الباري:٩/٧٥' تحت حديث:٥٠١٣) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ابوسعید رضی اللہ عنہ کو سامع قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی رات کے قیام میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ہی پڑھتا رہا' جب ہم نے صبح کی تو ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور رات کا سارا ماجرا سنایا۔ گویا کہ اس آدمی نے اس قراءت کو کم سمجھا...... تو نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔'' (صحيح البخاري' فضائل القرآن' حديث:٥٠١٤) اس روایت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ سننے والے ابوسعید نہیں تھے۔ ہاں'

البتہ پڑھنے والے قتادہ رضی اللہ عنہ ہو سکتے ہیں۔ واللہ أعلم. ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کا ہاتھ ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔

٩٩٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنِ امْرَأَةٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ثُلُثُ الْقُرْآنِ».

۹۹۷- حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ ہے۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: مَا أَعْرِفُ إِسْنَادًا أَطْوَلَ مِنْ هٰذَا.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس سے لمبی سند نہیں جانتا۔

فائدہ: اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان دس واسطے ہیں۔ اس سے زیادہ واسطے امام نسائی رحمہ اللہ کی کسی روایت میں نہیں اور دس واسطے بھی صرف اسی سند میں ہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٧٠) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (التحفة ٣٢٧)

باب: ۷۰-عشاء کی نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ پڑھنا

٩٩٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَامَ مُعَاذٌ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَطَوَّلَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ؟ أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ؟ أَيْنَ كُنْتَ عَنْ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَ﴿وَالضُّحَى﴾ وَ

۹۹۸- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھائی تو بہت لمبی کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اے معاذ کیا تو فتنے باز ہے؟ اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈالتا ہے؟ تو ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ اور ﴿وَالضُّحٰى﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ سے کہاں چلا گیا تھا؟“

٩٩٧- [حسن] أخرجه الترمذي، ح:٢٨٩٦ (انظر الحديث المتقدم:٩٩٥) عن محمد بن بشار به، وقال: "حسن"، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٦٨، وللحديث شواهد كثيرة جدًا. * المرأة هو امرأة أبي أيوب كما في سنن الترمذي، وعبدالرحمٰن هو ابن مهدي، وزائدة هو ابن قدامة، ومنصور هو ابن المعتمر.

٩٩٨- [صحيح] تقدم، ح:٨٣٢، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٦٩.

﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنفَطَرَتْ﴾؟».

(المعجم ٧١) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِـ ﴿وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا﴾ (التحفة ٣٢٨)

باب:٧١-عشاء کی نماز میں ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ پڑھنا

٩٩٩- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: صَلَّى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ لِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ، فَانْصَرَفَ رَجُلٌ مِّنَّا فَأُخْبِرَ مُعَاذٌ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّهُ مُنَافِقٌ، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ مُعَاذٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَتُرِيدُ أَنْ تَكُونَ فَتَّانًا يَا مُعَاذُ؟ إِذَا أَمَمْتَ النَّاسَ فَاقْرَأْ بِـ ﴿وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا﴾ وَ﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾ وَ ﴿وَٱلَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ وَ ﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ﴾».

٩٩٩- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھائی اور بہت لمبی کر دی۔ ہم میں سے ایک آدمی جماعت سے نکل گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں بتایا گیا تو انھوں نے کہا: وہ منافق ہو گیا ہے۔ جب یہ بات اس آدمی تک پہنچی تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو معاذ رضی اللہ عنہ کے واقعے کی خبر دی۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ''اے معاذ! تو فتنے باز بننا چاہتا ہے؟ جب تو لوگوں کی امامت کرائے تو ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾، ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾، ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ جیسی سورتیں پڑھا کر۔''

١٠٠٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِـ﴿وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا﴾ وَأَشْبَاهِهَا مِنَ السُّوَرِ.

١٠٠٠- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور اس جیسی دیگر سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز میں درمیانی مفصل سورتیں پڑھنا مستحب ہے۔

٩٩٩- أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، ح: ٤٦٥/ ١٧٩ عن قتيبة به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٧٠.

١٠٠٠- [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة في صلاة العشاء، ح: ٣٠٩ من حديث الحسين بن واقد به، وقال: "حسن"، وهو في الكبرى، ح: ١٠٧١.

(المعجم ٧٢) - اَلْقِرَاءَةُ فِيهَا بِـ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ (التحفة ٣٢٩)

باب:٧٢- عشاء کی نماز میں سورۂ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھنا

١٠٠١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ فِيهَا بِـ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾

١٠٠١- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو آپ نے اس میں سورۂ ﴿وَالتِّين وَالزَّيْتُون﴾ پڑھی۔

(المعجم ٧٣) - اَلْقِرَاءَةُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ (التحفة ٣٣٠)

باب:٧٣- عشاء کی پہلی رکعت میں قراءت

١٠٠٢- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ - هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِـ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾.

١٠٠٢- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ ﴿وَالتِّين وَالزَّيْتُون﴾ پڑھی۔

(المعجم ٧٤) - اَلرُّكُودُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ (التحفة ٣٣١)

باب:٧٤- پہلی دو رکعتوں میں ٹھہرنا (انھیں لمبا کرنا)

١٠٠٣- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَوْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ

١٠٠٣- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: تحقیق لوگوں (اہل کوفہ) نے تمھاری ہر چیز کی شکایت

١٠٠١- أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، ح:٤٦٤/١٧٦ من حديث يحيى الأنصاري، والبخاري، الأذان، باب الجهر في العشاء، ح:٧٦٧ من حديث عدي بن ثابت به، وهو في الموطأ (يحيى): ١/٧٩، ٨٠، والكبرٰى، ح:١٠٧٢.

١٠٠٢- أخرجه البخاري ومسلم من حديث شعبة به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٧٣.

١٠٠٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب: يطول في الأوليين ويحذف في الأخريين، ح:٧٧٠، ومسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، ح:٤٥٣/١٥٩ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٧٤.

سَمُرَةَ يَقُولُ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ سَعْدٌ: أَتَّئِدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَمَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ.

کی ہے حتی کہ نماز کی بھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں ٹھہرتا (لمبی قراءت کرتا) ہوں اور آخری دو کو ہلکا پڑھتا ہوں۔ اور میں اس نماز سے ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتا جو میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی اقتدا میں پڑھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے یہی امید ہے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی تھے۔ عشرۂ مبشرہ (وہ دس آدمی جنھیں زبان رسالت سے نام لے کر جنت کی خوش خبری ملی) میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ننھیال میں سے تھے۔ جنگ قادسیہ کے فاتح تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں کوفے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ مندرجہ بالا شکایت پر معزول کر دیا مگر اپنے بعد جن چھ صحابہ کو خلافت کے لیے نامزد کیا، ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی شامل فرمایا۔ اور وضاحت فرمائی کہ ''میں نے انھیں کسی نقص کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا بلکہ وہ انتظامی مسئلہ تھا، لہٰذا یہ خلافت کے اہل ہیں۔'' رضي الله عنه وأرضاه. ② اکثر اہل کوفہ بد باطن لوگ تھے۔ جھوٹی شکایات کے عادی تھے۔ گورنروں تک کو تنگ کیا کرتے تھے۔ کسی کو ٹکنے نہ دیتے تھے۔ حجاج نے انھیں خوب کس کے رکھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بابت ان کی مندرجہ بالا شکایات بھی غلط ثابت ہوئیں۔ پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں معزول کر دیا کہ جب حاکم اور محکوم میں غلط فہمیاں اس حد تک ہو جائیں تو امور حکومت خوش اسلوبی سے نہیں چلائے جا سکتے۔ ③ پہلی دو رکعتیں لمبی کرنا مستحب ہے۔ ④ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبیٔ اکرم ﷺ کی پیروی کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ ان کی نماز نبیٔ اکرم ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہوتی تھی۔ ⑤ اگر حکومت کو کسی گورنر یا عہدیدار کی شکایت پہنچے جو لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو تو حاکم وقت مصلحت کے پیش نظر اسے معزول کر سکتا ہے اگرچہ اس کے خلاف کوئی الزام ثابت نہ بھی ہو۔ ⑥ معزول ہونے والا اپنے متعلق شکایات کے بارے میں پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ ⑦ کسی کی تعریف منہ پر کی جا سکتی ہے جب کہ اس سے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ ⑧ حکمران کو اپنے ماتحتوں کے متعلق اچھا گمان ہی رکھنا چاہیے۔

١٠٠٤- أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عُلَيَّةَ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا

۱۰۰۴- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اہل کوفہ میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

١٠٠٤ــ أخرجه البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها . . . الخ، ح: ٧٥٥، ومسلم (انظر الحديث السابق) من حديث عبدالملك به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٧٥، وانظر الحديث السابق.

أَبِي عَنْ دَاوُدَ الطَّائِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: وَقَعَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فِي سَعْدٍ عِنْدَ عُمَرَ فَقَالُوا: وَاللهِ! مَا يُحْسِنُ الصَّلَاةَ فَقَالَ: أَمَّا أَنَا فَأُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شکایات کیں۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! وہ نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتا۔ حضرت سعد نے فرمایا: میں تو انھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھاتا ہوں' اس سے ذرہ بھر کمی نہیں کرتا۔ میں پہلی دو رکعتوں میں ٹھہرتا (لمبی قراءت کرتا) ہوں اور آخری دو میں اختصار کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے بارے میں یہی گمان ہے۔

(المعجم ٧٥) - قِرَاءَةُ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ (التحفة ٣٣٢)

باب: ۷۵-ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا

١٠٠٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِشْرِينَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلْقَمَةَ فَدَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ فَأَخْبَرَنَا بِهِنَّ.

۱۰۰۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں ان ملتی جلتی بیس سورتوں کو بخوبی جانتا ہوں جنھیں رسول اللہ ﷺ دس رکعات میں پڑھتے تھے۔ پھر وہ علقمہ کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلے گئے۔ پھر علقمہ باہر آئے تو ہم نے ان سے ان سورتوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے ہمیں ان کی تفصیل بتائی۔

فوائد ومسائل: ① ایک رکعت میں دو سورتیں ہوں یا ایک نماز کی دو رکعتوں میں دو سورتیں' ان میں معنوی مناسبت بھی ہونی چاہیے۔ نَظَائِر (ملتی جلتی سورتیں) سے مراد بھی یہی مناسبت ہے۔ بعض لوگوں نے طول میں مناسبت مراد لی ہے مگر وہ درست نہیں جیسا کہ ان سورتوں کی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے' جیسے "اِقْتَرَبَتْ" اور "اَلْحَاقَّة" ایک رکعت میں' اسی طرح "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" اور "دخان" ایک رکعت میں۔ ② قرآن مجید کی قراءت کرتے ہوئے سورتوں کی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں ہے' یعنی اگر کوئی پہلے سورۂ کہف پھر سورۂ بقرہ کی قراءت کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں' البتہ ترتیب سے پڑھنا بہتر اور افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ

١٠٠٥ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب ترتيل القراءة واجتناب الهذ، وهو الإفراط في السرعة . . . الخ، ح: ٨٢٢/ ٢٧٧ عن إسحاق بن إبراهيم، والبخاري، فضائل القرآن، باب تأليف القرآن، ح: ٤٩٩٦ من حديث الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٧٦.

کا بیشتر عمل اسی پر تھا۔ ③ اس حدیث مبارکہ سے حضرت عائشہ اور ابن عباس ؓ کے قول کی موافقت ہوگئی کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی رات کی نماز وتر کے علاوہ دس رکعات تھی۔ ④ قرآن مجید کی تلاوت معانی پر تدبر و تفکر کر کے کرنی چاہیے۔ بغیر سوچے سمجھے بہت زیادہ تیز پڑھنا مناسب نہیں۔ ⑤ بسا اوقات دوسری رکعت پہلی سے لمبی پڑھنا جائز ہے کیونکہ ان سورتوں میں سے بعض بعد والی سورتیں پہلی سورتوں سے زیادہ لمبی ہیں' نیز رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھتے تھے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ سورۂ غاشیہ' سورۂ اعلیٰ سے لمبی ہے۔

١٠٠٦- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ: قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ قَالَ: هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ، لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ، فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُورَتَيْنِ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ.

۱۰۰۶- حضرت ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے پاس کہا کہ میں نے تمام مفصل سورتیں آج رات ایک رکعت میں پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا: شعر کی طرح تیز تیز کتر ڈالیں۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں ان ملتی جلتی سورتوں کو بخوبی پہچانتا ہوں جنھیں اللہ کے رسول ﷺ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ پھر انھوں نے مفصل سورتوں میں سے بیس سورتیں ذکر کیں۔ ہر رکعت میں دو دو سورتیں۔

فوائد و مسائل: ① اشعار ویسے تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے جاتے ہیں مگر جب حفظ شدہ اشعار کا دور کیا جاتا ہے تو انھیں تیز تیز پڑھا جاتا ہے' جس طرح بعض قراء حضرات قرآن مجید کا دور کرتے وقت بہت تیز پڑھتے ہیں کہ غیر حافظ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ یہ مفہوم ہے۔ ② اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تدبر کرتے ہوئے پڑھنا چاہیے' اتنا تیز تیز نہیں پڑھنا چاہیے کہ کسی کی سمجھ ہی میں نہ آئے۔ واللہ أعلم.

١٠٠٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

۱۰۰۷- حضرت مسروق حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا

١٠٠٦ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة ... الخ، ح: ٧٧٥، ومسلم، صلاة المسافرين، باب ترتيل القرآن واجتناب الهذ ... الخ، ح: ٢٧٩/٨٢٢ من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٧٧.

١٠٠٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٠/٤٠ من حديث عبدالله بن رجاء به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح: ١٠٧٨، وأخرجه البخاري، ح: ٧٧٥، ٤٩٩٦، ٥٠٤٣، ومسلم، ح: ٨٢٢ من طريق شقيق عن ابن مسعود به نحوه.

إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ وَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي قَرَأْتُ اللَّيْلَةَ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ: هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ، لٰكِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ مِنْ آلِ حٰم.

اور کہنے لگا: تحقیق میں نے آج رات تمام مفصل سورتیں ایک رکعت میں پڑھ لیں۔ انھوں نے فرمایا: تو نے اس طرح تیز تیز پڑھا ہوگا جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں؟ لیکن اللہ کے رسول ﷺ تو ملتی جلتی بیس سورتیں (دس رکعتوں میں) پڑھتے تھے جو مفصل سے حٰمٓ والی سورتیں تھیں۔ (جن سورتوں کے شروع میں حٰمٓ ہے۔)

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی سے کچھ مختلف تھی، اس لیے ان کی مفصل سورتوں کی ترتیب کا موجودہ قرآن مجید کی ترتیب سے اختلاف تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس نزولی ترتیب تھی۔

(المعجم ٧٦) - قِرَاءَةُ بَعْضِ السُّورَةِ (التحفة ٣٣٣)

باب:٧٦- سورت کا کچھ حصہ پڑھنا

١٠٠٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدِيثًا رَفَعَهُ إِلَى ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَصَلّٰى فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ، فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا جَاءَ ذِكْرُ مُوسٰى وَعِيسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ.

١٠٠٨- حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے کعبے کے سامنے نماز پڑھی۔ اپنے جوتے اتار کر بائیں طرف رکھے (نماز میں) اور آپ نے سورۂ مومنون شروع کی۔ جب موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آنے لگی، چنانچہ آپ نے رکوع کر دیا۔

فوائد و مسائل: ① اگر سورت کو مکمل پڑھنا ضروری ہوتا تو آپ کھانسی ختم ہونے کا انتظار فرماتے، پھر سورت کو مکمل فرماتے۔ نبی ﷺ کا کھانسی آنے پر رکوع میں چلے جانا جواز کی دلیل ہے۔ ہوسکتا ہے اسے کوئی عذر قرار دے مگر حدیث:٩٩٢ میں سورۂ اعراف کو آپ نے بلا عذر دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ یہ حدیث اس مسئلے میں صریح

١٠٠٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، ح:٤٥٥ من حديث ابن جريج به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٧٩. وعلقه البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة . . . الخ، ح:٧٧٤.

دلیل ہے۔ ② جب نماز میں کوئی عارضہ لاحق ہو جائے تو نماز کو مختصر کر لینا چاہیے۔

(المعجم ٧٧) - تَعَوُّذُ الْقَارِىءِ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ عَذَابٍ (التحفة ٣٣٤)

باب:۷۷-قرآن مجید پڑھنے والا جب عذاب والی آیت پڑھے تو اللہ کی پناہ طلب کرے

١٠٠٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّهُ صَلّٰى إِلٰى جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَرَأَ، فَكَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ عَذَابٍ وَقَفَ وَتَعَوَّذَ، وَإِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ وَقَفَ فَدَعَا، وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى.

۱۰۰۹- حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ آپ نے قراءت فرمائی تو جب عذاب والی آیت پڑھتے تو رکتے اور اللہ کی پناہ مانگتے۔ اور جب رحمت والی آیت پڑھتے تو رکتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگتے۔ اور اپنے رکوع میں [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] ”پاک ہے میرا عظمت والا رب۔“ اور سجدے میں [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] ”پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔“ پڑھتے۔

فائدہ: قرآن مجید پڑھتے وقت انسان میں جذب کی کیفیت ہونی چاہیے کہ قرآن کا ہر لفظ اس پر اثر کرے۔ اس کیفیت سے پڑھنے والا انسان لازماً وہی کرے گا جو اللہ کے رسول ﷺ کا معمول بیان کیا گیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ رحمت کی آیت سے گزر جائے اور رحمت طلب نہ کرے یا عذاب کا ذکر پڑھے اور عذاب سے بچاؤ کی درخواست نہ کرے۔ قرآن کا اثر ہونا لازمی امر ہے۔ اس کیفیت کو صرف نفل نماز سے خاص کرنا احناف کی زیادتی ہے۔ کیا فرض نماز میں خشوع خضوع ممنوع ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ نوافل سے زیادہ مطلوب ہے اس لیے فرائض میں بھی آیت عذاب یا رحمت پڑھتے وقت عذاب سے پناہ اور رحمت کی التجا کرنا مستحسن امر ہے۔

(المعجم ٧٨) - مَسْأَلَةُ الْقَارِىءِ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ (التحفة ٣٣٥)

باب:۷۸-قرآن مجید پڑھنے والا جب رحمت والی آیت پڑھے تو رحمت کا سوال کرے

١٠٠٩ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، ح: ٧٧٢ من حديث سليمان الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٨٠، وأخرجه الترمذي، ح: ٢٦٣ عن محمد بن بشار عن شعبة عن سليمان به.

١٠١٠- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ يَزِيدَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، وَ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ فِي رَكْعَةٍ لَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا سَأَلَ وَلَا بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا اسْتَجَارَ.

١٠١٠-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، آل عمران اور نساء پڑھیں۔ جب بھی آپ کسی رحمت والی آیت پر پہنچتے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگتے اور عذاب کی آیت پر پہنچتے تو بچاؤ کا سوال فرماتے۔

(المعجم ٧٩) - **تَرْدِيدُ الْآيَةِ** (التحفة ٣٣٦)

باب:٧٩-ایک آیت کو بار بار دہرانا

١٠١١- **أَخْبَرَنَا** نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا قُدَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دِجَاجَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ بِآيَةٍ. وَالْآيَةُ: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة:١١٨].

١٠١١-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ نے ساری رات ایک آیت بار بار پڑھتے گزار دی حتی کہ صبح ہوگئی۔ اور وہ آیت یہ تھی: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''(اے میرے مولا!) اگر تو ان (بندوں) کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے غلام ہیں (چوں نہیں کر سکتے۔) اور اگر تو انھیں بخش دے تو بلاشبہ تو ہی غالب حکمت والا ہے۔'' (کوئی تجھ پر اعتراض نہیں کر سکتا، نیز رحمت و مغفرت پر کیا اعتراض؟)

فوائد ومسائل: ① اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ایک آیت کو بار بار پڑھا جا سکتا ہے۔ ② نبیٔ اکرم ﷺ امت کے لیے بہت فکر مند تھے اور ہر نیک و بد کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے تھے۔

١٠١٠ـ[صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح:١٠٨١، ١٠٨٢.

١٠١١ـ[إسناده حسن] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراءة في صلاة الليل، ح:١٣٥٠ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرى، ح:١٠٨٣، وصححه البوصيري، والحاكم:١/٢٤١، والذهبي.

③ کسی کو بخشنا یا اسے سزا دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو کسی کے اچھے یا برے انجام کا فیصلہ کر سکے حتی کہ نبیٔ اکرم ﷺ بھی اس چیز کا اختیار نہیں رکھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب دینے کا فیصلہ کر دیں تو نبیٔ اکرم ﷺ اسے عذاب سے بچا سکیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ سفارش کا حق دیں گے جسے چاہیں گے اور جس کے لیے چاہیں گے۔

(المعجم ٨٠) - قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (التحفة ٣٣٧)

باب: ۸۰- اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ ”قرآن مجید پڑھتے ہوئے آواز نہ زیادہ اونچی کریں اور نہ بالکل پست“ کی تفسیر

١٠١٢- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةَ - وَهُوَ ابْنُ إِيَاسٍ - عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ: نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ، فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ ابْنُ مَنِيعٍ: يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ إِذَا سَمِعُوا صَوْتَهُ سَبُّوا الْقُرْآنَ، وَمَنْ أَنْزَلَهُ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ، فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ ﷺ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ أَيْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ

۱۰۱۲- حضرت ابن عباس ؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کی تفسیر میں فرمایا: یہ آیت اس وقت اتری جب آپ مکہ مکرمہ میں چھپ کر رہتے تھے۔ آپ جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتے۔ مشرکین جب آپ کی آواز سنتے تو قرآن کو، اس کے اتارنے والے اور اس کے لانے والے (سب) کو گالیاں دیتے۔ تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ”اتنی بلند آواز سے نہ پڑھا کریں کہ مشرکین اسے سن کر قرآن کو گالیاں دیں اور اتنا آہستہ بھی نہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں بلکہ ان کی درمیانی راہ اختیار کریں۔“

١٠١٢ـ أخرجه البخاري، التفسير، باب "ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها"، ح: ٤٧٢٢ عن يعقوب بن إبراهيم به، ومسلم، الصلاة، باب التوسط في القراءة في الصلاة الجهرية . . . الخ، ح: ٤٤٦ من حديث هشيم به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٨٤.

أَصْحَابِكَ فَلَا يَسْمَعُوا ﴿وَٱبْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾.

فوائد ومسائل: ① مشرکین سے قطع نظر نماز کے اندر امام درمیانی آواز اختیار کرے۔ اسی طرح نفل نماز پڑھنے والا اتنی آواز رکھے جس سے دوسروں کی نماز یا آرام میں خلل بھی نہ پڑے اور اس کی آواز بھی سنائی دے۔ ویسے بھی منہ میں پڑھنے سے وہ تاثر پیدا نہیں ہوتا جو آواز کے ساتھ پڑھنے سے ہوتا ہے۔ والله أعلم.
② ابتدائے اسلام میں نبی اکرم ﷺ لوگوں کو دعوت دیتے تو مشرکین آپ کو تکلیفیں دیتے تھے۔ آپ اور آپ کے صحابہ چھپ کر نماز پڑھتے اور مسلسل دعوت کا کام کرتے رہے، اسی طرح ہر داعی کو بچاؤ کے اسباب اختیار کرنے چاہئیں اور مخالفین کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرے۔ آخر کار کامیابی دین اسلام ہی کی ہے، نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دینے والا ہر اس کام اور بات سے دور رہے جس سے لوگوں کو اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام پر طعن وتشنیع کرنے کا موقع ملے۔ والله أعلم.

١٠١٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ إِذَا سَمِعُوا صَوْتَهُ سَبُّوا الْقُرْآنَ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ، فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْفِضُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ مَا كَانَ يَسْمَعُهُ أَصْحَابُهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَٱبْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾ [الإسراء: ١١٠].

۱۰۱۳- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے۔ مشرکین جب آپ کی آواز سنتے تو قرآن اور اس کے لانے والے کو برا بھلا کہتے۔ نبی ﷺ قرآن (کی تلاوت) کے ساتھ اپنی آواز اتنی پست اور آہستہ کر لیتے کہ آپ کے اصحاب ؓ بھی نہ سن سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ ”نماز میں آواز کو زیادہ بلند کیا کریں نہ انتہائی پست، بلکہ درمیانی راہ اختیار کریں۔“

(المعجم ٨١) - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ (التحفة ٣٣٨)

باب:۸۱- بلند آواز سے قرآن پڑھنا

١٠١٤- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۱۰۱۴- حضرت ام ہانی ؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے

١٠١٣_[صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ١٠٨٥.

١٠١٤_[حسن] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراءة في صلاة الليل، ح: ١٣٤٩، والترمذي ◀◀

الدَّوْرَقِيُّ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا عَلَى عَرِيشِي.

گھر کی چھت پر لیٹی نبی ﷺ کی قراءت سن لیا کرتی تھی۔

فائدہ: جب کسی فتنے یا کسی کی نماز یا آرام میں خلل کا اندیشہ نہ ہو تو قرآن اونچی آواز سے پڑھا جاسکتا ہے۔

(المعجم ٨٢) - بَابُ مَدِّ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ (التحفة ٣٣٩)

باب:٨٢-حروف کو کھینچ کھینچ کر پڑھنا

١٠١٥- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: كَانَ يَمُدُّ صَوْتَهُ مَدًّا.

١٠١٥-حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت کیسے ہوتی تھی؟ انھوں نے فرمایا: آپ آواز کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

فائدہ: یہ مطلب نہیں کہ بے جا کھینچتے تھے بلکہ جس حرف پر مد ہوتی تھی اسے لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ مد والے حروف کو کھینچنے سے قراءت میں سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے جسے ترتیل کہتے ہیں اور یہ ضروری ہے اس سے قرآن کریم میں غور وفکر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ تیز پڑھنا جس سے سوائے یَعْلَمُوْن اور تَعْلَمُوْن کے کچھ پتہ نہ چلے مذموم قراءت ہے۔

(المعجم ٨٣) - تَزْيِينُ الْقُرْآنِ بِالصَّوْتِ (التحفة ٣٤٠)

باب:٨٣-قرآن کو خوب صورت اور مزین آواز سے پڑھنا

١٠١٦- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا

١٠١٦-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

◀◀ في الشمائل، باب ماجاء في قراءة رسول الله ﷺ، ح:٣٠١ من حديث وكيع به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٨٦، وصححه البوصيري.

١٠١٥ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب مد القراءة، ح:٥٠٤٥ من حديث جرير به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٨٧.

١٠١٦ـ[إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب: كيف يستحب الترتيل في القراءة، ح:١٤٦٨ من حديث جرير بن عبدالحميد به، وهو في الكبرٰى، ح:١٠٨٨، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وانظر الحديث الآتي.

جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔''

١٠١٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ».

۱۰۱۷-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کو پرسوز آواز سے پڑھا کرو۔''

قَالَ ابْنُ عَوْسَجَةَ: كُنْتُ نَسِيتُ هٰذِهِ «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ» حَتّٰى ذَكَّرَنِيهِ الضَّحَّاكُ بْنُ مُزَاحِمٍ.

راوئ حدیث ابن عوسجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ الفاظ [زَيِّنُوا الْقُرْآنَ] میں بھول گیا تھا حتی کہ (میرے ساتھی) ضحاک بن مزاحم نے مجھے یاد دلائے۔

فائدہ: قرآن مجید کو توجہ' تصحیح اور حضور قلب سے پڑھنا کہ قاری اور سامعین پر اس کا مثبت اثر ہو' شریعت کا مطلوب ہے' البتہ گانے کا انداز نہ ہو' یعنی ساز کی بجائے سوز ہو۔ پڑھنے اور سننے والے پر خشیت الٰہی طاری ہو۔ دونوں کو رونا آئے نہ کہ طرب کی کیفیت پیدا ہو اور واہ واہ کے نعرے بلند ہوں۔ ریاکاری اور تحسین کے لیے پڑھنا موجب عذاب ہے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. اگر خوبصورت کلام کو پُرسوز اور اچھی آواز سے پڑھا جائے تو یہ چیز کلام کے حسن کو مزید چار چاند لگا دیتی ہے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کریم کو اپنی آوازوں کے ساتھ خوبصورت بناؤ' اس لیے کہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۲/۴۰۱' حديث: ۷۷۱)

١٠١٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُنْبُورٍ

۱۰۱۸-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انھوں

١٠١٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب في حسن الصوت بالقرآن، ح: ١٣٤٢ من حديث يحيى القطان به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٨٩، وانظر الحديث السابق.

١٠١٨ـ أخرجه البخاري، التوحيد، باب قول النبي ﷺ "الماهر بالقرآن مع سفرة الكرام البررة . . . الخ، ح: ٧٥٤٤ من حديث عبدالعزيز بن أبي حازم، ومسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، ح: ٢٣٣/٧٩٢ من حديث يزيد بن عبدالله بن الهاد به، وهو في الكبرى، ح: ١٠٩٠.

الْمَكِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ».

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی آواز کی طرف اتنی توجہ نہیں دی (غور سے نہیں سنا) جس قدر خوب صورت آواز والے نبی کی طرف توجہ دی جو بلند (اور پرسوز) آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''خوب صورت آواز والے نبی'' سے مراد بعض کے نزدیک خود رسول اکرم ﷺ ہیں لیکن حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انبیاء کی جماعت ہے۔ جنھوں نے اس سے مراد صرف رسول اللہ ﷺ لیے ہیں انھیں وہم ہوا ہے۔ (فتح الباري: ۸۷/۹، تحت حديث: ۵۰۲۳) ② اس حدیث مبارکہ سے اللہ کی صفت سماع ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

١٠١٩ - أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَا أَذِنَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِشَيْءٍ يَعْنِي أَذَنَهُ لِنَبِيٍّ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ».

۱۰۱۹- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی طرف اتنی توجہ نہیں دی جس قدر اس نبی کی طرف توجہ فرماتا ہے جو پرسوز آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔''

فائدہ: بعض لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ کی فکر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی بڑھ کر ہے ایسی احادیث سن کر بڑے پیچاں وغلطاں ہو جاتے ہیں کہ ''کان لگانا، غور کرنا، توجہ فرمانا، سننا'' تو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا تاویل کرنی چاہیے۔ گزارش ہے کہ ان تاویلات سے تو یہ احادیث ہی بے معنی ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اسمائے حسنیٰ ہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ تف ہے ایسی عقل پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پڑھانے بیٹھ جائے۔ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے۔

١٠٢٠ - أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ

۱۰۲۰- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے کہ نبی

١٠١٩ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن . . . الخ، ح: ٥٠٢٤، ومسلم، ح: ٧٩٢ (انظر الحديث السابق) من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩١ .

١٠٢٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٦٩ من حديث ابن شهاب به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٢، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ٧١٥٢، وله طريق آخر عند ابن ماجه، ح: ١٣٤١ وغيره، وإسناده حسن .

ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَمِعَ قِرَاءَةَ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: «لَقَدْ أُوتِيَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ».

ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت سنی تو فرمایا: ''اسے تو داود علیہ السلام کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت داود علیہ السلام آواز و قراءت کی خوب صورتی میں ضرب المثل بن چکے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی قراءت کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کی قراءت کا ذکر ہے' اس لیے نبی ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی خوب صورت آواز کو حضرت داود علیہ السلام کی آواز کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور اس کے لیے [مِزْمَار] کا لفظ استعمال فرمایا۔ [مِزْمَار] کے معنی بانسری ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بانسری کے ساتھ پڑھتے تھے بلکہ یہ تو صرف تشبیہ ہے کہ آواز اس طرح پرسوز اور پرکشش تھی جیسے بانسری ہو۔ ② اچھی آواز کی تعریف کرنا درست ہے۔ ③ اچھی آواز والے قاری کی قراءت سننا مستحسن امر ہے۔

۱۰۲۱- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ قِرَاءَةَ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: «لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ».

۱۰۲۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت سنی تو فرمایا: ''بلاشبہ اسے تو داود علیہ السلام کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔''

فائدہ: علماء نے ''آل داود'' کے لفظ میں لفظ ''آل'' کو زائد قرار دیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۲۰ کا ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔

۱۰۲۲- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ

۱۰۲۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی

۱۰۲۱۔ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٧، ١٦٧ عن سفيان بن عيينة به، وصرح بالسماع، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٣، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ٧١٥١، وله شاهد حسن عند ابن سعد: ٢/ ٣٤٤.

۱۰۲۲۔ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٦٧ عن عبدالرزاق بن همام به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٤، وانظر الحديث السابق.

الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قِرَاءَةَ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: «لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ».

قراءت سنی تو فرمایا: ''بلاشبہ اسے داود علیہ السلام کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی ہے۔''

١٠٢٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِاللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ: أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَصَلَاتِهِ؟ قَالَتْ: مَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ؟ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

١٠٢٣- حضرت یعلی بن مملک نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت اور نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تمھیں آپ کی نماز سے کیا سروکار؟ (اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے)۔ پھر انھوں نے آپ ﷺ کی قراءت کی نقل فرمائی (اسے بیان کیا) تو وہ ایسی قراءت تھی جس کا ایک ایک حرف الگ الگ تھا (ہر آیت اور جملے پر وقف ہوتا تھا۔)

فائدہ: قراءت صاف ستھری ہونی چاہیے۔ ہر ایک لفظ الگ الگ سمجھ میں آنا چاہیے۔ ہر آیت اور جملے پر ٹھہرنا چاہیے تاکہ پڑھتے اور سنتے وقت معانی ومفہوم کی طرف توجہ ہو۔ معانی دل میں نقش ہوں اور دل پر اثر ہو اور نصیحت حاصل ہو جو قرآن کا اصل مقصد ہے ورنہ خالی تجوید سے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(المعجم ٨٤) - بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ (التحفة ٣٤١)

باب:٨٤- رکوع کو جاتے وقت اللہ اکبر کہنا

١٠٢٤- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

١٠٢٤- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب مروان (گورنر مدینہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینے پر (عارضی طور پر) اپنا نائب مقرر کیا تو جب

١٠٢٣ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء كيف كانت قراءة النبي ﷺ، ح: ٢٩٢٣ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح غريب"، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٥. * يعلى بن مملك حسن الحديث، وثقه ابن حبان، والترمذي كما في نيل المقصود، ح: ١٤٦٦.

١٠٢٤ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة . . . الخ، ح: ٣٩٢/ ٣٠ من حديث يونس بن يزيد الأيلي، والبخاري، (ببعض الاختلاف)، الأذان، باب: يهوي بالتكبير حين يسجد، ح: ٨٠٣ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٦.

الرَّحْمٰنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ اسْتَخْلَفَهُ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِينَةِ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ، فَإِذَا قَضٰى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ.

وہ (ابوہریرہ ؓ) فرض نماز شروع فرماتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو [سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ] کہتے۔ پھر جب سجدے کو جاتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔ پھر جب درمیانی تشہد کے بعد دو رکعتوں سے اٹھتے تو پھر اللّٰہ أکبر کہتے۔ اور پھر نماز کے اختتام تک ایسے ہی کرتے۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تو نمازیوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنی نماز میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ کے آخر دور میں نئے لوگوں نے بعض سنتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا' جن میں سے ایک سنت تکبیرات انتقال تھی۔ لوگوں نے نماز میں تکبیرات کہنا چھوڑ دی تھیں۔ صحابۂ کرام ؓ نے اس طرف توجہ دلائی۔ ② اگر کوئی سنت متروک ہو رہی ہو تو حاکم وقت کو اسے زندہ کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

(المعجم ٨٥) - رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلرُّكُوعِ حِذَاءَ فُرُوعِ الْأُذُنَيْنِ (التحفة ٣٤٢)

باب: ۸۵- رکوع کو جاتے وقت کانوں کے برابر رفع الیدین کرنا

١٠٢٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ ابْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَبَّرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، حَتّٰى بَلَغَتَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

۱۰۲۵- حضرت مالک بن حویرث ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع کو جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ وہ کانوں کے کناروں کے برابر ہو جاتے۔

١٠٢٥_[صحيح] تقدم، ح: ٨٨١، وهو في الكبرٰى، ح: ١٠٩٧.

فائدہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ماہ رجب المرجب سن ۹ھ میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ رفع الیدین کے ایک اور راوی صحابیٔ رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ شوال المکرم ۱۰ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ آخر عمر تک رفع الیدین فرماتے رہے۔ اس حدیث سے احناف کے دعوائے نسخ کی تردید ہوتی ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ احناف رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت کے رفع الیدین کو تو نہیں مانتے جو بہت قوی اسناد سے ثابت ہیں مگر قنوت وتر اور تکبیرات عیدین کے رفع الیدین کے قائل ہیں جو نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ اگر رفع الیدین منسوخ ہے تو یہ دو کیوں نہ منسوخ ہوئے؟ آخر تفریق کی کوئی وجہ؟ جو اعتراضات رکوع کے رفع الیدین پر کیے جاتے ہیں، کیا وہ قنوت کے رفع الیدین پر وارد نہیں ہوتے؟ رفع الیدین منسوخ بھی ہے، نماز کے سکون کے منافی بھی ہے مگر شروع نماز میں، دوران نماز قنوت وتر میں اور عیدین کی تکبیرات میں بار بار کیے بھی جا رہے ہیں؟ صرف رکوع کا رفع الیدین ہی اتنا قبیح ہے کہ اس پر اعتراضات بھی ہیں اور وہ منع بھی ہے؟ کیا صرف رکوع کے رفع الیدین کے نسخ کی کوئی معقول وجہ ہے؟ یا تو سب کو ختم کر دو یا انھیں بھی مانو۔ یَا أُولِی الْأَلْبَابِ! (مزید بحث کے لیے دیکھیے فوائد حدیث نمبر ۸۷۷ ومابعد)

(المعجم ٨٦) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلرُّكُوعِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ (التحفة ٣٤٣)

باب:۸۶-رکوع کو جاتے وقت کندھوں کے برابر رفع الیدین کرنا

١٠٢٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ.

۱۰۲۶-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز شروع فرماتے اور جب رکوع کو جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انھیں کندھوں کے برابر کرتے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث نمبر: ۸۷۹، ۸۸۰۔

(المعجم ٨٧) - تَرْكُ ذٰلِكَ (التحفة ٣٤٤)

باب:۸۷-رکوع کا رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر

١٠٢٦_[صحيح] تقدم، ح: ٨٧٩، وهو في الكبرى، ح: ١٠٩٨، وأخرجه مسلم، ح: ٣٩٠ من حديث سفيان بن عيينة به.

۱۰۲۷- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ.

۱۰۲۷- حضرت علقمہ سے روایت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر آپ اٹھے (نماز شروع کی) پہلی دفعہ رفع الیدین کیا، پھر نہ کیا۔

فائدہ: یہ روایت رکوع کے رفع الیدین کے نسخ کی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے، مگر یہاں چند باتیں قابل غور ہیں: ① اس روایت میں رکوع کے رفع الیدین کا ذکر ہی نہیں تو منسوخ کیسے؟ اگر کہا جائے: ''پھر نہ کیا'' سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے تو عرض ہے کہ قنوت وتر کا رفع الیدین اس سے کیسے بچ گیا؟ تکبیرات عیدین کیوں اس کی زد میں نہ آئیں؟ ② اس روایت کی اسنادی حیثیت اتنی قوی نہیں جتنی رفع الیدین کے ثبوت کی احادیث کی ہے۔ اس حدیث کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے جب کہ رفع الیدین کرنے کی بخاری اور مسلم کی مستند روایات ہیں۔ پھر وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف روایت لے کر کثیر صحابہ کی روایات چھوڑنا کسی بھی لحاظ سے مناسب ہے؟ تفصیل کے لیے دیکھیے: (ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي: ۱۳/۵۰-۵۲) ③ کثیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع الیدین کرنے کا ثبوت ملتا ہے جبکہ ان سے اس کی نفی منقول ہے۔ کس کو ترجیح ہونی چاہیے؟ یقیناً اصولی طور پر اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ یا ممکن ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھول گئے ہوں جس طرح وہ چند باتیں اور بھول گئے تھے، مثلاً: معوذتین قرآن کا جز ہیں یا نہیں؟ اور امام کے ساتھ دو مقتدی ہوں تو کیسے کھڑے ہوں؟ رکوع کے دوران میں ہاتھ کہاں اور کیسے رکھے جائیں؟ ان مسائل میں احناف بھی ان کی بات نہیں مانتے۔ تو کیا مناسب نہیں کہ رفع الیدین کو بھی ان مسائل میں شامل کر لیا جائے کیونکہ ان کا موقف کثیر صحابہ کے موافق نہیں۔ ④ اس حدیث کی مناسب تاویل بھی ہو سکتی ہے، مثلاً: پہلی رکعت کے شروع میں رفع الیدین کیا۔ دوسری رکعت کے شروع میں نہیں کیا۔ عید کی طرح بار بار نہیں کیا وغیرہ، تاکہ یہ روایت اصح اور کثیر روایات کے مطابق ہو سکے۔ ⑤ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح بھی مانا جائے، تاویل بھی نہ کی جائے اور عمل بھی کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کبھی کبھار رفع الیدین نہ بھی کیا جائے تو

۱۰۲۷- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، ح:۷۴۸، ۷۵۱، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء: أن النبي ﷺ لم يرفع إلا في أول مرة، ح:۲۵۷ من حديث سفيان الثوري به، وقال: "حسن"، وصححه ابن حزم، وهو في الكبرٰى، ح:۱۰۹۹، وضعفه الشافعي، والبخاري، وأبوحاتم وغيرهم، وفيه علل قادحة، منها عنعنة سفيان الثوري، وهو مدلس كما قال يحيى القطان، وابن المبارك وغيرهما، ولم أر لمصححيه حجةً، لا ينبغي تقوية الحديث الضعيف خلافًا لأصول الحديث، فليتنبه.

کوئی حرج نہیں۔ معمول رفع الیدین ہی کا ہوتا کہ سب حدیثوں پر عمل ہو۔ اس روایت سے نسخ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا معقول باتوں کو چھوڑ کر نسخ ہی باور کرانے پر تلے رہنا' جب کہ مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی نسخ کی تردید کی ہے' یقیناً انتہائی نامعقولیت ہے جس کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(المعجم ٨٨) - إِقَامَةُ الصُّلْبِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٤٥)

باب:٨٨-رکوع میں کمر کو سیدھا رکھنا

١٠٢٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

١٠٢٨- حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ نماز نہیں ہوتی جس میں انسان رکوع اور سجدے کے دوران میں اپنی پشت کو سیدھا نہ رکھے۔''

فائدہ: پشت یا کمر سیدھا کرنے یا رکھنے سے مراد رکوع اور سجدے میں اطمینان کرنا ہے جو حدیث کی رو سے واجب ہے مگر احناف کی اکثریت اسے ضروری نہیں سمجھتی' اس لیے کہ لغت میں رکوع اور سجدے کے معنی میں اطمینان نہیں لکھا۔ کیا ان حضرات سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ نماز قرآن وسنت سے ماخوذ ہے یا لغت سے؟ تعجب نہیں کہ لغت لکھے تو واجب' حدیث میں آئے تو غیر واجب؟ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ! إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

(المعجم ٨٩) - اَلْاِعْتِدَالُ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٤٦)

باب:٨٩-رکوع میں اعتدال

١٠٢٩- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ:

١٠٢٩- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رکوع اور سجدے میں اعتدال رکھو۔ تم میں سے کوئی آدمی کتے کی طرح اپنے بازو نہ پھیلائے۔''

١٠٢٨ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح:٨٥٥ من حديث سليمان الأعمش به، وهو في الكبرٰى، ح:١١٠٠، وقال الترمذي، ح:٢٦٥: "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة، ح:٥٩٢، ٦٦٦، ٥٩٢، ٦٦٦، وابن حبان(موارد)، ح:٥٠١، ٥٠٢، وصرح الأعمش بالسماع عنده.

١٠٢٩ـ [صحيح] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الاعتدال في السجود، ح:٨٩٢ من حديث ابن أبي عروبة به وحده، وهو في الكبرٰى، ح:١١٠١، وأخرجه البخاري، ح:٥٣٢، ٨٢٢، ومسلم، ح:٤٩٣/ ٢٣٣ من حديث قتادة به.

«اِعْتَدِلُوا فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ».

فوائد ومسائل: ① افراط وتفریط کسی کام میں بھی اچھی نہیں بلکہ اعتدال اور میانہ روی ہی درست ہے۔ نماز میں بھی اعتدال ضروری ہے۔ رکوع میں اعتدال یہ ہے کہ سر کو پشت سے اونچا کرے نہ نیچا۔ بازوؤں اور ٹانگوں کو بالکل سیدھا کس کر رکھے۔ ہاتھوں کو گھٹنوں پر پکڑنے کے انداز میں رکھے اور سجدے میں اعتدال یہ ہے کہ کھلا سجدہ کرے۔ بازوؤں کو نہ تو بالکل سکیڑ کر پہلوؤں سے لگائے اور نہ زمین پر رکھے اور نہ رانوں پر۔ پیٹ کو بھی رانوں سے اٹھا کر رکھے۔ بازو مناسب حد تک باہر کو نکلے ہوئے ہوں۔ اگر صف کے اندر ہو تو گنجائش کے مطابق ہی بازو کھولے تاکہ ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ہتھیلیوں کو سیدھا قبلہ رخ زمین پر رکھے۔ ② کتے کی طرح بازو پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ ساتھ کہنیوں کو بھی زمین پر رکھ دے۔ یہ منع ہے۔ نماز کے دوران میں کسی بھی جانور کی مشابہت بہت بری بات ہے، مثلاً: اونٹ کی طرح سجدے کو جانا یا اٹھنا۔ دو سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا کہ پاؤں مقعد اور ہاتھ زمین پر رکھے ہوں اور گھٹنے کھڑے ہوں، یہ سب ممنوع ہیں۔
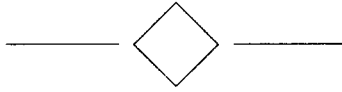
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(المعجم ١٢) - **[كِتَابُ التَّطْبِيقِ]** (التحفة . . .)

رکوع کے دوران میں تطبیق کا بیان

(المعجم ١) - **بَابُ التَّطْبِيقِ** (التحفة ٣٤٧)

باب:۱-رکوع کے دوران میں تطبیق کرنا

١٠٣٠- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّهُمَا كَانَا مَعَ عَبْدِ اللهِ فِي بَيْتِهِ فَقَالَ: أَصَلّٰى هٰؤُلَاءِ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، فَأَمَّهُمَا وَقَامَ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ قَالَ: إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَاصْنَعُوا هٰكَذَا، وَإِذَا كُنْتُمْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَفْرِشْ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اخْتِلَافِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

۱۰۳۰-حضرت علقمہ اور اسود سے مروی ہے کہ ہم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان کے ساتھ تھے تو انھوں نے فرمایا: کیا یہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ تو انھوں نے ہم دونوں کو بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا: جب تم تین آدمی ہو تو اسی طرح کیا کرو اور جب تم تین سے زیادہ ہو تو پھر تم میں سے ایک (امام آگے کھڑا ہو کر) جماعت کرائے اور (رکوع میں) اپنے بازو رانوں پر بچھا کر (دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسا کر گھٹنوں کے درمیان) رکھ لے۔ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کو ایک دوسری میں پھنسی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔

فوائد و مسائل: ① ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنا تطبیق کہلاتا ہے۔ بحث آگے آ رہی ہے۔ ② رکوع کے بیان میں یہ روایت بہت مختصر ہے۔ صحیح مسلم میں یہ روایت تفصیل سے آئی ہے۔ ترجمے میں اس روایت کو سامنے رکھا گیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، المساجد، حدیث:۵۳۴) ③ دو مقتدیوں کی صورت میں امام کیسے کھڑا ہو؟ یہ مسئلہ پیچھے کتاب الإمامة کے

١٠٣٠- [صحيح] تقدم، ح: ٧٢٠، وهو في الكبرى، ح: ٦١٧.

ابتدائیے میں گزر چکا ہے۔

١٠٣١- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الرُّبَاطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو - وَهُوَ ابْنُ أَبِي قَيْسٍ - عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ قَالَا: صَلَّيْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي بَيْتِهِ، فَقَامَ بَيْنَنَا فَوَضَعْنَا - يَعْنِي - أَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَنَزَعَهُمَا فَخَالَفَ بَيْنَ أَصَابِعِنَا وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ.

١٠٣١- حضرت اسود اور علقمہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں نماز پڑھی۔ آپ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ (رکوع میں) ہم نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے۔ انھوں نے ہمارے ہاتھوں کو گھٹنوں سے ہٹا دیا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا دیا۔ اور (رانوں کے درمیان رکھوایا) پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

١٠٣٢- أَخْبَرَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ، فَقَامَ فَكَبَّرَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ وَرَكَعَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدًا فَقَالَ: صَدَقَ أَخِي، قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا، ثُمَّ أُمِرْنَا بِهٰذَا يَعْنِي الْإِمْسَاكَ بِالرُّكَبِ.

١٠٣٢- حضرت علقمہ سے منقول ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں نماز سکھلائی۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور اللّٰہ أکبر کہا۔ جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا۔ یہ بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا: میرے بھائی (ابن مسعود) نے سچ کہا مگر ہم یہ کام پہلے کیا کرتے تھے' پھر (رسول اللہ ﷺ کی طرف سے) ہمیں گھٹنے پکڑنے کا حکم دیا گیا۔

فائدہ: اس طریقے کو تطبیق کہتے ہیں جو کہ منسوخ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ چلا' اس لیے وہ یہ کرتے تھے مگر فقہائے امت میں سے کسی نے ان کی یہ بات تسلیم نہیں کی حتی کہ احناف نے بھی جو کہ عموماً ان کی

١٠٣١_ [صحيح] تقدم، ح: ٧٢١، وهو في الكبرٰى، ح: ٦١٩.

١٠٣٢_ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من ذكر أنه يرفع يديه إذا قام من الثنتين، ح: ٧٤٧ من حديث عبدالله بن إدريس به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٠، وأخرجه مسلم وغيره من حديث علقمة وغيره عن عبدالله بن مسعود به نحوه.

بات رد نہیں کرتے۔

(المعجم ١) - نَسْخُ ذٰلِكَ (التحفة ٣٤٨)

باب:١-تطبیق کی منسوخی

١٠٣٣- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِي وَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ، فَقَالَ لِي: اِضْرِبْ بِكَفَّيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ، قَالَ: ثُمَّ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى فَضَرَبَ يَدِي، وَقَالَ: إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنْ هٰذَا، وَأُمِرْنَا أَنْ نَضْرِبَ بِالْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ.

١٠٣٣-مصعب بن سعد سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھ لیے تو والد محترم نے مجھ سے کہا: اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھو۔ میں نے ایک دفعہ پھر اسی طرح کیا تو انھوں نے میرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یقیناً ہمیں اس کام سے روکا گیا ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

١٠٣٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ: رَكَعْتُ فَطَبَّقْتُ، فَقَالَ أَبِي: إِنَّ هٰذَا شَيْءٌ كُنَّا نَفْعَلُهُ ثُمَّ ارْتَفَعْنَا إِلَى الرُّكَبِ.

١٠٣٤-حضرت مصعب بن سعد سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رکوع میں تطبیق کی تو میرے والد محترم نے فرمایا: یہ کام ہم پہلے کیا کرتے تھے، پھر ہمیں گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھنے کے لیے کہا گیا۔

فوائد ومسائل: ① شریعت میں نسخ جائز ہے، یعنی پہلے ایک کام کرنے کا حکم دیا گیا اور بعد میں اسے دوسرے حکم کے ذریعے سے منسوخ کر دیا گیا۔ ② تطبیق منسوخ ہے۔ ③ ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا مشروع ہے۔ ④ دوران نماز میں آدمی کو بتلایا جا سکتا ہے کہ ایسے نہ کرو بلکہ سنت طریقہ اس طرح ہے۔ ⑤ حسب استطاعت منکر کو ہاتھ سے روکنا چاہیے۔

(المعجم ٢) - اَلْإِمْسَاكُ بِالرُّكَبِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٤٩)

باب:٢-رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا

١٠٣٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب الندب إلى وضع الأيدي على الركب في الركوع، ونسخ التطبيق، ح: ٥٣٥ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب وضع الأكف على الركب في الركوع، ح: ٧٩٠ من حديث أبي يعفور الكبير وقدان الكوفي العبدي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢١.

١٠٣٤ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٢.

١٠٣٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: «سُنَّتْ لَكُمُ الرُّكَبُ فَأَمْسِكُوا بِالرُّكَبِ».

١٠٣٥-حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمھارے لیے گھٹنوں کو پکڑنے کا طریقہ رائج کیا گیا ہے' لہٰذا گھٹنوں کو پکڑا کرو۔

١٠٣٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: «إِنَّمَا السُّنَّةُ الْأَخْذُ بِالرُّكَبِ».

١٠٣٦-حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (رکوع میں) گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے۔

فائدہ: صحابی کا کسی کام کو یقین کے ساتھ سنت کہنا رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کے برابر حیثیت رکھتا ہے اور اسے مرفوع حکمی کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں سنت سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

(المعجم ٣) - **بَابُ مَوَاضِعِ الرَّاحَتَيْنِ فِي الرُّكُوعِ** (التحفة ٣٥٠)

باب:٣-رکوع میں ہتھیلیوں کی جگہ

١٠٣٧- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَالِمٍ قَالَ: أَتَيْنَا أَبَا مَسْعُودٍ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا وَكَبَّرَ، فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ

١٠٣٧-حضرت سالم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے گزارش کی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز بیان کیجیے۔ آپ ہمارے آگے کھڑے ہو گئے اور اللّٰہ أکبر کہا۔ جب آپ نے رکوع کیا تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھیں اور انگلیاں اس

١٠٣٥ـ **[صحيح]** وهو في مسند أبي داود الطيالسي، ص: ١٢، والكبرٰى، ح: ٦٢٣، وانظر الحديث الآتي.

١٠٣٦ـ **[صحيح]** أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وضع اليدين على الركبتين في الركوع، ح: ٢٥٨ من طريق آخر عن أبي حصين به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٤، وللحديث شواهد كثيرة.

١٠٣٧ـ **[إسناده حسن]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح: ٨٦٣ من حديث عطاء بن السائب به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٤، وصححه ابن خزيمة، ح: ٥٩٨، والحاكم: ١/ ٢٢٤، والذهبي. ❊ أبومسعود هو عقبة بن عمرو، وسالم هو البراد، عطاء حدث به قبل اختلاطه، رواه عنه ابن علية وزائدة به، انظر الحديث الآتي والذي بعده.

رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ، وَجَافٰى بِمِرْفَقَيْهِ حَتّٰى اسْتَوٰى كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ حَتّٰى اسْتَوٰى كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ.

سے نیچے رکھیں اور اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھا حتی کہ آپ کا ہر عضو سیدھا اور درست ہو گیا۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا اور کھڑے ہو گئے حتی کہ آپ کا ہر عضو سیدھا اور درست ہو گیا۔

(المعجم ٤) - بَابُ مَوَاضِعِ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٥١)

باب:۴- رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کی جگہ

١٠٣٨- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّهَاوِيُّ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَلَا أُصَلِّي لَكُمْ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي؟ فَقُلْنَا: بَلٰى، فَقَامَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ مِنْ وَّرَاءِ رُكْبَتَيْهِ، وَجَافٰى إِبْطَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ حَتّٰى اسْتَوٰى كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ سَجَدَ فَجَافٰى إِبْطَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ قَعَدَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ سَجَدَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ صَنَعَ كَذٰلِكَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، وَهٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي بِنَا.

۱۰۳۸- حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمھارے سامنے اس طرح نماز نہ پڑھوں جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ کھڑے ہوئے۔ جب رکوع کیا تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھیں اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے رکھا اور اپنی بغلوں کو کھولا (بازوؤں کو پہلو سے دور رکھا) حتی کہ آپ کا ہر عضو سیدھا اور درست ہو گیا (اپنی جگہ پر جم گیا)۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور کھڑے ہو گئے حتی کہ آپ کا ہر عضو سیدھا ہو گیا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور اپنی بغلوں کو کھولا (بازوؤں کو پہلو سے دور رکھا) حتی کہ آپ کا ہر عضو (اپنی جگہ پر) ٹھہر گیا۔ پھر بیٹھے حتی کہ آپ کا ہر عضو (اپنی جگہ پر) ٹھہر گیا۔ پھر سجدہ کیا حتی کہ ہر عضو (اپنی جگہ پر) ٹھہر گیا۔ پھر آپ نے چاروں رکعات میں اسی طرح کیا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اور آپ ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

١٠٣٨- [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٥.

(المعجم ٥) - **بَابُ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ** (التحفة ٣٥٢)

١٠٣٩- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ قَالَ: قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: أَلَا أُرِيكُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي؟ قُلْنَا: بَلٰى! فَقَامَ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ جَافٰى بَيْنَ إِبْطَيْهِ حَتّٰى لَمَّا اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ هٰكَذَا، وَقَالَ: «هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي».

باب:٥-رکوع میں بازوؤں کو پہلو سے دور رکھنا

١٠٣٩-حضرت سالم براد سے روایت ہے، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمھیں نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟ ہم نے کہا: ہاں ضرور۔ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ أکبر کہا۔ پھر جب رکوع کیا تو اپنی بغلوں کو خوب کھولا حتی کہ جب آپ کا ہر عضو (اپنی جگہ پر) جم گیا تو آپ نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر چاروں رکعات اسی طرح پڑھیں اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

(المعجم ٦) - **بَابُ الاِعْتِدَالِ فِي الرُّكُوعِ** (التحفة ٣٥٣)

١٠٤٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ اعْتَدَلَ فَلَمْ يَنْصِبْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُقْنِعْهُ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ.

باب:٦-رکوع میں اعتدال کرنا

١٠٤٠-حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ جب رکوع فرماتے تو میانہ روی اختیار فرماتے، یعنی نہ تو اپنا سر بہت نیچے جھکاتے اور نہ اسے اوپر اٹھاتے (بلکہ پشت کے برابر رکھتے)۔ اور آپ اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث نمبر ١٠٢٩۔

(المعجم ٧) - **اَلنَّهْيُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ** (التحفة ٣٥٤)

باب:٧-رکوع میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

١٠٣٩_[حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح:٦٢٦.

١٠٤٠_أخرجه البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، ح:٨٢٨ من حديث محمد بن عمرو بن علاء به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح:٦٢٧، وأخرجه الترمذي، ح:٣٠٤ عن محمد بن بشار وغيره مطولاً، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والبخاري وغيرهم.

١٠٤١- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَانِي النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْقَسِّيِّ، وَالْحَرِيرِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ، وَأَنْ أَقْرَأَ وَأَنَا رَاكِعٌ وَقَالَ مَرَّةً أُخْرٰى: وَأَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا.

۱۰۴۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے قَسّی اور ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے روکا ہے اور اس بات سے بھی کہ میں رکوع کی حالت میں قرآن مجید پڑھوں۔

فوائد و مسائل: ① قَسّی کپڑے سے مراد قَسّ (مصر کی ایک بستی) میں بنائے گئے کپڑے ہیں جن میں ریشمی پٹیاں ہوتی تھیں یا جن کا تانا ریشم سے ہوتا تھا اور بانا سوتی۔ چونکہ اس میں ریشم کافی مقدار میں ہوتا تھا، لہٰذا اس سے بھی منع فرما دیا، البتہ اگر ایک آدھ پٹی ریشم کی ہو تو کوئی حرج نہیں، مثلاً: صرف حاشیہ ریشم کا ہو۔ ② حریر سے مراد خالص ریشمی کپڑا ہے۔ وہ تو بدرجۂ اولیٰ منع ہے۔ ③ ریشمی کپڑا اور سونا پہننے کی ممانعت صرف مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے ریشم اور سونا پہننا جائز ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ أُمَّتِي وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُورِهَا] ''سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور مردوں پر حرام۔'' (جامع الترمذي، اللباس، حديث:۱۷۲۰ وسنن النسائي، الزينة، حديث:۵۱۵۱، واللفظ له)

١٠٤٢- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ

۱۰۴۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے، رکوع میں قراءت قرآن کرنے، قَسّی اور معصفر (زعفرانی زرد رنگ کا کپڑا) پہننے سے منع کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① جب سونے کی انگوٹھی منع ہے تو سونے کے دیگر زیورات بدرجۂ اولیٰ منع ہیں۔ ② معصفر کُسُنبے کے رنگ سے رنگا ہوا کپڑا بھی عورتوں کے لیے جائز ہے، مردوں کے لیے نہیں ورنہ عورتوں سے مشابہت ہوگی۔ پھر اس میں سادھوؤں کے ساتھ بھی مشابہت ہوگی۔ مرد زینت کی بجائے وقار کا زیادہ لحاظ رکھیں۔

١٠٤١ـ [إسناده صحيح] أخرجه البزار في البحر الزخار: ٢/ ١٧٨، ح: ٥٥٤ من حديث أشعث بن عبدالله الحداني به مختصرًا، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٨، والحديث الآتي شاهد له. * محمد هو ابن سيرين، ومن طريقه أخرجه أبوداود، ح: ٤٠٥٠ بلفظ: "نهى عن مياثر الأرجوان"، عبيدة هو ابن عمرو أبومسلم الكوفي السلماني.

١٠٤٢ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٨٠/ ٢١٣ من حديث يحيى بن سعيد القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٢٩، وانظر الحديث الآتي برقم: ١١١٩.

عَلِيٍّ قَالَ: نَهَانِي النَّبِيُّ ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ رَاكِعًا، وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ.

١٠٤٣- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ دَاوُدَ الْمُنْكَدِرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْمُفَدَّمِ وَالْمُعَصْفَرِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ.

۱۰۴۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے ...... میں نہیں کہتا کہ تمھیں...... سونے کی انگوٹھی، قسّی کپڑے، خالص اور انتہائی سرخ اور زعفرانی زرد رنگ کے کپڑے پہننے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: ① ”میں نہیں کہتا کہ تمھیں“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے خصوصاً مخاطب ہو کر یہ لفظ فرمائے تھے اور کوئی اس وقت موجود نہ تھا اور میں نے جس طرح نبی ﷺ سے سنا ہے، بعینہٖ اسی طرح بیان کر رہا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم صرف میرے لیے ہے، تمھارے لیے نہیں، بلکہ یہ حکم ہر مسلمان کے لیے ہے جیسا کہ دیگر صریح روایات سے ثابت ہے۔ ② ”مُفَدَّم“ خالص اور انتہائی سرخ۔ گویا اگر سرخ دھاریاں ہوں باقی رنگ کوئی اور ہو یا ہلکا سرخ ہو (جو عورتیں عموماً نہیں پہنتیں) تو وہ جائز ہے جیسا کہ کئی روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سرخ حلہ پہنتے تھے۔ گویا وہ دھاری دار تھا۔

١٠٤٤- أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ زُغْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ

۱۰۴۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے قسّی اور معصفر (زعفرانی زرد رنگ کا) کپڑا اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

١٠٤٣- [إسناده حسن] وانظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح: ٦٣٠، وله طريق آخر عند ابن ماجه، ح: ٣٦٠١.

١٠٤٤- أخرجه مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٨٠/ ٢١٣ عن عيسى بن حماد به، وهو في الكبرى، ح: ٦٣١.

ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ لَبُوسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ.

١٠٤٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ، وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ.

۱۰۴۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے قسّی، زعفرانی زرد رنگ کے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ تَعْظِيمِ الرَّبِّ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٥٥)

باب:۸- رکوع میں رب تعالیٰ کی عظمت بیان کرنا

١٠٤٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ».

۱۰۴۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (دروازے کا) پردہ ہٹایا جب کہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! نبوت سے مخصوص خوش خبری دینے والی چیزوں میں سے اب نیک اور سچے خواب ہی رہ گئے ہیں جو کوئی مسلمان خود دیکھ لے یا اس کے لیے کسی اور کو نظر آئے۔“ پھر فرمایا: ”خبردار! مجھے رکوع یا سجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے روکا گیا ہے، چنانچہ رکوع میں رب تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں دعا مانگنے کی کوشش کرو (پورا زور لگا دو کیونکہ) سجدے میں دعا قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔“

١٠٤٥_ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ٨٠، والكبرىٰ، ح: ٦٣٢.

١٠٤٦_ أخرجه مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٧٩ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرىٰ، ح: ٦٣٣.

فوائد و مسائل: ① یہ ارشادات رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دن کے ہیں۔ ② نبی کو تو خوش خبری وحی کے ذریعے سے بھی دی جا سکتی ہے مگر امتیوں کو صرف خواب یا کبھی کبھار الہام کے ذریعے سے ہی خوش خبری دی جا سکتی ہے۔ چونکہ آپ کی وفات قریب تھی' وحی کا انقطاع ہونے ہی والا تھا' اس لیے یوں ارشاد فرمایا۔ ③ رکوع میں عظمت کا بیان اور تسبیح زیادہ مناسب ہیں' لہٰذا ان کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ سجدے میں دعا کا موقع ہے کیونکہ یہ انسان کے تذلل وخشوع اور عاجزی کی انتہائی صورت ہے۔ نماز کے ارکان میں سے مقصود اعظم ہے' لہٰذا سجدے میں پوری کوشش اور تندہی سے خوب دعا کی جائے۔ ہر مقالے را مقامے دیگر است۔ اگرچہ سجدہ تسبیح کا بھی محل ہے۔

(المعجم ٩) - بَابُ الذِّكْرِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٥٦)

باب: ۹- رکوع کا ذکر

١٠٤٧- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَكَعَ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» وَفِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى».

۱۰۴۷- حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے رکوع فرمایا تو اپنے رکوع میں [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] ''پاک ہے میرا عظمتوں والا رب۔'' اور سجدے میں [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى] ''پاک ہے میرا بلند و بالا رب۔'' پڑھا۔

فائدہ: ایک اور روایت میں یہ تسبیحات کم از کم تین دفعہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آخر میں ہے کہ یہ کم از کم رکوع وسجود ہے' لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود (مفصل) للألباني، حديث:١٥٥) صحیح روایت میں بجائے حکم کے رسول اللہ ﷺ کا ذاتی فعل منقول ہے۔ دیکھیے: (صحيح أبي داود (مفصل) للألباني، حديث:٨٢٨) لہٰذا کم از کم سجدے میں تین تسبیحات افضل ہیں' ضروری نہیں۔ نیز طاق کی قید کے بغیر تین سے زیادہ تسبیحات بھی کہی جا سکتی ہیں۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جن میں آپ کے قیام' رکوع اور سجدے کی یکساں مقدار بتائی گئی ہے۔

(المعجم ١٠) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٥٧)

باب: ۱۰- رکوع میں ایک اور قسم کا ذکر (تسبیح)

١٠٤٧- [صحيح] تقدم، ح: ١٠٠٩، وهو في الكبرى، ح: ٦٣٤.

١٠٤٨- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَيَزِيدُ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي».

۱۰۴۸- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي] ''اے ہمارے رب! تو ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہے اور ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق ہے۔ اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو تعلیم دینے کے لیے یہ دعائیں پڑھتے تھے ورنہ آپ تو گناہوں سے معصوم تھے۔

(المعجم ١١) - نَوْعٌ آخَرُ مِنْهُ (التحفة ٣٥٨)

باب: ۱۱- ایک اور قسم کی تسبیح

١٠٤٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَنْبَأَنِي قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ».

۱۰۴۹- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رکوع میں [سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ] ''بہت پاک ہے، منزہ ہے فرشتوں اور روح (جبریل امین) کا رب۔'' پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: روح سے کیا مراد ہے؟ کہا جاتا ہے کہ جبریل علیہ السلام یا فرشتوں سے بالا ایک مخلوق جو فرشتوں کو دیکھتی ہے، فرشتے اس کو نہیں دیکھتے یا ارواح انسانیہ۔ لیکن قرآن کریم سے اس کی صراحت ہوتی ہے کہ اس سے مراد جبریل امین ہی ہیں کہ ان کے شرف ومرتبت کی بنا پر بطور خاص فرشتوں کے بعد علیحدہ ذکر کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ﴾ (الشعراء۲۶:۱۹۳) ''اس (قرآن) کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔''

(المعجم ١٢) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٥٩)

باب: ۱۲- رکوع میں ایک اور ذکر

١٠٤٨- أخرجه البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، ح: ٧٩٤ من حديث شعبة، ومسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٤ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٣٥

١٠٤٩- أخرجه مسلم، ح: ٤٨٧/ ٢٢٤ (انظر الحديث السابق) من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ٦٣٦.

١٠٥٠- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ - يَعْنِي النَّسَائِيَّ - قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ - يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ - عَنِ ابْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيِّ - وَهُوَ عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ - قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةً، فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ».

١٠٥٠-حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز میں کھڑا ہوا۔ جب آپ نے رکوع فرمایا تو سورۂ بقرہ کے بقدر رکوع میں ٹھہرے رہے اور پڑھتے رہے: [سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ”پاک ہے عظیم الشان غلبے اور بڑی بادشاہت والا اور بے انتہا بزرگی (بڑائی) اور عظمت والا رب۔“

(المعجم ١٣) - نَوْعٌ آخَرُ مِنْهُ (التحفة ٣٦٠)

باب:١٣-ایک اور قسم کا ذکر

١٠٥١- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمِّي الْمَاجِشُونُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَكَعَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ رَكَعْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَعِظَامِي وَمُخِّي وَعَصَبِي».

١٠٥١-حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع فرماتے تو یوں پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ رَكَعْتُ ...... وَ عَصَبِي] ”اے اللہ! میں تیرے سامنے جھکا‘ اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھ پر ایمان لایا۔ میرے کان‘ آنکھیں‘ ہڈیاں‘ مغز اور پٹھے سب تیرے سامنے عجز و نیاز ظاہر کرتے ہیں۔“

١٠٥٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، ح: ٨٧٣ من حديث معاوية بن صالح به، وانظر الحديث الآتي برقم: ١١٣١.

١٠٥١ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٧٧١/ ٢٠٢ من حديث عبدالرحمٰن بن مهدي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٣٧.

(المعجم ١٤) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٣٦١)

باب:۱۴-ایک مزید ذکر

١٠٥٢- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: كَانَ إِذَا رَكَعَ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ أَنْتَ رَبِّي، خَشَعَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَدَمِي وَلَحْمِي وَعَظْمِي وَعَصَبِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ».

۱۰۵۲-حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع فرماتے تو یوں کہتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ رَكَعْتُ ...... رَبِّ الْعٰلَمِينَ] ”اے اللہ! میں تیرے سامنے جھکا، تجھ پر ایمان لایا، اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھی پر بھروسا کیا۔ تو میرا رب ہے۔ میرے کانوں، آنکھوں، خون، گوشت، ہڈیوں اور پٹھوں نے اللہ عزوجل کے سامنے عجز و نیاز ظاہر کیا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

١٠٥٣- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ حِمْيَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَذَكَرَ آخَرَ قَبْلَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا يَقُولُ إِذَا رَكَعَ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ أَنْتَ رَبِّي، خَشَعَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَمُخِّي وَعَصَبِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ».

۱۰۵۳-حضرت محمد بن مسلمہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نفل نماز میں کھڑے ہوتے تو رکوع کے دوران میں یوں عرض پرداز ہوتے: ”اے اللہ! میں تیرے لیے جھکا، تجھے مانا، تیرا فرماں بردار بنا اور تجھ پر بھروسا کیا۔ تو میرا رب ہے۔ میرے کان، آنکھیں، گوشت، خون، مغز اور پٹھے اللہ رب العالمین کے سامنے عاجزی اور تواضع کرتے ہیں۔“

فائدہ: اس قسم کے الفاظ سے مقصود کامل خشوع و خضوع کا اظہار ہے۔ خشوع اگرچہ قلبی کیفیت کا نام ہے مگر

١٠٥٢ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرى، ح: ٦٣٨، وللحديث شواهد كثيرة. * أبوحيوة هو شريح بن يزيد، وشعيب هو ابن أبي حمزة.

١٠٥٣ـ [صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٩/ ٢٣١، ٢٣٢، ح: ٥١٥ من حديث محمد بن حمير به مطولاً، وهو في الكبرى، ح: ٦٣٩. وتقدم طرفه، ح: ٨٩٧. وإسناده حسن، وله شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

اس کا اظہار اعضائے ظاہرہ ہی سے ہوتا ہے۔ رکوع اور سجود کے دوران میں نہ صرف یہ الفاظ وردِ زبان ہونے چاہئیں بلکہ واقعتاً ہر عضو ظاہرًا بھی باری تعالیٰ کے حضور سراپا عجز و نیاز بنا نظر آئے۔ کان اور آنکھ نماز میں کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ سر اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے اور نرم ہوں۔ ان میں بے نیازی اور فخر نہ پایا جائے۔

(المعجم ١٥) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الذِّكْرِ فِي الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٢)

باب:۱۵- رکوع میں ذکر اور تسبیح چھوڑنے کی رخصت

١٠٥٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ - وَكَانَ بَدْرِيًّا - قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْمُقُهُ وَلَا يَشْعُرُ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ: «اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» قَالَ: لَا أَدْرِي فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: وَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ! لَقَدْ جَهِدْتُ فَعَلِّمْنِي وَأَرِنِي، قَالَ: «إِذَا أَرَدْتَ الصَّلَاةَ فَتَوَضَّأْ فَأَحْسِنِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قُمْ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى

۱۰۵۴- حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ، جو بدری صحابی ہیں، سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ اسے دیکھتے رہے جب کہ اسے علم نہ تھا۔ پھر وہ (نماز سے) فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا: ''واپس جا، پھر نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' نہ معلوم دوسری یا تیسری دفعہ اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب اتاری! میں نے تو پوری کوشش سے نماز پڑھی ہے۔ مجھے سکھلا دیجیے اور بتلا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تو نماز کا ارادہ کرے تو وضو کر اور اچھی طرح وضو کر۔ پھر کھڑا ہو اور قبلے کی طرف منہ کر۔ پھر اللہ أکبر کہہ۔ پھر قرآن مجید پڑھ۔ پھر رکوع کر حتی کہ اطمینان سے رکوع کر لے۔ پھر سر اٹھا حتی کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے۔ پھر سجدہ کر حتی کہ اطمینان سے سجدہ کر لے۔ پھر سر اٹھا حتی کہ اطمینان سے بیٹھ

١٠٥٤ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح:٨٥٨، وابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء على ما أمر الله تعالى، ح:٤٦٠ من حديث علي بن يحيى به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٤٠، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/٢٤١، ٢٤٢، ووافقه الذهبي، وأخرجه الترمذي، ح:٣٠٢ من حديث يحيى عن جده به، وقال: "حديث حسن".

تَطْمَئِنَّ قَاعِدًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، فَإِذَا صَنَعْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا تَنْقُصُهُ مِنْ صَلَاتِكَ».

جائے۔ پھر سجدہ کر حتی کہ اطمینان سے سجدہ کر لے۔ جب تو (ہر رکعت میں) یہ کر لے گا تو اپنی نماز ادا کر لے گا اور جس قدر تو اس میں کمی کرے گا' اپنی نماز میں کمی کرے گا۔''

فوائد ومسائل: ① مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیحات فرض نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث میں ان کا ذکر نہیں۔ اگر اتفاقاً یا نسیاناً رہ جائیں تو نماز ہو جائے گی' البتہ قصداً نہ چھوڑی جائیں لیکن اہل علم نے سجدے اور رکوع کی تسبیحات بربنائے دلیل واجب قرار دی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٦٣١) نیز عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ جس شخص سے تسبیحات اتفاقاً یا نسیاناً رہ جائیں' وہ نماز کے آخر میں سجود سہو کرے گا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب السہو کا ابتدائیہ) ② مذکورہ حدیث میں آپ نے فرائض اور واجبات بتلائے ہیں یا وہ چیزیں ذکر کی ہیں جو وہ شخص صحیح ادا نہیں کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کی نماز نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کی رو سے بھی رکوع' سجدے' قومے اور جلسے میں اطمینان ضروری ہے۔ ائمۂ احناف میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں' دیگر احناف اطمینان کو ضروری نہیں سمجھتے جبکہ حدیث ان کے موقف کا رد کرتی ہے۔ ③ اس حدیث کے دوسرے طریق میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا صریح حکم ہے' لہٰذا یہاں قرآن مجید سے مراد سورۂ فاتحہ ہی ہے۔ دیکھیے: (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٨٥٩) ④ ''نماز میں کمی کرے گا۔'' یہ الفاظ' ابتدائی الفاظ ''تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' کے مقابلے میں نرم ہیں مگر اکثر چیزوں کا ترک' نماز نہ ہونے کو مستلزم ہے۔ مزید فوائد ومسائل کے لیے دیکھیے: (حدیث:٨٨٥)

(المعجم ١٦) - بَابُ الْأَمْرِ بِإِتْمَامِ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٣)

باب:١٦- رکوع مکمل کرنے کا حکم

١٠٥٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَتِمُّوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ إِذَا

١٠٥٥- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رکوع اور سجدہ کرو تو رکوع اور سجود مکمل کیا کرو۔''

١٠٥٥ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح:٦٤١، وأخرجه البخاري، الأذان، باب الخشوع في الصلاة، ح:٧٤٢، ح:٦٦٤٤، ومسلم، الصلاة، باب الأمر بتحسين الصلاة وإتمامها والخشوع فيها، ح:٤٢٥/ ١١٠ من حديث شعبة به مطولاً.

رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ».

فوائد و مسائل: ① مکمل کرنے سے مراد اعتدال' اطمینان اور تسبیحات و اذکار کا پڑھنا ہے جن کی تفصیل سابقہ احادیث میں گزر چکی ہے۔ ② امام کو گاہے گاہے نماز کے احکام کی تلقین کرتے رہنا چاہیے' خصوصاً جب مقتدی ارکان نماز صحیح طریقے سے ادا نہ کر رہے ہوں۔

(المعجم ١٧) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٤)

باب:۱۷-رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا چاہیے

١٠٥٦- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ قَيْسِ بْنِ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيِّ: حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» هٰكَذَا. وَأَشَارَ قَيْسٌ إِلَى نَحْوِ الْأُذُنَيْنِ.

۱۰۵۶-حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع فرماتے یا رکوع کو جاتے یا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو اس طرح رفع الیدین کرتے۔ (راویٔ حدیث) قیس نے کانوں کی طرف اشارہ کیا' یعنی کانوں تک۔

فائدہ: رفع الیدین کی بحث احادیث ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷ میں تفصیلاً گزر چکی ہے۔ یہ قطعاً سنت ہے۔

(المعجم ١٨) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ فُرُوعِ الْأُذُنَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٥)

باب:۱۸-رکوع سے اٹھتے وقت کانوں کے کناروں کے برابر رفع الیدین کرنا

١٠٥٧- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ - وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ - حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ

۱۰۵۷-حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ جب رکوع فرماتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انھیں کانوں کے کناروں کے برابر لے جاتے۔

١٠٥٦ـ أخرجه البخاري في جزء رفع اليدين، ح: ١٠ من حديث قيس به، وهو في الكبرى، ح: ٦٤٢.

١٠٥٧ـ [صحيح] تقدم، ح: ٨٨١، وهو في الكبرى، ح: ٦٤٣.

يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

(المعجم ١٩) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٦)

باب:۱۹-رکوع سے اٹھتے وقت کندھوں کے برابر رفع الیدین کرنا

١٠٥٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَإِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَالَ: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» وَكَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

۱۰۵۸- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر اسی طرح کرتے اور جب [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہتے تو [رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ] کہتے۔ اور آپ سجدوں کے درمیان (سجدے سے اٹھتے اور سجدے کو جاتے وقت) رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(المعجم ٢٠) - اَلرُّخْصَةُ فِي تَرْكِ ذٰلِكَ (التحفة ٣٦٧)

باب:۲۰-اس موقع پر رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر

١٠٥٩- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّهُ قَالَ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَصَلّٰى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً.

۱۰۵۹- حضرت علقمہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاؤں؟ تو انھوں نے نماز پڑھی اور ایک دفعہ سے زائد رفع الیدین نہ کیا۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے' حدیث:۱۰۲۷-

١٠٥٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ٨٧٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٤٤.

١٠٥٩ـ [إسناده ضعيف] تقدم، ح: ١٠٢٧، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٤٥.

(المعجم ٢١) - بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٦٨)

باب:٢١- جب امام رکوع سے سر اٹھائے تو کیا پڑھے؟

١٠٦٠- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

١٠٦٠- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو پھر انھیں اسی طرح اٹھاتے اور کہتے: [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] اور آپ سجدے میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

١٠٦١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

١٠٦١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو [اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہتے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام رکوع سے اٹھے تو [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] بھی کہے اور [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] بھی۔ اسی طرح اکیلا نماز پڑھنے والا بھی دونوں جملے کہے۔ امام مالک رحمہ اللہ امام کے لیے [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہنے کے قائل نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کا جواب ہے، لہٰذا یہ جملہ صرف مقتدی کہیں گے اور امام صرف [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کہے گا مگر یہ صریح احادیث کے خلاف ہے۔ اس قسم کی مناسبات وہاں تلاش کی جاتی ہیں جہاں نص (صریح قرآن وحدیث) مذکور نہ ہو۔

(المعجم ٢٢) - بَابُ مَا يَقُولُ الْمَأْمُومُ (التحفة ٣٦٩)

باب:٢٢- (رکوع سے اٹھ کر) مقتدی کیا کہے؟

١٠٦٠ـ [صحيح] تقدم، ح: ٨٧٩، وهو في الكبرى، ح: ٦٤٦.

١٠٦١ـ [صحيح] وهو في الكبرى، ح: ٦٤٧، وأصله في صحيح البخاري، ح: ٨٠٣، ومسلم، ح: ٣٩٢.

١٠٦٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَقَطَ مِنْ فَرَسٍ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، فَدَخَلُوا عَلَيْهِ يَعُودُونَهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

١٠٦٢- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' نبی ﷺ گھوڑے سے دائیں پہلو پر گر پڑے تو صحابہ بیمار پرسی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا: ''امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے' لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہے تو تم [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہو۔''

فوائد و مسائل: ① جمہور اہل علم نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مقتدی صرف [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہے۔ امام شافعی کا خیال ہے کہ مقتدی کو [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] بھی کہنا چاہیے تاکہ امام کی اقتدا ہو جائے' پھر [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہے۔ بظاہر یہی موقف راجح ہے کیونکہ مذکورہ حدیث میں [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] پڑھنے کی نفی نہیں۔ بلکہ اس میں تو [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کے محل کا تعین ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مقتدی امام کے سَمِعَ اللّٰه کے ساتھ یا اس سے قبل یہ کلمات نہ کہے بلکہ اس کے بعد کہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ آیا مقتدی بھی [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہے گا یا نہیں؟ اس حوالے سے اس حدیث میں کوئی صراحت نہیں بلکہ مقتدی کے لیے ان کلمات کی مشروعیت دوسری احادیث کے عموم سے اخذ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي] ''نماز اسی طریقے سے پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' نیز آپ ﷺ نے ''مسيئى الصلاة'' (نماز کو جلدی جلدی اور غلط طریقے سے پڑھنے والے) سے مخاطب ہو کر فرمایا: [إِنَّهُ لَاتَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ...... ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا......] ''حقیقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے کسی ایک کی بھی نماز اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اچھی طرح وضو نہ کرے...... پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہے' یہاں تک کہ برابر اور اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو جائے......'' (سنن أبي داود' الصلاة' حديث:٨٥٧' و صفة الصلاة' ص:١١٨) اس حدیث کی رو سے امام اور مقتدی وغیرہ سب ان کلمات کے کہنے کے مکلف ہیں۔ واللّٰه أعلم. ② [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] بعض روایات میں بغیر واؤ کے آیا ہے۔ اور بعض میں ''اَللّٰهُمَّ'' اور ''واو'' کے اضافے کے ساتھ بھی' یعنی [رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ] اور [اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ] تینوں کلمات میں سے کوئی بھی کہے جا سکتے ہیں سب جائز ہے بہتر ہے کہ ادائیگی میں تنوع ہو۔ مزید دیکھیے: (صفة صلاة النبي' ص:١١٨ للألباني)

١٠٦٢- [صحيح] تقدم، ح: ٧٩٥، وهو في الكبرى، ح: ٦٤٨.

۱۰۶۳- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ». قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ آنِفًا؟» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلًا».

۱۰۶۳- حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو کہا [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] آپ کے مقتدیوں میں سے ایک آدمی نے (ذرا بلند آواز سے) کہا: [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ] ”اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں۔ بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت تعریفیں۔“ جب اللہ کے رسول ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”کس شخص نے ابھی کچھ کلام کیا تھا؟“ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں نے تیس (۳۰) سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے کہ کون انھیں پہلے لکھے۔“ (اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے۔)

فوائد ومسائل: ① ان روایات میں مقتدی کے لیے [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہنے کی نفی ہے نہ ذکر و اثبات، اس لیے دیگر مفصل روایات کی طرف رجوع لازمی ہے، جیسا کہ حدیث: ۱۰۶۲ کے فوائد کے تحت گزر چکا ہے۔ ② بعض حضرات نے اس روایت سے ان کلمات کو بلند آواز سے کہنے پر استدلال کیا ہے مگر حیرانی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور جلیل القدر صحابہ کے طرز عمل کو نظر انداز کر دیا جو آہستہ پڑھتے تھے اور ایک صحابی کے اتفاقی فعل سے استدلال کر لیا، حالانکہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ فعل اس صحابی سے بے اختیار یا اتفاقاً صادر ہوا تھا۔ اگر یہ عام معمول ہوتا تو رسول اکرم ﷺ استفسار کیوں فرماتے؟ لہٰذا یہ کلمات آہستہ ہی کہنے چاہئیں۔

(المعجم ۲۳) - بَابُ قَوْلِهِ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (التحفة ۳۷۰)

باب: ۲۳- [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہنے کا بیان

۱۰۶۳- أخرجه البخاري، الأذان، باب(۱۲٦)، ح: ۷۹۹ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ۱/ ۲۱۱، ۲۱۲، ورواية ابن القاسم، ص: ۳۰۲، ح: ۲٦۹، والكبرىٰ، ح: ٦٤۹.

١٠٦٤- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

۱۰۶۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کہے تو تم [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہو کیونکہ جس آدمی کا یہ قول فرشتوں کے قول کے ساتھ مل گیا' اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

فائدہ: معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر مقرر فرشتے بھی نماز میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں' خصوصاً امام کو جواب دیتے ہیں' مثلاً: امام کی فاتحہ پر آمین کہنا اور [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کے جواب میں [رَبَّنَا ولك الْحَمْدُ] کہنا وغیرہ' لہٰذا مقتدی بھی امام کو جواب دے اور فوراً دے (جیسا کہ جواب کا دستور ہے)۔ اس طرح وہ فرشتوں کی موافقت کی فضیلت حاصل کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت کوئی معمولی بات نہیں اور پھر معصوم فرشتوں کی معیت۔ اللہ! اللہ!

١٠٦٥- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مُوسَى قَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ خَطَبَنَا وَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فَقُولُوا: آمِينَ يُجِبْكُمُ اللهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ، قَالَ نَبِيُّ اللهِ

۱۰۶۵- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمارے لیے طریقۂ زندگی بیان فرمایا اور ہمیں نماز سکھلائی' چنانچہ آپ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو۔ پھر تم میں سے ایک شخص جماعت کروائے۔ پھر جب امام اللہ أکبر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ (تمھاری دعا) قبول فرمائے گا۔ اور جب وہ اللہ أکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی اللہ أکبر کہہ کر رکوع کرو۔ امام تم سے پہلے رکوع کو جاتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے۔'' نبی ﷺ

١٠٦٤- أخرجه مسلم، الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، ح:٤٠٩ عن قتيبة، والبخاري، الأذان، باب فضل: اللهم ربنا لك الحمد، ح:٧٩٦ من حديث مالك به، وهو في الموطأ(يحيى): ١/ ٨٨، والكبرٰى، ح:٦٥٠.

١٠٦٥- [صحيح] تقدم، ح:٨٣١، وهو في الكبرٰى، ح:٦٥١.

ﷺ: فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعِ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ، قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِّنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ: اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ! وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، سَبْعُ كَلِمَاتٍ وَهِيَ تَحِيَّةُ الصَّلَاةِ».

نے فرمایا: ''تو وہ سبقت اس تاخیر کے بدلے میں ہے۔ اور جب وہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہے تو تم [اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری (حمد کو) ضرور سنے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کی بات سنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔ پھر جب وہ اللّٰہ أکبر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی اللّٰہ أکبر کہہ کر سجدہ کرو کیونکہ امام تم سے پہلے سجدے کو جاتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تو یہ تاخیر اس سبقت کے بدلے میں ہے۔ اور جب وہ تشہد کے لیے بیٹھے تو تم میں سے ہر شخص کی پہلی بات یہ ہونی چاہیے: [اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ! وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ''تمام اچھے آداب اور تمام عبادات صرف اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی اللہ کی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' یہ سات جملے ہیں اور یہ نماز کے سلام وآداب ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① ''آمین کہو'' احناف کہتے ہیں آہستہ کہنی چاہیے کیونکہ یہ دعا ہے اور دعا خفیہ ہونی چاہیے۔ مگر تعجب ہے کہ اصل دعا سورۂ فاتحہ کا آخری حصہ ہے (آمین تو تتمہ ہے) وہ بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے مگر تتمۂ دعا آہستہ ہونا چاہیے۔ یہ نکتہ سمجھ میں نہیں آسکا۔ ظاہر بات ہے کہ دعا بلند آواز سے ہو تو آمین بھی بلند آواز سے ہونی چاہیے اسی لیے جب نماز کے علاوہ دعا کی جاتی ہے تو آمین اونچی کہی جاتی ہے بلکہ زیادہ اونچی

کہی جاتی ہے۔ کیا اس وقت وہ دعا نہیں ہوتی؟ صرف نماز ہی میں دعا ہوتی ہے؟ ② ''بدلے میں ہے'' یعنی وہ تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے' اٹھتا بھی اتنی دیر پہلے ہے اور تم جتنی دیر بعد رکوع میں جاتے ہو' اٹھتے بھی اتنی دیر بعد میں ہو' لہٰذا تمھارا رکوع اس کے رکوع کے برابر ہے۔ ③[اَلتَّحِيَّاتُ' اَلصَّلَوَاتُ' اَلطَّيِّبَاتُ]تحية کے لغوی معنی ادب و سلام ہیں۔ کسی کو زندگی کی دعا دیتے وقت کہتے ہیں! [حَيَّاكَ اللّٰهُ] ''اللہ آپ کو تا دیر زندہ و سلامت رکھے۔'' علاوہ ازیں اس کے معنی عظمت و بزرگی' بادشاہت' دوام و بقا اور زندگی بھی کیے گئے ہیں' نیز [التَّحِيَّاتُ] سے قولی عبادات بھی مراد لی گئی ہیں۔ [اَلصَّلَوَاتُ] صلاۃ کے معنی دعا یا نماز ہیں۔ اس سے یہاں مراد نماز پنجگانہ یا تمام نمازیں یا عبادات فعلیہ ہیں۔ [اَلطَّيِّبَاتُ] ہر اچھی بات اور عمدہ کلام کو کہتے ہیں' مثلاً: اللہ کی حمد و ثنا' ذکر الٰہی اور اقوال صالحہ وغیرہ۔ یہاں عام اعمال صالحہ اور مالی عبادات بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ واللّٰه أعلم. ④ آپ نے تشہد سے آگے ذکر نہیں فرمایا۔ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ بس اتنا ہی فرض یا واجب ہے۔ اس سے زائد درود شریف اور دعا واجب نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صلاۃ و سلام کو اکٹھا ذکر کیا ہے۔ مذکورہ تشہد میں سلام تو ہے' صلاۃ نہیں۔ مساوی حیثیت تقاضا کرتی ہے کہ اس کے بعد صلاۃ (درود) بھی واجب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی امت سے محبت وشفقت اور شفاعت کبریٰ متقاضی ہیں کہ اور نہیں تو کم از کم اپنی نماز ہی میں امت رسولِ رؤف ورحیم کا حق درود کی صورت میں ادا کرے۔ ﷺ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ⑤ ''سات کلمات'' اس طرح ہیں: ① اَلتَّحِيَّات ② اَلصَّلَوَات ③ اَلطَّيِّبَات ④ سَلَامٌ عَلَى النَّبِيِّ ⑤ سَلَامٌ عَلَى الصَّالِحِينَ ⑥ شهادتِ توحید ⑦ شهادتِ رسالت.

(المعجم ٢٤) - قَدْرُ الْقِيَامِ بَيْنَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (التحفة ٣٧١)

باب: ۲۴- رکوع اور سجدے کے درمیان کتنی دیر کھڑا رہنا چاہیے؟

١٠٦٦- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ رُكُوعُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ

۱۰۶۶- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع' رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قومہ' آپ کا سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تقریباً برابر ہوتا تھا۔

١٠٦٦ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: وحد إتمام الركوع والاعتدال فيه والاطمأنينة، ح: ٧٩٢، ومسلم، الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها في صلاة، ح: ١٩٤/٤٧١ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٢.

الرُّكُوعِ، وَسُجُودُهُ، وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

فائدہ: یہ حدیث ان حضرات کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو رکوع کے بعد قومہ (کھڑا ہونا) اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) میں ٹھہرنا اور دعائیں پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ نماز تو وہی ہے جو سنت رسول ﷺ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھتی ہو نہ کہ فقہی موشگافیوں سے نماز کا سکون اور حسن ہی زائل ہو جائے اور نماز اٹھک بیٹھک اور چونچیں مارنے کی شبیہ بن جائے۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ.

(المعجم ٢٥) - بَابُ مَا يَقُولُ فِي قِيَامِهِ ذٰلِكَ (التحفة ٣٧٢)

باب: ۲۵- رکوع کے بعد کھڑا ہو کر کیا پڑھے؟

١٠٦٧- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَيْفٍ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَالَ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ».

۱۰۶۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب (رکوع سے اٹھتے وقت) [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہتے تو یوں فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ...... مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ] ”اے اللہ! اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے‘ اس قدر کہ آسمان و زمین بھر جائیں اور ہر وہ چیز بھر جائے جو تو ان کے بعد چاہے۔“

فوائد و مسائل: ① یعنی وہ تعریف اگر مجسم ہو جائے تو سب کچھ سے بڑھ جائے۔ ممکن ہے ثواب کی طرف اشارہ ہو۔ ② رکوع کے بعد قومے میں یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ ③ رکوع کے بعد اعتدال و اطمینان ضروری ہے کیونکہ اعتدال کے بغیر اس دعا کا قومے میں پڑھنا ممکن نہیں۔ ④ ہر نمازی کے لیے یہ دعا مستحب ہے‘ خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے یہ دعا پڑھی ہے اور آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ”نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔“ (صحيح البخاري‘ الأذان‘ حديث:٦٣١) آپ کا یہ فرمان پوری امت کے لیے ہے۔ ⑤ ہر نماز میں یہ دعا پڑھی جا سکتی ہے‘ خواہ وہ فرض ہو یا نفل۔ بعض علماء اسے نفلی نماز کے ساتھ خاص کرتے ہیں لیکن تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

١٠٦٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، ح: ٤٧٨ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٣.

١٠٦٨- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مَأْنُوسٍ الْعَدَنِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ السُّجُودَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ».

١٠٦٨- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کے بعد سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو یوں کہتے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ...... مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ] ''اے اللہ! اے ہمارے پالنے والے! تیرے ہی لیے ہے سب تعریف جو آسمانو اور زمین کو بھرنے کے برابر ہو اور ہر اس چیز کو بھرنے کے برابر ہو جو توان کے بعد چاہے۔''

١٠٦٩- أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ أَبُو أُمَيَّةَ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَزَعَةَ ابْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ حِينَ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ خَيْرُ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ».

١٠٦٩- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ جب [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کہتے تو یوں فرماتے: [رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ...... مِنْكَ الْجَدُّ] ''اے ہمارے رب! تیرے ہی لیے تعریف ہے آسمانوں اور زمینوں کے بھرنے کے بقدر اور ہر اس چیز کے بھرنے کے بقدر جو توان کے بعد چاہے۔ اے بزرگی اور ثنا کے لائق! بہترین بات جو کسی بندے نے کہی' اور ہم سب تیرے بندے ہیں' یہ ہے کہ جو چیز تو دینے کا فیصلہ کر لے کوئی اسے روکنے والا نہیں اور کسی مال والے کو اس کا مال تیرے نزدیک نفع نہیں دے سکتا۔''

١٠٧٠- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ:

١٠٧٠- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں

١٠٦٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ١/ ٢٧٧ عن يحيى بن أبي بكير به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٤. * وهب بن مِيناس حسن الحديث كما في نيل المقصود، ح: ٨٨٨، وللحديث شواهد كثيرة.

١٠٦٩ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، ح: ٤٧٧ من حديث سعيد بن عبدالعزيز به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٥.

١٠٧٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، ح: ٨٧٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٦. * أبوحمزة هو طلحة بن يزيد، ورجل من بني عبس هو صلة بن زفر كما جاء ◄◄

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَسَمِعَهُ حِينَ كَبَّرَ قَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ ذَا الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ: «لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّي الْحَمْدُ» وَفِي سُجُودِهِ «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ «رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي» وَكَانَ قِيَامُهُ وَرُكُوعُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَسُجُودُهُ، وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو میں نے آپ کو کہتے سنا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ ذَاالْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ”اللہ سب سے بڑا ہے' اے عظیم الشان غلبے اور بادشاہی والے! (بے انتہا) بزرگی (بڑائی) اور عظمت کے مالک!۔“ اور آپ اپنے رکوع میں فرماتے تھے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] ”پاک ہے میرا عظمت والا رب۔“ اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا: [لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّي الْحَمْدُ] ”میرے رب ہی کے لیے ہے سب تعریف۔ میرے رب ہی کے لیے ہے سب تعریف۔“ اور اپنے سجدے میں فرماتے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] ”پاک ہے میرا بزرگ و برتر رب۔“ اور دو سجدوں کے درمیان فرماتے: [رَبِّ اغْفِرْلِي رَبِّ اغْفِرْلِي] ”اے میرے رب! مجھے معاف فرما۔ اے میرے رب! مجھے معاف فرما۔“ اور آپ کا قیام' رکوع' رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قومہ' سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان وقفہ (جلسۂ استراحت) تقریباً برابر تھے۔

(المعجم ٢٦) - بَابُ الْقُنُوتِ بَعْدَ الرُّكُوعِ (التحفة ٣٧٣)

باب: ٢٦- رکوع کے بعد قنوت پڑھنا

١٠٧١- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي

١٠٧١- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے

◄◄ مصرحًا في رواية أخرى.

١٠٧١ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان . . . الخ، ح: ٤٠٩٤، ومسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات . . . الخ، ح: ٦٧٧/ ٢٩٩ من حديث سليمان التيمي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٥٧.

مِجْلَزٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

بعد قنوت فرمائی۔ آپ رعل' ذکوان اور عصیہ قبائل پر بددعا کرتے تھے۔ (کیونکہ) انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت (نافرمانی) کی تھی۔

فوائد ومسائل: ① ان کے ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دھوکا کر کے کچھ مبلغین حاصل کیے جو سب قرآن کے قاری تھے اور انھیں اپنے علاقے میں لے جا کر ان قبائل سے قتل کرا دیا۔ ایک دوسرے حادثے میں نبی ﷺ کے دس صحابہ شہید کر دیے گئے۔ یہ واقعات جنگ احد کے بعد قریب ہی پیش آئے تھے۔ جنگ احد میں بھی مسلمانوں کا خاصا نقصان ہوا تھا۔ ان مسلسل جانی نقصانات سے نبی ﷺ غمگین ہوئے تو آپ نے قنوت نازلہ کا اہتمام فرمایا۔ (نازلہ عربی میں مصیبت کو کہتے ہیں اور قنوت وہ دعا جو کھڑے ہو کر کی جائے۔) آپ مختلف نمازوں میں آخری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے دعا مانگتے۔ صحابۂ کرام ؓ بھی شریک دعا ہوتے۔ نبی ﷺ بعض مشرکین مکہ' دھوکا دینے والے قبائل اور قاتلینِ قراء کے نام لے کر بددعا فرماتے تھے۔ ایک مہینے تک یہ عمل جاری رہا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مخصوص حالات میں کسی شخص یا قبیلے کا نام لے کر بددعا کرنا جائز ہے' تاہم اس سے پہلے جنگ احد کے بعد آپ نے قنوت نازلہ کا اہتمام فرمایا جس میں آپ کا سر زخمی ہو گیا تھا اور ایک رباعی دانت ٹوٹ گیا تھا' اس موقع پر آپ کو ان کی بابت قنوت سے روک دیا گیا۔ یہ دو الگ الگ واقعات اور الگ الگ قنوت ہیں۔ مختلف قبائل کا نام لے کر جو قنوت کی' وہ آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۳:۱۲۸) کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے' اس لیے حسب ضرورت کسی شخص یا قبیلے کا نام لے کر قنوت نازلہ کرنا جائز ہے۔ لیکن کبھی کبھار' نہ کہ ہمیشہ۔ امام حنیفہ ؒ کسی معین شخص یا قبیلے کا نام لے کر اس کے حق میں یا اس کے خلاف دعا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان کے موقف کی تائید نہیں کرتی۔ امام شافعی ؒ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت کے قائل ہیں مگر یہ صحابہ میں مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے' لہٰذا ایک آدھی روایت کی بنا پر اس پر دوام مناسب نہیں ہے' جب کہ اس کے خلاف بھی روایات موجود ہیں۔ جمہور اہل علم دوام کو غلط سمجھتے ہیں۔ صرف کسی اہم موقع پر جب کوئی خصوصی مصیبت نازل ہو' رکوع کے بعد فجر یا کسی اور نماز میں قنوت کر لی جائے۔ دلائل کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جب دلائل متعارض معلوم ہوں تو درمیانی راہ نکالنی چاہیے نہ کہ کسی ایک جانب کو لازم کر لیا جائے۔ باقی رہی قنوتِ وتر تو اس کا ذکر وتر کی بحث میں مناسب ہے۔ ان شاء اللہ وہیں آئے گا۔ ② امام ابوحنیفہ ؒ نماز میں غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ حدیث ان کے موقف کی تردید کرتی ہے۔ ③ کفار پر لعنت بھیجنا اور ان کے خلاف بددعا کرنا جائز ہے۔

(المعجم ٢٧) - بَابُ الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ (التحفة ٣٧٤)

باب:٢٧-صبح کی نماز میں قنوت

١٠٧٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ سُئِلَ: هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ.

١٠٧٢- حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا گیا: رکوع سے پہلے یا بعد؟ آپ نے فرمایا: رکوع کے بعد۔

فائدہ: یہی وہ قنوت ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے صبح کی قنوت سمجھا ہے جب کہ جمہور اہل علم اسے عارضی قنوت نازلہ سمجھتے ہیں۔

١٠٧٣- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ. قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَالَ: «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَامَ هُنَيْهَةً.

١٠٧٣- حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے صحابی (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز صبح پڑھی۔ (ان کے بیان کے مطابق) جب آپ نے دوسری رکعت میں [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہا تو آپ کچھ دیر کھڑے رہے۔

فائدہ: امام صاحب رحمہ اللہ نے شاید کچھ دیر کھڑے رہنے کو قنوت پر محمول کیا ہے حالانکہ نبی ﷺ رکوع کے بعد بھی بعض اذکار واوراد پڑھا کرتے تھے۔ قنوت تو ہاتھ اٹھا کر اور جہراً پڑھی جاتی ہے جیسا کہ روایات میں صراحتاً آیا ہے۔ (مسند أحمد:٣/٣)

١٠٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ:

١٠٧٤- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

١٠٧٢- أخرجه البخاري، الوتر، باب القنوت قبل الركوع وبعده، ح:١٠٠١ من حديث حماد بن زيد، ومسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات ... الخ، ح:٦٧٧/ ٢٩٨ من حديث أيوب به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٥٨.

١٠٧٣- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب القنوت في الصلاة، ح:١٤٤٦ من حديث بشر بن المفضل به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٥٩. * يونس هو ابن عبيد.

١٠٧٤- أخرجه البخاري، الأدب، باب تسمية الوليد، ح:٦٢٠٠، ومسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في ◀◀

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا رَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ بِمَكَّةَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ».

رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: ''اے اللہ! ولید بن ولید' سلمہ بن ہشام' عیاش بن ابو ربیعہ اور مکہ میں دوسرے کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! مضر (قریش) پر اپنا عذاب سخت فرما اور اس عذاب کو قحط کی صورت میں نازل فرما جو یوسف علیہ السلام کے دور کے قحط کی طرح ہو۔''

فوائد ومسائل: ① الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ قنوت نازلہ ہے جو آپ ہمیشہ نہیں فرماتے تھے۔ ② یوسف علیہ السلام کے قحط سے تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کئی سال جاری رہا اور ایسا ہی ہوا' ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی' ان پر قحط سالی آئی اور مضر والے کئی برس تک قحط کی بلا میں گرفتار رہے یہاں تک کہ وہ ہڈیاں' چمڑے اور مردار تک کھانے لگے۔ پھر جب قریش اس قحط سے عاجز آ گئے تو ان کا نمائندہ اور سردار ابوسفیان مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قحط کے خاتمے کے لیے دعا کی اپیل کی تو نبی رحمت ﷺ نے غیر مشروط طور پر قحط کے خاتمے کی دعا فرما دی اور قحط دور ہو گیا۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الاستسقاء' حديث:١٠٠٧) ③ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ جائز ہے۔ ④ قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہوگی۔ ⑤ کسی کا نام لے کر دعا یا بددعا کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی جیسا کہ احناف کا موقف ہے۔ ⑥ قنوت نازلہ بلند آواز سے کرنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں صراحت ہے کہ آپ بلند آواز سے قنوت کراتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' التفسير' حديث: ٤٥٦٠) نیز سنن ابی داود کی روایت میں ہے: [يُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ] ''آپ کے پیچھے والے آمین کہتے تھے۔'' (سنن أبي داود' الوتر' حديث:١٤٤٣)

١٠٧٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ ابْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ

١٠٧٥- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں جب [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] پڑھتے تو سجدے میں جانے سے

◄◄ جميع الصلوات . . . الخ، ح: ٦٧٥ من سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٠.

١٠٧٥- أخرجه البخاري، التفسير، آل عمران، باب: "ليس لك من الأمر شيء"، ح: ٤٥٦٠، ومسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات . . . الخ، ح: ٦٧٥ من حديث محمد بن مسلم الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦١.

الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ: كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ حِينَ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ». ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ». ثُمَّ يَقُولُ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» فَيَسْجُدُ وَضَاحِيَةُ مُضَرَ يَوْمَئِذٍ مُخَالِفُونَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ.

پہلے کھڑے کھڑے دعا فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! أَنْجِ الْوَلِيدَ ...... الخ] ''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابو ربیعہ اور دوسرے کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! مضر (قریش) پر اپنا عذاب سخت فرما اور اسے یوسف علیہ السلام کے دور کے قحط کی صورت میں نازل فرما۔'' پھر آپ اللّٰہ أکبر کہتے اور سجدے کو جاتے۔ ان دنوں مضر کے بادیہ نشین رسول اللہ ﷺ کے مخالف تھے۔

(المعجم ٢٨) - بَابُ الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ (التحفة ٣٧٥)

باب: ٢٨- ظہر کی نماز میں قنوت

١٠٧٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَأُقَرِّبَنَّ لَكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، وَصَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» فَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكَفَرَةَ.

١٠٧٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں تمھیں ضرور اللہ کے رسول ﷺ کی نماز سمجھاؤں گا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور صبح کی نمازوں کی آخری رکعت میں [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہنے کے بعد قنوت پڑھتے جس میں ایمان والوں کے لیے دعائیں کرتے اور کافروں کو لعنت کرتے تھے۔

١٠٧٦- أخرجه البخاري، الأذان، باب: (١٢٦)، ح: ٧٩٧، ومسلم، ح: ٦٧٦ (انظر الحديث السابق) من حديث هشام الدستوائي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٢.

(المعجم ۲۹) - بَابُ الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ (التحفة ۳۷٦)

باب:۲۹-مغرب کی نماز میں قنوت

۱۰۷۷- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ح: وَأَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ.

۱۰۷۷-حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: صحیح بات یہ ہے کہ یہ قنوت نازلہ تھی جو آپ نے مختلف نمازوں میں ضرورت کے وقت کی ہے مگر بعض حضرات نے اسے قنوت نازلہ کی بجائے صبح اور مغرب کی قنوت لازمہ قرار دیا ہے یعنی ان دو نمازوں میں آپ ہمیشہ قنوت فرماتے تھے۔ مگر مغرب کی قنوت کے ترک پر تو اتفاق واجماع امت ہے۔ کوئی محدث یا فقیہ بھی قنوت نازلہ کے علاوہ مغرب کی قنوت کا قائل نہیں' البتہ امام شافعی اور بعض محدثین (ہمیشہ) فجر کی قنوت کے قائل ہیں۔ اس روایت کو دیکھیں تو دونوں نمازیں برابر ہیں۔ اگر مغرب میں منسوخ ہے تو فجر میں کیوں منسوخ نہیں؟ اور یہی صحیح بات ہے کہ قنوت نازلہ تو باقی ہے مگر قنوت فرض (فجر اور مغرب کی قنوت) باقی نہیں ہے۔ جس روایت سے صبح کی نماز میں قنوت ثابت ہوتی ہے' اسے قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا' یعنی نبی ﷺ آخر زندگی تک صبح کی نماز میں بوقت ضرورت قنوت نازلہ کرتے تھے۔ اس طرح سب احادیث میں تطبیق ہو جائے گی۔

(المعجم ۳۰) - بَابُ اللَّعْنِ فِي الْقُنُوتِ (التحفة ۳۷۷)

باب:۳۰-قنوت میں (کافروں پر) لعنت کرنا

۱۰۷۸- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى:

۱۰۷۸-حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ

۱۰۷۷- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات ... الخ، ح:٦٧٨ من حديث سفيان الثوري وشعبة به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٦٣ من حديث عبيدالله بن سعيد فقط.

۱۰۷۸- أخرجه مسلم، ح:٦٧٧/ ٣٠٣ (انظر الحديث السابق) من حديث شعبة، والبخاري، المغازي، باب غزوة الرّجيع ورعل وذكوان ... الخ، ح:٤٠٨٩، ومسلم، ح:٦٧٧/ ٣٠٤ من حديث هشام به، وهو في الكبرٰى، ◄◄

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا قَالَ شُعْبَةُ: لَعَنَ رِجَالًا وَقَالَ هِشَامٌ: يَدْعُو عَلٰى أَحْيَاءٍ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، ثُمَّ تَرَكَهُ بَعْدَ الرُّكُوعِ هٰذَا قَوْلُ هِشَامٍ. وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا يَلْعَنُ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ.

ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت فرمائی۔ آپ چند لوگوں کے نام لے کر ان پر لعنت کرتے تھے اور عرب کے کچھ قبائل کا نام لے کر بددعا کرتے تھے۔ پھر آپ نے قنوت کرنا ترک کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مہینے تک قنوت فرمائی۔ آپ رعل، ذکوان اور لحیان (نامی قبائل) پر لعنت کرتے تھے۔

(المعجم ٣١) - بَابُ لَعْنِ الْمُنَافِقِينَ فِي الْقُنُوتِ (التحفة ٣٧٨)

باب:٣١-قنوت میں منافقوں پر لعنت کرنا

١٠٧٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ! الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا» يَدْعُو عَلٰى أُنَاسٍ مِّنَ الْمُنَافِقِينَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾. [آل عمران: ١٢٨].

١٠٧٩- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے جب صبح کی نماز میں آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا: [اَللّٰهُمَّ! الْعَنْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا] ”اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔“ آپ منافقین میں سے کچھ لوگوں کا نام لے کر بددعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ﴾ ”آپ کے لیے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ) وہ انھیں توبہ کی توفیق دے یا انھیں عذاب دے۔ بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔“

◀◀ ح: ٦٦٤.

١٠٧٩ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب: "ليس لك من الأمر شيء . . ."، ح: ٤٠٦٩، ٤٥٥٩، ٧٣٤٦ من حديث معمر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٥، وقال النسائي: "لم يرو هذا الحديث أحد من الثقات إلا معمر"، وهذا لا يضر أصلاً.

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ راوی کا ادراج ہے'اس لیے اس آیت کو قنوت نازلہ سے رکنے کا سبب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دیکھیے: (فتح الباری: ۸/ ۲۸۶' حدیث: ۴۵۶۰- مزید دیکھیے' فوائد حدیث: ۱۰۷۱)

(المعجم ۳۲) - تَرْكُ الْقُنُوتِ (التحفة ۳۷۹)

باب: ۳۲-قنوت چھوڑ دینا

۱۰۸۰- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى حَيٍّ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ.

۱۰۸۰-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ قنوت فرمائی۔ آپ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے خلاف بددعا کرتے تھے۔ پھر آپ نے قنوت چھوڑ دی۔

فائدہ: ایک نہیں بلکہ کئی قبیلوں کے خلاف بددعا کرتے تھے۔ (دیکھیے' روایت: ۱۰۷۸)

۱۰۸۱- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ خَلَفٍ - هُوَ ابْنُ خَلِيفَةَ - عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَقْنُتْ، وَصَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَقْنُتْ، وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ فَلَمْ يَقْنُتْ، وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْنُتْ، وَصَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ فَلَمْ يَقْنُتْ، ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ إِنَّهَا بِدْعَةٌ.

۱۰۸۱-حضرت ابومالک اشجعی نے اپنے والد محترم (طارق بن اشیم) رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے قنوت نہ فرمائی۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' انھوں نے بھی قنوت نہ کی۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' انھوں نے بھی قنوت نہ کی۔ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' انھوں نے بھی قنوت نہ کی۔ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے بھی قنوت نہ کی۔ پھر فرمایا: اے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

فائدہ: ان صحابی کے علم میں نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کا قنوت فرمانا نہیں آ سکا' اس لیے انھوں نے اسے بدعت قرار دیا۔ یا پھر ان کا مطلب یہ ہے کہ قنوت پر دوام بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بوقت ضرورت قنوت

۱۰۸۰- [صحيح] تقدم، ح: ۱۰۷۸، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٦.

۱۰۸۱- [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في ترك القنوت، ح: ٤٠٢، ٤٠٣، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القنوت في صلاة الفجر، ح: ١٢٤١ من حديث أبي مالك سعد بن طارق به، وقال الترمذي: "حسن صحيح"، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٧.

نازلہ پڑھتے تھے۔(مزید دیکھیے حدیث:۱۰۷۷)

(المعجم ٣٣) - بَابُ تَبْرِيدِ الْحَصَى لِلسُّجُودِ عَلَيْهِ (التحفة ٣٨٠)

باب:۳۳-سجدہ کرنے کے لیے گرم کنکریوں کو ٹھنڈا کرنا

١٠٨٢- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ فَآخُذُ قَبْضَةً مِّنْ حَصًى فِي كَفِّي أُبَرِّدُهُ، ثُمَّ أُحَوِّلُهُ فِي كَفِّي الْآخَرِ، فَإِذَا سَجَدْتُّ وَضَعْتُهُ لِجَبْهَتِي.

۱۰۸۲-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھا کرتے تھے تو میں اپنی مٹھی میں کچھ کنکریاں پکڑ لیتا تھا تاکہ انھیں ٹھنڈا کروں۔ پھر (جب ہاتھ جلنے لگتا تو) انھیں دوسری ہتھیلی میں منتقل کر لیتا تھا۔ پھر جب میں سجدہ کرتا تو انھیں اپنے ماتھے کے نیچے رکھ لیتا۔

فوائد ومسائل: ① زمین گرم ہوتی تھی۔ براہ راست شدید گرم زمین پر ماتھا رکھنا انتہائی مشکل تھا' لہٰذا نسبتاً ٹھنڈی کنکریاں بچھا کر ان پر ماتھا رکھ لیتے۔ رسول اللہ ﷺ کا سجدہ بھی لمبا ہوتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے نماز یا نمازی کی مصلحت کے لیے نماز کے علاوہ کوئی فعل کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ فعل کی حد بندی ممکن نہیں ہے' البتہ ایسا مشغول نہ ہو کہ دیکھنے والا اسے نماز سے خارج تصور کرے۔ ② یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز ظہر جلدی ادا کرنی چاہیے اور اسے اس قدر لیٹ نہیں کرنا چاہیے کہ زمین ٹھنڈی ہونے کا انتظار کیا جائے۔ اس طرح تو اس کا وقت نکل جائے گا۔ حدیث میں جو ابراد ظہر کا حکم ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ زوال کے بعد تھوڑا بہت انتظار کر لیا جائے تاکہ عین زوال شمس کے وقت دھوپ کی جو شدت اور تمازت ہوتی ہے' اس میں قدرے کمی آ جائے اور سائے ڈھل جائیں تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ مسجد میں آ سکیں' ورنہ گرمی اور زمین کی تپش تو عصر کے وقت بھی ختم نہیں ہوتی۔ ③ دوران نماز میں تکلیف اور ضرر کی تلافی کی جا سکتی ہے' اس طرح کے عمل سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ④ نماز کا اہتمام ضروری ہے اگرچہ اس کے لیے مشقت برداشت کرنی پڑے۔ ⑤ ان تمام سہولیات و مراعات کو زیر استعمال لایا جا سکتا ہے جو خشوع میں اضافے کا باعث ہوں۔ ⑥ کسی صحابی کا یہ کہنا کہ ''ہم ایسے کیا کرتے تھے'' مرفوع کے حکم میں ہے۔ لیکن یہاں اس سے بھی قوی قرینہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نمازیوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے اور آپ ﷺ نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ اس اعتبار سے اس کا مرفوع ہونا زیادہ قوی ہے۔ والله أعلم.

١٠٨٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت صلاة الظهر، ح:٣٩٩ من حديث عباد بن عباد به، وهو في الكبرى، ح:٦٦٨، وصححه ابن حبان(موارد)، ح:٢٦٧.

(المعجم ٣٤) - بَابُ التَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ (التحفة ٣٨١)

باب:۳۴-سجدے میں جاتے وقت اللّٰہ أکبر کہنا

١٠٨٣- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ الْعَرَبِيِّ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَكَانَ، إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ: لَقَدْ ذَكَّرَنِي هٰذَا قَالَ: كَلِمَةً يَعْنِي صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

۱۰۸۳- حضرت مطرف سے روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اور میں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ جب سجدہ کرتے تو اللّٰہ أکبر کہتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے‘ تب بھی اللّٰہ أکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے‘ تب بھی اللّٰہ أکبر کہتے۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ کی قسم! ان صاحب نے مجھے محمد ﷺ کی نماز یاد کرا دی ہے۔

فوائد ومسائل: ① پیچھے گزر چکا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے دور میں بعض ائمہ نے تکبیریں کہنے میں سستی شروع کر دی تھی۔ یا تو کہتے ہی نہیں تھے یا بہت آہستہ بلکہ زیر لب کہتے تھے۔ یہ نزاکت تھی‘ کوئی عذر نہ تھا‘ لہٰذا ایسا کرنا مذموم تھا۔ ہاں عذر ہو تو الگ بات ہے‘ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی تکبیر کی آواز پچھلی صفوں کو سنائی نہ دیتی تھی۔ ② حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وہ کس قدر سنت نبوی کے محافظ اور عامل تھے کہ جب اکثر لوگ تکبیرات انتقال چھوڑ چکے تھے بلکہ بعض ان کی مشروعیت کا انکار بھی کرتے تھے‘ ایسے وقت میں انھوں نے ان کا احیا (انھیں زندہ) کیا۔

١٠٨٤- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ وَيَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ

۱۰۸۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت اللّٰہ أکبر کہتے تھے اور آخر میں دائیں بائیں دونوں طرف سلام پھیرتے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

١٠٨٣ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب إتمام التكبير في السجود، ح: ٧٨٦، ومسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة . . . الخ، ح: ٣٩٣ من حديث حماد بن زيد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٦٩ .

١٠٨٤ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٦ عن يحيى القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٧٠، والترمذي، الصلاة، باب ما جاء في التكبير عند الركوع والسجود، ح: ٢٥٣، وقال: "حسن صحيح"، وللحديث شواهد كثيرة جدًا .

عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ يَّسَارِهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلَانِهِ.

رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ''ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت۔'' البتہ اس سے رکوع سے اٹھنا مستثنیٰ ہے کہ وہاں اللّٰہ أکبر کی بجائے [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] مسنون ہے۔ گویا ایک آدھ کو اکثر کے تابع کر دیا۔

(المعجم ٣٥) - بَابٌ: كَيْفَ يَخِرُّ لِلسُّجُودِ (التحفة ٣٨٢)

باب: ۳۵- سجدے کے لیے نمازی کیسے جھکے؟

١٠٨٥- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ يُوسُفَ - وَهُوَ ابْنُ مَاهَكٍ - يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمٍ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ لَّا أَخِرَّ إِلَّا قَائِمًا.

۱۰۸۵- حضرت حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ میں سجدے میں نہیں جاؤں گا مگر سیدھا کھڑا ہو کر۔

فائدہ: یعنی رکوع ہی سے سیدھا یا رکوع سے مکمل سیدھا کھڑے ہوئے بغیر سجدے میں نہیں جاؤں گا بلکہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہوں گا' پھر سجدے میں گروں گا۔ اس جملے کے اور بھی کئی معانی کیے گئے ہیں' مثلاً: میں نہیں مروں گا مگر اسلام پر ثابت قدمی کی حالت میں وغیرہ۔ مگر پہلا معنی ہی مناسب ہے۔ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ٣٦) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ (التحفة ٣٨٣)

باب: ۳۶- سجدے میں جاتے وقت رفع الیدین کرنا

١٠٨٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ [سَعِيدٍ] عَنْ

۱۰۸۶- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ اپنی نماز میں جب

١٠٨٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٤٠٢ من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ٦٧١. * حكيم هو ابن حزام رضي الله عنه.

١٠٨٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطحاوي في مشكل الآثار عن أحمد بن شعيب النسائي به، وهو في الكبرى، ح: ٦٧٢ ومن طريقه أخرجه ابن حزم في المحلى: ٤/ ٩٢، مسئلة: ٤٤٢. * سعيد هو ابن أبي عروبة، وهو مدلس كما قال النسائي (سير أعلام النبلاء: ٧/ ٧٤)، وشيخه قتادة عنعن، تقدم، ح: ٣٤، ولا يصح في هذا الباب شيء.

قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ، إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

رکوع کرتے یا رکوع سے سر اٹھاتے یا سجدے میں جاتے یا سجدے سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انھیں کانوں کے کناروں کے برابر کرتے۔

۱۰۸۷- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

۱۰۸۷- حضرت مالک بن حویرث ؓ سے روایت ہے انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (رفع الیدین کیا)۔ پھر اسی سابقہ (روایت) کی مثل بیان کیا۔

۱۰۸۸- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ: وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

۱۰۸۸- حضرت مالک بن حویرث ؓ سے مروی ہے انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا' آپ جب نماز شروع فرماتے۔ پھر اسی (سابقہ حدیث) کی طرح بیان کیا۔ اس میں اتنا زیادہ کیا: اور جب رکوع کرتے' تب بھی ایسے ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے' پھر بھی ایسے ہی کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے' تب بھی ایسے ہی کرتے۔

فائدہ: حضرت مالک بن حویرث ؓ کی مذکورہ روایات میں سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے' لیکن یہ تینوں روایات ضعیف ہیں جس کی تفصیل تخریج میں موجود ہے۔ اس کے برعکس بالکل صحیح روایات میں سجدے کے رفع الیدین کی نفی آئی ہے۔ ان میں سے ایک روایت اگلے باب میں آرہی ہے۔ ان صحیح روایات کو چھوڑ کر ایک ضعیف یا متنازع فیہ روایت پر عمل کرنا دانش مندی نہیں۔

۱۰۸۷۔[ضعیف] انظر الحدیث السابق، وهو في الكبرٰی، ح: ٦٧٣.

۱۰۸۸۔[ضعیف] انظر الحدیثین السابقین، وهو في الكبرٰی، ح: ٦٧٤.

(المعجم ٣٧) - تَرْكُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ السُّجُودِ (التحفة ٣٨٤)

باب: ٣٧- سجدے میں جاتے یا اٹھتے وقت رفع الیدین نہ کرنا

١٠٨٩- أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْكُوفِيُّ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ، وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ.

١٠٨٩- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز شروع فرماتے‘ جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔ لیکن سجدے میں (جاتے یا سجدے سے اٹھتے وقت) ایسا نہیں کرتے تھے۔

(المعجم ٣٨) - بَابُ أَوَّلِ مَا يَصِلُ إِلَى الْأَرْضِ مِنَ الْإِنْسَانِ فِي سُجُودِهِ (التحفة ٣٨٥)

باب: ٣٨- سجدے کو جاتے وقت انسان کا کون سا عضو زمین پر پہلے لگنا چاہیے؟

١٠٩٠- أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْقُومَسِيُّ الْبَسْطَامِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ [وَهُوَ ابْنُ هَارُونَ] أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

١٠٩٠- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے۔ اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

١٠٩١- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

١٠٩١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے‘ رسول اللہ

١٠٨٩- [صحيح] تقدم، ح: ٨٧٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٧٥.

١٠٩٠- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه، ح: ٨٣٨ عن الحسين بن عيسى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٧٦، وحسنه الترمذي، ح: ٢٦٨، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان. * شريك مدلس، رماه بالتدليس الدارقطني وغيره، وكان يتبرأ من التدليس، ولعل هذه البراءة كانت بعد اختلاطه، والله أعلم، فالحديث ضعيف من أجل عنعنته.

١٠٩١- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب: كيف يضع ركبتيه قبل يديه، ح: ٨٤١، والترمذي، الصلاة، باب آخر منه، ح: ٢٦٩ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٧٧، وقال الترمذي: "غريب"، وصححه عبدالحق الإشبيلي، وقواه النووي وغيره، وله شواهد عند ابن خزيمة، والحاكم وغيرهما، انظر الحديث◀◀

ابْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَبْرُكَ كَمَا يَبْرُكُ الْجَمَلُ».

ﷺ نے فرمایا: ''(کیا) تم میں سے ایک آدمی نماز میں بیٹھنا چاہتا ہے' پھر وہ اونٹ کی طرح بیٹھتا ہے؟''

۱۰۹۲- أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ مِنْ كِتَابِهِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ، وَلَا يَبْرُكْ بُرُوكَ الْبَعِيرِ».

۱۰۹۲- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی سجدہ کرنے لگے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔''

فائدہ: باب کی تیسری روایت دوسری روایت کی تفصیل ہے اور یہ پہلی روایت کے بالکل الٹ ہے۔ پہلی روایت اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ محقق کتاب نے بھی اسے سنداً ضعیف قرار دیا ہے' تاہم بعض نے اسے صحیح بھی کہا ہے' اس لیے ان کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے کیونکہ ان کے خیال میں دونوں روایات صحیح ہیں۔ احناف وغیرہ نے حضرت وائل بن حجر ؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ جو عضو زمین کے زیادہ قریب ہے' وہ پہلے لگنا چاہیے اور جو دور ہے' وہ بعد میں۔ اکثر محدثین نے حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ حضرت وائل ؓ کی روایت پر عمل کرنے سے اونٹ سے مشابہت ہوتی ہے اور اس مشابہت سے روکا گیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہاتھ پہلے رکھنے چاہئیں گھٹنے بعد میں کیونکہ یہ فطرت انسانیہ کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سہارے کے لیے ہاتھ دیے ہیں۔ جانور تو مجبور ہیں کہ ان کے پاس ہاتھ نہیں ہیں' لہٰذا وہ بغیر سہارے کے بیٹھتے اٹھتے ہیں بلکہ سب کام بغیر ہاتھوں کے کرتے ہیں: کھانا' پینا' مارنا وغیرہ۔ مگر انسان کے لیے ہاتھوں کا استعمال ضروری ہے ورنہ جانوروں سے مشابہت ہو جائے گی۔ حدیث میں اونٹ کا ذکر ہے۔ اونٹ بیٹھتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے۔ اگر گھٹنے پہلے رکھے جائیں تو ہاتھوں کا سہارا نہ ہونے کی وجہ سے

◀◀ الآتي: (۱۰۹۳).

۱۰۹۲- [إسناده حسن] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرىٰ، ح: ٦٧٨.

گھٹنے اونٹ کی طرح زمین پر ٹکیں گے۔ بوڑھوں کے لیے مشکل بھی ہے اور چوٹ لگنے یا گرنے کا خطرہ بھی' لہٰذا اٹھتے بیٹھتے وقت ہاتھوں کا سہارا چاہیے، یعنی بیٹھتے وقت پہلے ہاتھ رکھیں' پھر گھٹنے اور اٹھتے وقت پہلے گھٹنے اٹھائیں' پھر ہاتھ۔ یاد رہے! اونٹ (بلکہ سب جانوروں) کے گھٹنے اگلے پاؤں میں ہوتے ہیں' شکلاً بھی' فعلاً بھی' اور پچھلی ٹانگیں انسانوں کے بازوؤں جیسی ہوتی ہیں۔ چونکہ اونٹ سیدھا گھٹنوں پر بیٹھتا ہے' اس لیے اس کا خاص ذکر کیا گیا ہے اور اس کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٣٩) - **بَابُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ مَعَ الْوَجْهِ فِي السُّجُودِ** (التحفة ٣٨٦)

باب:۳۹-سجدے میں دونوں ہاتھوں کو چہرے کے ساتھ رکھنا

١٠٩٣- **أَخْبَرَنَا** زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ دَلُّويَه: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَفَعَهُ قَالَ: إِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ، فَإِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا.

۱۰۹۳- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور انھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تحقیق دونوں ہاتھ چہرے کی طرح سجدہ کرتے ہیں۔ جب تم میں سے کوئی شخص اپنا چہرہ زمین پر رکھے تو اپنے دونوں ہاتھ بھی رکھے اور جب چہرہ اٹھائے تو انھیں بھی اٹھا لے۔''

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ سجدے میں صرف چہرہ زمین پر لگانا کافی نہیں بلکہ دونوں ہاتھ بھی زمین پر چہرے کے ارد گرد رکھے ہونے چاہئیں تاکہ ان کا بھی سجدہ ہو سکے۔ اگلی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

(المعجم ٤٠) - **بَابٌ: عَلَى كَمِ السُّجُودُ** (التحفة ٣٨٧)

باب:۴۰-سجدہ کتنے اعضاء پر کرے؟

١٠٩٤- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرَهُ وَلَا ثِيَابَهُ.

۱۰۹۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور نماز کے دوران میں اپنے بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کریں۔

١٠٩٣ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب أعضاء السجود، ح: ٨٩٢ من حديث إسماعيل ابن علية به، وهو في الكبرى، ح: ٦٧٩، وصححه الحاكم على شرط الشيخين: ١/ ٢٢٦، ٢٢٧، ووافقه الذهبي، وله طريق آخر صحيح موقوف في الموطأ.

١٠٩٤ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب لا يكف شعرًا، ح: ٨١٥، ومسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر . . . الخ، ح: ٤٩٠ من حديث حماد بن زيد به، وهو في الكبرى، ح: ٦٨٠.

فوائد و مسائل: ① سات اعضاء یعنی دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں اور چہرہ، یعنی پیشانی (ناک سمیت) یہ سب اعضاء زمین پر لگنے چاہئیں۔ تھوڑی دیر کے لیے کوئی عضو کسی وجہ سے اٹھ جائے تو الگ بات ہے۔ مجموعی طور پر سجدہ ان سات اعضاء کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ② سجدے میں جاتے وقت بال یا کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لیے اکٹھا نہیں کرنے چاہئیں بلکہ انھیں زمین پر لگنے دیں۔ اس سے عاجزی پیدا ہوگی، تکبر کی نفی ہوگی، نیز وہ بھی سجدہ کرتے ہیں، اکٹھا کرنے سے ان کا سجدہ نہیں ہوگا۔

(المعجم ٤١) - تَفْسِيرُ ذٰلِكَ (التحفة ٣٨٨)

باب:۴۱- ان (سات) اعضاء کی تفصیل

١٠٩٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مِنْهُ سَبْعَةُ آرَابٍ وَجْهُهُ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ».

۱۰۹۵- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جب انسان سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں: اس کا چہرہ، اس کی دو ہتھیلیاں، اس کے دو گھٹنے اور اس کے دو پاؤں۔“

فائدہ: چہرے سے مراد ناک سمیت پیشانی ہے جیسا کہ اگلی روایات سے واضح ہے۔

(المعجم ٤٢) - اَلسُّجُودُ عَلَى الْجَبِينِ (التحفة ٣٨٩)

باب:۴۲- ماتھے پر سجدہ

١٠٩٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

۱۰۹۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا: (رمضان المبارک کی) اکیسویں رات کی صبح کو میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ماتھے اور ناک پر پانی اور مٹی، یعنی کیچڑ کے نشانات دیکھے۔ یہ روایت مختصر ہے۔

١٠٩٥ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر . . . الخ، ح: ٤٩١ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨١.

١٠٩٦ـ أخرجه البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأواخر، ح: ٢٠٢٧ من حديث مالك، ومسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها . . . الخ، ح: ١١٦٧/ ٢١٤ من حديث يزيد بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٢، والموطأ (رواية ابن القاسم، ح: ٥١٦، ورواية يحيى بن يحيى: ١/ ٣١٩ بطوله).

الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى جَبِينِهِ وَأَنْفِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صُبْحِ لَيْلَةِ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ. مُخْتَصَرٌ.

فائدہ: سجدے میں ماتھے کا زمین پر لگنا ضروری ہے کیونکہ سجدے کے معنی ہی ماتھا زمین پر رکھنا ہیں' الا یہ کہ کوئی عذر ہو' مثلاً: پھوڑا پھنسی ہو یا کمر یا سر میں تکلیف ہو یا آنکھ کا آپریشن کرایا ہو یا اس کے علاوہ جو چیز بھی ماتھا زمین پر رکھنے سے مانع ہو۔

(المعجم ٤٣) - اَلسُّجُودُ عَلَى الْأَنْفِ (التحفة ٣٩٠)

باب: ۴۳- ناک پر سجدہ

١٠٩٧- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى وَالْحَارِثُ ابْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ، لَا أَكُفَّ الشَّعْرَ وَلَا الثِّيَابَ: اَلْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ».

۱۰۹۷- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور میں بال اور کپڑے نہ سمیٹوں۔ (سات اعضاء یہ ہیں:) ماتھا اور ناک' دو ہاتھ' دو گھٹنے اور دو قدم۔''

فائدہ: اس حدیث میں ماتھا اور ناک ایک عضو شمار کیے گئے ہیں۔ گویا دونوں مل کر ایک عضو بنتے ہیں کیونکہ دونوں ایک عضو یعنی چہرے کے اجزا ہیں' لہٰذا دونوں کو زمین پر لگنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک دونوں میں سے کسی ایک کا لگنا کافی ہے کیونکہ کوئی عضو بھی مکمل تو لگ نہیں سکتا' کچھ حصہ ہی لگتا ہے۔ جب یہ دونوں ایک عضو ہیں تو پھر ان دونوں میں سے کسی ایک کا کچھ حصہ لگنا کافی ہے مگر احادیث اس موقف کی تائید نہیں کرتیں۔ صحیح

١٠٩٧ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلاة، ح: ٤٩٠/ ٢٣١ من حديث ابن وهب، والبخاري، الأذان، باب السجود على الأنف، ح: ٨١٢ من حديث عبدالله بن طاوس به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٣.

بات یہی ہے کہ دونوں کو لگنا چاہیے۔

(المعجم ٤٤) - اَلسُّجُودُ عَلَى الْيَدَيْنِ (التحفة ٣٩١)

باب:۴۴-دونوں ہاتھوں پر سجدہ

١٠٩٨- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ النَّسَائِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ» وَأَشَارَ بِيَدِهِ «عَلَى الْأَنْفِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ».

۱۰۹۸-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں: ماتھے پر' اور (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا' دونوں ہاتھوں پر' دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کے اطراف پر۔''

فائدہ: اس روایت میں ''عظم'' کا لفظ ہے جس کے معنی ہڈی کے ہوتے ہیں مگر مراد عضو ہی ہے اگرچہ ایک عضو کئی ہڈیوں اور جوڑوں پر مشتمل ہو' مثلاً: ہاتھ' پاؤں وغیرہ۔

(المعجم ٤٥) - اَلسُّجُودُ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ (التحفة ٣٩٢)

باب:۴۵-گھٹنوں پر سجدہ

١٠٩٩- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَكِّيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَّسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ - وَنُهِيَ أَنْ يَّكْفِتَ الشَّعْرَ وَالثِّيَابَ - عَلَى يَدَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ. قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ لَنَا ابْنُ طَاوُسٍ: وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى

۱۰۹۹-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ سات اعضاء پر سجدہ کریں...... اور آپ کو بال اور کپڑے سمیٹنے سے روکا گیا...... دونوں ہاتھوں پر' دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کناروں پر۔ (حدیث کے راوی) سفیان نے کہا: ابن طاؤس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھے اور انھیں ناک پر سے گزارا اور فرمایا: یہ ایک عضو ہے۔ (امام نسائی نے فرمایا) یہ (امام نسائی نے فرمایا) لفظ

١٠٩٨ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٤.

١٠٩٩ـ [صحيح] انظر الحديثين السابقين، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٥.

جَبْهَتِهِ وَأَمَرَّهَا عَلٰى أَنْفِهِ قَالَ: هٰذَا وَاحِدٌ وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ.

(میرے استاذ) محمد بن منصور کے ہیں۔

فائدہ: امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت دو استادوں سے سنی۔ ایک محمد بن منصور اور دوسرے عبداللہ بن محمد ہیں۔ روایت میں بیان کردہ الفاظ محمد بن منصور کے ہیں۔ عبداللہ بن محمد کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہو سکتے ہیں' اگرچہ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔

(المعجم ٤٦) - بَابٌ: اَلسُّجُودُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ (التحفة ٣٩٣)

باب: ۴۶- دونوں پاؤں پر سجدہ

١١٠٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ، سَجَدَ مَعَهُ سَبْعَةُ آرَابٍ وَجْهُهُ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ».

۱۱۰۰- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں: اس کا چہرہ' اس کے دونوں ہاتھ (ہتھیلیاں) اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔''

(المعجم ٤٧) - بَابُ نَصْبِ الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٣٩٤)

باب: ۴۷- سجدے میں پاؤں کھڑے کرنا

١١٠١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ

۱۱۰۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا۔ (میں نے ٹٹولنا شروع کیا) میرا ہاتھ آپ کو لگا تو آپ سجدے میں تھے اور آپ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ پڑھ رہے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ...... كَمَا

١١٠٠- [صحيح] تقدم، ح: ١٠٩٥، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٦.

١١٠١- [صحيح] تقدم، ح: ١٦٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٨٧.

فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ».

أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ] ''اے اللہ! میں تیرے غصے سے (بچنے کے لیے) تیری رضا مندی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے (بچنے کے لیے) تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ (تیرے عذاب) سے (بچنے کے لیے) تیری (رحمت کی) پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا۔ تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

فائدہ: سجدے کی حالت میں فطری طور پر پاؤں کھڑے ہی ہوتے ہیں۔ اس فطرت کو قائم رہنا چاہیے، یعنی پاؤں کو کسی ایک طرف بچھایا نہ جائے بلکہ پاؤں سیدھے کھڑے ہوں اور ایڑیاں ملی ہوئی ہوں، درمیان میں فاصلہ نہ ہو۔ انگلیاں جس قدر مڑ سکیں انھیں قبلہ رخ موڑ لیا جائے۔ جو نہ مڑ سکیں انھیں زمین پر لگا لیا جائے۔ چھوٹی انگلیاں زمین پر نہ لگ سکیں تو کوئی حرج نہیں۔

(المعجم ٤٨) - بَابُ فَتْخِ أَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٣٩٥)

باب: ۴۸- سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو (قبلے کی طرف) موڑنا

١١٠٢- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَهْوَى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا، جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ وَفَتَخَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ. مُخْتَصَرٌ.

۱۱۰۲- حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گرتے تو اپنے بازو بغلوں سے دور رکھتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو (قبلے کی طرف) موڑ لیتے۔ یہ روایت مختصر ہے۔

(المعجم ٤٩) - بَابُ مَكَانِ الْيَدَيْنِ مِنَ السُّجُودِ (التحفة ٣٩٦)

باب: ۴۹- سجدے میں دونوں ہاتھوں کی جگہ

١١٠٢- [إسناده صحيح] وتقدم طرفه، ح: ١٠٤٠، وهو في الكبرى، ح: ٦٨٨.

١١٠٣- أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ نَاصِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ كُلَيْبٍ يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَقُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ إِبْهَامَيْهِ قَرِيبًا مِّنْ أُذُنَيْهِ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَانَتْ يَدَاهُ مِنْ أُذُنَيْهِ عَلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي اسْتَقْبَلَ بِهِمَا الصَّلَاةَ.

١١٠٣- حضرت وائل بن حجر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو بغور دیکھوں گا۔ (میں نے دیکھا کہ) آپ نے اللّٰہ أکبر کہا اور اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ میں نے آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب دیکھے۔ جب آپ نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو اللّٰہ أکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے' پھر اپنا سر (رکوع سے) اٹھایا تو آپ نے کہا: [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] پھر اللّٰہ أکبر کہا اور سجدہ کیا تو آپ کے دونوں ہاتھ کانوں سے اسی جگہ تھے جہاں نماز شروع کرتے وقت تھے۔ (یعنی کانوں کے برابر تھے۔)

فائدہ: آغاز نماز میں رفع الیدین کانوں کے برابر بھی کیا جا سکتا ہے اور کندھوں کے برابر بھی۔ اسی طرح سجدے میں ہاتھ کانوں کے برابر بھی رکھے جا سکتے ہیں اور کندھوں کے برابر بھی اور اس تطبیق کے مطابق بھی جو رفع الیدین کے بارے میں بیان ہو چکی ہے۔

(المعجم ٥٠) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَسْطِ الذِّرَاعَيْنِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٣٩٧)

باب: ٥٠- سجدے کے دوران میں بازو زمین پر بچھانے کی ممانعت

١١٠٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ - وَهُوَ ابْنُ هَارُونَ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ - وَاسْمُهُ أَيُّوبُ بْنُ أَبِي مِسْكِينٍ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

١١٠٤- حضرت انس ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی سجدے کی حالت میں اپنے بازو اس طرح زمین پر نہ پھیلائے جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔''

١١٠٣- [إسناده صحيح] تقدم، ح: ٨٩٠، وهو في الكبرى، ح: ٦٨٩.

١١٠٤- [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٣١ من حديث أبي العلاء به، وتقدم طرفه، ح: ١٠٢٩، وهو في الكبرى، ح: ٦٩٠.

فائدہ: نماز میں بلکہ عموماً بھی جانوروں کی مشابہت منع ہے' خصوصاً حرام جانوروں کی۔ کتا جب زمین پر بیٹھتا یا لیٹتا ہے تو اپنے اگلے بازو زمین پر بچھا لیتا ہے۔ نمازی کو اپنے بازو زمین سے' رانوں سے اور پہلو سے اٹھا کر دور رکھنے چاہئیں۔

(المعجم ٥١) - بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ (التحفة ٣٩٨)

باب:۵۱-سجدہ کرنے کا طریقہ

١١٠٥- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ السُّجُودَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ بِالْأَرْضِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُ.

۱۱۰۵- حضرت ابو اسحاق نے کہا کہ حضرت براء بن عازب نے ہمیں سجدہ کرنے کا طریقہ بیان کیا تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے' سرین کو اونچا کیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح (سجدہ) کرتے دیکھا ہے۔

١١٠٦- أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ، - هُوَ النَّضْرُ - قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلّٰى جَخّٰى.

۱۱۰۶- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ جب نماز میں سجدہ کرتے تو اپنے دونوں بازو کھولتے' انھیں اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے اور پیٹ کو زمین سے اونچا رکھتے۔

فائدہ: ''کھولتے'' کا مطلب یہ ہے کہ بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے' زمین سے بھی اونچا رکھتے اور پیٹ کو رانوں سے اٹھا کر رکھتے۔ سجدہ زمین پر بچھ کر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اونچا رہے۔ اس مسئلے میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں۔ بعض فقہاء نے خالص رائے کے ساتھ عورت کے لیے مینڈک کی طرح زمین سے چمٹ کر سجدہ کرنا تجویز کیا ہے' مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دین کسی کی رائے کی بنیاد پر نہیں بلکہ وحی کی بنیاد پر قائم ہوا ہے' اس لیے صراحتاً منقول چیز کے مقابلے میں رائے کا استعمال مذموم اور ایسا قول مردود ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو' حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کی تالیف ''کیا مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے؟'' طبع دارالسلام۔

١١٠٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صفة السجود، ح:٨٩٦ من حديث شريك القاضي به، وتقدم حاله، ح:١٠٩٠، وهو في الكبرٰى، ح:٦٩١. ❊ شريك عنعن.

١١٠٦ـ [حسن] أخرجه البيهقي: ٢/ ١١٥ من حديث النضر بن شميل به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٩٢، وصححه ابن خزيمة، ح:٦٤٧، ونقل البيهقي عن أبي زكريا العنبري، قال: "جخ الرجل في صلاته، إذا مد ضبعيه وتجافى في الركوع والسجود"، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح:٩٠٠ وغيره.

١١٠٧- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

۱۱۰۷- حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں سجدہ فرماتے تو اپنے بازو کھولتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

فائدہ: نبی ﷺ بغلوں کے بال صاف رکھتے تھے اس لیے سفید چمڑا نظر آتا تھا یا بالوں کے اردگرد کی سفیدی مراد ہوگی۔ واللہ أعلم.

١١٠٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عِمْرَانَ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَوْ كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَأَبْصَرْتُ إِبْطَيْهِ، قَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: كَأَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ فِي صَلَاةٍ.

۱۱۰۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں (مقتدی ہونے کی بجائے) رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتا تو میں (آپ کے سجدہ فرمانے کے وقت) آپ کی بغلیں دیکھ لیتا۔ ابومجلز (راوی) نے کہا: معلوم ہوتا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت نماز میں تھے اس لیے یوں فرمایا۔

١١٠٩- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَقْرَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكُنْتُ أَرٰى عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ إِذَا سَجَدَ.

۱۱۰۹- حضرت عبداللہ بن اقرم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ جب آپ سجدہ فرماتے تو میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھتا تھا۔

١١٠٧ـ أخرجه البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ح: ٣٥٦٤، ومسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود، ووضع الكفين على الأرض . . . الخ، ح: ٤٩٥ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٩٣.

١١٠٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من ذكر أنه يرفع يديه إذا قام من الثنتين، ح: ٧٤٦ من حديث عمران به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٩٤.

١١٠٩ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التجافي في السجود، ح: ٢٧٤ من حديث داود به، وقال: "حسن، لا نعرفه إلا من حديث داود بن قيس"، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٩٥.

(المعجم ٥٢) - **بَابُ التَّجَافِي فِي السُّجُودِ** (التحفة ٣٩٩)

باب:۵۲-سجدہ کھلا ہونا چاہیے

١١١٠- **أَخْبَرَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ الْأَصَمِّ - عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ - وَهُوَابْنُ الْأَصَمِّ - عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ جَافَى يَدَيْهِ حَتَّى لَوْ أَنَّ بَهْمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ.

۱۱۱۰- حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ اگر بھیڑ بکری کا چھوٹا سا بچہ آپ کے بازوؤں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① ہاتھوں کو پہلوؤں سے خوب دور رکھنا چاہیے' اسی طرح پیٹ کو رانوں سے اٹھا کر رکھنا چاہیے۔ ② یہ ہیئت خشوع وخضوع اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ ③ امہات المومنین کی فضیلت کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے طریقۂ عبادت کو بغور دیکھا اور سمجھا' بعدازاں امت تک ایسے واضح انداز سے پہنچایا کہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہا...... رضی اللہ عنہن......

(المعجم ٥٣) - **بَابُ الْاعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ** (التحفة ٤٠٠)

باب:۵۳-سجدے میں اعتدال

١١١١- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ ح: وَأَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «اِعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ» اَللَّفْظُ لِإِسْحَاقَ.

۱۱۱۱- حضرت انس ؓ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سجدے میں اعتدال اختیار کرو اور کوئی شخص اپنے بازو اس طرح زمین پر نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔'' یہ لفظ حضرت اسحاق بن ابراہیم کے ہیں۔

١١١٠ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود ووضع الكفين على الأرض ... الخ، ح:٤٩٦ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في الكبرٰى، ح:٦٩٧، أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صفة السجود، ح:٨٩٨ عن قتيبة به.

١١١١ـ [صحيح] تقدم، ح:١٠٢٩، وهو في الكبرٰى، ح:٦٩٨.

فائدہ: اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس روایت کو امام نسائی رحمہ اللہ نے دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ دونوں سندیں حضرت قتادہ پر متفق ہوتی ہیں۔ پہلی سند حضرت اسحاق بن ابراہیم سے ہے اور دوسری حضرت اسماعیل بن مسعود سے۔ (مزید دیکھیے حدیث: ۱۰۲۹)

(المعجم ٥٤) - **بَابُ إِقَامَةِ الصُّلْبِ فِي السُّجُودِ** (التحفة ٤٠١)

باب: ۵۴- سجدے میں کمر سیدھی کرنا

١١١٢- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى - وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

۱۱۱۲- حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ نماز درست نہیں ہوتی جس میں نمازی رکوع اور سجدے کے دوران میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔''

فائدہ: دیکھیے حدیث نمبر ۱۰۲۸۔

(المعجم ٥٥) - **بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ** (التحفة ٤٠٢)

باب: ۵۵- کوّے کی طرح ٹھونگیں مارنے کی ممانعت

١١١٣- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ تَمِيمَ بْنَ مَحْمُودٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شِبْلٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ

۱۱۱۳- حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں سے منع فرمایا: کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے' درندے کی طرح بازو بچھانے سے اور آدمی نماز کے لیے ایک ہی جگہ مقرر کرلے' جیسے اونٹ (بیٹھنے کے لیے) ایک جگہ مقرر

١١١٢ـ [إسناده صحيح] تقدم، ح: ١٠٢٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٩٩.

١١١٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح: ٨٦٢، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في توطين المكان في المسجد يصلى فيه، ح: ١٤٢٩ من حديث جعفر بن عبدالله به، وهو في الكبرٰى، ح: ٦٩٦، وصححه ابن خزيمة، ح: ٦٦٢، ١٣١٩، وابن حبان، ح: ٤٧٦، والحاكم: ١/ ٢٢٩، والذهبي. * تميم بن محمود ضعفه البخاري والجمهور، وضعفه راجح، وله شاهد ضعيف في مسند أحمد (٥/ ٤٤٧).

رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ، وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمُقَامَ لِلصَّلَاةِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ.

کر لیتا ہے۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت کو محقق کتاب نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے اسے شواہد کی بنا پر حسن قرار دیا ہے' نیز علامہ اتیوبی شارح سنن النسائی نے مذکورہ حدیث کے پہلے اور دوسرے جز کو شواہد کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے اور شیخ البانی اور شارح سنن النسائی نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود معناً صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة:۳/۱۵۶،۱۵۷، رقم:۱۱۶۸، و ذخيرة العقبى شرح سنن النسائي:۱۳/۳۴۲-۳۴۴) ② کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے مراد بہت ہلکا سجدہ کرنا ہے حتی کہ دیکھنے والا سمجھے ٹھونگیں مار رہا ہے۔ بلکہ سجدے میں کم از کم تین دفعہ تسبیح پڑھنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ ایک تسبیح جاتے ہوئے' دوسری تسبیح سجدے میں اور تیسری اٹھتے ہوئے پڑھے کیونکہ یہ تو حقیقتاً سجدے میں ایک دفعہ تسبیح ہے۔ ③ بازو بچھانے سے مراد یہ ہے کہ سجدے میں بازو زمین پر رکھ دے جس طرح کتا وغیرہ لیٹنے کی حالت میں زمین پر اپنے بازو کھول کر رکھ دیتا ہے اور منہ بھی زمین پر رکھ لیتا ہے۔ ④ ایک جگہ مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی اور جگہ نماز نہ پڑھے حتی کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس جگہ آ کھڑا ہو تو اسے ہٹا کر وہاں کھڑا ہو یا اس سے ناراض ہو' البتہ امام اور مؤذن اس سے مستثنیٰ ہیں کہ ان کے لیے مجبوری ہے۔

(المعجم ٥٦) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ كَفِّ الشَّعْرِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٠٣)

باب:۵۶-سجدے میں بال سمیٹنے کی ممانعت

١١١٤- أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ عَنْ يَزِيدَ - وَهُوَابْنُ زُرَيْعٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَ رَوْحٌ - يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ وَلَا أَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا».

۱۱۱۴- حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور (سجدے میں جاتے وقت) بال اور کپڑے نہ سمیٹوں۔''

فائدہ: عرب لوگ عموماً سر کے بال بڑے رکھتے تھے اور کھلی آستینوں والی قمیص پہنتے تھے۔ سجدے میں جاتے

١١١٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٠٩٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٠.

تو بالوں اور آستینوں کو مٹی سے بچانے کے لیے بعض لوگ بالوں کو بار بار سمیٹتے اور انھیں اکٹھا کرتے یا انھیں سر پر گچھے کی صورت میں باندھ لیتے۔ اسی طرح وہ آستینیں چڑھا لیتے چونکہ یہ غیر ضروری حرکت ہے جو نماز میں منع ہے، لہٰذا اس سے روک دیا گیا، البتہ اگر پہلے سے بال باندھ لیے گئے ہوں یا آستینیں چڑھا لی گئی ہوں اور نماز کے دوران میں کچھ نہ کیا جائے تو بعض علماء کے نزدیک جائز ہے مگر اگلی حدیث ان کے موقف کی تردید کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مٹی سے بچنے کی قصداً کوشش کرنا تکبر کے ذیل میں آتا ہے بلکہ ہر عضو کو جو زمین پر لگتا ہے، لگنے دے۔ مٹی کا لگنا تکبر کی نفی ہے اور طبیعت میں تواضع پیدا ہوتی ہے ورنہ نمازی کس کس چیز کو مٹی سے بچائے گا؟ چہرے کو؟ ہاتھوں کو؟ گھٹنوں کو؟ پاؤں کو؟ ازار کو؟ پگڑی کو؟ مٹی تو ضرور ہی لگے گی۔

(المعجم ٥٧) - بَابُ مَثَلِ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَعْقُوصٌ (التحفة ٤٠٤)

باب: ۵۷- جو شخص بالوں کا جوڑا بنا کر نماز پڑھے، اس کی مثال؟

١١١٥- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَمْرٍو السَّرْحِيُّ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ، فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ».

۱۱۱۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے دیکھا جب کہ وہ سر کے بالوں کا جوڑا بنا کر اسے پیچھے باندھے ہوئے تھے۔ آپ اٹھے اور بالوں کا جوڑا (گچھا) کھولنے لگے۔ عبداللہ بن حارث نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: آپ کو میرے بالوں سے کیا شکایت تھی؟ (جو آپ نے انھیں کھولا) انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اس قسم کے نمازی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیچھے بندھے ہوئے ہاتھوں (کسی مشکوں) سے نماز پڑھتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جس طرح پیچھے بندھے ہوئے ہاتھوں والا بہت ناقص نماز پڑھتا ہے، اسی طرح بندھے ہوئے بالوں والا اپنے بالوں کو ثواب سے محروم رکھتا ہے، بخلاف اس کے اگر وہ بال زمین پر لگتے تو ان کا بھی

١١١٥ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر . . . الخ، ح: ٤٩٢ عن عمرو بن سواد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠١.

سجدہ شمار ہوتا اور انھیں ثواب ملتا۔ گویا نماز سے پہلے بھی بالوں کا جوڑا نہیں بنا ہونا چاہیے' چہ جائیکہ کوئی نماز میں ایسے کرے۔ ② خلاف شرع کام ہوتا دیکھ کر موقع ہی پر تنبیہ کر دینی چاہیے' خواہ مخواہ یا بالکل سکوت نہیں کرنا چاہیے۔ ③ برائی کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت ہو تو اسے ہاتھ سے مٹا دینا چاہیے۔ ④ خبر واحد حجت ہے۔

(المعجم ٥٨) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ كَفِّ الثِّيَابِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٠٥)

باب:۵۸- سجدے میں جاتے وقت کپڑے اکٹھے کرنے (سمیٹنے) کی ممانعت

١١١٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَكِّيُّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَّسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُهِيَ أَنْ يَّكُفَّ الشَّعْرَ وَالثِّيَابَ.

۱۱۱۶- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور منع کیا گیا بال یا کپڑے اکٹھے کرنے (سمیٹنے) سے۔

فائدہ: اگر کپڑا پہلے سے اکٹھا کیا ہوا ہے جیسے نماز سے قبل آستینیں چڑھائی جاتی ہیں تو بعض علماء کے نزدیک کوئی حرج نہیں لیکن حدیث کے الفاظ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں ہے لہذا پہلے بھی ایسے نہ کیا جائے۔

(المعجم ٥٩) - بَابُ السُّجُودِ عَلَى الثِّيَابِ (التحفة ٤٠٦)

باب:۵۹- کپڑوں پر سجدہ کرنا

١١١٧- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ - هُوَ السَّلَمِيُّ - قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

۱۱۱۷- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوپہر کے وقت سخت گرمی میں نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کر لیا کرتے تھے۔

١١١٦ـ[صحيح] تقدم، ح: ١٠٩٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٢.

١١١٧ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب: وقت الظهر عند الزوال، ح: ٥٤٢ من حديث ابن المبارك، ومسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت . . . الخ، ح: ٦٢٠ من حديث غالب القطان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٣.

فائدہ: اگر الگ کپڑا مراد ہے جیسے آج کل مصلیٰ وغیرہ ہوتا ہے تو پھر ظاہر ہے کوئی اشکال واعتراض نہیں۔ ان پر بلاشک وشبہ نماز پڑھی جاسکتی ہے' البتہ اگر پہنے ہوئے کپڑے مراد ہوں' مثلاً: آستینیں آگے بڑھا کر ان پر ہاتھ رکھ لیے جائیں اور پگڑی نیچے کر کے اس پر ماتھا رکھ لیا جائے تو ضرورت کے وقت یہ بھی جائز ہے' مثلاً: سخت گرمی یا سردی سے بچنا' البتہ مٹی سے چہرے اور ہتھیلیوں کو بچانے کے لیے ایسا کرنا ممنوع ہے کہ یہ تکلف ہے جبکہ سردی گرمی سے بچنا انسان کی ضرورت ہے۔

(المعجم ٦٠) - بَابُ الْأَمْرِ بِإِتْمَامِ السُّجُودِ (التحفة ٤٠٧)

باب: ٦٠- سجدہ مکمل کرنے کا حکم ہے

١١١٨- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتِمُّوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِي فِي رُكُوعِكُمْ وَسُجُودِكُمْ».

١١١٨- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رکوع اور سجدہ مکمل کرو۔ اللہ کی قسم! میں تمھیں اپنے پیچھے تمھارے رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① رکوع اور سجدہ نماز کی جان ہیں۔ انھیں پورے آداب وسنن سمیت ادا کرنا انھیں مکمل کرنا ہے۔ اعتدال واطمینان اختیار کیا جائے۔ سجدے کو کھلا کیا جائے۔ تسبیحات واذکار خشوع وخضوع سے کیے جائیں۔ ② رکوع اور سجدے کی حالت میں نبی ﷺ کا پیچھے مقتدیوں کو دیکھ لینا' آپ کا معجزہ تھا۔ بعض نے اسے کنکھیوں سے دیکھنے سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ کنکھیوں سے زیادہ دور تک نہیں دیکھا جا سکتا' جب کہ آپ کا فرمان مطلق ہے' یعنی سب نمازیوں کو آپ دیکھ سکتے تھے' صرف چند افراد کو نہیں۔

(المعجم ٦١) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٠٨)

باب: ٦١- سجدے میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

١١١٩- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَيْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ

١١١٩- حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب ﷺ نے تین چیزوں سے منع فرمایا

١١١٨- [صحيح] تقدم، ح: ١٠٢٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٤.

١١١٩- [صحيح] تقدم، ح: ١٠٤٢، وأخرجه مسلم، ح: ٤٨٠/ ٢١٢ من حديث داود بن قيس به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٥.

وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ عُثْمَانُ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: نَهَانِي حِبِّي ﷺ عَنْ ثَلَاثٍ لَا أَقُولُ نَهَى النَّاسَ، نَهَانِي عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ لُبْسِ الْقِسِّيِّ، وَعَنِ الْمُعَصْفَرِ الْمُفَدَّمَةِ، وَلَا أَقْرَأُ سَاجِدًا وَّلَا رَاكِعًا.

ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سب لوگوں کو منع فرمایا ہے سونے کی انگوٹھی پہننے سے قسّی اور زعفرانی زرد رنگ کا کپڑا پہننے سے اور سجدے یا رکوع کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے۔

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے حدیث نمبر: ١٠٤١، ١٠٤٢، ١٠٤٣۔

١١٢٠- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح: وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا.

١١٢٠- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے روکا ہے۔

(المعجم ٦٢) - بَابُ الْأَمْرِ بِالاجْتِهَادِ فِي الدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٠٩)

باب: ٦٢- سجدے میں اچھی طرح کوشش سے دعا کرنے کا حکم

١١٢١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ - هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ

١١٢١- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں گھر کی کھڑکی کا پردہ ہٹایا۔ آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا ہوا تھا۔

١١٢٠- أخرجه مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، ح: ٤٨٠/ ٢٠٩ عن أحمد بن عمرو بن السرح به، وهو في الكبرى، ح: ٧٠٦.

١١٢١- [صحيح] تقدم، ح: ١٠٤٦، وهو في الكبرى، ح: ٧٠٧.

سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَشَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ السِّتْرَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوبٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! قَدْ بَلَّغْتُ»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ «إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُّبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ أَوْ تُرٰى لَهُ، أَلَا وَإِنِّي قَدْ نُهِيتُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَإِذَا رَكَعْتُمْ فَعَظِّمُوا رَبَّكُمْ، وَإِذَا سَجَدْتُّمْ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَإِنَّهُ قَمِنٌ أَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ».

آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں نے تیرا دین لوگوں تک پہنچا دیا (تین دفعہ فرمایا۔) اے لوگو! نبوت کے ذریعے سے خوش خبری دینے والی چیزوں میں سے صرف نیک خواب ہی رہ گئے ہیں جنھیں کوئی شخص دیکھ لے یا اس کے لیے کسی دوسرے کو نظر آئیں۔ خبردار! مجھے رکوع اور سجدے میں قرآن مجید پڑھنے سے روک دیا گیا ہے' لہٰذا جب تم رکوع کرو تو اپنے رب کی عظمت بیان کرو (تسبیحات پڑھو) اور جب سجدہ کرو تو پوری کوشش سے دعا کرو کیونکہ سجدے کی دعا قبولیت کے بہت لائق ہے۔''

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے حدیث نمبر: ١٠٤٦.

(المعجم ٦٣) - بَابُ الدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤١٠)

باب: ٦٣- سجدے میں دعا کرنا

١١٢٢- أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيدٍ - وَهُوَ ابْنُ مَسْرُوقٍ - عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي رِشْدِينَ - وَهُوَ كُرَيْبٌ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي، مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ وَبَاتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَهَا، فَرَأَيْتُهُ قَامَ لِحَاجَتِهِ فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا بَيْنَ

١١٢٢- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارث ؓ کے گھر رات گزاری۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے پاس وہیں آرام فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے اٹھے۔ پھر آپ مشکیزے کے پاس آئے' اس کا بند کھولا' پھر درمیانہ سا وضو کیا۔ پھر اپنے بستر پر تشریف لائے اور سو گئے۔ پھر دوبارہ اٹھے اور مشکیزے کے پاس گئے' اس کا بند کھولا' پھر مکمل وضو

١١٢٢ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ١٨٨/٧٦٣ عن هناد بن السري، والبخاري، الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل، ح: ٦٣١٦ من حديث سلمة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٨.

الْوُضُوءَيْنِ، ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَنَامَ، ثُمَّ قَامَ قَوْمَةً أُخْرٰى فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا، هُوَ الْوُضُوءُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ تَحْتِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا، وَعَنْ يَّمِينِي نُورًا، وَعَنْ يَّسَارِي نُورًا، وَاجْعَلْ أَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ خَلْفِي نُورًا، وَأَعْظِمْ لِي نُورًا». ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَأَيْقَظَهُ لِلصَّلَاةِ.

فرمایا' پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ آپ اپنے سجدے میں کہتے تھے:[اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْ فِي قَلْبِي...... وَأَعْظِمْ لِي نُورًا] ''اے اللہ! میرے دل کو منور فرما۔ میرے کان منور فرما۔ میری آنکھیں روشن کر دے۔ مجھ پر اوپر نیچے سے نور برسا۔ میرے دائیں بائیں کو منور فرما۔ مجھے آگے پیچھے سے پرنور فرما اور مجھے عظیم نور عطا فرما۔'' پھر (نماز مکمل کرنے کے بعد) آپ سو گئے حتی کہ خراٹے بھرنے لگے۔ کچھ دیر بعد حضرت بلال ؓ آئے اور آپ کو نماز کے لیے جگایا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ابن عباس ؓ نے نبی ﷺ کی نماز دیکھنے کے لیے قصداً یہ رات آپ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ میں گزاری تھی اور اس کے لیے باقاعدہ حضرت میمونہ ؓ اور ان کے توسط سے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی۔ ② درمیانہ وضو سونے کے لیے تھا۔ نماز کے لیے ہوتا تو آپ مکمل وضو فرماتے جیسا کہ بعد میں کیا۔ ③ یہاں نور سے مراد علم' ہدایت اور ایمان ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں متعدد مقامات پر لفظ نور ان معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(المعجم ٦٤) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١١)

باب:۶۳- (سجدے میں) ایک اور قسم کی دعا

١١٢٣- أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي» يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.

۱۱۲۳- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] ''اے اللہ! ہمارے رب! تو ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہے اور تمام خوبیوں کا حامل ہے۔ اے اللہ! مجھے معاف فرما۔'' آپ قرآن پر عمل کرتے تھے۔

١١٢٣ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٠٤٨، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٠٩.

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری زمانے میں سورۃ النصر اتری جس میں اشارہ فرمایا گیا کہ آپ جس مقصد کے لیے تشریف لائے تھے وہ پورا ہو چکا۔ اب آپ ساری توجہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کی طرف مبذول فرمائیں اور بخشش طلب کریں۔ آپ کی وفات قریب ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان ہدایات کے پیش نظر رکوع اور سجدے میں مندرجہ بالا دعا کثرت سے شروع فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ: [يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ] ”آپ قرآن پر عمل کرتے تھے۔“ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(المعجم ٦٥) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٢)

باب:٦۴-(سجدے میں) ایک اور قسم کی دعا

١١٢٤- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي»، يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.

۱۱۲۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] ”اے اللہ! ہمارے رب! تو ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہے اور ہر قسم کی خوبیوں اور تعریفوں والا ہے۔ اے اللہ! مجھے معاف فرما۔“ آپ قرآن پر عمل فرماتے تھے۔

فائدہ: بعض نسخوں میں اس دعا میں آخری لفظ [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي] نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ پچھلی حدیث کی دعا سے مختلف ہے۔ ہمارے نسخے کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں جب کہ فرق ہونا چاہیے تاکہ ”اور قسم کی دعا“ بن سکے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٦٦) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٣)

باب:٦۵-(سجدے میں) ایک اور دعا

١١٢٥- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنْ مَضْجَعِهِ فَجَعَلْتُ أَلْتَمِسُهُ

۱۱۲۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (ایک دفعہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ کو ڈھونڈنے لگی۔ میں نے خیال کیا کہ آپ اپنی کسی لونڈی کے پاس چلے گئے ہوں گے۔ (میں نے ٹٹولنا شروع

١١٢٤ـ [صحيح] تقدم، ح:١٠٤٨، وهو في الكبرٰى، ح:٧١٦.

١١٢٥ـ [صحيح] أخرجه أحمد:٦/ ١٤٧ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح:٧١٠، وللحديث شواهد عند مسلم، ح:٧٧١ وغيره.

وَظَنَنْتُ أَنَّهُ قَدْ أَتٰى بَعْضَ جَوَارِيهِ، فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ وَهُوَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِي مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ».

کیا) تو میرا ہاتھ آپ کو لگا۔ آپ سجدے کی حالت میں تھے اور پڑھ رہے تھے: [اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ] ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے علانیہ کیے۔''

فائدہ: حضرت عائشہ ؓ کا یہ گمان عورت کی فطرت کے مطابق ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ ہی سے فرماتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حديث: ٣٦٦٢، وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: ٢٣٨٤) آپ انھیں چھوڑ کر کہاں جا سکتے تھے؟ دراصل یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت تھی۔ اس قسم کے ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا تھا: ''کیا تو سمجھتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے؟'' (صحیح مسلم، الجنائز، حديث: ٩٧٤)

١١٢٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ أَتٰى بَعْضَ جَوَارِيهِ، فَطَلَبْتُهُ فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ، يَقُولُ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ».

١١٢٦- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: (ایک رات) میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو میں نے سمجھا کہ آپ اپنی کسی بیوی یا لونڈی کے پاس چلے گئے ہوں گے۔ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا تو آپ سجدے میں تھے، یہ دعا فرما رہے تھے: ''اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے، وہ گناہ جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے علانیہ کیے۔''

فائدہ: حدیث کے متن میں لفظ [جَوَارِي] ہے جس کے عام معنی لونڈیاں کیے جاتے ہیں۔ ویسے اس کے معنی بیوی بھی کیے جا سکتے ہیں کیونکہ یہ لفظ آزاد عورت کے لیے بھی احادیث میں استعمال ہوا ہے۔ لونڈی کی باری مقرر نہیں ہوتی جب کہ بیوی کی (اگر ایک سے زائد ہوں) باری مقرر ہوتی ہے، لہٰذا کسی بیوی کی باری کے دن اپنی لونڈی کے پاس جانا منع نہیں، دوسری بیوی کے پاس جانا منع ہے۔ شاید اسی لیے لونڈی کا لفظ بولا ورنہ بدگمانی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

(المعجم ٦٧) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٤)

باب: ٦٧- (سجدے میں) ایک اور قسم کا ذکر

١١٢٦- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٧١٠(ب).

١١٢٧- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ - هُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي الْمَاجِشُونُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ يَقُولُ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ».

١١٢٧- حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو فرماتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ ...... أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ] ''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا اور تیرے ہی لیے مطیع ہوا اور تجھی پر ایمان لایا۔ میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا' اس کی صورت بنائی اور اچھی صورت بنائی اور اس میں کان اور آنکھیں بنائیں۔ بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔''

(المعجم ٦٨) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٥)

باب: ٦٨- ایک اور قسم کا ذکر

١١٢٨- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَيْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَأَنْتَ رَبِّي، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ».

١١٢٨- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے سجدے میں یہ پڑھتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ ...... أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ] ''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیرے ہی لیے مطیع ہوا۔ تو میرا رب ہے۔ میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس میں کان اور آنکھیں بنائیں۔ بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔''

١١٢٧- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح: ٢٠٢/٧٧١ من حديث عبدالرحمن بن مهدي به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧١١.

١١٢٨- [إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٧١٢، وتقدم طرفه، ح: ٨٩٧.

(المعجم ٦٩) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٦)

باب:٦٩-(سجدے میں) ایک اور قسم کا ذکر

١١٢٩- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ حِمْيَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَذَكَرَ آخَرَ قَبْلَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّي تَطَوُّعًا قَالَ إِذَا سَجَدَ: «اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ، اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ».

۱۱۲۹-حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو نفل پڑھتے۔ جب سجدہ کرتے تو کہتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ سَجَدْتُّ ...... أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ] ”اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا‘ تجھی پر ایمان لایا‘ اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس میں آنکھ اور کان بنائے۔ بابرکت ہے اللہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔“

(المعجم ٧٠) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٧)

باب:٦٨-ایک اور قسم کا ذکر

١١٣٠- أَخْبَرَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ سَوَّارٍ الْقَاضِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ: «سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ».

۱۱۳۰-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی ﷺ رات کی نماز میں سجدۂ تلاوت کے دوران میں یہ دعا پڑھتے تھے: [سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ ...... وَقُوَّتِهِ] ”میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اپنی تدبیر اور قوت سے اس میں آنکھ اور کان پیدا کیے۔“

١١٢٩ـ [إسناده صحيح] وهو في الكبرى، ح: ٧١٣، وتقدم طرفه، ح: ١٠٥٣.

١١٣٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ما يقول في سجود القرآن، ح: ٥٨٠ عن محمد بن بشار به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرى، ح: ٧١٤. * خالد الحذاء لم يسمعه من أبي العالية بل رواه عن رجل عنه كما في سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول إذا سجد، ح: ١٤١٤، ولأصل الحديث شاهد صحيح عند مسلم وغيره.

فائدہ: مذکورہ روایت کو محقق کتاب نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے اس حدیث کا شاہد صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔ بنابریں معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود شواہد کی بنا پر صحیح اور قابل عمل ہے۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٧١) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٨)

باب: ۷۱- ایک اور قسم کی دعا

١١٣١- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَوَجَدْتُهُ وَهُوَ سَاجِدٌ وَصُدُورُ قَدَمَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ».

۱۱۳۱- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں: ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا۔ (تلاش کیا) تو آپ سجدے کی حالت میں ملے اور آپ کی انگلیاں قبلے کی طرف مڑی ہوئی تھیں۔ میں نے سنا' آپ فرما رہے تھے: [أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ...... عَلَى نَفْسِكَ] ''(اے اللہ!) میں تیرے غصے سے (بچنے کے لیے) تیری رضامندی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تیری سزا سے (بچنے کے لیے) تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تجھ سے (تیرے عذاب سے بچنے کے لیے) تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا۔ تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

فائدہ: اپنی تعریف آپ کرنا ہم میں معیوب ہے کیونکہ مبالغہ آرائی اور تکبر کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں ہر مبالغہ حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بزرگی اور بڑائی کا مالک ہے۔ اسے تکبر جچتا ہے لہٰذا وہ اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔

(المعجم ٧٢) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤١٩)

باب: ۷۲- ایک اور قسم کی دعا

١١٣٢- أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ

۱۱۳۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی

١١٣١ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الدعوات، باب [دعاء: "أعوذ برضاك من سخطك . . ."]، ح: ٣٤٩٣ من حديث يحيى بن سعيد به، وقال: "حسن صحيح"، وهو في الكبرى، ح: ٧١٥، وله شاهد في صحيح مسلم، ح: ٤٨٦/ ٢٢٢ وغيره، وبه صح الحديث. * محمد بن إبراهيم لم يسمع من عائشة رضي الله عنها (جامع التحصيل للعلائي (ص: ٢٦١) وغيره.

١١٣٢ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٥ من حديث ابن جريج به، وهو في ◄◄

الْمِصِّيصِيُّ الْمِقْسَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَتَحَسَّسْتُهُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ» فَقَالَتْ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنِّي لَفِي شَأْنٍ وَإِنَّكَ لَفِي آخَرَ.

ہیں: ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا تو میں نے سوچا آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس گئے ہوں گے۔ میں نے آپ کو ٹٹولنا شروع کیا تو آپ رکوع یا سجدے کی حالت میں تھے اور پڑھ رہے تھے: [سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ] ''اے اللہ! تو پاک ہے اور تعریفوں والا ہے۔ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔'' میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کس خیال میں تھی اور آپ کس شان میں ہیں؟

فائدہ: ان دنوں گھروں میں چراغ نہ ہوتے تھے۔ ہوں بھی تو بجھا کر سوتے تھے، اس لیے نوبت یہاں تک پہنچی۔

(المعجم ٧٣) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤٢٠)

باب: ۷۳- ایک اور قسم کا ذکر

١١٣٣- أَخْبَرَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عَاصِمَ ابْنَ حُمَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَبَدَأَ فَاسْتَاكَ وَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ مِنَ الْبَقَرَةِ لَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ [يَتَعَوَّذُ] ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ

۱۱۳۳- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز کے لیے اٹھا۔ آپ نے سب سے پہلے مسواک فرمائی اور وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع فرمائی۔ (سورۂ فاتحہ کے بعد) آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ آپ جب بھی کوئی رحمت والی آیت پڑھتے تو رکتے اور رحمت کا سوال فرماتے اور عذاب کی آیت پڑھتے تو رکتے اور عذاب سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع فرمایا اور اپنے قیام کے برابر رکوع میں ٹھہرے۔ آپ رکوع میں یہ دعا پڑھتے: [سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ''پاک ہے عظیم قوت، بادشاہی،

◄◄ الكبرٰى، ح: ٧١٧.

١١٣٣- [إسناده صحيح] تقدم طرفه، ح: ١٠٥٠، وهو في الكبرٰى، ح: ٧١٨.

وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ سَجَدَ قَدْرَ رَكْعَةٍ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ، ثُمَّ سُورَةً ثُمَّ سُورَةً فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ.

بزرگی والا اور عظمت کا مالک۔" پھر آپ نے رکوع کے برابر سجدہ فرمایا اور اپنے سجدے میں بھی یہی پڑھتے رہے: "پاک ہے عظیم الشان قوت' بے مثال بادشاہی' بے انتہا بزرگی اور عظمت کا مالک۔" پھر دوسری رکعت میں آپ نے آل عمران پڑھی۔ پھر ایک اور سورت' پھر ایک اور سورت اور اس (رکعت) میں بھی آپ نے (رکوع و سجود) ایسے ہی کیا۔

(المعجم ٧٤) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤٢١)

باب:۷۴-ایک اور قسم کی دعا

١١٣٤- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْأَحْنَفِ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَقَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ لَمْ يَرْكَعْ فَمَضٰى، قُلْتُ: يَخْتِمُهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَمَضٰى، قُلْتُ: يَخْتِمُهَا ثُمَّ يَرْكَعُ فَمَضٰى، حَتّٰى قَرَأَ سُورَةَ النِّسَاءِ، ثُمَّ قَرَأَ سُورَةَ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» وَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ:

۱۱۳۴-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے (سورۂ فاتحہ کے بعد) سورۂ بقرہ شروع کی۔ آپ نے سو آیات پڑھ لیں مگر رکوع نہ فرمایا بلکہ قراءت جاری رکھی۔ میں نے سوچا: آپ دو رکعات میں پوری کر لیں گے مگر آپ نے قراءت جاری رکھی۔ میں نے (دل میں) کہا: یہ سورت ختم کر کے رکوع فرمائیں گے مگر آپ پڑھتے رہے حتی کہ سورۂ نساء بھی پڑھ ڈالی۔ پھر سورۂ آل عمران پڑھی' پھر تقریباً اپنے قیام کے برابر رکوع فرمایا۔ اپنے رکوع میں کہتے رہے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] پھر سر اٹھایا اور فرمایا: [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ] اور بہت دیر تک کھڑے (کچھ پڑھتے) رہے۔ پھر سجدہ فرمایا اور بہت لمبا سجدہ فرمایا۔ اور سجدے میں پڑھتے رہے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ

١١٣٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٠٠٩، وهو في الكبرٰى، ح: ٧١٩.

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» لَا يَمُرُّ بِآيَةِ تَخْوِيفٍ أَوْ تَعْظِيمٍ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا ذَكَرَهُ.

الْأَعْلٰى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] آپ جونہی کوئی ڈرانے والی یا اللہ تعالیٰ کی عظمت والی آیت پڑھتے تو (اس کے مناسب) دعا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے۔

فوائد ومسائل: ① آپ نے سورۂ نساء پہلے پڑھی' آل عمران بعد میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قراءت میں سورتوں کی ترتیب میں تقدیم وتاخیر جائز ہے۔ ② اس حدیث میں رکوع اور سجدے کی مذکورہ تسبیحات مختصر اور جامع ہیں' اس لیے امت میں یہی رائج ہو چکی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرض نماز میں ان کے علاوہ دوسری تسبیحات یا ادعیہ جائز ہی نہیں بلکہ اپنے ذوق اور جماعت کی صورت میں' مقتدیوں اور امام کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی سی تسبیحات پڑھی جا سکتی ہیں۔ ③ قراءت قرآن کے وقت الفاظ ومعانی کی طرف پوری توجہ دینا اور پھر ان سے متأثر ہونا' اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا سوال' سزا اور عذاب سے تعوذ' صالحین کی معیت اور مفسدین سے بچاؤ' دخول جنت اور جہنم سے نجات کی دعائیں کرنا نمازی کے خشوع خضوع کی دلیل ہے اور یہی نماز سے مطلوب ہے۔ اس میں فرض اور نفل نماز کا کوئی فرق نہیں' البتہ مقتدیوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ ④ کیا مقتدی بھی امام کی قراءت میں کسی سوال کا جواب' حکم کی بجا آوری اور رحمت کی دعا وغیرہ کر سکتے ہیں؟ علمائے امت کا اس میں اختلاف ہے۔ کچھ عدم جواز کے قائل ہیں اور کچھ نے عمومات سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ راجح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ صرف قاری جواب دے گا کیونکہ حدیث میں صرف رسول اللہ ﷺ کے جواب دینے کا ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ خود قراءت کر رہے تھے کیونکہ آپ امام تھے۔ اسی طرح منفرد بھی جواب دے گا کیونکہ وہ بھی خود قراءت کرتا ہے' مقتدی جواب نہیں دے گا کیونکہ وہ فاتحہ کے علاوہ قراءت نہیں کرتا۔ واللہ أعلم.

(المعجم ٧٥) - نَوْعٌ آخَرُ (التحفة ٤٢٢)

باب:۷۵- ایک اور قسم کا ذکر

١١٣٥- أَخْبَرَنَا بُنْدَارٌ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَابْنِ أَبِي عَدِيٍّ قَالَا: عَنْ شُعْبَةَ [قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ] عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ

۱۱۳۵- حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ تسبیح پڑھتے تھے: [سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ] ''بہت پاک ہے منزہ ہے فرشتوں اور روح (جبریل امین) کا رب۔''

١١٣٥ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٧/ ٢٢٤ من حديث شعبة به، وهو في الكبرى، ح: ٧٢٠.

قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ».

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے' حدیث نمبر: ١٠٤٩-

(المعجم ٧٦) - عَدَدُ التَّسْبِيحِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٢٣)

باب: ٧٦- سجدے میں تسبیحات کی تعداد

١١٣٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ وَهْبِ بْنِ مَأْنُوسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ صَلَاةً بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ هٰذَا الْفَتَى يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَحَزَرْنَا فِي رُكُوعِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ.

١١٣٦- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اس جوان' یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ہم نے رکوع اور سجدے میں ان کی تسبیحات کا اندازہ دس تسبیحات کا لگایا۔

فائدہ: اس اندازے میں چھوٹی تسبیحات' یعنی [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] مراد ہیں۔ تین اور دس کے درمیان تسبیحات ایک درمیانے درجے کا رکوع اور سجدہ ہے۔ اسی پر عمل کرنے سے آدمی افراط وتفریط سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بعض روایات میں آپ ﷺ کا عمل تین تسبیحات کا ہے۔ جس سے استدلال کرتے ہوئے علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ تعداد کم از کم ہے۔ زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ واللّٰہ أعلم.

(المعجم ٧٧) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الذِّكْرِ فِي السُّجُودِ (التحفة ٤٢٤)

باب: ٧٧- سجدے میں تسبیحات ذکر نہ کرنے کی رخصت

١١٣٦- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب مقدار الركوع والسجود، ح: ٨٨٨ عن محمد بن رافع وغيره به، وهو في الكبرى، ح: ٧٢١، وحسنه العراقي.

١١٣٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْمُقْرِىءُ أَبُو يَحْيٰى بِمَكَّةَ وَهُوَ بَصْرِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ مَالِكِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ وَنَحْنُ حَوْلَهُ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَأَتَى الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَعَلَيْكَ اذْهَبْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» فَذَهَبَ فَصَلّٰى فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْمُقُ صَلَاتَهُ وَلَا يَدْرِي مَا يُعِيبُ مِنْهَا، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَعَلَيْكَ اذْهَبْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» فَأَعَادَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عِبْتَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا لَمْ تَتِمَّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتّٰى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ

١١٣٧- حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں: ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) بیٹھے تھے اور ہم آپ کے اردگرد (حلقہ باندھے ہوئے) تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور وہ مسجد کی قبلے والی دیوار کے پاس جا کر نماز پڑھنے لگا۔ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو اور سب لوگوں کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''جا پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ گیا اور پھر نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کی نماز کو بغور دیکھتے رہے۔ اسے علم نہیں تھا کہ آپ اس کی کون سی غلطی پکڑ رہے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو پھر آیا اور رسول اللہ ﷺ کو اور سب لوگوں کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وَعَلَيْكَ' جا نماز پڑھ' تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس نے دو یا تین دفعہ نماز پڑھی۔ آخر اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے میری نماز میں کیا غلطی محسوس فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو نہ کرے' جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے' یعنی وہ اپنا چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ اپنے سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔ پھر اللّٰه أكبر کہے اور اللہ عزوجل کی حمد اور بزرگی بیان کرے (ثنا پڑھے)۔ اور جو قرآن اسے آسان ہو' جو اسے اللہ تعالیٰ

١١٣٧- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح: ٨٥٨ من حديث همام بن يحيٰى به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٢، وصححه الحاكم: ١/ ٢٤١، ٢٤٢ علٰى شرط الشيخين، ووافقه الذهبي، وتقدم طرفه، ح: ٦٦٨.

إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُكَبِّرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْمَدَهُ وَيُمَجِّدَهُ» قَالَ هَمَّامٌ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «وَيَحْمَدَ اللهَ وَيُمَجِّدَهُ وَيُكَبِّرَهُ» قَالَ: فَكِلَاهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ: «وَيَقْرَأَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ وَأَذِنَ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُكَبِّرَ وَيَرْكَعَ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ، ثُمَّ يَقُولَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَسْتَوِيَ قَائِمًا حَتَّى يُقِيمَ صُلْبَهُ، ثُم يُكَبِّرَ وَيَسْجُدَ حَتَّى يُمَكِّنَ وَجْهَهُ» وَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «جَبْهَتَهُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ، ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَرْفَعَ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدَتِهِ وَيُقِيمَ صُلْبَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْجُدَ حَتَّى يُمَكِّنَ وَجْهَهُ وَيَسْتَرْخِيَ فَإِذَا لَمْ يَفْعَلْ هٰكَذَا لَمْ تَتِمَّ صَلَاتُهُ».

نے سکھلایا ہے اور اسے توفیق دی ہے' پڑھے۔ پھر اللّٰه أکبر کہہ کر رکوع کرے حتی کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں اور اپنی موجودہ جگہ پر ٹھہر جائیں۔ پھر وہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور اپنی پشت کو بالکل اپنی اصلی حالت میں کرے۔ پھر اللّٰه أکبر کہہ کر سجدہ کرے حتی کہ اپنے چہرے کو اچھی طرح زمین پر جمائے حتی کہ اس کے جوڑ مطمئن اور پرسکون ہو جائیں اور اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں۔ پھر اللّٰه أکبر کہہ کر سر اٹھائے اور مقعد (سرین) پر اچھی طرح بیٹھ جائے اور اپنی کمر کو بالکل سیدھا کر لے۔ پھر اللّٰه أکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اپنے چہرے یا ماتھے کو زمین پر جمائے اور ٹکائے۔ جب تک (نماز میں) ایسے نہ کرے' اس کی نماز پوری نہیں ہوتی۔"

فائدہ: اس روایت میں رکوع اور سجدے کی تسبیحات کا ذکر نہیں۔ اس سے مصنف ؒ نے استنباط کیا ہے کہ تسبیحات فرض نہیں۔ ان کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ ہو سکتا ہے راوی نے کسی وجہ سے اس کی تفصیل ترک کر دی ہو، پھر اس میں کونسے تمام فرائض وواجبات کا احاطہ ہے۔ استنباطِ مسائل ہمیشہ ایک موضوع کی مجموعی احادیث دیکھ کر ہونا چاہیے' اس لیے تسبیحات ضرور پڑھنی چاہئیں۔ (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے' فوائد حدیث:١٠٥٤)

(المعجم ٧٨) - **بَابُ مَتَى أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ** (التحفة ٤٢٥)

باب:٧٨- بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب کب ہوتا ہے؟

١١٣٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو - يَعْنِي ابْنَ

١١٣٨- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ اپنے رب عزوجل کے

١١٣٨ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٢ من حديث ابن وهب به، وهو في الكبرى، ح: ٧٢٣.

الْحَارِثِ - عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ سُمَيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ».

سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے' لہٰذا سجدے میں خوب دعا کیا کرو۔''

فوائد و مسائل: ① نماز کا اصل مقصود سجدہ ہے' باقی تمہید اور خاتمہ ہے' لہٰذا سجدے میں مکمل سکون و اطمینان ہونا چاہیے۔ ② بعض حضرات دعا کے لیے نماز سے الگ صرف سجدے کو بھی مناسب خیال کرتے ہیں لیکن اس کا سنت سے ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں سجدۂ شکر مسنون ہے۔ ③ یہاں قرب سے جسمانی یا مکانی قرب مراد نہیں بلکہ رتبے اور عزت و شرف والا قرب مراد ہے کیونکہ شیطان سجدے سے انکار کر کے ذلیل و رسوا ہوا اور انسان شیطان کی مخالفت' یعنی سجدہ کر کے عزت و رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔

(المعجم ٧٩) - فَضْلُ السُّجُودِ (التحفة ٤٢٦)

باب:٧٩- سجدے کی فضیلت

١١٣٩- أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ هِقْلِ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ قَالَ: كُنْتُ آتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ بِوَضُوئِهِ وَبِحَاجَتِهِ فَقَالَ: «سَلْنِي» قُلْتُ: مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: «أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟» قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: «فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ».

١١٣٩- حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مہیا کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ سے (کچھ) مانگ۔'' میں نے کہا: جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی اور چیز؟'' میں نے کہا: بس یہی مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اس سلسلے میں تو سجدوں (نفل نماز) کی کثرت کے ذریعے سے میری مدد کر۔''

فوائد و مسائل: ① معلوم ہوا صرف سفارش اور دوسروں کی دعا پر اعتماد کافی نہیں بلکہ خود بھی کچھ مشکلات برداشت کرنی چاہئیں تاکہ سفارش اور دعا کا صحیح محل بن سکے۔ سفارش اور دعا کی وجہ جواز بھی تو ہونی چاہیے۔

١١٣٩_ أخرجه مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، ح: ٤٨٩ من حديث هقل به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٤.

② خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ اصلاح نفس کا بہترین نسخہ ہے جو نبی ﷺ نے تجویز فرمایا۔ ③ جنت میں جانے کے لیے اصلاح نفس ازحد ضروری ہے۔ ④ مراتب عالیہ کا حصول نفس امارہ کی مخالفت ہی سے ممکن ہے۔ ⑤ اس حدیث مبارکہ سے نفلی نماز کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ ⑥ جنت میں کچھ عام لوگ بھی انبیاء کے ساتھ ہوں گے۔

(المعجم ٨٠) - ثَوَابُ مَنْ سَجَدَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ سَجْدَةً (التحفة ٤٢٧)

باب: ۸۰- خالص اللہ عزوجل کے لیے سجدہ کرنے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

١١٤٠- أَخْبَرَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَيْطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيُّ قَالَ: لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَنْفَعُنِي أَوْ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، فَسَكَتَ عَنِّي مَلِيًّا ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً» قَالَ مَعْدَانُ: ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ عَمَّا سَأَلْتُ عَنْهُ ثَوْبَانَ، فَقَالَ لِي: عَلَيْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً».

۱۱۴۰- حضرت معدان بن طلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور گزارش کی: مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے نفع دے یا مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کثرت سجود کو لازم پکڑ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سجدے کی وجہ سے اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک غلطی معاف فرماتا ہے۔'' معدان نے کہا: پھر میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے بھی وہی سوال کیا جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ انھوں نے بھی فرمایا: سجدے (کثرت کے ساتھ) کیا کر کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''جو بندہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدے کی بنا پر اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کی غلطی (یا غلطیاں) معاف فرماتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① سلف صالحین کی فضیلت کہ وہ حصول جنت کے لیے کس قدر کوشاں اور حریص تھے کہ اکثر و

١١٤٠ـ أخرجه مسلم، ح:٤٨٨ (انظر الحديث السابق) من حديث الوليد بن مسلم به، وهو في الكبرٰى، ح:٧٢٥.

بیشتر ان کے سوالات کا محور آخرت ہوتی تھی۔ ② عالم دین کو سوال کا جواب دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ پہلے سوچنا چاہیے۔ جب دلائل مستحضر ہوں تب جواب دے۔

(المعجم ٨١) - **بَابُ مَوْضِعِ السُّجُودِ** (التحفة ٤٢٨)

باب:۸۱- اعضائے سجدہ کی فضیلت

١١٤١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ بِالْمِصِّيصَةِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مَعْمَرٍ وَالنُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ فَحَدَّثَ أَحَدُهُمَا بِحَدِيثِ الشَّفَاعَةِ وَالْآخَرُ مُنْصِتٌ قَالَ: فَتَأْتِي الْمَلَائِكَةُ فَتَشْفَعُ، وَتَشْفَعُ الرُّسُلُ، وَذَكَرَ الصِّرَاطَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُّجِيزُ، فَإِذَا فَرَغَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْقِسْطِ بَيْنَ خَلْقِهِ وَأَخْرَجَ مِنَ النَّارِ مَنْ يُّرِيدُ أَنْ يُّخْرِجَ، أَمَرَ اللهُ الْمَلَائِكَةَ وَالرُّسُلَ أَنْ تَشْفَعَ، فَيُعْرَفُونَ بِعَلَامَاتِهِمْ إِنَّ النَّارَ تَأْكُلُ كُلَّ شَيْءٍ مِّنِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا مَوْضِعَ السُّجُودِ فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مِنْ مَّاءِ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ».

۱۱۴۱- حضرت عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید ؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان میں سے ایک نے شفاعت والی حدیث سنائی اور دوسرا خاموش بیٹھا تھا۔ اس (صحابی) نے فرمایا: فرشتے آئیں گے اور سفارش کریں گے۔ تمام رسول ؑ بھی سفارش فرمائیں گے۔ پھر انھوں نے پل صراط کا ذکر کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سب سے پہلے گزروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان انصاف کر کے فارغ ہو جائے گا اور جنھیں آگ سے نکالنا چاہے گا' انھیں نکالنے لگے گا تو فرشتوں اور رسولوں کو سفارش کرنے کا حکم دے گا تو انھیں ان کے (سجدوں کے) نشانات سے پہچانا جائے گا کیونکہ آگ انسان کے ہر عضو کو جلا دے گی مگر سجدے والی جگہوں کو نہ جلا سکے گی' چنانچہ (جہنم سے نکال کر) ان پر آب حیات ڈالا جائے گا' تو وہ ایسے (خوب صورت) اگیں گے جیسے سیلابی کوڑا کرکٹ میں دانہ اگتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① صراط یا عرف عام میں پل صراط' جہنم کے اوپر رکھا جائے گا جس پر سے سب لوگ گزریں گے حتی کہ انبیاء ؑ بھی' مگر اعلیٰ درجے کے لوگوں کو جہنم کا پتہ تک بھی نہیں چلے گا جبکہ گناہ گاروں کو وہ صراط اور اس کی رکاوٹیں روکیں گی' کھینچیں گی' زخمی کریں گی۔ کچھ تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور جنت میں

١١٤١ـ أخرجه البخاري، الرقاق، باب: الصراط جسر جهنم، ح: ٦٥٧٣ من حديث معمر بن راشد، ومسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، ح: ١٨٢ من حديث الزهري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٦.

چلے جائیں گے' باقی جہنم میں گر جائیں گے۔ کفار و منافقین تو ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنے رہیں گے اور گناہ گار مومنین میلے سونے کی طرح آگ میں جلیں گے۔ جب گناہ اور ان کے اثرات جل جائیں گے اور نیکیاں باقی رہ جائیں گی تو انھیں نکال کر آب حیات میں' جو جنت سے لایا جائے گا' رکھا جائے گا۔ جب وہ جنتیوں جیسے خوب صورت ہو جائیں گے تو انھیں جنت میں لے جایا جائے گا جیسا کہ بھٹی میں سونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ ② سیلابی کوڑا کرکٹ میں روئیدگی کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے' لہٰذا سیلاب ختم ہونے کے بعد اس کوڑا کرکٹ میں رہ جانے والے دانے بہترین اور بہت جلدی اور خوب صورت اگتے ہیں۔ اسی طرح جنت کا آب حیات آگ کے اثرات کو ختم کر کے انھیں چمکتے سونے کی طرح خوب صورت بنا دے گا تو پھر وہ جنت میں جائیں گے۔ ③ جس طرح آگ سارا میل کچیل کھا جاتی ہے' سونے کو نہیں کھاتی' بالکل اسی طرح جہنم کی آگ گناہ اور گناہ کے اثرات کھائے گی۔ نیکی' ایمان اور ان کے اثرات نہیں کھا سکے گی' لہٰذا اس میں کوئی عقلی اشکال نہیں۔ بخلاف اس کے کافر چونکہ سراپا گناہ ہیں' لہٰذا جہنم انھیں ایندھن کی طرح مکمل طور پر جلائے گی۔ گویا کافر جلانے کے لیے جہنم میں ڈالے جائیں گے جب کہ گناہ گار مومن صفائی کے لیے' لہٰذا دونوں اسی فرق سے پہچانے جائیں گے۔ ④ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ادب کے کمال درجے پر فائز تھے کہ جب ایک بات کرتا تو دوسرے خاموشی سے سنتے اگرچہ انھیں پہلے سے اس بات کا پتہ ہوتا۔ ⑤ رسولوں اور فرشتوں کے لیے شفاعت کا ثبوت۔ معتزلہ اور خوارج اس کا انکار کرتے ہیں۔ حدیث ان کے موقف کی تردید کرتی ہے۔ ⑥ پل صراط کا ثبوت' نیز یہ کہ مومنین بھی اس پر سے گزریں گے۔ ⑦ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت کی فضیلت کا بیان کہ وہ تمام امتوں سے پہلے پل صراط سے گزرے گی۔ ⑧ بعض مومن اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لیے جہنم میں ڈالے جائیں گے' بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا اور انھیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔ ⑨ مومن لوگوں کے عذاب کی کیفیت کفار سے مختلف ہوگی کہ ان کے سارے جسم کو آگ جلائے گی جبکہ مومن کے اعضائے سجود آگ سے محفوظ رہیں گے اور یہی ان کی پہچان کی نشانی ہوگی۔ سفارشی انھیں اسی نشانی سے پہچان کر آگ سے نکالیں گے۔

(المعجم ٨٢) - **بَابٌ: هَلْ يَجُوزُ أَنْ تَكُونَ سَجْدَةٌ أَطْوَلَ مِنْ سَجْدَةٍ** (التحفة ٤٢٩)

باب:۸۲- کیا ایک سجدہ دوسرے سجدے سے لمبا ہو سکتا ہے؟

١١٤٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ

۱۱۴۲- حضرت شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب

١١٤٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٤٩٣، ٤٩٤ عن يزيد بن هارون به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٧. * محمد هو ابن عبدالله بن أبي يعقوب البصري.

ابْنِ سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: حَدَّثَنا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْبَصْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَوَضَعَهُ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا، قَالَ أَبِي فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُودِي، فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّكَ سَجَدْتَّ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحٰى إِلَيْكَ! قَالَ: «كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ، وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ».

یا عشاء کی نماز کے لیے اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو آپ نے حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ (نماز پڑھانے کے لیے) آگے بڑھے اور بچے کو نیچے بٹھا دیا۔ پھر نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز شروع کر دی۔ نماز کے دوران میں آپ نے ایک سجدہ بہت لمبا کر دیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بچہ رسول اللہ ﷺ کی پشت پر بیٹھا تھا اور آپ سجدے میں تھے۔ میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری فرمائی تو لوگوں نے گزارش کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے نماز کے دوران میں ایک سجدہ اس قدر لمبا کیا کہ ہم نے سمجھا کوئی حادثہ ہو گیا ہے یا آپ کو وحی آنے لگی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تو میں نے پسند نہ کیا کہ اسے جلدی میں ڈالوں (فوراً اتار دوں) حتی کہ وہ اپنا دل خوش کر لے۔“

فوائد ومسائل: ① ”حادثہ“ مرض یا وفات سے کنایہ ہے‘ تبھی تو صحابی کو تشویش ہوئی اور سر اٹھا کر دیکھا۔ ② بلا وجہ سجدے کے درمیان سر اٹھانا منع ہے مگر کوئی عذر ہو‘ مثلاً: پیشانی کے نیچے کوئی تکلیف دہ چیز آ گئی ہو یا سر میں شدید درد محسوس ہو یا امام کی حالت دیکھنا مقصود ہو تو ضرورت کے مطابق سر اٹھایا جا سکتا ہے۔ عذر ختم ہونے پر دوبارہ سجدے میں چلا جائے۔ یہ دو سجدے نہیں بنیں گے‘ ایک ہی رہے گا کیونکہ نیت معتبر ہے۔ ③ بچوں کی خوشی کا اس قدر لحاظ رکھنا رسول اللہ ﷺ جیسے در یتیم ہی سے ہو سکتا ہے۔ یقیناً ایسا فعل دگنے ثواب کا حامل ہے کہ عبادت میں بھی اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی مخلوق کی دل جوئی بھی ہوئی۔ ④ قرابت کے اعتبار سے نواسے کو بیٹا کہنا درست ہے اگرچہ وہ وراثت کے اعتبار سے بیٹے کی طرح نہیں ہوتا۔

(المعجم ٨٣) - **بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ** (التحفة ٤٣٠)

باب:٨٣- سجدے سے اٹھتے وقت اللّٰہ أکبر کہنا

١١٤٣- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ» حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ قَالَ: وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

١١٤٣- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' آپ ہر جھکتے' اٹھتے' بیٹھتے اور کھڑے ہوتے وقت اللّٰہ أکبر کہتے تھے اور اپنے دائیں بائیں [السلام علیکم ورحمة اللّٰہ] ''تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو۔'' کہتے حتی کہ آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آتی تھی۔ اور میں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا۔

فائدہ: فوائد کے لیے دیکھیے' حدیث نمبر: ١٠٨٤۔

(المعجم ٨٤) - **بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ السَّجْدَةِ الْأُولٰى** (التحفة ٤٣١)

باب:٨٤- پہلے سجدے سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا؟

١١٤٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

١١٤٤- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو ایسے کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسے کرتے اور جب سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو ان سب میں ایسے ہی کرتے' یعنی رفع الیدین کرتے۔

١١٤٣- **[صحيح]** تقدم، ح: ١٠٨٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٨.

١١٤٤- **[إسناده ضعيف]** تقدم، ح: ١٠٨٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٢٩.

فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلِّهِ، يَعْنِي رَفْعَ يَدَيْهِ.

فائدہ: سجدے میں رفع الیدین کرنے والی سب روایات ضعیف ہیں۔ مزید دیکھیے ' حدیث:١٠٨٨۔

(المعجم ٨٥) - تَرْكُ ذٰلِكَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (التحفة ٤٣٢)

باب:٨٥- سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہ کرنا

١١٤٥- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذْ رَكَعَ، وَبَعْدَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

١١٤٥- حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اللّٰہ أکبر کہتے اور رفع الیدین کرتے۔ اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے (تب بھی ایسا ہی کرتے۔) لیکن دو سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: یہ روایت صحیح ہے' اس لیے سجدے میں رفع الیدین کرنا صحیح نہیں ہے۔

(المعجم ٨٦) - بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (التحفة ٤٣٣)

باب:٨٦- دوسجدوں کے درمیان پڑھی جانے والی دعا

١١٤٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ - عَنْ أَبِي حَمْزَةَ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ عَبْسٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ إِلٰى جَنْبِهِ فَقَالَ: «اَللّٰهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ» ثُمَّ قَرَأَ بِالْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ فَقَالَ فِي

١١٤٦- حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے (تو آپ نماز پڑھ رہے تھے) اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ] ''اللہ سب سے بڑا ہے' وہ بادشاہی' عظیم الشان قوت' بے انتہا بزرگی اور عظمت کا مالک ہے۔'' پھر آپ نے (سورۂ فاتحہ کے بعد) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی۔ پھر رکوع فرمایا۔ آپ کا رکوع تقریباً

١١٤٥_[صحيح] تقدم، ح:١٠٢٦، وهو في الكبرٰى، ح:٧٣٠.

١١٤٦_[إسناده صحيح] تقدم، ح:١٠٧٠، وهو في الكبرٰى، ح:٧٣١.

رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» وَقَالَ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ: «لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ» وَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» وَكَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي».

آپ کے قیام کے برابر تھا۔ آپ نے رکوع میں (بار بار) پڑھا: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ] اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنے کے بعد) فرمایا: [لِرَبِّيَ الْحَمْدُ' لِرَبِّيَ الْحَمْدُ] ''میرے رب کے لیے ہی سب تعریفیں ہیں' میرے رب کے لیے ہی سب تعریفیں ہیں۔'' اور آپ اپنے سجدے میں پڑھتے رہے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] اور آپ دوسجدوں کے درمیان پڑھتے رہے: [رَبِّ اغْفِرْلِي رَبِّ اغْفِرْلِي] ''اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے۔ اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے۔''

فائدہ: دوسجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْلِي' رَبِّ اغْفِرْلِي پڑھنا بھی صحیح ہے بلکہ عام معروف دعا سے سند کے اعتبار سے یہ زیادہ قوی ہے۔ واللّٰه أعلم.

(المعجم ۸۷) - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ تِلْقَاءَ الْوَجْهِ (التحفة ٤٣٤)

باب: ۸۷- دوسجدوں کے درمیان اپنے چہرے کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھانا

١١٤٧- أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ أَبُو سَهْلٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ: صَلّٰى إِلٰى جَنْبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ بِمِنًى فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْأُولٰى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا، رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَأَنْكَرْتُ أَنَا ذٰلِكَ، فَقُلْتُ لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ: إِنَّ هٰذَا يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَ أَحَدًا

۱۱۴۷- ابوسہل ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن طاوس نے منیٰ کی مسجد خیف میں میرے ساتھ نماز پڑھی۔ انھوں نے جب پہلا سجدہ کرنے کے بعد سر اٹھایا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے اٹھائے۔ میں نے اس فعل کو درست نہ سمجھا۔ میں نے (اپنے ساتھی) وہیب بن خالد سے کہا کہ یہ ایسا کام کرتے ہیں جو میں نے کسی اور کو کرتے نہیں دیکھا۔ وہیب نے ان سے کہا' آپ ایسا کام کرتے ہیں جو میں

١١٤٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ح: ٧٤٠ من حديث النضر بن كثير، وهو في الكبرى، ح: ٧٣٢. * النضر بن كثير ضعيف، ضعفه الجمهور، راجع التهذيب وغيره.

يَصْنَعُهُ! فَقَالَ لَهُ وُهَيْبٌ : تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَ أَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ : رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ، وَقَالَ أَبِي : رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُهُ .

نے کسی اور کو کرتے نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن طاؤس نے کہا: میں نے اپنے والد محترم کو ایسے کرتے دیکھا ہے اور انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسے کرتے دیکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت کے راوی ابوسہل از دی ضعیف ہیں' لہٰذا یہ حدیث غیر معتبر ہے' خصوصاً اس لیے کہ یہ انتہائی صحیح احادیث' جو کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں' کے خلاف ہے۔ ان احادیث میں صراحتاً سجدوں کے درمیان رفع الیدین کی نفی آئی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٧٣٥' وصحيح مسلم' الصلاة' حديث:٣٩٠) ان احادیث کو چھوڑ کر ایسی کمزور حدیث پر کسی مسئلے کی بنیاد رکھنا اہل علم کے شایان شان نہیں۔ ② سلف صالحین دین کے معاملے میں اس قدر حساس اور محتاط تھے کہ کوئی نئی ہوتی چیز دیکھ کر فوراً اس کا انکار کر دیتے یا اس کی دلیل پوچھتے۔ ③ جس شخص سے اس کے کسی کام کے متعلق پوچھا جائے تو اسے غصے سے جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کی دلیل پیش کر کے حجت قائم کرنی چاہیے۔

(المعجم ٨٨) - بَابٌ: كَيْفَ الْجُلُوسُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (التحفة ٤٣٥)

باب: ۸۸- دو سجدوں کے درمیان کیسے بیٹھنا چاہیے؟

١١٤٨- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْأَصَمِّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ خَوّٰى بِيَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ إِبْطَيْهِ مِنْ وَّرَائِهِ، وَإِذَا قَعَدَ اطْمَأَنَّ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى .

۱۱۴۸- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو کھولتے حتی کہ پیچھے سے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی اور جب بیٹھتے تھے تو بائیں ران پر اطمینان سے بیٹھتے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بائیں ران پر بیٹھنا مسنون ہے۔ یہ حکم عام ہے اور نماز

١١٤٨ـ [صحيح] تقدم، ح: ١١١٠، وأخرجه مسلم، ح: ٤٩٧ من حديث مروان بن معاوية الفزاري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٣.

کے تمام جلسات کو شامل ہے، سوائے اس جلسے کے جسے دلیل کے ساتھ مستثنیٰ کیا گیا ہو جیسا کہ آخری تشہد ہے۔ دوسری روایت سے اس کا استثنا ثابت ہے اور اس میں تورک مسنون ہے، یعنی بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے گزار کر بائیں سرین پر بیٹھنا۔ امام صاحب کا اس حدیث سے استدلال واضح ہے کہ دو سجدوں کے درمیان بائیں ران پر بیٹھنا چاہیے کیونکہ یہ جلسہ بھی ان جلسات میں سے ہے جس کے بارے میں کوئی خاص روایت وارد نہیں ہوئی، سوائے اس روایت کے، لہٰذا اس روایت پر عمل کرتے ہوئے دو سجدوں کے درمیان بائیں ران پر بیٹھنا چاہیے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت (۵۳۶) میں ایڑیوں پر بیٹھنے کو مسنون قرار دیا گیا ہے اور علمائے کرام نے اس سے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مراد لیا ہے۔ اس اعتبار سے وہ روایت اس روایت کے خلاف ہے۔ ان کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ دو سجدوں کے درمیان دونوں طرح بیٹھنا درست ہے لیکن پہلا طریقہ افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اکثر عمل یہی ہے۔ بخلاف آخری تشہد کے کہ اس میں دونوں طرح درست نہیں بلکہ تورک ہی مسنون ہے کیونکہ آپ ﷺ کا عمل یہی ہے۔ واللہ أعلم. مزید دیکھیے حدیث نمبر: ۱۱۰۶، ۱۱۰۷۔

(المعجم ۸۹) - **قَدْرُ الْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ** (التحفة ٤٣٦)

باب: ۸۹- دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار

١١٤٩- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ رُكُوعُهُ وَسُجُودُهُ وَقِيَامُهُ بَعْدَمَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَاءِ.

۱۱۴۹- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی نماز میں آپ کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قیام اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) تقریباً برابر ہوتے تھے۔

(المعجم ۹۰) - **بَابُ التَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ** (التحفة ٤٣٧)

باب: ۹۰- سجدے میں جاتے وقت اللہ أکبر کہنا

١١٥٠- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوالْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ

۱۱۵۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر اٹھنے، جھکنے اور قیام وقعود (کھڑے

١١٤٩ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٠٦٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٤.

١١٥٠ـ [صحيح] تقدم، ح: ١٠٨٤، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٥، وأخرجه الترمذي، ح: ٢٥٣ عن قتيبة به، وقال: "حسن صحيح".

عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ رَفْعٍ وَوَضْعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

ہونے اور بیٹھنے) کے وقت اللہ أکبر کہتے تھے اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

فائدہ: دیکھیے حدیث نمبر:١٠٨٤۔

١١٥١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُجَيْنٌ - وَهُوَ ابْنُ الْمُثَنّٰى - قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

١١٥١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر جب رکوع فرماتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر جب رکوع سے اپنی پشت اٹھاتے تو [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ] کہتے۔ پھر کھڑے کھڑے کہتے: [رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ] پھر جب سجدے کے لیے جھکتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اللہ أکبر کہتے۔ پھر ساری نماز میں ایسے ہی کرتے حتی کہ اسے مکمل فرماتے۔ اور جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ أکبر کہتے۔

(المعجم ٩١) - بَابُ الْاِسْتِوَاءِ لِلْجُلُوسِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ (التحفة ٤٣٨)

باب:٩١- دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا بیٹھنا

١١٥١- أخرجه مسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة ... الخ، ح: ٣٩٢/٢٩ عن محمد بن رافع، والبخاري، الأذان، باب التكبير إذا قام من السجود، ح: ٧٨٩ من حديث ليث بن سعد به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٦.

١١٥٢- أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ إِلٰى مَسْجِدِنَا فَقَالَ: أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، قَالَ: فَقَعَدَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ.

۱۱۵۲- حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں میں تمھیں دکھاؤں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا: آپ نے جب پہلی رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھایا تو بیٹھ گئے۔

١١٥٣- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا.

۱۱۵۳- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے حتی کہ پہلے سیدھے بیٹھ جاتے۔

فائدہ: طاق رکعت کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑے ہونے سے قبل سیدھا بیٹھنا جلسۂ استراحت کہلاتا ہے اور یہ ضروری ہے۔ اس حدیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث میں اس کا صراحتاً ذکر ہے۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ بعض حضرات جو اس کے قائل نہیں وہ اسے نبی ﷺ کے بڑھاپے پر محمول کرتے ہیں کہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنا پڑتا تھا، نماز کی سنت کے طور پر نہیں۔ مگر ان کے پاس اس تاویل کی کوئی دلیل نہیں جب کہ آنکھوں سے دیکھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو اسے بڑھاپے کی بنا پر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کا دس صحابہ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بیان میں اس امر کا ذکر کرنا اور ان صحابہ کا خاموش رہنا واضح دلیل ہے۔ مُسِیئُ الصَّلاۃ والی قولی روایت بھی صریح ہے۔ اگر کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے تو وہ اختصار کے پیش نظر ہے۔ کسی چیز کا حکم مجموعی طور پر احادیث سے اخذ کرنا چاہیے، لہٰذا کسی حدیث میں اس کا عدم

١١٥٢_ أخرجه البخاري، الأذان، باب من صلى بالناس وهو لا يريد إلا أن يعلمهم . . . الخ، ح: ٦٧٧ من حديث أيوب السختياني به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٧، وأخرجه أبوداود، الصلاة، باب النهوض في الفرد، ح: ٨٤٣ عن زياد بن أيوب به.

١١٥٣_ أخرجه البخاري، الأذان، باب من استوى قاعدًا في وتر من صلاته ثم نهض، ح: ٨٢٣ من حديث هشيم، والترمذي، الصلاة، باب ماجاء كيف النهوض من السجود، ح: ٢٨٧ عن علي بن حجر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٣٨.

ذکر اس کے وجوب کے خلاف نہیں۔ صحابۂ کرام ؓ کا خیال بعد والوں کے خیال سے یقیناً زیادہ معتبر ہے۔ ویسے نبی ﷺ بڑھاپے میں بھی اتنے کمزور نہیں ہوئے تھے کہ ایک مسلمہ مسئلے کو چھوڑنا یا تبدیل کرنا پڑ گیا۔

(المعجم ٩٢) - **بَابُ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْأَرْضِ عِنْدَ النُّهُوضِ** (التحفة ٤٣٩)

باب:۹۲- اٹھتے وقت زمین پر ہاتھوں کا سہارا لینا

١١٥٤- **أَخْبَرَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا فَيَقُولُ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيُصَلِّي فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي أَوَّلِ الرَّكْعَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا، ثُمَّ قَامَ فَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ.

۱۱۵۴- ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث ؓ ہمارے پاس آتے تھے اور کہتے تھے: کیا میں تمھارے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کی نماز نہ بیان کروں؟ پھر وہ کسی فرض نماز کے وقت کے علاوہ (نفل) نماز پڑھتے۔ جب وہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو سیدھے بیٹھتے' پھر کھڑے ہوتے اور زمین پر ہاتھوں کا سہارا لیتے۔

فوائد ومسائل: ① حدیث نمبر ۱۰۹۲ میں ذکر ہو چکا ہے کہ ہاتھ انسان کو سہارے کا کام دیتے ہیں اور ہاتھوں کے سہارے کے بغیر اٹھنا یا بیٹھنا اونٹ بلکہ عام جانوروں کی مشابہت ہے جو مناسب نہیں۔ سنن ابوداود کی ایک روایت میں سہارے سے منع کیا گیا ہے۔ اسے حافظ ابن حجر ؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ شیخ البانی ؒ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (ضعيف سنن أبي داود' رقم: ۹۹۲) ② بالتبع یہ بھی معلوم ہوا کہ اٹھتے وقت گھٹنے پہلے اٹھائے جائیں گے اور ہاتھ بعد میں کیونکہ سہارا بعد میں ہٹایا جاتا ہے اور اسی میں سہولت ہے۔ بوڑھے بھی آسانی سے اٹھ سکیں گے۔

(المعجم ٩٣) - **بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَنِ الْأَرْضِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ** (التحفة ٤٤٠)

باب:۹۳- اٹھتے وقت ہاتھ زمین سے گھٹنوں سے پہلے اٹھانا

١١٥٥- **أَخْبَرَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: حَدَّثَنَا

۱۱۵۵- حضرت وائل بن حجر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' جب آپ سجدہ

١١٥٤ـ أخرجه البخاري، انظر الحديث المتقدم، ح: ١١٥٢، وهو في الكبرى، ح: ٧٣٩.

١١٥٥ـ [**إسناده ضعيف**] تقدم، ح: ١٠٩٠، وهو في الكبرى، ح: ٧٤٠.

شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

کرتے تو اپنے دونوں گھٹنے اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَمْ يَقُلْ هٰذَا عَنْ شَرِيكٍ غَيْرُ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) ؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت شریک سے یزید بن ہارون کے علاوہ کسی نے بھی اس طرح بیان نہیں کی۔ واللّٰہ تعالیٰ أعلم

فوائد ومسائل: ① یہاں شریک سے قاضی شریک مراد ہیں۔ اس روایت کو اس طرح بیان کرنے میں وہ متفرد ہیں۔ ثقہ راوی (مثلاً: ہمام) اس روایت کو مرسل، یعنی صحابی کے بغیر براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ قاضی شریک حافظے کے لحاظ سے اتنے قوی نہیں کہ ان کی منفرد روایت کو قبول کیا جا سکے۔ امام صاحب کا مقصود یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، متصل نہیں، لہٰذا معتبر نہیں۔ دوسرے محدثین، مثلاً: امام ترمذی، دارقطنی اور بیہقی ؒ بھی اس فیصلے میں امام صاحب کے ساتھ ہیں۔ ② اس حدیث کی دیگر اسناد میں حضرت وائل صحابی کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر کرنے والے راوی متکلم فیہ ہیں، لہٰذا یہ روایت متنازع فیہ ہے۔ حدیث نمبر: ۱۱۵۴ معتبر ہے۔ اس مسئلے پر مزید بحث اس سے قبل فوائد حدیث نمبر: ۱۰۹۲ میں ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(المعجم ٩٤) - بَابُ التَّكْبِيرِ لِلنُّهُوضِ (التحفة ٤٤١)

باب: ۹۴- اٹھتے وقت اللّٰہ أکبر کہنا

١١٥٦- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ.

۱۱۵۶- حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ ؓ ہمیں نماز پڑھاتے تو جب بھی (رکوع اور سجدے کے لیے) جھکتے اور (سجدے سے) اٹھتے تو اللّٰہ أکبر کہتے۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے: اللہ کی قسم! یقیناً میں اپنی نماز میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔

١١٥٦_ أخرجه البخاري، الأذان، باب إتمام التكبير في الركوع، ح: ٧٨٥، ومسلم، الصلاة، باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة . . . الخ، ح: ٣٩٢ من حديث مالك به، وهو في الموطأ (يحيىٰ): ١/ ٧٦، والكبرىٰ، ح: ٧٤١.

فائدہ: دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت اللّٰہ أکبر کہنا کھڑے ہونے کے لیے کافی ہے اگرچہ درمیان میں جلسۂ استراحت بھی ہو۔ الگ تکبیر کی ضرورت نہیں کیونکہ جلسۂ استراحت تو معمولی ہوتا ہے، ہاں اگر دوسری رکعت کے آخر میں تشہد کے بعد اٹھیں تو الگ تکبیر کہنی ہوگی کیونکہ وہ الگ رکن ہے۔

١١٥٧- أَخْبَرَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَسَوَّارُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: أَنَّهُمَا صَلَّيَا خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّا رَكَعَ كَبَّرَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ وَكَبَّرَ وَرَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ حِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، مَا زَالَتْ هٰذِهِ صَلَاتُهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا. وَاللَّفْظُ لِسَوَّارٍ.

۱۱۵۷- حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انھوں نے جب رکوع کیا تو اللّٰہ أکبر کہا۔ جب رکوع سے سر اٹھایا تو [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہا۔ پھر سجدے میں گئے تو اللّٰہ أکبر کہا۔ سجدے سے سر اٹھایا تو اللّٰہ أکبر کہا۔ پھر جب رکعت سے اٹھے تو اللّٰہ أکبر کہا۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نماز میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں اور آپ ﷺ کی نماز یہی رہی حتی کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے (فوت ہو گئے)۔ یہ لفظ حضرت سوّار کے ہیں۔

فائدہ: اس روایت میں امام نسائی رحمہ اللہ کے دو استاد ہیں۔ نصر بن علی اور سوار بن عبداللہ۔ روایت میں بیان کردہ الفاظ حضرت سوار کے ہیں اگرچہ حضرت نصر کے الفاظ بھی معناً ان سے مختلف نہیں۔

(المعجم ٩٥) - بَابٌ: كَيْفَ الْجُلُوسُ لِلتَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ (التحفة ٤٤٢)

باب: ۹۵- پہلے تشہد میں کیسے بیٹھا جائے؟

١١٥٨- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ:

۱۱۵۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

١١٥٧ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب: يهوي بالتكبير حين يسجد، ح: ٨٠٣ من حديث الزهري به مطولاً، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤٢.

١١٥٨ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، ح: ٨٢٧ من حديث عبدالله بن عبدالله بن عمر، وأبوداود، الصلاة، باب: كيف الجلوس في التشهد، ح: ٩٥٩، ٩٦٠ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤٣.

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى وَتَنْصِبَ الْيُمْنٰى.

تحقیق نماز میں (بیٹھنے کا) طریقہ یہ ہے کہ تو اپنا بایاں پاؤں بچھائے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے۔

فوائد ومسائل: ① حدیث میں پہلے یا دوسرے تشہد کی تخصیص نہیں' اسی لیے احناف ہر تشہد میں اسی طرح بیٹھنے کے قائل ہیں مگر دیگر صحیح روایات میں آخری تشہد کی الگ کیفیت ہے جسے تَوَرُّك کہتے ہیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الأذان' حديث:٨٢٨) تورک کی تفصیل کے لیے دیکھیے' حدیث:١٢٦٣ اور اس کا فائدہ۔ بنابریں اس طریقے کو پہلے تشہد پر محمول کیا جائے گا۔ یہی مصنف رحمہ اللہ کا مقصود ہے۔ ② عبادات وغیرہ میں صحابی کا کسی فعل کو سنت کہنا رسول اکرم ﷺ کے کسی قول و فعل ہی کا بیان ہوتا ہے' لہٰذا حجت ہے۔

(المعجم ٩٦) - بَابُ الاسْتِقْبَالِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ الْقِبْلَةَ عِنْدَ الْقُعُودِ لِلتَّشَهُّدِ (التحفة ٤٤٣)

باب:٩٦-تشہد میں بیٹھتے وقت دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف موڑنا

١١٥٩- **أَخْبَرَنَا** الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ يَحْيٰى أَنَّ الْقَاسِمَ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ - عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْيُسْرٰى.

١١٥٩-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نماز میں (بیٹھنے کا) طریقہ یہ ہے کہ تو دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

(المعجم ٩٧) - بَابُ مَوْضِعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْجُلُوسِ لِلتَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ (التحفة ٤٤٤)

باب:٩٧-پہلے تشہد میں بیٹھتے وقت ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟

١١٥٩_ **[إسناده صحيح]** وأصله في صحيح البخاري، ح:٨٢٧ من حديث عبدالله بن عبدالله بن عمر به، انظر الحديث السابق، وهو في الكبرى، ح:٧٤٤.

١١٦٠- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَضْجَعَ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَنَصَبَ أُصْبُعَهُ لِلدُّعَاءِ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ مِنْ قَابِلٍ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الْبَرَانِسِ.

۱۱۶۰- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انھیں کندھوں کے برابر فرماتے اور جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں کو کھڑا کرتے اور اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی (تشہد کی) انگلی دعائے تشہد کے لیے اٹھاتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔ پھر میں اگلے سال آیا تو میں نے دیکھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے جبوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پہلی دفعہ غزوۂ تبوک کے بعد ۹ھ میں آئے تھے اور مسلمان ہوئے۔ پھر دوبارہ (اس روایت کے مطابق) اگلے سال یعنی ۱۰ھ میں آئے۔ یہ رمضان یا شوال کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک چھ سات ماہ بنتے ہیں۔ گویا وفات سے اتنا عرصہ قبل تک تو نبی ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ منسوخ کب ہوا؟ بَيِّنُوا تُوجَرُوا۔ ② تشہد پڑھتے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرنا چاہیے اور یہ انگلی سلام پھیرنے تک اٹھی رہنی چاہیے اور بسا اوقات کسی نماز میں سلام پھیرنے تک پورے تشہد میں بدستور حرکت بھی دی جا سکتی ہے۔ اس کی تفصیل حدیث نمبر ۸۹۰ اور اس کے فوائد و مسائل میں گزر چکی ہے۔

(المعجم ٩٨) - بَابُ مَوْضِعِ الْبَصَرِ فِي التَّشَهُّدِ (التحفة ٤٤٥)

باب: ۹۸- تشہد میں نظر کی جگہ

١١٦١- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ:

۱۱۶۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

١١٦٠- **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب رفع اليدين في الصلاة، ح: ٧٢٨ من حديث عاصم به مختصرًا، وهو في الكبرى، ح: ٧٤٦.

١١٦١- أخرجه مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة . . . الخ، ح: ٥٨٠/ ١١٦ من حديث مسلم بن ◄◄

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ - عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يُحَرِّكُ الْحَصٰى بِيَدِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ عَبْدُاللهِ: لَا تُحَرِّكِ الْحَصٰى وَأَنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَلٰكِنِ اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ، قَالَ: وَكَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَمٰى بِبَصَرِهِ إِلَيْهَا أَوْ نَحْوِهَا، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ.

انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے ہاتھ سے نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس سے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے کہا: نماز میں کنکریوں کو نہ چھوا کر' اس لیے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ لیکن اس طرح کر جس طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا: آپ ﷺ کیسے کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھا اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے قبلے (سامنے) کی طرف اشارہ کیا اور اپنی نظر اس پر ٹکائی۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔

فوائد ومسائل: ① تشہد میں دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کھلی رکھی جاتی ہے اور باقی ہاتھ بند رکھا جاتا ہے۔ اور انگشت شہادت سے اشارے کی صورت بنائی جاتی ہے۔ گویا کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ نظر اشارے پر ٹکی رہے۔ (نیز دیکھیے' حدیث: ۸۹۰) ② کوئی شخص خلاف سنت کام کر رہا ہو تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

(المعجم ٩٩) - بَابُ الْإِشَارَةِ بِالْأُصْبُعِ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ (التحفة ٤٤٦)

باب ۹۹: - پہلے تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا

١١٦٢- أَخْبَرَنِي زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى السِّجْزِيُّ يُعْرَفُ بِخَيَّاطِ السُّنَّةِ نَزَلَ بِدِمَشْقَ، أَحَدُ الثِّقَاتِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسٰى قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا

۱۱۶۲- حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب دو یا چار رکعات کے بعد بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ پھر انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔

◀◀ أبي مريم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤٧.

١١٦٢ــ[إسناده صحيح] وهو في الكبرٰى، ح: ٧٤٥، وأصله في صحيح مسلم، ح: ٥٧٩ من حديث عامر عن أبيه به.

مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الثِّنْتَيْنِ أَوْ فِي الْأَرْبَعِ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ أَشَارَ بِأُصْبُعِهِ.

فائدہ: تشہد میں اشارے کی کیفیت' سنیت اور مقام کی بحث حدیث نمبر ۸۹۰ اور اس کے فوائد میں تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو اشارے کے انداز میں شروع قعدے سے آخر تک کھڑا رکھا جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ پر انگلی کو اٹھا لے یا حرکت دے اور پھر إِلَّا اللهُ پر نیچے کر لے۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں۔ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت' یعنی سلام پھیرنے تک انگلی برابر اٹھی رہے اور بسا اوقات کسی نماز میں انگلی سلام پھیرنے تک پورے تشہد میں حرکت میں رہے۔ یہ دونوں طریقے درست اور مسنون ہیں۔ واللہ أعلم.

(المعجم ١٠٠) - كَيْفَ التَّشَهُّدُ الْأَوَّلُ (التحفة ٤٤٧)

باب: ۱۰۰- پہلا تشہد کیسے پڑھا جائے؟

١١٦٣- أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ عَنِ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَقُولَ إِذَا جَلَسْنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

۱۱۶۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ جب ہم دو رکعتوں کے بعد بیٹھیں تو یہ پڑھیں: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ...... وَرَسُولُهُ] ''تمام آداب (قولی عبادات)' دعائیں (یا بدنی عبادات) اور اچھے افعال و کلمات (یا مالی عبادات) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی' رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے دوسرے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

١١٦٣- [صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التشهد، ح: ٢٨٩ عن يعقوب بن إبراهيم به، وهو في الكبرى، ح: ٧٤٨ وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ٨٣١، ٨٣٥، ٦٢٣٠، ومسلم، ح: ٤٠٢.

فوائد و مسائل: ① [اَلتَّحِیَّاتُ، اَلصَّلَوَاتُ، اَلطَّیِّبَاتُ] کے معانی کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: حدیث نمبر ۱۰۶۵ کا فائدہ نمبر ۳۔ ② معلوم ہوا پہلے تشہد میں اتنا پڑھ لینا بھی کافی ہے، تاہم نوافل میں نبی ﷺ سے پہلے تشہد میں درود شریف کا پڑھنا بھی ثابت ہے، اس لیے پہلے تشہد میں بھی درود شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، تفسیر ''احسن البیان'' میں ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ...... الآية﴾ (الأحزاب ۳۳:۵۶) کی تفسیر) باقی رہیں دعائیں تو اس کا محل نماز کا آخری تشہد ہے۔

١١٦٤- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ أَنْ نُسَبِّحَ وَنُكَبِّرَ وَنَحْمَدَ رَبَّنَا، وَأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَّمَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ وَخَوَاتِمَهُ فَقَالَ: «إِذَا قَعَدْتُمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُولُوا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَلْيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَلْيَدْعُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ».

۱۱۶۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (پہلے پہل) نہیں جانتے تھے کہ دو رکعتوں کے بعد (بیٹھ کر) کیا پڑھیں مگر ہم تسبیح، تکبیر اور اپنے رب کی حمد پڑھتے رہتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے ہمیں نیکی کی ابتدا و انتہا (نیکی کے تمام امور) کی تعلیم دی۔ آپ نے فرمایا: ''جب تم ہر دو رکعتوں کے بعد بیٹھو تو یہ پڑھو: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ......] تمام آداب، دعائیں اور اچھے کلمات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اور تم میں سے ہر آدمی وہ دعا منتخب کرے جو اسے زیادہ اچھی لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے وہ دعا کرے۔''

فائدہ: اگر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنا ہو تو درود شریف کے بعد دعا بھی کی جائے گی۔

١١٦٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ

۱۱۶۵- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

١١٦٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التشهد، ح: ٩٦٩، والترمذي، النكاح، باب ماجاء في خطبة النكاح، ح: ١١٠٥، وابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في التشهد، ح: ٨٩٩ من حديث أبي إسحاق به، وهو في الكبرى، ح: ٧٤٩.

١١٦٥ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق والذي قبله، وهو في الكبرى، ح: ٧٥٠.

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ، فَأَمَّا التَّشَهُّدُ فِي الصَّلَاةِ «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» [إِلٰى آخِرِ التَّشَهُّدِ].

ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز میں (پڑھنے کے لیے) تشہد اور دوسری ضروریات کے لیے تشہد سکھایا۔ نماز والاتشہد تو یہ ہے: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ......] ''تمام قولی عبادات' بدنی عبادات اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی' رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

١١٦٦- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، - وَهُوَ ابْنُ آدَمَ - قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَتَشَهَّدُ بِهٰذَا فِي الْمَكْتُوبَةِ وَالتَّطَوُّعِ وَيَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ح: وَحَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَحَمَّادٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

١١٦٦- حضرت یحییٰ بن آدم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان کو یہ تشہد فرض اور نفل دونوں قسم کی نماز میں پڑھتے سنا اور وہ کہتے تھے: ہمیں (یہ تشہد) ابواسحاق نے ابوالاحوص سے' انھوں (ابوالاحوص) نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے' انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

١١٦٧- أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَبِي أُنَيْسَةَ الْجَزَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا إِسْحَاقَ حَدَّثَهُ

١١٦٧- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ (پہلے) ہم کچھ نہیں جانتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ''ہر جلسے' یعنی تشہد میں کہو: [اَلتَّحِيَّات

١١٦٦ـ أخرجه البخاري، الدعوات، باب الدعاء في الصلاة، ح: ٦٣٢٨، ومسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح: ٤٠٢ من حديث منصور به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥١، ٧٥٢، ٧٥٣.

١١٦٧ـ [صحيح] تقدم، ح: ١١٦٣، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥٤.

عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا نَعْلَمُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: قُولُوا فِي كُلِّ جَلْسَةٍ: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

لِلّٰـهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ]

۱۱۶۸- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَبَلَةَ الرَّافِقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ - وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ إِذَا صَلَّيْنَا فَعَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَوَامِعَ الْكَلِمِ فَقَالَ لَنَا: «قُولُوا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: قَالَ زَيْدٌ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يُعَلِّمُنَا هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ.

۱۱۶۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نماز پڑھیں تو کیا کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جامع کلمات سکھلائے اور ہم سے فرمایا: ''تم یوں کہو: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ] حضرت علقمہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کلمات ہمیں اس طرح سکھاتے جیسے قرآن سکھاتے تھے۔ (لفظ لفظ حفظ کرواتے تھے۔)

۱۱۶۸- [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التشهد، ح: ۹۷۰ من حديث علقمة بن قيس به، وهو في الكبرٰى، ح: ۷۵۵.

١١٦٩- أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ الْقَطَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَارِثُ بْنُ عَطِيَّةَ وَكَانَ مِنْ زُهَّادِ النَّاسِ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَقُولُ: اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيكَائِيلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُولُوا: اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُولُوا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

۱۱۶۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (تشہد میں) کہتے: [اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيكَائِيلَ] اللہ تعالیٰ پر سلام ہو، جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلامتی کا منبع ہے بلکہ تم یوں کہو: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ......] ''تمام آداب، نمازیں اور اچھے کلمات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام، رحمت اور برکات ہوں۔ ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

فائدہ: اکیلے اکیلے کا نام لینے کی بجائے عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ میں سب فرشتے اور نیک انسان آ جاتے ہیں، لہٰذا یہی درست ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ کی شان الگ ہے، انھیں نہ صرف خصوصاً سلام کہا جائے گا بلکہ خطاب کے صیغے سے انھیں سلام پہنچایا جائے گا...... ﷺ...... علاوہ ازیں تشہد میں آپ کو صیغۂ خطاب کے ساتھ سلام اس لیے عرض نہیں کیا جاتا کہ آپ سنتے ہیں، بلکہ صرف اس لیے یہ الفاظ [اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ] پڑھے جاتے ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کو تشہد اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس لیے آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ الفاظ صرف اس موقع پر پڑھے جاتے ہیں۔

١١٧٠- أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ -

۱۱۷۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہتے

١١٦٩ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥٦. ✽ حماد هو ابن أبي سليمان، وسمع منه هشام الدستوائي قبل اختلاطه، انظر مجمع الزوائد للهيثمي: ١/ ١١٩، ١٢٠.

١١٧٠ـ [صحيح] تقدم، ح: ١١٦٦، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥٧.

هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ - عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَنَقُولُ: اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيكَائِيلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُولُوا: اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُولُوا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

تھے: [اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيكَائِيلَ] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم [اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ] نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے بلکہ تم کہو: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ]

فائدہ: دیکھیے، حدیث نمبر: ۱۱۶۹۔

۱۱۷۱- أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ وَحَمَّادٍ وَمُغِيرَةَ وَأَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي التَّشَهُّدِ: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

۱۱۷۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں تشہد کے بارے میں بتلایا: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ]

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَبُو هَاشِمٍ غَرِيبٌ.

ابوعبدالرحمٰن (امام نسائی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

۱۱۷۱ـ أخرجه البخاري، الدعوات، باب الدعاء في الصلاة، ح: ٦٣٢٨ من حديث منصور به، ومسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح: ٤٠٢/ ٥٦ من حديث محمد بن جعفر غندر به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥٨.

(اس روایت میں) ابو ہاشم کا ذکر غریب ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کو امام شعبہ رحمہ اللہ سلیمان، منصور، حماد اور مغیرہ سے بیان کرتے ہیں اور یہ سب ابووائل سے بیان کرتے ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں شعبہ کے اساتذہ میں ابو ہاشم کا ذکر درست نہیں کیونکہ انھوں نے یہ روایت ابووائل سے بیان نہیں کی، مذکورہ چار اساتذہ ہی سے بیان کی ہے۔ واللہ أعلم. ② غریب حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند کے کسی طبقے میں ایک راوی رہ جائے۔ مزید دیکھیے: (جلد اول میں اصطلاحات محدثین)

١١٧٢- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيْفٌ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَفُّهُ بَيْنَ يَدَيْهِ: «اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

١١٧٢- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔ (جب آپ نے مجھے یہ تشہد سکھایا تو) میری ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھی: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ]

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی آپ کے مبارک ہاتھوں میں شفقت اور تعلیم کی طرف توجہ کے لیے تھی۔ معلوم ہوا کسی وجہ سے کسی کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا جا سکتا ہے، مثلاً: بطور احترام۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو دو ہاتھ سے مصافحے کے باب میں لائے ہیں۔ گویا وہ بتا رہے ہیں کہ دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا اگر کوئی ثبوت ہے تو یہی ہے جو کہ درحقیقت ثبوت نہیں۔ یقیناً مصافحہ ایک ہاتھ سے مکمل ہو جاتا ہے مگر کسی اور وجہ سے اگر دوسرا ہاتھ ساتھ لگایا جائے، مثلاً: بطور احترام یا شفقت یا تفہیم وغیرہ تو یہ الگ امر ہے اور جائز ہے، البتہ یہ مصافحے کا جز نہیں۔ مصافحہ تو ایک ہاتھ ہی سے مسنون ہے اور خود مصافحے کا لفظ بھی اسی معنی

١١٧٢ـ أخرجه البخاري، الاستئذان، باب الأخذ باليدين، ح: ٦٢٦٥ عن أبي نعيم الفضل بن دكين، ومسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح: ٤٠٢/ ٥٩ من حديث الفضل بن دكين به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٥٩.

پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مصافحے کے معنی ہیں: ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملنا۔ اس میں دونوں ہاتھوں کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مولانا عبدالرحمن مبارکپوری ؒ کی کتاب (المقالة الحسنى في سنية المصافحة باليداليمنى)

(المعجم ١٠١) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّشَهُّدِ (التحفة ٤٤٨)

باب ١٠١: - ایک اور قسم کا تشہد

١١٧٣- أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو قُدَامَةَ السَّرْخَسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَطَبَنَا فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَ لَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَالَ: وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا: آمِينَ يُجِبْكُمُ اللهُ، وَإِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ» قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعِ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ» قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ، فَإِذَا كَانَ

١١٧٣- حضرت (ابو موسیٰ) اشعری ؓ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا، ہمیں ہمارے طریقے بتائے اور ہماری نماز ہمارے لیے بیان فرمائی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفیں سیدھی اور درست کرو۔ پھر تم میں سے ایک آدمی تمھاری امامت کرائے۔ جب وہ اللّٰہ أکبر کہے تو تم اللّٰہ أکبر کہو اور جب وہ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے قبول فرمائے گا۔ جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ امام تم سے پہلے رکوع کو جاتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے۔ یہ تاخیر اس سبقت کے بدلے میں ہے۔ اور جب وہ [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] کہے تو تم [رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ] کہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری (حمد) سنے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی بات سنتا ہے جو اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر جب امام اللّٰہ أکبر کہہ کر سجدہ کرتا ہے تو تم بھی اللّٰہ أکبر کہہ کر سجدہ کرو۔ امام تم سے پہلے سجدے کو جاتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے۔ یہ تاخیر اس سبقت کے بدلے میں ہے۔ پھر جب امام قعدے میں

١١٧٣- أخرجه مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح: ٤٠٤/ ٦٣ من حديث هشام الدستوائي به، وهو في الكبرى، ح: ٧٦٠.

عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِّنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ أَنْ يَّقُولَ: اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

ہوتو تم میں سے ہر آدمی کو سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے: [اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ...... وَرَسُولُهٗ] ''تمام پاکیزہ آداب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' دعائیں اور نمازیں بھی۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام' رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

(المعجم ١٠٢) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّشَهُّدِ (التحفة ٤٤٩)

باب:١٠٢- ایک اور قسم کا تشہد

١١٧٤- أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي غَلَّابٍ - وَهُوَ يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ - عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمْ صَلَّوْا مَعَ أَبِي مُوسٰى فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِّنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

١١٧٤- حضرت حطان بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام قعدے میں ہوتو تم میں سے ہر آدمی کی پہلی بات یہ ہونی چاہیے: [اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ...... وَرَسُولُهٗ] ''تمام آداب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور تمام اچھے کلمات اور دعائیں بھی اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام' رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

١١٧٤- [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦١.

(المعجم ١٠٣) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّشَهُّدِ

(التحفة ٤٥٠)

باب:١٠٣-ایک اور قسم کا تشہد

١١٧٥- أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ وَكَانَ يَقُولُ: «اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

١١٧٥-حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے اور آپ فرماتے تھے: [اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ ...... وَرَسُولُهُ] ''بابرکت آداب، تمام اچھے کلمات اور پاکیزہ دعائیں سب اللہ کے لیے ہیں۔اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

(المعجم ١٠٤) - نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّشَهُّدِ

(التحفة ٤٥١)

باب:١٠٤-ایک اور قسم کا تشہد

١١٧٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ أَيْمَنَ - وَهُوَ ابْنُ نَابِلٍ - يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُوالزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ: «بِسْمِ اللهِ وَبِاللّٰهِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا

١١٧٦-حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی سورت سکھاتے تھے: [بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ ...... مِنَ النَّارِ] ''اللہ کے بابرکت نام اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ تمام آداب (یا قولی عبادتیں)، تمام دعائیں اور نمازیں (یا بدنی عبادات) اور تمام اچھے کلمات و افعال (یا مالی عبادات) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔اے نبی! آپ پر اللہ کی طرف سے سلام،

١١٧٥_أخرجه مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ح: ٤٠٣ عن قتيبة به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦٢.

١١٧٦_[إسناده ضعيف] أخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في التشهد، ح: ٩٠٢ من حديث المعتمر ابن سليمان به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦٣. ✽ أبوالزبير عنعن، تقدم، ح: ٥٩٤.

وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، أَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ».

رحمت اور برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

فوائد و مسائل: ① تمام قسم کے تشہد ایک جیسے ہیں۔ کہیں کہیں معمولی لفظی فرق ہے۔ معنی میں کوئی فرق نہیں۔ ② تمام تشہد تین چیزوں پر مشتمل ہیں: اللہ کی مجد وثنا' نبی اکرم ﷺ اور دوسرے صالحین پر سلام اور شہادتین (توحید و رسالت۔) ③ آخری قسم کے تشہد کے شروع اور آخر میں اضافے (زائد کلمات) ہیں۔ شروع میں بسم اللہ اور آخر میں سوال و تعوذ' مگر اس حدیث کا راوی ایمن بن نابل متفرد ہے۔ کسی نے اس کی موافقت نہیں کی' لہٰذا یہ غیر معتبر ہے' یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔ ④ تمام قسم کے تشہدات میں نبی اکرم ﷺ کو بصیغۂ خطاب سلام کہا گیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے ورنہ خطاب سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ صرف صیغۂ خطاب کا ہے مقصود خطاب نہیں بلکہ دعا ہے کیونکہ آپ خود بھی انھی الفاظ سے تشہد پڑھا کرتے تھے۔ ان الفاظ کو پڑھتے وقت یہ عقیدہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ سلام سن رہے ہیں۔ ہاں' آپ کو پہنچایا جائے تو الگ بات ہے۔ اسی طرح آپ کے جوابی سلام کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ ⑤ [عَبْدُهٗ وَ رَسُولُهٗ] معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اوصاف فاضلہ میں سے یہ دو وصف سب سے اعلیٰ ہیں، تبھی انھیں شہادتین میں داخل کیا گیا جو کہ کسی کے ایمان کی دلیل ہیں۔ [عبد] بہت بڑا اعزاز ہے، اس لیے ہر افضل مقام میں اس کا ذکر کیا گیا ہے' مثلاً: معراج و اسراء وغیرہ۔ دیکھیے سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم ﴿اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ (بنیٓ إسرآئیل ۱:۱۷) اور ﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ﴾ (النجم ۵۳:۱۰)

(المعجم ۱۰۵) - بَابُ التَّخْفِيفِ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ (التحفة ٤٥٢)

باب: ۱۰۵- پہلے تشہد (قعدے) میں تخفیف

۱۱۷۷- أَخْبَرَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ أَيُّوبَ الطَّالَقَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ:

۱۱۷۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ دو رکعتوں کے بعد اتنا ہلکا بیٹھتے تھے گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔ (یعنی جلدی کھڑے ہو جاتے۔)

۱۱۷۷ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في مقدار القعود في الركعتين الأوليين، ح: ٣٦٦، وأبوداود، الصلاة، باب في تخفيف القعود، ح: ٩٩٥ من حديث سعد بن إبراهيم به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦٤، وقال الترمذي: "حسن، إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه"، يعني حسن لغيره عنده.

حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عن عَبدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ قُلْتُ: حَتَّى يَقُومَ قَالَ: ذٰلِكَ يُرِيدُ.

راویٔ حدیث ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یہاں تک کہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے فرمایا: ہاں، یہی مراد ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے، تاہم ابن ابی شیبہ میں تمیم بن سلمہ کی صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابن عمر ؓ کا پہلے تشہد میں بیٹھنا ایسے ہوتا تھا کہ گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔ دیکھیے: (التلخیص الحبیر: ۲۶۳/۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعتوں کے بعد صرف تشہد پڑھنا کافی ہے، تاہم اس کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے، یعنی پہلے تشہد میں بھی درود شریف کا پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ واللہ أعلم. مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (صفة صلاة النبي ﷺ للألباني، ص: ۴۵)

(المعجم ١٠٦) - بَابُ تَرْكِ التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ (التحفة ٤٥٣)

باب: ۱۰۶- پہلے تشہد (قعدے) کا ترک کرنا

١١٧٨- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فَقَامَ فِي الشَّفْعِ الَّذِي كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَّجْلِسَ فِيهِ فَمَضٰى فِي صَلَاتِهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ.

۱۱۷۸- حضرت مالک ابن بحینہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی تو دو رکعتوں کے بعد (بھول کر) کھڑے ہو گئے لیکن پھر نماز میں جاری رہے (واپس نہ ہوئے) حتی کہ جب نماز کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے (سجود سہو) کیے، پھر سلام پھیرا۔

١١٧٩- أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَيْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ

۱۱۷۹- حضرت مالک ابن بحینہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے (ایک دفعہ) نماز پڑھی تو دو رکعتوں کے بعد (بھول کر) کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سبحان

١١٧٨ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، ح: ٥٧٠/ ٨٧ من حديث حماد بن زيد، والبخاري، السهو، باب ماجاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة، ح: ١٢٢٥ من حديث يحيى بن سعيد الأنصاري به، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦٥.

١١٧٩ـ [صحيح] انظر الحديث السابق، وهو في الكبرٰى، ح: ٧٦٦.

عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحُوا فَمَضٰى فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ.

اللّٰہ کہا مگر آپ جاری رہے (دوبارہ نہ بیٹھے) پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو دوسجدے کیے۔ پھر سلام پھیرا۔

فوائد ومسائل: ① اس واقعے سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ پہلا تشہد فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا تو صحابہ کے توجہ دلانے پر نبی ﷺ لوٹ آتے مگر آپ کا آگے جاری رہنا اور آخر میں سجدۂ سہو کرنا دلیل ہے کہ یہ فرض نہیں، جبکہ بعض علمائے محققین کے نزدیک پہلا تشہد بھی واجب ہے۔ ہاں اگر بھول کر رہ جائے تو اس واجب کی سجودِ سہو سے تلافی ہوسکتی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، نیز سنن ابوداود میں اس کا حکم منقول ہے: رسول اللہ ﷺ نے "مسيئی الصلاة" کو فرمایا تھا: [فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ وَ افْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرٰى، ثُمَّ تَشَهَّدْ......] "جب تم نماز کے دوران میں بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو اور اپنی بائیں ران بچھا لو پھر تشہد پڑھو......" (سنن أبي داود، الصلاة، حديث: ٨٦٠) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثُمَّ إِذَا قُمْتَ، فَمِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ] "پھر جب کھڑے ہو تو پہلے کی طرح کرو حتی کہ اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ۔" ائمہ میں سے امام لیث، اسحاق بن راہویہ، مشہور قول کے مطابق امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے، اور احناف سے بھی وجوب کی ایک روایت ملتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباري: ٢/٣١٠، تحت حديث: ٨٢٩، و ذخيرة العقبٰى شرح سنن النسائي: ١٤/١٤٣، ١٤٤) ② اگر کوئی رکن رہ جائے، مثلاً: رکوع، تو واپس لوٹنا ضروری ہے یا آخر میں پوری رکعت دہرانی پڑے گی۔ البتہ یہ اس وقت ہے جب بھول کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اگر کوئی بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور اسے یاد آ جائے تو واپس نہ لوٹے بلکہ آخر میں سہو کے دوسجدے کر لے، پھر سلام پھیرے اور اگر ابھی تھوڑا سا اٹھا تھا، یعنی بیٹھنے کے قریب تھا، ابھی ٹانگیں سیدھی نہیں ہوئی تھیں کہ یاد آ گیا تو بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے۔ سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں، البتہ اگر آخری تشہد بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب بھی یاد آئے، واپس لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ ③ اس میں احناف کا رد ہے جو کہ ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرتے ہیں۔ ④ مقتدی بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا اگرچہ مقتدی کو سہو نہ ہوا ہو، صرف امام ہی کو ہوا ہو۔ ⑤ سجدۂ سہو کے بعد تشہد نہیں۔ (سجود سہو کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب السہو کا ابتدائیہ) ⑥ بتقاضائے بشریت انبیاء ﷺ کو بھی سہو اور نسیان لاحق ہوا ہے لیکن وحی کے پہنچانے میں قطعاً نہیں۔